جنت اور جہنم



مؤلف

اعلم العلماء والمجتہدین رئیس المتکلمین والمحدثین

مورخِ آلِ محمدؐ آقائے حاج علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ

نظرِ ثانی

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری دام ظلہ

ریسرچ سکالر اسلامک یونیورسٹی ○ قم ○ ایران

جنت اور جہنم کی تصویر
بحارالانوار سے

مؤلف

حجۃ الاسلام والمسلمین آقای احمد صبیبیان دام عزہ

مترجم

حجۃ الاسلام سید سجاد حسین ہمدانی قمی

نظر ثانی

حجۃ الاسلام علامہ ریاض حسین جعفری فاضلِ قم

ناشر
ادارہ منہاج الصالحین
جناح ٹاؤن، ٹھوکر نیاز بیگ، لاہور
فون: 5425372

کتاب : جنت اور جہنم کی تصویر بحار الانوار سے

مؤلف : حجۃ الاسلام والمسلمین آقای احمد حبیبیان دام عزہ

مترجم : حجۃ الاسلام سید سجاد حسین ہمدانی قمی

تصحیح : مظہر عباس چودھری

نظر ثانی : علامہ ریاض حسین جعفری، فاضل قم

پروف ریڈنگ : معصومہ بتول جعفری ایم۔ اے، اسد علی ڈار

فنی تعاون : زہرا بتول جعفری، محدثہ بتول جعفری

تزئین : محمد عمران حیدر جعفری

کمپوزنگ : ایم۔ اعجاز احمد، احتشام اعجاز

اشاعت : جون 2013ء

ہدیہ : 400 روپے

تعداد : 500

ملنے کا پتہ

ادارہ منہاج الصالحین۔ لاہور

الحمد مارکیٹ فسٹ فلور دکان نمبر 20۔ غزنی سٹریٹ۔ اُردو بازار۔ لاہور

فون: 042-37225252 ، 0301-4575120

فہرست

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی

(حرفِ مصحح)

(مظہر عباس چودھری)

یہ امر تجربی، حتمی اور یقینی ہے کہ دنیا فانی ہے اور اس کی ہر شے آنی جانی ہے۔ ارشاداتِ قرآنی، وحی الٰہی اور علمائے ربانی کی تعلیمات کے مطابق موت کے بعد قبر و برزخ کا دور ہے اور پھر قیامت اور حشر کا برپا ہونا مسلمہ حقیقت ہے۔ روزِ حشر، روزِ سزا و جزا بھی ہے لیکن اس سے قبل قبر و برزخ بھی سزا و جزا سے عاری ہرگز نہیں بل کہ عقائد کا امتحان اور عمل کے بارے میں بعض سوالات (مثلاً اہل و عیال کے ساتھ سلوک) کی سزا و جزا قبر میں بھی ملنا، آیات و روایات سے عیاں ہے، حتیٰ کہ دنیا بھی دارالمکافات ہے۔ گویا یہ سہ شعبہ سزا و جزا، عدلِ خداوندی کے تابع اور اس کی رحمت و غضب سے مربوط ہے۔

علما و محققین کے مطابق انسانی جسم، نفس اور روح سے مرکب ہے۔ جسم کے لیے ہلاکت ہے، نفس کے لیے موت ہے اور روح امرِ ربی ہونے کی وجہ سے زندہ و جاوید ہے۔ موت و ہلاکت کے بعد انسان حقیقی اور دائمی حیات پاتا ہے۔ اسی لیے حدیث مبارکہ میں دنیا کو آخرت کے لیے مزرعہ قرار دیا گیا ہے۔

حضرت اقبالؒ نے موت و حیات کے فلسفے کو اس طرح بیان کیا ہے:

موت کو غافل تو سمجھا اختتامِ زندگی
ہے یہ صبح زندگی صبح دوامِ زندگی

یہ صبح دوامِ زندگی اصلی اور حقیقی مسلمانوں کی زندگی کی آئینہ داری ہے۔ دنیا میں کیے گئے اعمالِ صالح کی جزا اور صلہ ہے یعنی جنۃ النعیم ہے، جنۃ العدن ہے، خلد بریں ہے۔ جب کہ کفار و منافقین اور ملحدین و مشرکین کے لیے نارِ جہنم ہے، آتش دوزخ ہے، نارِ جحیم ہے۔

زیرِ نظر کتاب میں بحار الانوار کے بحورِ علمی سے استفادہ کرتے ہوئے جنت اور جہنم کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ فارسی کتاب تصویری از بہشت و جہنم کے مؤلف حجۃ الاسلام آقای احمد حسینیان دام عزہ ہیں اور اس کا ترجمہ جناب حجۃ الاسلام سید سجاد ہمدانی قبلہ نے کیا ہے۔ سید ہمدانی کی یہ غالباً تیسری چوتھی کتاب ہے جو میرے زیرِ تقریظ ہے اور بحمد للہ اس کی تصحیح کی ذمہ داری بھی ناچیز نے نبھائی ہے۔ ہمدانی صاحب قبلہ مدرسہ زینبیہ راول پنڈی کے مدرسِ اعلیٰ ہیں۔ ادارہ منہاج الصالحین لاہور کے پلیٹ فارم سے علامہ دوراں ریاض حسین جعفری دامت برکاتہٗ کی چھتر چھاؤں میں وہ قلم کی روشنائی سے علم کا نور پھیلا رہے ہیں۔ کتاب ہذا کے دیباچے میں اُنھوں نے عظمتِ علمی کا ثبوت دیتے ہوئے ناچیز کا شکریہ ادا کیا جب کہ حقیقت میں وہ خود ہم سب کے شکریے کے مستحق ہیں کہ جنت و جہنم جیسی عمیق بحث پر مبنی اس کتاب کو اُردو کے سانچے میں ڈھال کر ہماری آخرت سنوارنے کا سامان کیا ہے۔ قبل ازیں وہ ''شمیم ولایت'' بھی پھیلا چکے ہیں اور ''نذرِ نور'' کے حصارِ نور میں بھی آ چکے ہیں۔ اللہ ربّ العزت اُن کی علمی و قلمی صلاحیتوں میں مزید اضافہ فرمائے۔

آمدم بر سرِ مطلب ترجمہ نگاری کافی مشکل کام ہے اور پھر عربی فارسی جیسی وسیع و وقیع زبانوں سے تراجم کارِ آسان نہیں۔ عربی فارسی سے ترجمہ کرتے ہوئے اکثر مترجم نے اُردو زبان کے روزمرہ، محاورہ اور املا سے بے خبر ہونے کی وجہ سے بہت سے گل کھلائے ہیں۔ مثلاً ''تصویر از بہشت و جہنم'' کو جنت اور جہنم کا تصور کہا جائے تو یہ تصور تو حقیقت کا متضاد ہوگا نہ کہ تصویر کشی، لہٰذا جنت اور جہنم کی تصویر کہنا ہی روا اور بجا ہے۔ لفظ جبرئیل کو جبرائیل لکھنا، ملائکہ کو ملائیکہ لکھنا اور سیدۃ النسا العالمین کو سیدہ نساء العالمین لکھنا غیر مناسب ہے۔ فارسی میں دل دوز اور دل سوز کا جو مفہوم ہے اُردو میں وہ مفہوم نہیں ہے۔ مثلاً کسی کو دل سوز یا دل دوز بھائی کہنا ٹھیک نہیں۔ اُردو میں کلام تو دل دوز اور دل سوز ہو سکتا ہے۔ بھائی تو پیارا ہوگا یا محترم و عزیز۔ اسی طرح فارسی میں ترس اُردو کے ترس کے مترادف نہیں ہے بل کہ خوف کا ہم معنی ہے۔ جہاں تک انگریزی الفاظ کے ترجمے کا تعلق ہے تو فارسی والے بس کو اُتوبوس یا میٹا فزیکل کو میتافزیک

کر کے معرّب کر لیتے ہیں لیکن اُردو میں موزوں کرنے کا یہ طریقہ نہیں۔ ہم بس کو بس تو کہہ لیتے ہیں بوس نہیں بناتے۔ اسی طرح میٹا فزیکل کے بجائے مابعد الطبیعاتی کہنا مروج ہے۔ نیز سیلز کو خلیے اور پریشر کو دباؤ کے لفظ سے بدلنا چاہیے۔ مذکر مؤنث کا خیال بھی ضروری ہے۔ مثلاً روح اور عقل مؤنث لکھنا چاہیے۔ اسی طرح منشا کا لفظ بھی مؤنث ہے۔ یہ محض مختصری رہ نمائی ہے جو اپنا فرض سمجھتے ہوئے کی جا رہی ہے تاکہ فاضل مترجمین خیال فرمائیں اور اپنے ترجموں کو خالص اور خوب صورت بنائیں۔

اب ہم آتے ہیں کتابِ ہذا کے سرسری مطالعے کی طرف تاکہ قارئین کے لیے استفادہ واستفاضہ کا باعث بنے۔ فاضل مترجم نے عرضِ مترجم میں خوب نشان دہی فرمائی ہے:

> ''ہمارے معاشرے میں اس کی ضرورت ہر حوالے سے بہت زیادہ ہے۔ بالخصوص ہمارے معاشرے میں یہود و ہنود کے میڈیا کے ذریعے موت آخرت' حساب' کتاب' جنت' جہنم' برزخ وغیرہ سے لوگوں کا یقین ختم کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ موت' آخرت انعام و عذاب سے جب عقیدہ اور یقین اُٹھ جائے گا تو یہ قوم گناہ کی طرف زیادہ سے زیادہ قدم بڑھائے گی۔ تب معاشرے میں فساد برپا ہو گا۔ تب مسلمان اُمت سے روحِ اسلام ختم ہو گی۔ یہ کتاب مومنین کے ہر سوال کا جواب بھی ہے اور ائمہ اطہارؑ کی جانب سے ہدایت' رہ نمائی کا ایک ذریعہ بھی ہے۔ فاضل مصنف نے حتی المقدور سعی کر کے ہر مسئلے کو قرآن اور اہل بیتؑ کی زبان سے معلوم کرنے کی کوشش کی ہے۔''

کتابِ ہذا کا مقصد تالیف و ترجمہ تو اسی عبارت سے واضح ہے۔ اب ایک اور اہم عبارت مقدمہ ناشر سے بھی ملاحظہ کیجیے:

> ''موت کے بعد قیامت اور دوسرا جہان' آسمانی شرائع کے اہم ترین اُصولوں میں سے ایک ہے۔ اس پر قرآنِ حکیم اور شریعتِ اسلامی نے

خصوصی توجہ دی ہے۔ اس اصل کی اتنی اہمیت دیکھنے میں آئی ہے کہ توحید کے بعد تمام ابحاث کی روحِ رواں یہی ہے۔ اُصولِ دین میں قیامت پر عقیدہ تحقیق و تتبع کے بعد قائم ہونا چاہیے‘ اس لیے کہ اُصولِ دین میں تقلید ناجائز بھی ہے اور نامناسب بھی۔“

اب اس ضمن میں علامہ مجلسیؒ کی رائے ملاحظہ فرمایئے:

”اکثر لوگ اُصولِ دین میں تقلید کی حد سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں اور نادان افراد کی پیروی شروع کر دیتے ہیں جو بالکل انھی کی طرح ہوتے ہیں۔ اس مرحلے پر وہ استنباط کے مرحلے تک نہیں پہنچ پاتے۔“

معذرت کے ساتھ معاشرے میں یہی روش جاری ہے جو اس حقیقت کو بیان کر رہی ہے کہ اُصولِ دین کے معارف کو سادہ زبان میں جو زود فہم اور عام فہم ہوں بیان کیا جائے۔

زیرِ بحث کتاب میں مقدمہ ناشر کے بعد ایک اور مقدمہ شامل ہے۔ پھر مسئلہ موت اور ملک الموت وغیرہ کو موضوعِ بحث بنایا گیا ہے۔ غالباً یہ فصل اوّل ہے کیوں کہ بعد میں فصل دوّم شروع ہو جاتی ہے جس کا عنوان روح اور بدن کی جدائی کے لمحات ہے اور اس کے تحت سکرات و غمرات‘ مومن اور کافر کی موت‘ موت کے وقت انسانی مشاہدات‘ کفار اور منافقین کے مشاہدات کے عناوین شامل ہیں۔

تیسری فصل عالم برزخ کے بارے میں ہے جس میں برزخ کے معانی سمجھائے گئے ہیں اور اس کے وجود کے اثبات کی کوشش کی گئی ہے۔ بعد ازاں عالم برزخ کے وجود پر قرآنی دلائل پیش کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ برزخ کہاں واقع ہے؟ قبر کی پہلی رات اور اس کا ڈر‘ فشارِ قبر‘ روح اور قبر کا تعلق اور زیارتِ قبور کا فلسفہ‘ ماتقدم اور ماتاخر کے آثار کو موضوع بنایا گیا ہے۔

فصل چہارم قیامت کے دن اور قیامت کے وجود پر عقلی دلائل پر مبنی ہے یعنی برہانِ حرکت‘ برہانِ رحمت‘ برہانِ حکمت‘ برہانِ عدالت‘ برہانِ حقیقت‘ برہانِ فطرت‘ برہانِ تجردِ روح‘ برہانِ قدرت (وقوع کا امکان) اور نباتات اور گیاہ کے ذریعے برہان پر مبنی ہے۔ اس کے بعد

قیامت کے وجود پر نقلی دلائل پیش کیے گئے ہیں اور قرآنی ارشادات سے استدلال کیا گیا ہے۔
پھر اسی نقطہ نظر کی حامل احادیث پیش کی گئی ہیں۔ نیز قیامت کے اسماء صفات اور حالات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ قیامت کے مناظر و مواقف بھی نہایت معلوماتی اور خوف خدا پیدا کرنے والے ہیں۔ جنت اور جہنم کے ساتھ ساتھ اعراف پر بھی علیحدہ علیحدہ فصلیں شامل کتاب ہیں۔

یہ تھا اس کتاب حنیف کی چند فصول کا اشاریہ۔ پوری کتاب بلا استیعاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کی کل آٹھ فصول ہیں اور ہر فصل پہلی سے بڑھ کر معلومات افزا ہے۔ کتاب ہذا اگرچہ بحارالانوار سے ماخوذ ہے لیکن آیۃ اللہ سید محمد حسین تہرانی کی بحثوں، آیۃ اللہ دستغیب شیرازی کی معاد اور قیامت در قرآن اور ملا صدرا کے فلسفے سے بھی بھرپور فائدہ اُٹھایا گیا ہے۔
پھر کہیں جا کر یہ منزل سر ہوئی ہے۔

المختصر یہ کتاب جنت اور جہنم پیڈیا ہے اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہر شخص کے لیے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے۔

دعا ہے کہ پروردگار بتصدق محمدؐ و آلِ محمدؐ ہماری توفیقات خیر میں اضافہ فرمائے۔

والسلام مع الدعا

انتساب

اس کوشش کو شفیعہ روزِ جزا اُمّ الآئمہ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کی بارگاہِ ملکوتی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں کہ اُن کے صدقے میں اس کا ثواب میری دادی مرحومہ کی روح کو پہنچے۔ مالک روزِ جزا شفیعانِ روزِ جزا کے طفیل ان کی مغفرت فرمائے اور درجات کو بلند کرے۔

آمین!

سید سجاد ہمدانی

مدرسہ زینبیہؑ

۱۴-۱۲-۲۰۱۲

عرضِ مترجم

لائق حمد و ثنا ہے وہ ذات بے مثال جس نے انسان کے انعام اور عذاب کی خاطر جنت اور جہنم کو خلق فرمایا اور پھر ہمیں یہ توفیق عطا فرمائی کہ ہم حجۃ الاسلام والمسلمین آقای احمد صبیپیان کی کتاب ''تصویری از بہشت و جہنم'' کو اُردو زبان میں آپ کے سامنے پیش کر سکیں۔ اب ذات کریم کا لاتعداد شکریہ بجالانے کے بعد میں دعا گو ہوں اپنے دو بھائیوں کے لیے' جن میں سب سے پہلے میں شکر گزار ہوں اپنے بھائی پروفیسر مظہر عباس چودھری صاحب کا جو خصوصی محنت کر کے مجھ جیسے تہی دامن شخص کے بے ترتیب الفاظ کو ادب کے موتیوں کی لڑی میں پروتے ہیں اور بے ترتیب عبارت کو قابل اشاعت صورت عطا کرتے ہیں۔

اس کے بعد شکر گزار ہوں اپنے بھائی حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ ریاض حسین جعفری صاحب کا' جو اس صدی کے خادمِ علام اہل بیت' کہلوانے کے بجا طور پر مستحق ہیں۔ خداوند کریم ان کی توفیقات خیر میں مزید اضافہ فرمائے اور انھیں عمر طویل نصیب فرمائے اور تا ظہور امامِ زمانہؑ خدمت علام اہل بیتؑ کا یہ سلسلہ چلتا رہے۔

کتاب ہذا حجۃ الاسلام والمسلمین آقای احمد صبیپیان کے رشحات قلم کا نتیجہ ہے۔ ہمارے معاشرے میں اس کی ضرورت ہر حوالے سے بہت زیادہ ہے۔ بالخصوص ہمارے معاشرے میں یہود و ہنود کے میڈیا کے ذریعے موت' آخرت' حساب' کتاب' جنت' جہنم' برزخ وغیرہ سے لوگوں کا یقین ختم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ موت' آخرت' انعام و عذاب سے جب عقیدہ اور یقین اُٹھ جائے گا تو یہ قوم گناہ کی طرف قدم (زیادہ سے زیادہ) بڑھائے گی۔ تب معاشرے میں فساد برپا ہو گا' مسلمان اُمت سے روحِ اسلام ختم ہو جائے اور مسلمان معاشرے بے روح جسم کے مانند ہو جائیں گے۔

دوسری طرف یہ کتاب مومنین کے اذہان میں ہر سوال کا جواب بھی ہے اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی جانب سے ہدایت و رہ نمائی کا ایک ذریعہ بھی ہے۔ فاضل مصنف نے حتی

الامکان سعی کر کے ہر مسئلے کو قرآن اور اہل بیت علیہم السلام کی زبان سے معلوم کرنے کی کوشش کی ہے۔

میں نے آیات کے ترجمے کے لیے، مفسر قرآن حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ شیخ محسن علی نجفی صاحب اور مفسر قرآن حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ ذیشان حیدر جوادی صاحب کے ترجمے سے بھی استفادہ کیا ہے۔ آخر میں بارگاہِ خدا میں بہ تصدق محمدؐ و آلِ محمدؐ دعا گو ہوں کہ وہ ادارہ منہاج الصالحین لاہور کے تمام اراکین، اس کے معاونین، مترجمین اور اہل علم سب کی حفاظت فرمائے اور مسئولِ محترم سمیت سب کو عمر طویل عطا فرماتے ہوئے توفیقات خیر میں اضافہ کرے۔

سید سجاد ہمدانی

مدرسہ "زینبیہ" راولپنڈی

۱۳-۱۲-۲۰۱۲

مقدمۂ ناشر

موت کے بعد، قیامت اور دوسرا جہان، آسمانی شرائع کے اہم ترین اُصولوں میں سے ایک ہے۔ اس پر قرآنِ حکیم اور شریعتِ اسلامی نے خصوصی توجہ دی ہے۔ اس اصل کی اتنی اہمیت دیکھنے میں آئی ہے کہ توحید کے بعد تمام ابحاث کی روحِ رواں یہی ہے۔ اُصولِ دین میں قیامت پر عقیدہ، تحقیق وتتبع کے بعد قائم ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ اُصولِ دین میں تقلید ناجائز بھی ہے اور نامناسب بھی۔ اس سلسلے میں مرحوم ومغفور علامہ مجلسی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اکثر لوگ اُصولِ دین میں تقلید کی حد سے بھی تجاوز کر جاتے ہیں اور ناداں افراد کی پیروی شروع کر دیتے ہیں جو بالکل انھی کی طرح ہوتے ہیں۔ اس مرحلے پر وہ استنباط کے مرحلے تک نہیں پہنچ پاتے ہیں۔ معذرت کے ساتھ معاشرے میں یہی روش جاری وساری ہے جو اس حقیقت کو بیان کر رہی ہے کہ اُصولِ دین کے معارف کو سادہ زبان میں جو (زود فہم اور) عام فہم ہوں بیان کیا جائے۔ اس موضوع پر کام کرنے کے لیے سطح خوب ہم وار ہے۔

یہ مجموعہ جو آپ جناب کے ہاتھوں میں ہے یہ اس سلسلے کی ایک اہم کوشش ہے۔ اس میں ایک مؤثر، سادہ، رواں اور قابلِ فہم زبان استعمال کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں قرآنی آیات اور سردارِ انبیاءؐ، ان کے عصمت وطہارت کے حامل خاندان سے منقول روایات و احادیث کو پیش کیا گیا ہے اور انھیں منطقی اور مناسب انداز میں پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔ البتہ دورانِ بحث فلسفیانہ ابحاث کی چاشنی بھی شامل کی گئی ہے۔ ہمیں اس کتاب کی طباعت کے سلسلے میں سازمانِ تبلیغاتِ اسلامی کا خصوصی تعاون بھی رہا ہے۔ ہم ان کے بھی (تہ دل سے) ممنون ہیں۔

اگرچہ معارفِ اہل بیتؑ کی نشر واشاعت میں یہ انتہائی معمولی سی کوشش ہے مگر ان ذواتِ مقدسہ بالخصوص حضرت ولی عصرؑ ارواحنا فداہ کی نظرِ عنایت سے اُمید واثق ہے کہ ذاتِ پروردگار بھی ہم پر راضی ہوگی اور یہی چیز ہماری آخرت کے لیے ذخیرہ قرار پائے گی ان شاء اللہ بحق محمدؐ وآلِ محمدؐ۔

......✷......

مقدمہ

ہر انسان کے لیے تین مسئلے بڑی اہمیت رکھتے ہیں اور انھیں اہمیت رکھنی بھی چاہیے۔ ان تین سوالوں کے جواب ضروری ہیں؛ جن کے لیے عقیدہ اور عمل کو ضروری قرار دیا گیا ہے۔ ورنہ انسان راہِ سعادت سے دور ہو جائے گا اور جہل و خرافات کی گرداب میں پھنس کر رہ جائے گا۔

آیئے ان تین سوالات کی طرف چلتے ہیں۔ وہ تین سوال یہ ہیں:

- میں کہاں سے آیا ہوں؟
- مجھے کہاں جانا ہے؟
- اور اب مجھے کیا کرنا ہے یا میری ذمہ داری کیا ہے؟

ان تینوں سوالات کو امیر المومنین علیہ السلام نے رحمتِ الٰہی اور سعادتِ ابدی کا امین قرار دیا ہے۔ آپؑ ارشاد فرماتے ہیں:

> رَحِمَ اللّٰهُ امْرَءً عَلِمَ مِنْ أَيْنَ وَ فِي أَيْنَ وَ إِلَىٰ أَيْنَ
>
> "اس شخص پر خدا کی رحمت ہو جو یہ جانتا ہو کہ میں کہاں سے آیا ہوں؟ مجھے کہاں جانا ہے؟ اور اس وقت میں کہاں ہوں؟"

انسان نے طولِ تاریخ میں اس معمے کو حل کرنے کی بڑی سعی کی ہے۔ یہ تمام معموں اور مسائل کی اصل اور بنیاد ہے۔

اس کا صحیح اور مکمل جواب چاہیے۔ مگر اب تک عالم اُلوہیت کی جانب یہ انسان صحیح نگاہ بلکہ ایک طائرانہ نظر ڈالنے میں بھی کامیاب نہیں ہو سکا۔ اس لیے کہ آج کے انسان کے لیے بھی روح؛ زندگی کے تسلسل کا جاری رہنا اور مرنے کے بعد کی زندگی آنے والے جہاں میں ایک مادی جہان؛ یہ ایسے سوالات اور موضوعات ہیں جو ہنوز تشنہ وضاحت اور توضیح طلب ہیں۔ آج بھی کسی آئیڈیل اور نمونہ کی تلاش ہے جس کے ذریعے اور وسیلے سے یہ انسان اپنی تمام صلاحیتوں اور استعدادات کو مکمل طور پر آشکار کر سکے اور اپنی روح کی کئی گتھیوں کو سلجھا سکے۔

اس انسان نے اس نمونے کو پانے کی جتنی سعی کی ہے وہ اس سے دور تر ہے اور نقابوں میں لپٹا ہوا ایک سراب ہی لگا۔ جو لوگ نمونہ و آئیڈیل کے طور پر سامنے آئے ہیں وہ اپنے پیروؤں سے زیادہ گم راہ لگتے ہیں۔

بنابرایں وہی کھڑا ہے۔ اس کے سامنے جو اللہ کے انبیا نے راہِ نجات متعارف کروائی ہے وہ بھی اس کے سامنے ہے۔ یہ وہ چہرے ہیں جو استثنائی جنت کے بھی مالک ہیں اور عالم بشریت ان سے آشنا بھی ہے اور یہ حضرات ان مسائل کو حل کرنے کی بہترین صلاحیت رکھتے ہیں۔ انھوں نے بڑے خوب صورت اور حسین انداز میں نغمہ توحید انسانی فطرت کے کانوں تک پہنچایا۔ اُنھوں نے انسان کو یہ سمجھایا کہ آفرینش کے تقاضے میں ایک لامتناہی وجود کا مالک پروردگار ہے۔ یہ لامتناہی وجود ہی تو تمام کمالات اور محاسن کے لیے سرچشمہ ہے۔ یہ ایک وجود ہے جو بے مثل بھی ہے اور بے نظیر بھی' اس کے باوجود وہ ذات نظامِ آفرینش سے جدا ہرگز نہیں ہے۔ نظام آفرینش اس ذاتِ لامتناہی کے لیے جلوہ گاہ ہے۔ وہ ذاتِ قیوم ہے' ذرہ ذرہ اپنی ذات میں اسی ذات کے فیض سے قائم ہوتا ہے۔ اس ذات کا ارادہ حکیمانہ اور دائمی ہوتا ہے جو سارے عوالم ہستی کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ کوئی حرکت و جنبش بہت خفیف سی' بالکل غیر محسوس سی بھی خدا کے ارادے کے بغیر انجام نہیں پاتی (لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ)۔

وہ اللہ حکیم ہے' عادل ہے اور عادل بھی ایسا' جو مہربان ہے۔ وہ رحیم مطلق ہے' اس کی حکمت عدل اور رحمت' سارے نظامِ آفرینش پر بسیط اور قسیط ہے۔ وہ ایک لمحے کے لیے بھی اپنی مخلوق کے حالات سے غافل نہیں ہوتا:

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۲۵۵)

"نہ اُس کو اُونگھ آتی ہے اور نہ ہی نیند"۔

اگر انسان کو احساس ہو جائے کہ اس نظامِ آفرینش کی نگہ بان ایک ایسی مہربان آنکھ ہے تو اسے کبھی تنہائی اور وحشت کا احساس نہیں ہوگا۔ وہ خود کو ایسے بچے کے مانند خیال کرے گا جو مہربان ماں کی آغوش کی گرمی سے مستفید ہو رہا ہوتا ہے اور وہ خود کو مکمل طور پر محفوظ خیال کرتا

ہے اور وہ ہر قسم کے خوف سے بے نیاز ہوتا ہے۔

دوسرا مسئلہ جو انبیا علیہم السلام نے بنی نوع انسان کے لیے واضح فرمایا' وہ ہے زندگی بسر کرنے کا طریقہ' وہ بھی ایسا طریقہ جس کے ذریعے انسان کی کمال تک رسائی ممکن ہو سکے۔ انبیا علیہم السلام نہ صرف پیغام لانے والے تھے' بل کہ وہ پیغام کے مجسم ہونے کے شاہد بھی تھے۔ انھوں نے ہی ارشاد فرمایا ہے:

اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۴۳)

"نماز قائم کرو"۔

یہ ذوات مقدسہ اگرچہ بذات خود نماز تھے' پھر بھی کہا کرتے تھے:

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۴۵)

"نماز اور صبر سے مدد حاصل کرو۔"

انھوں نے خود بھی اسی راستے پر چل کر مسافت طے کی اور لاکھوں کے حساب سے انسانوں کو بھی اسی راستے پر چلایا تاکہ انسان کمالات حاصل کر سکے۔

ائمہ اطہار علیہم السلام نے انبیاؑ کے مشن کو آگے بڑھایا۔ یہ مشن دنیا کے خاتمے تک جاری رہے گا۔

تیسری مشکل جو انبیا علیہم السلام نے حل فرمائی' وہ بہت عظیم معمہ ہے کہ موت کے بعد اس جہان کا کیا بنے گا؟ ہم جرأت مندانہ انداز سے کام لیتے ہوئے کہہ سکتے ہیں کہ جو کام انبیاؑ نے کیا ہے' اس کی اہمیت گذشتہ دونوں کاموں سے کسی لحاظ سے بھی کم نہیں ہے بل کہ آپ کہہ سکتے ہیں کہ انبیا علیہم السلام نے اس جہان کی نگاہوں کے سامنے وہ مثال پیش کی ہے' جس سے معارف حقیقی اسلام' زندگی بسر کرنے کے طور طریقے اور مسئلہ مبدا و معاد کو سمجھنے میں ذرا بھی دقت پیش نہیں آتی۔

اس لیے کہ فلاسفر' حکما' دانش ور حضرات' خالق دو جہان' اس کی صفات عظمت کے ادراک اور کام یاب و کام ران زندگی بسر کرنے نیز قیامت اور مرنے کے بعد والے جہان کی

پہچان کے لیے بہت مسلسل کام کر رہے ہیں اور ان کی تحقیقات کا سلسلہ جاری ہے۔ مثلاً ہم آپ کے سامنے یونانی فلسفہ الٰہیات کی مثال پیش کرتے ہیں جو عمدہ اور پُرکشش فلسفہ تھا۔ اس میں خداوند عالم کے بارے میں ابحاث کی گئیں۔ اسی طرح افلاطون کی کتاب "مدینہ فاضلہ افلاطون" بڑے مفید مطالب پر مشتمل تھی' جس میں انسانی زندگی کے فضائل کو زیرِ بحث لایا گیا تھا۔ ٹھیک ہے وہ حضرات فلسفی تھے مگر انھوں نے عقل سلیم کی بنیاد پر آخری جہان کے متعلق بحث تو کی ہے اور اس کی گتھیاں سلجھانے کی ہر ممکن کوشش کی ہے اس کے علاوہ کچھ نہیں کہا۔ ان کا یہ کہنا تھا کہ یہ جہان آہستہ آہستہ اس دوسرے جہان کی طرف حرکت کر رہا ہے مگر ایک گزارش کہ اس جہان کی جزئیات جیسے سکرات یا غمرات موت' عالم برزخ' برزخ کی تصویر' میدانِ محشر' صراط' میزان وغیرہ وہ چیزیں نہیں ہیں' جن کو عقلی تجربے کی بنیاد پر رکھ کر حکم لگایا جا سکے۔ اسی لیے انبیا علیہم السلام اور آسمانی کتب نازل کی گئیں تاکہ دوسرے جہان کی خوب صورت ترین تصویر اس جہان کے سامنے پیش کر سکیں۔ اس انسان کے اندر آنے والے کی بہترین تصویر اُجاگر کر کے ایک اُمید پیدا کر سکیں۔

قیامت کے مسئلے کی اہمیت کے پیش نظر ضروری ہو گیا تھا کہ ہم معارفِ اسلامی قرآنِ کریم وائمہ علیہم السلام کی روایات کے حرمن علم و معرفت سے خوشہ چینی کر کے اپنے قارئین کے سامنے ایک ایسی خوب صورت تصویر پیش کر سکیں۔

اگرچہ اس موضوع پر ہزاروں کتب اور مقالے ضبطِ تحریر میں لائے جا چکے ہیں۔ یہ ہماری کوشش کوئی نئی چیز نہیں ہے لیکن یہ بات مدنظر رہے کہ اس بحث کی ہر زمانے میں اور ہر وقت تازگی اور شگفتگی برقرار رہی ہے اور رہے گی۔ اس لیے ہم بھی اپنے وظیفے کی ادائیگی کی اپنے طور پر کوشش کر رہے ہیں تاکہ اپنے ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں اس موضوع پر بحث کر سکیں۔ چوں کہ ہمارا موضوع ایک مسلم حقیقت ہے۔ چناں چہ اس کتاب میں قرآنِ کریم اور روایاتِ اہل بیتؑ سے اپنی مضبوط وابستگی کا باقاعدہ ثبوت پیش کیا گیا ہے تبھی تو کتاب کا نصف سے زائد حصہ آیات و روایات پر مشتمل ہے۔ مطالب کی تدوین میں کچھ اس طرح کوشش کی گئی ہے:

① مقدمہ کے بغیر بحث کا آغاز نہیں کیا گیا' قرآنی نصوص اور روایات کے متون سے قبل مقدمہ سازی کر کے اور باقاعدہ زمین ہموار کر کے بحث کا آغاز کیا گیا ہے تاکہ محترم قارئین زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں اور قیامت کا صحیح تصور ان کے اذہان میں اُجاگر ہو سکے۔

② ہم نے یہاں عالم اسلام کی برجستہ علمی شخصیات کے نظریات اور اقوال سے بھی استفادہ کیا ہے تاکہ لوگوں کی فرہنگ اور سطح فکری کو ارتقاع اور اعلیٰ منزل کی سیر کرائی جا سکے۔

③ جن روایات سے استفادہ کیا گیا ہے وہ قرآنی آیات کی اصل روح سے بالکل تناقض نہیں رکھتی ہیں اور عقل بھی انھیں بڑی آسانی سے قبول کر لیتی ہے۔

④ جن روایات سے استفادہ کیا گیا ہے ان کا سرچشمہ ومنبٰی' عظیم مجموعۂ احادیث بحارالانوار تھی۔ ہم نے نور کے اس بہتے ہوئے دریا کی صرف چھٹی' نویں اور آٹھویں جلد سے استفادہ کیا ہے۔

⑤ اس کتاب کا نام "تصویری از بہشت و جہنم" رکھا گیا ہے چوں کہ معاد کا اصل انھی دو مقامات سے تعلق ہے۔ پوری کتاب میں کل آٹھ فصلیں ہیں جن میں سے دو فصلوں کا تعلق جنت اور جہنم سے ہے۔

خداوندِ کریم سے دعا گو ہوں کہ اس عاجزانہ سی پیش کش کو بندۂ حقیر پُر تقصیر کی طرف سے قبول فرمائے اور مجھے صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مقدمہ چاپ دوّم

خداوندِ کریم کا لاکھ لاکھ شکر کہ اس کتاب کی توقع سے بڑھ کر پذیرائی نصیب ہوئی اور میرے عزیز ہم وطنوں نے اسے پسند فرمایا' تبھی تو اس کی طبع دوّم کی ضرورت پیش آئی۔ جیسا کہ "تمدنِ اِسلامی کا عظیم سورج" اپنی حقیقی آب و تاب کے ساتھ ہماری سرزمین پر اپنی ضیا پاشیوں میں مصروف ہے۔ اس کے نور سے ہماری سرزمین کا چپہ چپہ منور ہو چکا ہے بلکہ اب تو یہ نورانیت تاریک اور سرد گوشوں تک پھیلتی جا رہی ہے۔ لہٰذا یہ کہنا بالکل بجا ہوگا کہ ہمارے

قارئین اور اس خطے کے عوام قلب صمیم سے قرآنِ کریم اور روایاتِ اہل بیتؑ اور ان کے معارف کی روشنی میں انسان کی ماہیت' فلسفہ زندگی' دوسرے جہان کی طرف رواں دواں سفر کی روداد اور ذاتِ اقدس الٰہی سے ملاقات کی بابت بہت کچھ جاننا چاہتے ہیں۔

اس کتاب کے مطالعہ کی بابت ہم اتنی گزارش ضروری کریں گے کہ اس کی ہر فصل کا تکراراً مطالعہ کیجیے اور والدین کے پاس وقت ہو تو پھر اپنی اولاد کو اپنی نگرانی میں اس کا مطالعہ کرائیں یا پھر زبانی مطالب انھیں ضرور سنائیں تا کہ یہ معنوی مطالب' نوجوانوں کے دلوں میں راسخ ہوسکیں' اِس طرح نوجوان نسل کے دلوں میں پاکیزگی آئے گی۔ یہ چیز انقلاب اسلامی کے دوام کا سبب بھی بنے گی چوں کہ اس کے لیے بھی ہمیں معتقد و متعہد نسل کی ضرورت ہے۔ اگر ہم نے' اللہ نہ کرے کوتاہی کی' تو پھر شاید ہمیں ناقابل تلافی نقصان اٹھانا پڑے گا۔

التماس دعا"

احمد صبیبیان

فصل اوّل

موت

مسئلہ موت

مرگ (موت)' زندگی (حیات) کی ضد ہے۔ اس لحاظ سے موت کا معنی بنتا ہے کہ کسی جان دار موجود کا بے جان ہو جانا' اسی وجہ سے عرب حضرات اس زمین کو جو نا قابل کاشت اور مردہ کہلواتی ہو کو: ''موات'' کہتے ہیں وفات' کا معنی ہوتا ہے مکمل طور پر کسی چیز کو پانا۔ اس لحاظ سے وفات اور موت کے مابین مترادف بالترادف والا رشتہ نہیں پایا جاتا چوں کہ لفظ موت' وضع ہوا ہے اس جسم کے لیے جو بے جان ہو چکا ہو' جب کہ لفظ وفات وضع ہوا ہے روح کو پانے لے لیے۔ ہاں کبھی کبھی' موت اور وفات کو ایک معنی میں بھی استعمال کرتے ہیں لیکن اس کی وجہ ان کا باہم مترادف ہونا نہیں ہے بل کہ اس کی علت ان دونوں کے درمیان پایا جانے والا لازم وملزوم والا رشتہ ہے چوں کہ اس کا لازمہ یہ ہے کہ عالم مادہ سے روح عالم ملکوت کی طرف پرواز کرتی ہے۔ جب کہ موت جسم کی ہوتی ہے۔ جب تک جسم زندہ ہے موت نہیں ہے اور جب جسم مر جاتا ہے تو موت واقع ہو جاتی ہے اور روح اپنی حقیقی منشا (ملکوت) کی طرف نہیں پلٹتا ہے۔ بس موت' روح کی دو حالتوں کے مابین موجود حدِ فاصل کا نام ہے۔ ایک حالت جب روح کا تعلق عالم مادہ (زمین) سے ہوتا ہے اور دوسرا تعلق جب روح کا رابطہ عالم ملکوت (آسمان) سے ہوتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا: جب انسان وجود میں آتا ہے تو آگ پر پکی ہوئی غذا کھاتا ہے اور لباس پہنتا ہے اور نور کے ذریعے دیکھتا ہے تب اپنے اُمور کو انجام دے پاتا ہے اور ہواؤں کے ذریعے (جب اُمواج پیدا ہوتی ہیں اور ان کے اندر ارتعاش پیدا ہوتا ہے) تو وہ آوازوں کو سنتا اور خوش بوؤں کو سونگھتا ہے' پھر پانی کے ذریعے کھانے پینے کا سامان تیار کرتا ہے' پھر روح کے ذریعے حرکت اور فعالیت کا آغاز کرتا ہے (یہاں تک پہنچ کر فرمایا) بنا بر ایں انسان کی خلقت ترکیبی ہے جو دنیا و آخرت کا حسین سنگم کہلاتی ہے۔ خداوند کریم نے بھی ان دونوں منشاؤں کے مابین حسین امتزاج خلق فرمایا ہے جس کے سبب روئے ارض پر انسانی حیات وجود میں آئی ہے اور جب ان دو منشاؤں کے

درمیان جدائی اور فراق کا وقت آ جاتا ہے تو اس عالم کو "موت" کا نام دے دیا جاتا ہے۔ موت کی تخلیق کے ذریعے ہی انسان اپنی اُخروی نشأ آسمان وملکوت کی طرف جاتا ہے اور دنیاوی نشا کے یعنی خاک کی چادر اوڑھ کر زمین نشین ہو جاتا ہے۔

ہر کسی کہ دور ماند از اصل خویش
باز جوید روزگار وصل خویش

"جو بھی اپنی اصل سے دور ہو گا اس کی یہی کوشش ہو گی کہ کسی طریقے اپنی اصل سے مل جائے" (مثنوی معنوی دفتر اوّل بیت)۔

آپؑ نے اپنے سلسلۂ کلام کو جاری رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا: نورانی روح قدس اعلیٰ کی طرف پلٹ جاتی ہے اور جسد ظلمانی زمین کی تہوں میں دفن ہو جاتا ہے۔ جسم فانی دنیا کا حصہ بن جاتا ہے چوں کہ ہوا جسم کے پانی کو خشک کر دیتی ہے اور اسے مٹی میں ملا دیتی ہے پھر یہی جسم بتدریج نرم اور بوسیدہ ہوتا چلا جاتا ہے اور روح کی حرکت ہوا کے مانند ہوتی ہے۔ وہ باقی رہتی ہے۔ اگر روح کسی مومن کی ہو تو پھر یہ نورانی روح عقل کے وسیلے سے تائید حاصل کر لیتی ہے اور اگر وہ روح کسی کافر کی ہو تو وہ آتشی روح نُکر اور شیطنت (ابلیس اور اس کے چیلوں) کی تائید حاصل کرتی ہے۔ اس کی ایک صورت آتشیں ہے اور اُس کی تصویر اور صورت نورانی تھی۔ پس موت مومنوں کے لیے رحمت اِلٰہی ہوتی ہے اور یہی موت کافروں کے لیے عذاب اور خشم بن جاتی ہے (بحارالانوار، ج۶، باب حکمت، الموت، حدیث ۶)۔

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوةَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَّھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ (سورۂ مبارکہ ملک: آیت ۲)

"اس نے موت وحیات کو اس لیے پیدا کیا ہے کہ تمھاری آزمائش کرے کہ تم میں سے احسن عمل کے اعتبار سے بہترین کون ہے وہ صاحب عزت بھی ہے اور بخشنے والا بھی ہے۔"

علامہ طبری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: موت کی تخلیق کا مقصد یہ

ہے کہ بندہ موت کی تلخی کے مقابلے میں صبر کرتے ہوئے خدا کی عبادت کرے اور زندگی کی خلقت کا مقصد یہ ہے کہ بندہ نعمت حیات کے مقابلے میں شکر بجالائے۔اس کی جنتی زندگی ہے وہ بندگی و عبودیت کے راستے پر چلتا رہے (بحارالانوار، ج۶، ص۱۱۶)۔

اس بیان کی روشنی میں موت سے خوف ایک بے بنیاد وہم سے زیادہ نہیں ہے۔ اکثر اوقات جب بندے موت سے ڈر رہے ہوتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہوتی ہے چوں کہ روح نے ہنوز رشد و تکامل کو نہیں پایا ہوتا اور اپنی ماہیت کو جو جاویدانی اور ابدی ہوتی ہے کو نہیں دیکھا ہوتا [اگرچہ ائمہ اطہار علیہم السلام کی مناجات اور دعاؤں میں موت کا خوف پایا جاتا ہے۔ یہ موت کے لوازمات وغیرہ کا ڈر ہے نہ کہ خود موت یعنی نابودی کا خوف ہوتا ہے] یہ خوف تو ان لوگوں کے لیے ہے جنھوں نے کمال و ارتقا کے راستے پر چلنے کے بجائے اور خدا کے احکامات کی اطاعت کرنے کے بجائے اپنا دل دنیا اور اس کی رنگینیوں میں لگائے رکھا اور ہمیشہ مادیات میں ہی مشغول رہے۔اب ان کے روح کو زمینی و مادی فضا کی اتنی عادت ہوگئی ہوتی ہے کہ وہ موت کے اس لمحے میں کہ جس میں روح مادے سے جدا ہوتی ہے بہت ہی خوف اور وحشت محسوس کرتے ہیں اور ساری زندگی یہ خوف خود پر طاری کیے رہتے ہیں۔

موت سے فرار کے متعلق جیسا کہ ہم میں سے اکثر کا نظریہ بھی ہے کا مطلب قیامت کا معدوم ہونا نہیں ہے چوں کہ قیامت انسان کے جاوید اور ہمیشہ والے مقام کو واضح اور روشن کرتی ہے بل کہ اس کی علت یہ ہے کہ دنیا میں سرگرم انسان تصور کرتا ہے کہ شاید حیات جاویدانی بھی حیات دنیا ہی ہے:

يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗ اَخْلَدَهٗ (سورۂ مبارکہ ہمزہ: آیت ۳)

اسی لیے وہ موت کو اپنی زندگی کا اختتام خیال کرتا ہے۔

اگر موت سے فرار کرنے والا انسان یقین حاصل کرے کہ موت تو ایک طرح کا تحول اور تحویل ہے تو پھر وہ موت سے ڈرنا چھوڑ دے گا اور جو خوف ہو گا وہ محض اس کے لوازمات کا ہو گا۔

بنی اسرائیل کی قوم جو موت سے فرار چاہتی تھی اس کا سبب یہ تھا کہ وہ قیامت کے منکر تھے۔ وہ ہمیشہ مسلمانوں کے رُخ پر کھینچے گئے ہیں (پیش کیے گئے ہیں) کہ یہ ہم ہیں' اُخروی حیات مکمل اور صحیح طریقے سے ہمارے اختیار میں ہے۔ وہ تو اس لیے ڈرتے تھے چوں کہ وہ دنیا کے حریص اور دل دادہ تھے۔ انھیں خوف تھا کہ موت انھیں اتنے ڈھیر سارے تعلقات اور رشتوں سے دُور کردے گی۔ وہ پریشان تھے اور اب بھی ہیں۔ جیسے سورۂ مبارکہ بقرہ میں ارشاد ہورہا ہے:

قُلۡ اِنۡ کَانَتۡ لَکُمُ الدَّارُ الۡاٰخِرَۃُ عِنۡدَ اللّٰہِ خَالِصَۃً مِّنۡ دُوۡنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الۡمَوۡتَ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ○ وَ لَنۡ یَّتَمَنَّوۡہُ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتۡ اَیۡدِیۡہِمۡ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌۢ بِالظّٰلِمِیۡنَ○ وَ لَتَجِدَنَّہُمۡ اَحۡرَصَ النَّاسِ عَلٰی حَیٰوۃٍ وَ مِنَ الَّذِیۡنَ اَشۡرَکُوۡا یَوَدُّ اَحَدُہُمۡ لَوۡ یُعَمَّرُ اَلۡفَ سَنَۃٍ وَ مَا ہُوَ بِمُزَحۡزِحِہٖ مِنَ الۡعَذَابِ اَنۡ یُّعَمَّرَ وَ اللّٰہُ بَصِیۡرٌۢ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیات ۹۴ تا ۹۶)

"[اے رسولؐ!] ان سے کہو کہ اگر سارے انسانوں میں دارِ آخرت فقط تمھارے لیے ہے اور تم اپنے وعدے میں سچے ہو تو موت کی تمنا کرو اور وہ اپنے گذشتہ اعمال کی بنا پر ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے کہ خدا ظالموں کے حالات سے خوب واقف ہے۔ [اے رسولؐ!] آپؐ دیکھیں گے کہ یہ زندگی کے سب سے زیادہ حریص ہیں اور بعض مشرکین تو یہ چاہتے ہیں کہ انھیں ہزار برس کی عمر دے دی جائے جب کہ یہ ہزار برس بھی زندہ رہیں تو طولِ حیات انھیں عذابِ الٰہی سے نہیں بچا سکتا اللہ ان کے اعمال کو خوب دیکھ رہا ہے۔"

اگر کوئی شخص دنیاوی حیات کے دوران میں اپنی روح کو ذاتِ خداوند کی جانب معروف رکھتا ہے اور زمینی و مادی رنگینیاں اس کے اور خدا کے درمیان حائل نہیں ہوتیں تو وہ موت کے

آنے کا انتظار گھڑیاں گن گن کر کر رہا ہوتا ہے۔ یہ جاذبہ اتنا شدید ہوتا ہے کہ "کٹلین" کو بھی دعوت دیتا ہے جو لمحہ بھر کے لیے موت کو قبول کرنے میں پس و پیش سے کام لیتے ہیں۔

ساری بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ موت کی تمنا' فنا کی تمنا نہیں ہے بل کہ یہ تو ابدی حیات کی تمنا ہے۔ اس حیات کی جو حیات طیبہ ہوتی ہے۔ سعادت مندانہ حیات ہوتی ہے۔ یہ ایک فطری اور جبلی امر ہے۔ اگر کوئی فخر کر رہا ہے تو اسی کام کا سرچشمہ ایک فطری امر ہے۔ اس کشش کے اعمال میں خطا یا اشتباہ کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ وہ فخر کرتا ہے کہ اس نے خودکشی کے ذریعے خود کو [جن کاموں سے منع کیا گیا ہے] سے نجات دلائی ہے اور فانی ہو گیا ہے جب کہ حقیقت یہ ہے وہ' نہ ہونے' نہ رکھنے کی صورت' ناکامیوں اور دل برداشتیوں سے فرار چاہتا ہے۔ اس کا تصور یہ ہے کہ اس طرح وہ وجود سے عدم کی طرف چلا جائے گا لیکن اس کے مکمل وجود نے ہمیشہ نیستی سے فرار اختیار کر کے وجود اور آرام کے دامن میں پناہ لی ہے۔

...... ✹ ......

ملک الموت

خداوند متعال نے نظام آفرینش و خلقت کی اساس سنن اور رواج اور ایسے قوانین کو قرار دیا ہے جو غیر متزلزل ہیں اور ہستی کے ہر امر کا رشتہ اور تعلق ماورائے مادہ کے بعد سے اُستوار فرمایا ہے جو ایک ایسی طاقت ہے کہ موجود بھی ہے اور باشعور بھی ہے اور اسے ملائکہ کہا جاتا ہے۔

جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا۝ وَّالنّٰشِطٰتِ نَشْطًا۝ وَّالسّٰبِحٰتِ سَبْحًا۝ فَالسّٰبِقٰتِ سَبْقًا۝ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا[1] (سورۂ مبارکہ نازعات: آیات ۱ تا ۵)

"قسم ہے ان فرشتوں کی جو کافروں کی جان کھینچ کر نکالنے والے ہیں اور قسم ہے فرشتوں کی جو مومنوں کی جان آسانی سے نکالتے ہیں اور قسم ہے فرشتوں کی جو بڑی تیزی کے ساتھ فضا میں پیرتے پھرتے ہیں پھر تیز رفتاری کے ساتھ سبقت کرنے والے ہیں پھر اُمور کا انتظام کرنے والے ہیں۔"

ان ملائکہؑ میں چار ملائک عظیم اور مقتدر حیثیت کے مالک ہیں: ① حضرت جبرئیلؑ ② حضرت میکائیلؑ ③ حضرت اسرافیلؑ ④ حضرت عزرائیلؑ۔ یہ چاروں برگزیدہ بھی ہیں اور یہ چاروں ملائکہؑ اپنے ماتحت ملائکہؑ کی لاتعداد فوج کے کمانڈر بھی ہیں جو ان کے حامی اور مددگار ہیں۔ فرشتہ شناسی کی بحث عقلی اور عرفانی مباحث میں سے انتہائی دل نشین اور زیبا ترین بحث ہے۔ قرآن حکیم اور اِسلامی روایات نے بھی اس مسئلے کو بڑی خوب صورتی اور احسن انداز میں پیش کیا ہے۔

ماوراءِ حقائق کے مشتاق قلوب کو بڑے احسن انداز میں سیراب فرمایا ہے۔ موت کا مسئلہ بھی دوسرے مسائل کے مانند ہے۔ اس کے بعد مؤکل اور کام کرنے والے ہوتے ہیں۔ قرآن کریم نے بعض مقامات پر انہیں ملائکہؑ کے نام سے یاد فرمایا ہے اور بعض مقامات ملک الموت

(اگر اسم نوع ہو تو) کے نام سے بھی یاد فرماتا ہے اور بعض مقامات پر انھیں رُسل کا نام بھی عطا فرماتا ہے البتہ بعض جگہوں پر انھیں "حفظہ" کے نام سے بھی یاد فرمایا گیا ہے۔ کئی مقامات پر تو قبض روح کی نسبت اپنی طرف بھی دی ہے۔ جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

وَ هُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَ يُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَ هُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ

"اور وہی خدا ہے جو کہ اپنے بندوں پر غالب ہے اور تم سب پر محافظ فرشتے بھیجتا ہے۔ یہاں تک کہ جب کسی کی موت کا وقت آ جاتا ہے تو ہمارے بھیجے ہوئے نمائندے اسے اٹھا لیتے ہیں اور وہ اپنے فرائض میں کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے" (سورۂ مبارکہ انعام: آیت ۶۱)۔

مزید ارشاد ہو رہا ہے:

حَتّٰى اِذَا جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوْا اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا وَ شَهِدُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ (سورۂ مبارکہ اعراف: آیت ۳۷)

"تاوقتیکہ ہمارے بھیجے ہوئے ان تک پہنچے تاکہ ان کی جان لے سکیں تو وہ انھیں کہتے تھے وہ لوگ کہاں ہیں جو غیر خدا کو پکارا کرتے تھے؟ تو وہ جواب دیں گے کہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ ہم سے گم راہی ہو گئی ہے گویا وہ سب کفر پر گواہی دیں گے۔"

جیسا کہ حکم پروردگار ہو رہا ہے:

وَ لٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ (سورۂ مبارکہ یونس: آیت ۱۰۴)

"میں تو صرف اس خدا کی عبادت کرتا ہوں جو تم سب کو موت دینے والا ہے۔"

یا جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (سورۂ مبارکہ نحل: آیت ۲۸)

"انھیں ملائکہ عالم میں اٹھاتے ہیں کہ وہ اپنے نفس کے ظالم ہوتے ہیں۔"

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ (سورۂ مبارکہ نحل: آیت ۳۲)

"جنھیں ملائکہ اس عالم میں اٹھاتے ہیں کہ وہ پاک و پاکیزہ ہوتے ہیں۔"

قُلْ يَتَوَفّٰىكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ الَّذِيْ وُكِّلَ بِكُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ تُرْجَعُوْنَ (سورۂ مبارکہ سجدہ: آیت ۱۱)

"آپ کہہ دیجیے کہ تم کو وہ ملک الموت زندگی کی آخری منزل تک پہنچائے گا جو تم پر تعینات کیا گیا۔ اس کے بعد تم سب پروردگار کی بارگاہ میں پیش کیے جاؤ گے۔"

اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰٓى اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى (سورۂ مبارکہ زمر: آیت ۴۲)

"اللہ ہی ہے جو روحوں کو موت کے وقت انھی کی طرف بلا لیتا ہے اور جو نہیں مرتے ہیں ان کی روحوں کو بھی نیند کے وقت طلب کر لیتا ہے اور پھر جس کی موت کا فیصلہ کر لیتا ہے اس کی روح کو روک لیتا ہے اور دوسری روحوں کو ایک مقررہ مدت کے لیے آزاد کر دیتا ہے۔"

مُن درجہ بالا آیاتِ کریمہ سے درج ذیل نکات حاصل ہوتے ہیں:

① توفی: مادہ کا معنی بنتا ہے (مکمل طور پر پانا اور اپنی تحویل میں لینا) یہ کسی چیز سے کام لینے کے لیے استعمال ہوتا ہے اور موت کی بابت اسے استعمال کیا جاتا ہے چند وجوہات کی بنا پر:

موت کو سمجھا تو غافل اختتامِ زندگی
ہے یہ صبح زندگی صبح دوامِ زندگی

اولاً موت زندگی کا اختتامی موڑ نہیں ہے بل کہ یہاں پر ایک مرحلہ اختتام پذیر ہوتا ہے

تو دوسرے مرحلے کا آغاز ہوتا ہے۔

ثانیاً' انسان کے اندر حقیقت صرف روح کو حاصل ہوتی ہے جو انسان کی ماہیت کو تشکیل دیتی ہے جسم اور دوسرے اعضاء و جوارح کا مقام تو بعد کا ہے۔

۲ روح قبض کرنے کی نسبت بسا اوقات پروردگار کی طرف بھی دی گئی ہے جیسے (اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ) اور کبھی ملک الموت کی طرف بھی دی گئی ہے جیسے (قُلْ يَتَوَفّٰكُم مَّلَكُ الْمَوْتِ) کہہ دو تمہیں تو ملک الموت نے مارا ہے۔

کبھی موت پر مامور ملائکہ کی طرف بھی نسبت دی گئی ہے جیسے (تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ایک طرف تو اس میں اختلاف ہے کہ ملائکہ مفرد ہیں یا جمع۔ چوں کہ اس امر کی نسبت خدا کی طرف بھی دی گئی ہے اور ملائکہ کی طرف بھی اور ملک الموت کی طرف بھی' بعض دل کے اندھوں کے دلوں میں یہ شبہ ایجاد ہو جاتا ہے کہ شاید قرآنِ کریم تناقض سے دوچار ہو [جب کہ ایسا ہرگز نہیں ہے] اس لیے کہ قرآنِ حکیم تو صرف ایک وجود کی اصل وحقیقت کا قائل ہے اور وہ ہے وجودِ ذاتِ اقدس اس کے علاوہ وہ باقی تمام کی ماہیات کا قائل ہے جو ذاتِ پروردگار سے اپنا حصّہ اپنے مقدر کے لحاظ سے دریافت کرتے ہیں۔ بنابرایں مقامِ ذات ہو یا مقامِ فعل یہ ذاتِ پروردگار ہی تو ہے جس کے فیض سے ہر چیز اور ہر فعل موجود ہے۔ اگر خداوند متعال ملائکہ یا ملک الموت کو کسی فرد کی موت حکم دیتے ہیں تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ذاتِ خدا اس بارے میں کسی قسم کی مداخلت کا اختیار ہی نہیں رکھتی (لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ)۔

ملک الموت کا تو محدود وجود ہے جو ذاتِ احدیت سے متصل رہتا ہے اور اپنے وجود کی ظرفیت کے مطابق وہ قبض ارواح والا کام انجام دیتا ہے۔ لفظ اذن (اجازت) سے جیسے (اِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ بِاِذْنِيْ) میں اذن' تشریعی اور اعتباری نہیں ہے جیسے کوئی رئیس [کمانڈر] اپنے ماتحت کو حکم دیتا ہے کہ اس کے لیے فلاں کام انجام دیا جائے' ایسا نہیں ہے بل کہ یہ اذنِ تکوینی ہے۔ آپ بہ عنوان مثال' لکھاری

قلم سے رابطہ والی مثال بھی تو پیش کر سکتے ہیں۔

③ وہ ملائکہ جو موت پر مامور ہیں انھیں "خفظة" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جس کا مفہوم یہ بنتا ہے کہ اس نظامِ تخلیق میں کوئی چیز بھی انسان سے ختم اور گم نہیں ہو سکتی' لہٰذا ہر چیز حتیٰ کہ مثقال کے ذرہ کے برابر بھی اگر کوئی چیز ہو تو وہ خدا اور فرشتوں کے پاس محفوظ رہتی ہے۔

④ لَایُفَرِّطُون (یعنی وہ تفریط اور کوتاہی نہیں کرتے ہیں) سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ فرشتے انسانوں اور حیوانوں کے برعکس ہوتے ہیں۔ انھیں تھکاوٹ' سستی' کاہلی اور فراموش کرنے جیسی صفات سے بالکل بھی واسطہ نہیں ہوتا۔

⑤ (تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِیْٓ اَنْفُسِهِمْ) ظالم وفات پانے والے اور (تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ) طَیِّبِیْنَ وفات پانے والے۔ ان دو تعبیروں سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مومن اور کافر کی روح قبض کرنے کی کیفیت میں بڑا فرق ہے' اسی لیے وہ ملائکہ جو موت پر مامور ہیں' ان کی دو قسمیں ہیں۔ اس سلسلے میں امیر المومنین علیہ السلام سے منقول ایک روایت بھی موجود ہے:

وَ لِمَلَكِ الْمَوتِ اَعوانٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ الرَّحمَةِ و النَّقمَةِ (بحارالانوار، ج۶، باب ملکوت الموت وحوالہ ح۱)

"ملک الموت کے مددگار فرشتے بھی ہیں' فرشتگانِ رحمت میں سے بھی اور فرشتگانِ عذاب میں سے بھی۔"

اس تقسیم کو آپ نسبی تقسیم کا نام بھی دے سکتے ہیں کہ ملک الموت اور ان کے مددگار فرشتے مومن کے لیے باعثِ رحمت اور کافر و منافق کے لیے باعثِ عذاب ہوتے ہیں۔ ہم اس مطلب کی توجیہ اس طرح کریں گے کہ انسانی قوتوں میں ایک "قوتِ مُتخیّلہ" ہے جس کے ذریعے انسان اپنے ذہن میں اشیا کی تصویر کشی کرتا ہے اور پھر اسے قوتِ ادراکہ کے سپرد کرتا ہے۔ اسی کے ذریعے انسانی روح لذت یا الم کا ذائقہ

جکھ پاتا ہے۔ موت والے فرشتے کی صورت اور شکل ایک جیسی نہیں ہوتی اس لیے کہ اس کا تعلق مجردات سے ہوتا ہے۔ یہ ایک ایسا مجرد موجود ہوتا ہے جس کی ذمہ داری انسانوں کی اَرواح کو قبض کرنا ہوتی ہے' لہٰذا یہ انسان کے باطن وملکوت میں داخل ہوتا ہے۔ قوتِ مُتخیلہ کے ذریعے (برزخ کی مثل) اور ایسی تصویر بنا کر جاتا ہے جو انسان کے ملکات کے ساتھ مکمل طور پر ہم آہنگ ہوتی ہے۔ اگر وہ گھٹیا ملکات کا مالک ہوا تو ملکوت بھی گھٹیا اور بدصورت بنا کر جائے گا اور اگر مرنے والا اچھے اور ملکات کا مالک ہوا تو پھر حسین وجمیل روپ دھار کر جائے گا۔ ہم اس مدعی پر درج ذیل روایت کو باآسانی دلیل بنا سکتے ہیں۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے ملک الموت سے فرمایا: تم ایک فاسق وفاجر انسان کے سامنے جس شکل میں جاتے ہو وہ شکل اس وقت مجھے دکھلاؤ۔

حضرت عزرائیل علیہ السلام نے عرض کیا: آپؑ برداشت نہیں کر پائیں گے۔

فرمایا: میں تحمل کروں گا۔

ملک الموت نے عرض کیا: ایک لمحے کے لیے اپنا رُخ پھیر لیجیے۔

آپؑ نے رُخِ انور پھیر لیا اور اب جب دوبارہ فرشتے کی طرف متوجہ ہوئے تو کیا دیکھا کہ ایک کالے رنگ کا بدبودار انسان کھڑا ہے جس کے سیاہ بدن پر کالے بال کھڑے تھے۔ اس کے سیاہ کالے چہرے سے اور اس کی ناک کے سوراخوں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ وہ اپنی زبان سے ان شعلوں کو ہوا دے رہا تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام بے ہوش ہو گئے' جب تھوڑی دیر کے بعد ہوش میں آئے تو فرمایا: اگر فاجر وفاسق (بدبخت) موت کے وقت' فقط اس صورت کے علاوہ کچھ نہ دیکھیں تو پھر بھی یہی عذاب ان کے لیے کافی ہوگا (چہ جائے کہ وہ عذاب جو ان کا انتظار کر رہا ہوتا ہے)۔

① اس نکتے میں بیان کیا گیا ہے کہ فرشتہ انسان کے پاس کیسے آتا ہے۔ ایک سطحی اور حسی

سوچ رکھنے والے افراد کبھی قواعدِ حسی سے ہٹ کر فرشتے کے ورود کی تفسیر نہیں کر پائیں گے۔ فرشتہ تو ایک موجود مجرّد ہے جو مادہ کی خواص سے بالکل خالی ہوتا ہے نہ اس کا کوئی جسم ہوتا ہے اور نہ ہی بالمآل وہ زمان و مکان کو گھیر پاتا ہے اور انسانی روح بھی تو بالکل اسی طرح ہوتی ہے۔ اب ان دونوں (فرشتہ اور روح) کی ملاقات کی کیفیت ان دو جسموں کے مانند نہیں ہوتی ہے جن میں سے ایک (جسم لطیف اور دوسرا کثیف) ہوتا ہے اس لیے کہ دو جسموں کے مابین تو تزاحم اور ٹکراؤ ہوتا ہے۔ انسانی روح کا تعلق تو ملکوت اور سنخِ باطن عالم سے ہوتا ہے جب کہ فرشتہ بھی تو اسی دیار کا باشندہ ہوتا ہے۔
تبھی تو فرشتہ انسان کے باطن سے وارد ہوتا ہے البتہ اس مقام پر (وارد ہوتا ہے) کی تعبیر بھی قابل توجیہ ہے اور اس کی بہترین توجیہ یہ ہے کہ ہم قائل ہو جائیں کہ فرشتہ تو ملکوتِ انسان میں حاضری دیتا ہے بل کہ موجود رہتا ہے جوں ہی انسان کی روح قبض کرنے کا معین وقت ہوتا ہے وہ چشم زدن میں جسم کو روح سے جدا کر دیتا ہے [اب جسم سے روح کے جدا ہونے کی جتنی بھی تشریح و تفسیر کی جائے وہ اپنے مقام پر صحیح ہوگی]۔
آیتِ کریمہ فرشتے کے ذریعے انسانی روح کے قبض کرنے کی کیفیت کو بیان کر رہی ہے:

وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ فَزِعُوْا فَلَا فَوْتَ وَاُخِذُوْا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيْبٍ

"اور کاش! آپ دیکھیں کہ یہ گھبرائے ہوئے ہوں گے اور بچ نہ سکیں گے اور بہت قریب سے پکڑ لیے جائیں گے" (سورۂ مبارکہ سبا: آیت ۵۱)۔

امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام نے ملک الموت کے بارے میں ایک پورا خطبہ ارشاد فرمایا ہے۔ جس میں آپؑ ارشاد فرماتے ہیں: جب وہ (ملک الموت) گھروں میں داخل ہوتا ہے تو کیا تم متوجہ ہو پاتے ہو؟ کیا جب کسی کی روح قبض کر رہا ہوتا ہے تو تم دیکھ رہے ہوتے ہو؟ بالخصوص جب وہ شکم مادر میں موجود جنین کی روح قبض کرتا ہے تب؟ کیا وہ بعض اعضا و جوارح کے ذریعے جسم کے اندر داخل ہوتا ہے؟ (یا ان میں سے کوئی بھی نہیں) بل کہ انسان کی روح کا جب وقت معین ہوتا ہے تو وہ اپنے رب کی آواز پر لبیک کہتی ہے......

یہ سچ ہے کہ انسان اپنے خالق کی توصیف بیان ہی نہیں کر پاتا بلکہ یہ تو مخلوق کے اوصاف کو بیان کرنے سے قاصر ہوتا ہے؟ (بحارالانوار، ج۶، باب ملک الموت واحوالہ ح۹)۔

۷) یہ کس طرح ممکن ہے کہ ایک ملکوت' ہزاروں افراد کی روح کو آنِ واحد میں قبض کر لے؟ جیسے سیلاب' زلزلہ' بم پھٹ جانا وغیرہ کی صورت میں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اوّلاً' جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں ملک الموت کے لاتعداد حامی و ناصر ہوتے ہیں جو قوت و ارادہ کے ذریعے آنِ واحد میں ہزاروں افراد کے اَرواح قبض کرتے ہیں۔

ثانیاً' جیسا کہ ہم نے پچھلے نکتے میں اشارہ کیا ہے کہ فرشتے کا وجود مادی نہیں ہوتا کہ وہ ایک جگہ مشغول ہو تو پھر دوسری جگہ اپنی ذمہ داری نہیں نبھا سکتا۔ اس قسم کے وہم عالم مادہ کی پیداوار ہیں۔ اگر ہم آنِ واحد میں ملک الموت کا ہزاروں افراد کی روح قبض کرنے کے منظر کو مثال میں پیش کرنا چاہیں تو ذیل کی حدیث' کئی راہیں اور گرہیں کھول رہی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

ملک الموت سے پوچھا گیا کہ کس طرح آنِ واحد میں کئی اَرواح کو قبض کرتے ہو' در حالاں کہ بعض مرنے والے مشرق میں ہوتے ہیں تو بعض مغرب میں؟

ملک الموت نے جواب دیا: میں مرنے والوں کو بلاتا ہوں اور وہ میری آواز پر لبیک کہتے ہیں (کُن فَیَکُون)۔

امام علیہ السلام مزید ارشاد فرماتے ہیں:

ملک الموت نے کہا: ساری دنیا میرے سامنے اس طرح موجود ہوتی ہے جس طرح تمہارے ہاتھوں میں پکڑا ہوا غذا کا کاسہ ہوتا ہے۔ تم اس کاسے میں سے جس طرف سے چاہو تناول کر سکتے ہو۔ سب کچھ تو تمہاری دسترس میں ہوتا ہے۔

(دوسری مثال) کہ دنیا میرے سامنے ہتھیلی پر پڑے ہوئے سکے کے مانند ہوتی ہے' میں

جس طرح چاہوں اسے گھما سکتا ہوں (بحارالانوار، ج۶، باب ملک الموت واحوالہ حدیث۹، ص۱۴۴)۔

(۸) آخری نکتہ قابل توجہ ہے کہ بدن اور جسم کی توڑ پھوڑ اور حتیٰ سکتہ (ہارٹ اٹیک وغیرہ) یا ایکسیڈنٹ یا اس قسم کے دوسرے حادثات' قبض روح کے لیے علت نہیں بنتے ہیں بلکہ ان حادثات کا لازمہ قبض روح ہے۔ جس طرح قلم' لکھنے کی علت نہیں ہوتا ہاں البتہ اس کے لوازمات میں ضرور شمار ہوتا ہے۔ موت کی حقیقی علت اور موجد' پیمانہ حیات کا لبریز ہو جانا ہوتا ہے۔ جب وہ لمحے آتے ہیں تو پھر اس میں کمی بیشی اور تقدم و تاخر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

جابرؓ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے ملک الموت کے روح قبض کرنے کی کیفیت کے متعلق سوال کیا تو آپؑ نے ارشاد فرمایا:

[اے جابرؓ!] کیا تم نے نہیں دیکھا کہ لوگ جس طرح بیٹھے ہوتے ہیں اچانک ان پر سکتہ (اٹیک) ہو جاتا ہے اور وہ ایک لفظ تک کہنے پر قادر نہیں ہوتے؟ یہ لحہ وہ لحہ ہوتا ہے جب ملک الموت کی ان پر نظر پڑتی ہے (بحارالانوار، ج۶، باب ملک الموت واحوالہ، ح۹، ص۱۴۴)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے انسانی حیات کے پیمانے کے لبریز ہونے کی تفسیر و تشریح اس آیت کریمہ "إِنَّ الْمَوْتَ الَّذِي تَفِرُّونَ مِنْهُ فَإِنَّهُ مُلَاقِيكُمْ" (سورۂ مبارکہ جمعہ: آیت۸) کے ذریعے فرمائی ہے۔

"موت جس سے تم فرار اختیار کر رہے ہوتے ہو' وہ تم سے ضرور ملاقات کرے گی۔"

آپؑ نے فرمایا: سال' مہینے' دن' گھنٹے' لمحے گنے جاتے ہیں جوں ہی موت کا وقت آتا ہے تو ایک لمحے کی تاخیر کے بغیر فوراً موت آ جاتی ہے (بحارالانوار، ج۶، باب ملک الموت واحوالہ، ص۱۴۵)۔

ہم روح قبض کرنے کی کیفیت' سکرات موت کے متعلق آئندہ بحث کریں گے۔

......❁......

فصل دوّم

روح اور بدن کی جدائی کے لمحات

سکرات وغمراتِ موت

ہم گذشتہ مباحث میں بیان کر چکے ہیں کہ انسان کی روح اس کے وجود کے جوہر حقیقی کو تشکیل دیتی ہے۔ جسم اعضائے جسم آلات و ابزار وغیرہ اس کے سامنے موجود نہیں ہوتے ہیں اب چوں کہ روح اپنی ضروریات اور ان کی تکمیل کی بابت' جسم کی محتاج ہوتی ہے تبھی تو بالکل طبیعی ہے کہ ابتدائے تکوین سے ہی یعنی رحم مادر ہی سے اسے اپنے جسم کی عادت سی پڑ جاتی ہے اور پھر جوں جوں وقت گزرتا ہے ان کی محبت اور تعلق کی گرم جوشی میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس طرح کہ اگر بدن پر ایک خراش بھی آئے تو وہ روح کو بے تاب کر دیتی ہے چہ جائے کہ اس روح کو بدن سے علیحدہ ہونا پڑے اور روح جسم کو عالم طبیعت کے سپرد کر دے۔

جان دینا' جان کُنی کی کیفیت' یا حالتِ احتضار کو قرآن اور اہل بیتؑ رسولؐ کی زبان میں "سکرات" اور غمرات کا نام دیا گیا ہے۔ یہ انسانی حیات کا سخت ترین لمحہ ہوتا ہے۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام اس لمحے کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

انسان پر تین وقت بڑے مشکل ہوتے ہیں: ① جب انسان ملک الموت کو دیکھتا ہے (سکراتِ موت) ② جب قبر سے اُٹھ کر محشر کی طرف جائے گا۔ ③ وہ وقت جب انسان کو عدلِ الٰہی کا سامنا کرنا پڑے گا' جس کے بعد اس کے جنت یا جہنم جانے کا فیصلہ سنایا جائے گا۔

روح اور بدن کی جدائی کی مثال' دو مادی جسموں (جن میں ایک لطیف اور دوسرا کثیف ہو) جیسے ہوا اور ہوا دینے والا' بو اور بو دینے والے سے قابل مکائیسہ نہیں ہے۔ چوں کہ انسان کی روح کا تعلق سنخ مادہ سے ہوتا ہی نہیں ہے کہ آپ مادہ سے اس کی جدائی' فراق اور علیحدگی کی کیفیت کا قصد کریں۔

روح کی بدن سے جدائی (اس کا جسم سے قطع تعلق ہونا ہوتا ہے) اس کی مثال ایسے ہے جس طرح ماں اپنے بچے سے جدا ہوتی ہے یا دولت پرست کے دل سے کسی مخصوص دولت اور مال کی جدائی وغیرہ۔

لفظ سکرات جمع ہے اور اس کا مادہ سکرہ ہے' جس کے معنی ہیں مستی اور بے خبری۔ چوں کہ جب انسان مر رہا ہوتا ہے تو وہ مکمل طور پر نئے حالات' نئے ماحول اور نئے جہاں کو دیکھ رہا ہوتا ہے جس میں کھو کر وہ بالکل مست سا ہو جاتا ہے۔ بالکل اس میں گم اور سرگرداں۔ دوسری تعبیر "غمرات" ہے' یہ بھی جمع ہے اور اس کا مادہ غمرہ ہے جس کا مطلب ہوتا ہے گرداب اور سختیوں میں گھر جانا۔ حالت نزع میں انسان کی یہ حالت خود بہ خود اس پر طاری ہو جاتی ہے' وہ ہر چیز کو تاریک دیکھتا ہے۔ وہ جان دینے کے علاوہ کسی بھی چیز کے ادراک کی طاقت سے یکسر محروم ہو جاتا ہے۔

جان کنی کی سختی کے بارے میں قرآنِ حکیم کی چند آیات موجود ہیں جو عبارت ہیں:

وَ لَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ اَدْبَارَهُمْ وَ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ (سورۂ مبارکہ انفال: آیت ۵۰)

"کاش! تم دیکھتے کہ جب فرشتے ان کافروں کی جان نکال رہے تھے اور ان کے منھ اور پیٹھ پر مارتے جاتے تھے کہ اب جہنّم کا مزہ چکھو۔"

اور سورۂ مبارکہ محمد کی آیت ۲۷ میں ارشاد ہو رہا ہے:

فَكَيْفَ اِذَا تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ

"پھر اس وقت کیا ہوگا جب ملائکہ انھیں دنیا سے اُٹھائیں گے اور ان کے چہروں اور پشت پر مسلسل مارتے جائیں گے" (سورۂ مبارکہ محمد: آیت ۲۷)۔

اور سورۂ مبارکہ قٓ کی آیت ۱۹ میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَجَآءَتْ سَكْرَةُ الْمَوْتِ بِالْحَقِّ ذٰلِكَ مَا كُنْتَ مِنْهُ تَحِيْدُ

"اور موت کی بے ہوشی یقیناً طاری ہو گی کہ یہی وہ بات ہے جس سے تو بھاگا کرتا تھا" (سورۂ مبارکہ قٓ: آیت ۱۹)۔

سورۂ مبارکہ واقعہ کی آیت ۸۳ سے ۸۷ میں ارشادِ ربِّ کریم ہو رہا ہے:

فَلَوْلَآ اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ ○ وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ ○ وَنَحْنُ اَقْرَبُ

اِلَيۡهِ مِنۡكُمۡ وَلٰـكِنۡ لَّا تُبۡصِرُوۡنَ○ فَلَوۡلَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ غَيۡرَ مَدِيۡنِيۡنَ○
تَرۡجِعُوۡنَهَاۤ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ (سورۂ مبارکہ واقعہ: آیات ۸۳ تا ۸۷)

''پھر ایسا کیوں نہیں ہوتا کہ جب جان گلے تک پہنچ جائے اور تم اس وقت دیکھتے ہی رہ جاؤ اور ہم تمہاری نسبت مرنے والے کے قریب ہیں مگر تم دیکھ نہیں سکتے ہو۔ پس اگر تم کسی کے دباؤ میں نہیں ہو اور بالکل آزاد ہو تو اس روح کو کیوں نہیں پلٹا دیتے ہو اگر اپنی بات میں سچے ہو۔''

اسی طرح سورۂ مبارکہ قیامت کی آیت ۲۶ تا ۳۰ میں ارشاد ہو رہا ہے:

كَلَّاۤ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ○ وَقِيۡلَ مَنۡ ٜ رَاقٍ○ وَّظَنَّ اَنَّهُ الۡفِرَاقُ○
وَالۡتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ○ اِلٰى رَبِّكَ يَوۡمَئِذِ ۨالۡمَسَاقُ

''ہوشیار! جب جان عزیز گردن تک پہنچ جائے گی اور کہا جائے گا کہ اب کون جھاڑ پھونک کرنے والا ہے اور مرنے والے کو خیال ہو گا کہ اب سب سے جدائی ہے اور پنڈلی پنڈلی سے لپٹ جائے گی۔ آج سب کو پروردگار کی طرف لے جایا جائے گا'' (سورۂ مبارکہ قیامت: آیات ۲۶ تا ۳۰)۔

آیات کے اس مجموعے سے یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ مرتے وقت انسان کے دل کی آنکھیں یک دم کھل جاتی ہیں اور وہ بالکل حالت رؤیا کے مانند اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کی مدد سے شکلوں کا باقاعدہ اور صحیح مشاہدہ کرتا ہے۔

ان میں سے بعض صورتیں موت کے فرشتوں کی ہوتی ہیں بعض صورتیں، ابلیس اور اس کے لشکر کی ہوتی ہیں اور بعض تصاویر ائمہ اطہار علیہم السلام کی شکل ہوتی ہیں اور پیغمبر اکرم کی شکل ہوتی ہیں (ان تصاویر کے متعلق ہم بہت جلد بحث پیش کریں گے)۔

اب تو صرف اتنی بحث مقصود ہے کہ جان کنی کے عالم میں، جس سختی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

مومن اور کافر کی موت

ایک انتہائی قابل توجہ نکتہ جسے یہاں پر ذکر کرنا بہت ضروری   گیا   کہ موت

کے وقت جس سختی اور دشواری کا ذکر کیا جا رہا ہے اس کا سامنا سارے انسانوں کو نہیں کرنا پڑے گا۔ چوں کہ جس کی روح میں جتنی پاکیزگی زیادہ ہوگی اور دنیا اور اس کے لوازمات سے اس کے تعلقات جتنے کم ہوں گے اس کے جان دینے کا مرحلہ بھی اتنا ہی آسان ہوگا۔ جب ہم سکراتِ موت کے متعلق بحث شروع کریں گے تو عذاب کے متعلق خود یہ خود بحث شروع ہو جائے گی کہ موت کے بعد اُس جہان (عالم) سے جوں ہی انسان کا رابطہ اُستوار ہوگا' وہ عذاب اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔ یہ عذاب جو کافر منافق اور مشرک کو دیا جا رہا ہے یہ تو مقدمہ ہے اس عذاب کا جو برزخ اور قیامت میں ابھی دیا جانے والا ہوگا۔ یہ عذاب جب مومن کو دیا جائے گا تو یہ اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا اور مومن گناہوں سے پاک ہو کر بہشت برزخی اور پھر بروزِ قیامت بہشتِ عدن میں داخل ہو جائے گا۔ چوں کہ جنت دارالسلام ہے اور میزبان ذاتِ پروردگار ہے بس وہاں وہی انسان مہمان بننے کے اہل ہوگا جو سلیم القلب اور گناہوں کی آلودگی سے منزہ و مبرا ہوگا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

''موت' مومنوں کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے'' (بحارالانوار، ج ۶، باب سکرات الموت، ص ۱۵۱)۔

ہم ان چند سطور میں سکراتِ موت اور اس کی سختیوں کو بنیاد بنا کر قرآن و روایات اہل بیت علیہم السلام سے ایک ایسی شکل پیش کرنا چاہتے ہیں جس میں واضح ہو سکے کہ کافر منافق اور گناہ گار مسلمانوں کو موت کے وقت کن کن مصائب اور سختیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

جیسا کہ سورۂ مبارکہ انفال اور سورۂ مبارکہ محمدؐ کی آیات سے استفادہ ہو رہا ہے کہ جب مرتے وقت کافر فرشتوں کا سامنا کرتا ہے تو اس کے منھ اور پشت پر آتشین تازیانے مارے جاتے ہیں اور انھیں بلند آواز میں اور کرخت لہجے میں بدترین عذاب (عذابِ الٰہی) کا وعدہ یاد دلایا جاتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ ملکوتی میں التماس کیا گیا کہ موت اور جان کنی کی

کیفیت پر ذرا روشنی ڈالیں۔ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

"مومن کے لیے موت' خوش ترین اور حسین ترین خوش بو کے مانند ہے' جسے سونگھتے ہی مومن پر نیند جیسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اس حالت میں اسے ہر قسم کے درد و الم سے نجات مل جاتی ہے جب کہ جان کنی کی کیفیت منافق اور کافر کے لیے سانپ اور بچھو کے ڈنگ سے بھی شدید ترین اذیت ناک ہوتی ہے۔"

آپؑ کی خدمت میں التماس کی گئی کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ سکرات سبب بنتا ہے سخت ترین لحات کا' جس میں ایک بڑے اور تیز دھار آرے [کے ذریعے ہر قسم کے خار و خاشاک کو کاٹ دیا جاتا ہے] سے جسم پر کٹ لگائے جائیں گے جس سے جسم کا گوشت کٹ کر رہ جائے گا۔ جس طرح قینچی کے ذریعے کسی کو کاٹا جائے تو وہ دکھ اور درد محسوس کرتا ہے یہ کیفیت ہو گی یا آنکھ میں اگر کوئی سخت کھردرا پتھر ڈال دیا جائے تو جو تکلیف ہوتی ہے ویسی تکلیف ہو گی۔

آپؑ نے فرمایا: ایسا ہو گا اور ضرور ہو گا مگر کفار اور بعض فاسق و فاجر لوگوں کے ساتھ' کیا تم لوگ مرنے کے بعد بعض افراد کی حالت کو ملاحظہ نہیں کرتے ہو کہ وہ کن مشکلات کا سامنا کر چکے ہیں؟ پھر جان لو کہ یہ عذاب وہ عذاب ہے جو عذاب دنیا اور عذاب قیامت سے ہرگز سخت نہیں ہے (البتہ عذاب قیامت سے مراد جس کا وعدہ کیا گیا ہے)۔

آپؑ کی خدمت اقدس میں ایک دفعہ پھر گزارش کی گئی کہ ہم نے بعض کفار کو مرتے دیکھا ہے جن پر موت کی سختیاں آسان ہو گئیں اور انھوں نے مسکرا کر موت کو گلے لگایا اور اسی طرح بعض مومنین' منافقین اور کفار کو موت کی سختی کا سامنا کرتے بھی دیکھا گیا ہے؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا: مومن کو اس لیے آسان موت آئے گی کیوں کہ وہ صاحب ایمان ہوتا ہے۔ اس کا کردار پاکیزہ ہوتا ہے اور وہ مرتے وقت ہی اپنے اعمال نامے کو پا لیتا ہے۔ ہاں البتہ بعض مومنین گناہوں کے سبب سکرات موت کے وقت سختیوں سے بھی دوچار ہوتے ہیں۔ انھیں اس لیے شدید مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ان سختیوں کے

سبب مومنین کو ان کے گناہوں سے نجات دلائی جاتی ہے اور انھیں ان کا پاکیزہ اعمال نامہ پانے کے لیے گویا اس طرح تیار کیا جاتا ہے۔

اور بعض کفار کی موت کی آسانی کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انھوں نے دنیا میں نیک کام انجام دے رکھے ہوتے ہیں؛ جن کے ثواب کے طور پر ان پر موت کی سختیاں آسان کر دی جاتی ہیں تا کہ اس طرح وہ عذابِ جہنم پانے کے لیے آمادہ ہو سکیں اور اس کا بعد (قیامت اور برزخ) میں کوئی حصہ باقی نہ رہے۔ البتہ وہ کفار جو مرتے وقت سکراتِ موت کی کیفیت سے دوچار ہوتے ہیں جو دنیا میں اپنی نیکیوں کا ثواب پالیتے ہیں اور اس کے بعد ان پر عذاب کا آغاز تب سے ہی شروع ہو جاتا ہے اور جان کنی کے عالم میں اُنھیں عذاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس لیے کہ خداوندِ متعال عادل ہے؛ وہ کبھی ستم نہیں کرتا (بحارالانوار، ج۶، باب سکراتِ موت وشدائدہ، ص۱۵۲)۔

حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کی بارگاہ میں موت کے متعلق سوال کیا گیا؟

آپ نے ارشاد فرمایا: ''موت مومن کے لیے اس طرح ہوتی ہے جیسے ایک بدن سے بوسیدہ اور پھٹا پرانا لباس اُتار کر تبدیل کیا جائے۔ یا کسی کے پاؤں میں پڑے ہوئے بند اور زنجیریں کھول کر تبدیل کر دیے جائیں۔ ان کی جگہ اسے خوش بو والا اور مہنگا ترین اور حسین و جمیل لباس پہنا دیا جائے۔ یا پھر اسے مانوس منازل اور سواریوں پر سوار کر دیا جائے جب کہ یہی موت کافر کے لیے ایسے ہے جیسے اس کے جسم سے فاخرہ لباس اُتار کر اسے کھردرا اور تکلیف دہ لباس پہنا دیا جائے یا پھر اسے مانوس اور دل پسند منازل سے وحشت ناک منازل میں منتقل کر دیا جائے؛ جہاں پر اس کے لیے بہت بڑے بڑے شکنجے موجود ہوتے ہیں'' (بحارالانوار، ج۶، باب سکراتِ موت، ص۱۵۵)۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ایک شخص کے پاس تشریف لے گئے جو سکراتِ موت کی کیفیت کا شکار تھا اور اس نے ہنوز داعی اجل کو لبیک نہیں کہا تھا۔

وہاں موجود حاضرین نے آپ کی خدمت میں استدعا کی کہ ان کے سامنے موت کی حقیقت اور اس مرنے والے کی حالت کو بیان کیا جائے۔

آپؑ نے فرمایا: موت کے ذریعے مومنین کے گناہوں کا حساب برابر کیا جاتا ہے۔ درحقیقت موت وہ آخری درد ہوتا ہے جو انسان گناہوں کے کفارے کے طور پر برداشت کرتا ہے۔ اسی موت کے ذریعے کفار کی نیکیوں کا حساب برابر کیا جاتا ہے اور مرتے وقت اسے عذاب اور تکلیف نہیں دی جاتی۔ گویا ایک کافر کے لیے اس کی نیکیوں کی لذت حاصل کرنے کا آخری موقع ہوتا ہے تبھی تو مرتے وقت اسے مستفید کیا جاتا ہے۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا: تمھارے اس دوست کو سکراتِ موت کی حالت میں جن تکلیفوں اور اذیتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے' ان کے سبب اسے گناہوں سے منزہ کر دیا گیا ہے۔ امام علیہ السلام نے بڑی خوب صورت تشبیہ دی ہے کہ تمھارا دوست اس طرح گناہوں کی کثافت سے پاک کر دیا گیا ہے جس طرح گندے اور میلے کچیلے لباس کو دھو کر صاف کر دیا جاتا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں: چوں کہ اس شخص کے اندر اہل بیتِؑ رسولؐ کی محبت اور ان سے گہرا تعلق موجود تھا' جس کے سبب اسے ابدی نجات کی سند عطا کی گئی ہے (بحار الانوار، ج ۶، باب سکرات وشدتہ، ص ۱۵۵)۔

ایک دن امیر کائنات حضرت علی علیہ السلام آشوبِ چشم میں مبتلا تھے۔ جس کی اطلاع پا کر پیغمبر اکرمؐ آپؑ کی عیادت کے لیے تشریف لائے۔ آپؑ شدت درد کے سبب سے کراہ رہے تھے۔

سرورِ کائناتؐ نے ارشاد فرمایا: اے علیؑ! کیا تم درد کے سبب سے بے تاب ہو رہے ہو؟

آپؑ نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! اس سے قبل کبھی مجھے اتنا شدید درد نہیں ہوا۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے علیؑ! جب ملک الموت کسی کافر کی روح قبض کرنے کے لیے جاتا ہے تو اس کے پاس لوہے کی لمبی سلاخ ہوتی ہے جس کے ذریعے وہ روح قبض کرتا ہے (اس وقت اتنا شدید درد ہوتا ہے) کہ جہنم میں بھونچال سا آ جاتا ہے۔

حضرت علی علیہ السلام (جو اس وقت لیٹے ہوئے تھے بہت متاثر ہوئے) اور اُٹھ کر بیٹھ گئے اور عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! اپنی گفتگو کو دُہرائیں۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ خبر سن کر میں اپنا درد بھول گیا ہوں۔ پھر عرض کیا: کیا آپؐ کی اُمت میں سے کوئی ایسے عذاب کا ذائقہ چکھے گا؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں! چار قسم کے افراد: ایک ظالم بادشاہ، دوسرا یتیموں کا مال کھانے والا، تیسرا ان پر ستم ڈھانے والا اور چوتھا جھوٹی گواہی دینے والا (بحارالانوار، ج۶، باب سکرات وشدتہ، ص۱۷۰)۔

مومن کے گناہوں کی مغفرت اور بخشش کی بابت کئی روایات ذکر کی گئی ہیں۔ ہم بطور نمونہ صرف دو روایات کے ذکر پر اکتفا کر رہے ہیں۔

امیر کائنات علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

اگر ہمارے شیعوں میں سے کوئی گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے تو اپنی موت سے قبل اسے مالی ابتلاء، اولاد یا جان کے حوالے سے تکلیف میں مبتلا کر دیا جائے گا۔ اس ابتلا کے سبب اسے گناہوں سے چھٹکارا مل جائے گا اور وہ اپنے رب کریم کے حضور اس طرح ہو گا گویا اس کے ذمے کوئی گناہ اور معصیت تھی ہی نہیں۔ اگر بالفرض گناہوں کی قلیل مقدار اس کے ذمے بچ بھی گئی تو موت کے وقت، معصیت اور سختی کے ذریعے اسے محو کر دیا جائے گا اور وہ بالکل پاک ہو جائے گا (بحارالانوار، ج۶، سکرات موت وشدتہ، ص۱۵۷)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

خدا کی قسم! کوئی بندہ بھی اس امر (سکرات) سے نجات نہیں پائے گا۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: ان لوگوں میں ایسے بھی تو موجود ہیں جو چوں چرا کرتے تھے (اور اعمال صالح بھی بجا لاتے تھے)۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا:

"[اگر کوئی بندہ اپنے اعمال صالح کے برابر بھی گناہ رکھتا ہو تو] خداوند متعال اس کے جسم کو مصائب و مشکلات سے دوچار کر دے گا [مثلاً وہ بیمار ہو جائے گا] یہ مرض اور معصیت اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گی۔ یا پھر اس پر رزق و روزی کے دروازے بند کر دیے جائیں گے۔ وہ مالی تنگ دستی کا شکار ہو جائے گا، یہ امر اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا یا پھر روح قبض کرتے وقت اس پر سختی اور مشکل نازل کر دی جائے گی تاکہ وہ جب اپنے

ربّ کے حضور پیش ہو تو اپنے گناہوں سے چھٹکارا حاصل کر کے ہو۔ اس طرح وہ جنت کا حق دار ٹھہر سکے گا" (بحارالانوار: ج ۴۳، ص ۲۱۴، حدیث ۳۹)۔

اس حدیث سے ملتی جلتی بہت زیادہ احادیث ہیں۔

مذکورہ بالا دونوں احادیث میں کافر و فاسق کی جان کنی کی کیفیت بیان کی گئی ہے اور ان دونوں کو بطور نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ اس محبت اور مودت کی تکمیل کا تقاضا ہے کہ قرآن و حدیث کی روشنی میں مومنین اور مخلصین کی جان کنی کی کیفیت کو بھی بیان کریں۔

قرآن مجید میں ارشاد ہو رہا ہے:

الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ○ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ذَٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ

"یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور خدا سے ڈرتے رہے' ان کے لیے زندگانی دنیا اور آخرت دونوں مقامات پر بشارت اور خوش خبری ہے اور کلمات خدا میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے اور یہی درحقیقت عظیم کام یابی ہے" (سورۂ مبارکہ یونس: آیات ۶۳، ۶۴)۔

سورۂ مبارکہ احزاب کی آیت ۴۴ میں ارشاد ہو رہا ہے:

تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ (سورۂ مبارکہ احزاب: آیت ۴۴)

"ان کی مدارت جس دن پروردگار سے ملاقات کریں گے سلامتی ہو گی اور ان کے لیے اس نے بہترین اجر مہیا کر رکھا ہے۔"

قرآن مجید میں ہی ارشاد ہو رہا ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ

"بے شک وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ ہمارا رب ہے پھر اپنے اس کہے پر ڈٹ جاتے ہیں (یعنی وہ اپنے عقیدے اور ہدف کا دفاع کرتے ہیں)

ملائکہ (مرتے وقت) ان پر نازل ہوتے ہیں (اور کہتے ہیں) (خدا کے عذاب) سے مت ڈرو اپنے راستے پر چلو تمھیں بشارت ہو جنت کی جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے" (سورۂ مبارکہ حم سجدہ: آیت ۳۰)۔

سورۂ مبارکہ واقعہ آیت ۸۸ تا ۹۱ میں ارشاد ہو رہا ہے:

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ۝ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ۝ وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ۝ فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ (سورۂ مبارکہ واقعہ: آیات ۸۸ تا ۹۱)

"اگر [یہ انسان مرتے وقت] خدا کے مقربین میں سے ہوا تو پھر اس کے لیے راحت و سکون ہوگا۔ اسے دنیا کی تمام تکلیفوں اور ریاضتوں سے نجات مل جائے گی۔ کہا گیا ہے کہ روح تو رحمتِ الٰہی ہے اور ریحان کی خوش بو ہے جو جنت کی خوش بوؤں میں سے ہے جسے مرتے وقت مومن سونگھے گا۔ [تاکہ آسانی کے ساتھ اس کی جان نکل سکے] اگر اس کا تعلق اصحاب الیمین سے ہوا تو اسے جنت کی بشارت دی جائے گی۔ اس طرح اسے ہر درد والم سے امان نصیب ہوگی۔"

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہو رہا ہے:

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ

"اے آرام پانے والے نفس! اپنے رب کی طرف لوٹ آؤ اس حالت میں جس میں تم اپنے رب سے خوش ہو خدا کی رضائیں حاصل کر چکے ہو اب میرے بندوں میں شامل ہو جاؤ اس جنت میں داخل ہو جاؤ جو تمھارے لیے تیار ہے" (سورۂ مبارکہ فجر: آیات ۲۷ تا ۳۰)۔

قرآنِ کریم نے مومن کے روح کو قبض کرنے کی تصویر پیش کی ہے۔

چوں کہ ایک مومن دنیا کی چکاچوند روشنیوں اور رنگینیوں کے سامنے ڈٹ کر اپنے نفس کے خلاف جہاد کرتا ہے تاکہ وہ اپنے ربّ کریم کی رضاؤں کو کسب کر سکے' اس جدوجہد اور کوشش میں وہ بے حال بھی ہو جاتا ہے اس لیے کہ اسے دنیاوی مصائب و مشکلات کا مسلسل مقابلہ کرنا پڑتا ہے' جن سے نجات وہ موت کے ذریعے ہی حاصل کر پاتا ہے۔ تبھی تو اسے ایک دل نشین آواز دے کر مخاطب کیا جائے گا:

يَآ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (سورۂ مبارکہ فجر: آیت ۲۷)

"اب جب کہ خداوند متعال تم سے خوش اور راضی ہے آؤ ابدی زندگی اور اجر جاوید کی جانب لوٹ آؤ۔"

جب کہ ایک کافر اور فاسق شخص دنیا میں رہ کر ہر چیز سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ اس نے اپنی زندگی کو سنوارنے اور اپنی تربیت پر بالکل توجہ نہیں دی ہوتی بل کہ وہ خود کو ہر قسم کے قید و بند سے آزاد سمجھتا رہا ہے۔ وہ دنیا کو امن و آشتی کا گہوارہ سمجھتا رہا ہے۔ اب اِحتضار کے عالم میں وہ ان تمام خودساختہ نعمات سے محروم ہو رہا ہوتا ہے۔ گویا اسے اپنی آزادی سلب ہوتی نظر آتی ہے اور وہ خود کو ایک قیدخانے کی جانب رواں دواں پاتا ہے۔ یہ نکتہ قابل فہم ہے کہ مومن مر کر راحت و سکون پاتا ہے اور کافر مرنے کے بعد تکلیف اور مشکلات میں گھر جاتا ہے۔

پیغمبرؐ گرامی قدر ارشاد فرماتے ہیں:

"لوگوں کی دو قسمیں ہیں: ایک قسم ان لوگوں کی ہے جو مر کر دوسروں کو راحت و سکون پہنچاتے ہیں اور دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو مر کر راحت و سکون پاتے ہیں۔ یہ دوسری قسم مومنین کی وہ ہے جو دنیا کی مشکلات و مصائب سے نجات حاصل کرتے ہیں اور (پہلی قسم) جن کے مرنے سے لوگ سکھ اور چین کا سانس لیتے ہیں وہ کافر ہیں' نہ صرف انسان ان سے راحت و سکون پاتے ہیں بل کہ درخت' جانور وغیرہ بھی ان سے راحت و سکون پاتے ہیں" (بحارالانوار، ج ۶، باب سکرات موت وشدتہ، ص ۱۵۱)۔

اب ہم یہ بحث کریں گے، روایات کی روشنی میں جب مومن پر موت کی حالت طاری ہوتی ہے تو اس پر کیا گزرتی ہے وہ اپنی جان کس طرح فرشتے کے سپرد کرتا ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام مومن کی موت کی توصیف ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں:

''موت ایک مومن کے لیے حسین ترین خوش بو کی مثل ہوتی ہے۔ اسے جوں ہی سنگھائی جاتی ہے وہ فوراً نیند کی وادی میں چلا جاتا ہے۔ یوں اس کا رابطہ تمام دکھوں اور غموں سے منقطع ہو جاتا ہے'' (بحارالانوار، ج۶، باب سکرات موت وشدتہ، ص۱۷۲)۔

حضرت امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

''خداوند کریم نے تمھیں جو حکم دیا ہے اس پر عمل کرو اس لیے کہ مرتے وقت مومن پر ایسی کیفیت طاری ہو جاتی ہے جس پر سارے رشک کرتے نظر آتے ہیں چوں کہ اس لمحے اس کے سامنے پیغمبرؐ گرامی تشریف لاتے ہیں اور اسے خدا کی طرف سے بشارت دیتے ہیں۔ جس کو سن کر اس کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ اس کے اندر اپنے ربّ سے ملاقات کا شوق بڑھنے لگتا ہے'' (بحارالانوار، ج۶، باب سکرات موت وشدتہ، ص۱۵۳)۔

پیغمبر اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں:

''جب خداوند کریم کسی بندے پر راضی ہوتا ہے تو ملک الموت کو حکم دیتا ہے کہ میرے بندے کے پاس جاؤ اور اس کی روح قبض کر کے میرے پاس لے آؤ۔ اس کے اعمالِ صالح جتنے ہیں کافی ہیں چوں کہ میں اس کی آزمائش کر چکا ہوں جیسے میں چاہتا تھا' اسے ویسے ہی پایا ہے۔ اس کے بعد ملک الموت پانچ سو فرشتوں کے ہم راہ اس بندے کے پاس جاتے ہیں۔ ان فرشتوں نے ہاتھوں میں [جنتی] زعفران کے پھول شاخوں سمیت پکڑے ہوئے ہوتے ہیں اور ہر فرشتہ جا کر اسے مخصوص بشارت

سناتا ہے اور ملائکہ صفیں باندھے اس کی روح کے استقبال کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ یوں فضائیں خوش بو سے معطر ہوتی ہیں۔ جب ابلیس منظر دیکھے گا تو (شدتِ حسرت) کے سبب دونوں ہاتھ اپنے سر پر رکھ کر فریاد کرے گا۔ ابلیس کا لشکر اسے مخاطب کر کے کہے گا: اے ہمارے سردار! یہ کیا ہو گیا ہے؟

شیطان انھیں جواب دے گا: دیکھ نہیں رہے ہو کہ اس بندے کی کتنی عزت و تکریم کی جارہی ہے تم لوگوں نے اسے گم راہ کیوں نہ کیا؟

تو وہ سب یک زبان ہو کر جواب دیں گے: ہم نے اپنے تئیں بہت کوشش کی تھی مگر اس نے ہماری ایک نہیں سنی" (بحارالانوار، ج۶، باب سکرات موت وشدتہ، ص۱۶۱)۔

ایک مرتبہ امیر المومنین علیہ السلام کی بارگاہِ ملکوتی میں شیعوں کی موت کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؑ نے جواب میں ارشاد فرمایا: یہ درست ہے کہ (روح قبض کرتے وقت) ملک الموت حاکم ہوں گے۔ جب کہ ہمارے شیعہ بھی تو حاکم اور آمر ہیں۔

سائل نے عرض کیا: اے خطیب منبر سلونیؑ! ذرا اس کی وضاحت فرمادیں؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا: ہمارے نزدیک بہترین شیعہ وہ ہے جس کی روح قبض ہو رہی ہو تو اس کے دل میں اتنی ٹھنڈک محسوس ہو جتنی آپ لوگوں کو شدید گرمی کے دوران میں شدید ٹھنڈا پانی پی ہو کر حاصل ہوتی ہے (بحارالانوار، ج۶، باب سکرات موت وشدتہ، ص۱۶۱)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ایک افریقی نامی صحابی کہتا ہے کہ میں نے امام علیہ السلام سے سوال کیا: جب روح قبض ہوتی ہے تو کیا ایک مومن کی روح غم گین ہو جاتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں۔

میں نے عرض کیا: پھر اس کی کیا حالت ہو جاتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب مومن کے پاس ملک الموت پہنچتا ہے تو مومن بے تاب سا ہو جاتا ہے تو ملک الموت اس مومن کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

ارے بھائی! اپنی بے تابی نہ دکھاؤ۔ خدا کی قسم! میں مہربان اور شفیق باپ سے بہتر ہوں۔

اے مومن! اپنی آنکھیں بند کر اور پھر کھول......

امام علیہ السلام اس حدیث کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں (اس حالت میں مومن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی علیہ السلام، حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام، حضرت امام حسین علیہ السلام اور بقیہ ائمہ اطہار علیہم السلام کی زیارت کی سعادت حاصل کرتا ہے۔ بالخصوص اسے تجلیل (سے مراد لا الہ الا اللہ کہنا ہے) سیدۃ نساء العالمین سلام اللہ علیہا کی زیارت بھی ہوگی۔ گویا یہ ہستیاں اس کے سامنے موجود ہوں گی ان کی زیارت سے وہ مومن بہت خوش حال ہو جائے گا (بحارالانوار، ج۶، باب سکرات موت و شدت، ص۱۶۳)۔

......✷......

موت کے وقت انسانی مشاہدات

مسئلہ [رؤیت' دید' دیکھنا] اہم ترین فلسفیانہ مسائل میں سے ایک ہے۔ ہم بطور مقدمہ اتنا عرض کریں گے کہ اس جہانِ ہستی میں کلی طور پر دو برداشت وجود رکھتی ہیں۔ ایک برداشت مادی ہے اور دوسری برداشت روحانی اور معنوی جسے' مابعد الطبیعاتی (میٹافزیک) بھی کہتے ہیں۔ ماٹریلیسٹ یعنی [جو مادہ کے اصل ہونے کے قائلین ہیں] کے معتقد ہیں اور ان کا نظریہ ہے کہ جسم سے ہٹ کر روح کا کوئی وجود نہیں ہوتا' لہٰذا جو کچھ موجود ہے وہ جسم ہے اور مادہ ہے۔ اگر جسم نہیں ہے تو پھر گویا روح بھی موجود نہیں ہے۔

اس کا یہ نتیجہ نکلتا ہے جب جسم تباہ و برباد ہو جائے تو روح بالکل ناکارہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ دوسری گزارش / برداشت یہ ہے کہ یہ جہاں اور انسان صرف جسم اور مادہ سے مرکب نہیں ہیں۔ جسم تو روح کے لیے آلہ کار اور اوزار کا کام کرتا ہے۔ روح اپنے تکامل کی مسیر پر چل کر وہاں پہنچ سکتی ہے کہ پھر اُسے جسم کی ضرورت ہی نہیں رہتی' بالفاظِ دیگر روح مادہ کے بغیر بھی باقی رہ سکتی ہے۔ جب پہلے برداشت کے مطابق رؤیت وہی میکانیزم (mechanism) افعال و انفعالات بینائی کے اعصاب کی فیزیولوژیکی ہے جس کا رابطہ مغز کے ساتھ ہوتا ہے اور بینائی کی قوت ادراک اس فزیکل سسٹم جو شمیائی (کیمیکل) ہے کے علاوہ نہیں ہے۔ قیامت سے تعلق کی ماٹریلیسٹ جو تفسیر بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے [موت کے وقت اور اس کے بعد دیکھنے کا کوئی امکان نہیں رہتا] اس لیے کہ جسم جو روح کے فعل و انفعال کا ماحصل ہوتا ہے وہ موجود ہی نہیں ہوتا ہے جب کہ رؤیت [دیدار' دید] کے متعلق جو لوگ اصالت روح کے قائل ہیں ان کا نظریہ یہ ہے کہ ایک میٹافیزیکی امر ہے جو اعصاب' مغز اور آنکھوں کی مدد سے کام کرتا ہے۔ جب روح اپنے کمال اور تجرد کی منزل پر فائز ہوتی ہے تو وہ چشم مادی کی مدد کے بغیر بھی دیکھ سکتا ہے بل کہ ایسی چیزوں کو بھی دیکھ سکتا ہے جن کا مادی وجود ہی نہیں ہوتا اور وہ ایسی چیزوں کی حقیقت کو مافوقِ مادہ [عالم برزخ اور قیامت] میں تلاش کرتا ہے۔ اس گروہ کے پاس اپنے مدعیٰ پر لاتعداد

ادلہ موجود ہیں، جن میں سے اہم ترین دلیل مسئلہ رؤیا ہے۔ یہ مسئلہ اپنے مقام پر ثابت ہے۔ اس مسئلے کو ایک مافوق مادہ قوت کے ذریعے اور غیر مادی آلات کے ذریعے ثابت کیا جاتا ہے۔

روح کا اِثبات اور روح کا مجرد ہونا ایک طویل بحث کا محتاج ہے۔ اس مقالے میں اس کی گنجایش نہیں ہے چوں کہ ہماری تحریر کا مقصد موت اور حالت اِحتضار میں انسانی مشاہدات کے متعلق بحث کرنا ہے کہ زبان وحی اور خاندانِ وحی اس بابت کیا ارشادات فرماتے ہیں اور انھوں نے اس کیفیت کو کس زاویہ سے بیان فرمایا ہے۔

مسئلہ رؤیت تو ایک ضمنی بحث تھی کہ اِحتضار کی کیفیت میں ایک مرنے والا کیا مشاہدہ کرتا ہے۔ ہم ان مشاہدات کو دو قسموں میں تقسیم کرتے ہیں: ① مومنین کے مشاہدات ② کفار و منافقین کے مشاہدات۔

مومنین کے مشاہدات

جب روح قبض ہو رہی ہوتی ہے تو مرحوم کے درجے پر فائز ہونے والا شخص پیغمبر اکرم، ائمہ معصومین علیہم السلام، ملائکہ، مال اور اولاد کی مثالی تصاویر دیکھتا ہے بل کہ اس حالت میں وہ شیطان اور اس کے لشکر کی مثالی تصویریں بھی دیکھے گا۔ وہ جنت و جہنم کی تصویریں بھی دیکھے گا جو اسے فرشتوں کے ذریعے دکھائی جائیں گی۔ ان تصویروں کا مومن، منافق، کافر بھی مشاہدہ کریں گے۔ رہا یہ سوال کہ ان تصویروں کو وہ کس طرح مشاہدہ کریں گے؟ مجبوراً دیکھیں گے یا خوشی سے دیکھیں گے ان چیزوں کا بہرحال مرنے والے کی روح سے براہِ راست رابطہ ہوتا ہے۔ مثلاً ایک مومن کو پیغمبر اکرم کی مثالی تصویر دکھائی جائے گی جو انتہائی حسین اور دیدہ زیب ہو گی۔ مومن اسے دیکھ کر اتنا خوش ہوگا کہ اسے موت کی تلخی فراموش ہو جائے گی۔

جس طرح خواتین مصر نے جب جمالِ یوسف کا مشاہدہ کیا تو خود فراموشی کے عالم میں اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور انھیں درد کا احساس تک نہیں ہوا۔

ہم ذیل میں چند روایات پیش کر رہے ہیں جو مومن کی ائمہ اطہار علیہم السلام اور پیغمبر گرامی قدر سے ملاقات کی کیفیت کو بیان کرے گی۔

ابوبصیرؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں جب مومن کی روح بدن سے نکلتی ہے تو کیا مومن کو تکلیف اور دکھ پہنچتا ہے؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا: واللہ نہیں۔

میں نے عرض کیا: پھر اس کی کیا حالت ہوتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جب کسی مومن کی موت کا وقت آ پہنچتا ہے تو پیغمبر گرامی قدر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، امیرالمومنین علیہ السلام، حسنین شریفین علیہما السلام، سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا اور بقیہ ائمہ اطہار علیہم السلام اس کے پاس تشریف لاتے ہیں [آپؑ نے حکم دیا کہ جب یہ حدیث نقل کرو تو میری جدۂ محترمہ سیدۃ النساء العالمین سلام اللہ علیہا کا اسم گرامی پنہاں رکھنا] اور ان کے ہم راہ حضرت جبرئیلؑ، حضرت میکائیلؑ، حضرت اسرافیلؑ اور حضرت عزرائیلؑ بھی تشریف لائیں گے۔ اس دوران میں امیرالمومنین علیہ السلام عرض کریں گے:

یا رسولؐ اللہ! یہ شخص تو ہمارے حُب داروں میں سے ہے اس کے قلب میں ہماری ولایت کا نور موجود ہے۔ میں بھی اسے اپنا دوست سمجھتا ہوں۔ تب پیغمبرؐ گرامی قدر ارشاد فرمائیں گے:

اے جبرئیلؑ! یہ علیؑ اور اولادِ علیؑ کے حُب داروں میں سے ہے، لہٰذا میں بھی اسے اپنا دوست سمجھتا ہوں۔ یہی الفاظ حضرت جبرئیلؑ، حضرت میکائیلؑ اور اسرافیلؑ کو مخاطب کر کے ادا کریں گے۔ تب سب کے سب حضرت عزرائیلؑ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمائیں گے:

اے عزرائیلؑ! یہ شخص محمدؐ و آلِ محمدؐ کا حُب دار ہے۔ اس کے قلب میں علیؑ اور اولادِ علیؑ کی محبت کا چراغ روشن ہے، لہٰذا تم بھی اس کے ساتھ نرم رویہ رکھو۔

حضرت عزرائیلؑ جواب دیں گے: خدا کی قسم! جس نے تمھیں صاحبِ کرامت اور منتخب فرمایا اور حضرت محمد مصطفیٰؐ کو سردارِ انبیاءؑ بنا کر مبعوث فرمایا، میں اس شخص کے ساتھ مہربان باپ اور پیار کرنے والے بھائی سے زیادہ نرم رویہ اختیار کروں گا۔ اس کے بعد ملک الموت اس

شخص کی جانب بڑھیں گے اور اِس سے دریافت کریں گے: کیا تم نے آزادی نامہ وصول کر لیا ہے؟! کیا تمھیں امان نامہ مل گیا ہے؟

وہ شخص جواب دے گا: جی ہاں۔

پھر دریافت کریں گے: کس وسیلے سے؟

وہ شخص جواب دے گا: یہ سب کچھ مجھے محمدؐ و آلِ محمدؑ کی محبت کے عوض عطا ہوا ہے۔ پھر ملک الموت اسے مخاطب کریں گے: اے شخص! تجھے جس چیز (عذابِ اِلٰہی) کا خوف تھا اس سے نجات مل گئی ہے اور تم جس چیز (رحمتِ اِلٰہی) کے اُمیدوار تھے وہ تمھیں عطا کر دی گئی ہے؛ لہٰذا اب اپنی آنکھیں کھول کر اپنے سامنے نگاہ کرو۔ وہ شخص اپنی آنکھیں کھول کر دیکھے گا اسے پیغمبر اکرم ﷺ اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی بالترتیب زیارت نصیب ہو گی اور اسے اپنے سامنے اپنے لیے جنت کا ایک دروازہ بھی کھلا ہوا نظر آئے گا۔ وہ اس میں سے داخل ہو جائے گا۔ پھر اسے مخاطب کر کے ارشاد ہو گا: اس کا وعدہ تیرے ربّ نے تیرے ساتھ فرمایا تھا۔ یہ تمھارے رفقا اور دوست ہیں؛ اب یہ تمھارے اختیار میں ہے کہ ان سے جا ملو یا پھر دنیا کی طرف پلٹ جاؤ (بحارالانوار، ج ۶، باب سکرات موت وشدتہ، ص ۱۶۲)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام اپنے شیعوں کو مخاطب کر کے ارشاد فرماتے ہیں:

"یہ سچ ہے (میں قسم کھا کر کہتا ہوں) تم میں سے جب کسی کی جان نکلنے پر آتی ہے اور ملک الموت سرہانے پہنچتا ہے تو تمھیں مخاطب کر کے کہتا ہے: تمھاری آرزو اور تمنا کے مطابق عطا کر دیا جائے گا اور جس سے ڈر رہے ہو نجات پا جاؤ گے اور اسی لمحے جنت کا دروازہ کھول دیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے: جنت میں اپنے مقام [اور مکان] کو دیکھ لو۔ ان ذواتِ مقدسہ کی زیارت کا شرف حاصل کرو۔ یہ پیغمبرؐ گرامی قدر ہیں؛ یہ حضرت علیؑ ہیں اور یوں ائمہ اطہارؑ کا بالترتیب تعارف کرایا جائے گا اور زیارت کرائی جائے گی۔ یہ ان کے رفقا اور اصحاب ہیں۔ یہ قولِ خدا کی تاویل

ہے جس میں ارشاد ہو رہا ہے:

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ٥ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

"یہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے اور خدا سے ڈرتے رہے۔ ان کے لیے زندگانی دنیا اور آخرت دونوں مقامات پر بشارت اور خوش خبری ہے اور کلماتِ خدا میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی اور یہی درحقیقت عظیم کامیابی ہے" (سورۂ مبارکہ یونس: آیت ۶۳، ۶۴) (بحار الانوار، ج ۶، باب ما یعاین المؤمن والکافر عند الموت، ص ۱۷۷)۔

ابو حمزہ ثمالی کہتے ہیں کہ میں نے ابو جعفر (محمد باقرؑ) کی خدمت میں عرض کیا: مرتے وقت ہمارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا؟

آپؑ نے فرمایا: تم میں سے اگر کوئی اپنا مقام جو خدا اور ہمارے نزدیک ہے، کو دیکھ لے تو اس مقام اور تمھارے درمیان صرف موت [آپؑ نے اپنے گلو مبارک کی طرف اشارہ فرمایا] کا فاصلہ باقی رہ جاتا ہے۔ اگر تم خواہش رکھتے ہو تو میں تمھیں اس مقام سے آگاہ کر سکتا ہوں۔

میں نے عرض کیا: جی میرے آقاؑ! بیان فرمائیں۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا: جب ہمارے شیعوں پر آخری وقت [موت] آئے گا تو پیغمبرؐ اکرم اور حضرت علی علیہ السلام اس کے ہاں تشریف لائیں گے اور سر کی طرف کھڑے ہو جائیں گے اور اس مومن کو مخاطب کر کے ارشاد فرمائیں گے: اے مردِ مومن! کیا ہمیں پہچانتے ہو؟ میں رسولؐ خدا ہوں، آؤ میرے نزدیک آؤ، جو کچھ تمھارے سامنے ہے یہ اس سے کہیں بہتر ہے جو تم اپنے پیچھے چھوڑ کر آ رہے ہو (بحار الانوار، ج ۶، باب ما یعاین المؤمن والکافر عند الموت، ص ۱۷۸)۔

ہم نے بطورِ نمونہ چند روایات پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے جن میں بیان ہوا ہے کہ مومن حالتِ احتضار میں جنت کے دیدار سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

پیغمبرؐ گرامی قدر ارشاد فرماتے ہیں:

"اگر کوئی شخص ماہِ رجب کے چوبیس روزے رکھے وہ مرتے وقت ملک

الموت کو جوانی کی صورت میں مشاہدہ کرے گا جو سبز ریشمی لباس زیب تن کیے ہوئے ہوگا اور جنتی گھوڑے پر سوار ہوگا۔ اس کے ہاتھ میں سبز رنگ کے ریشم کا ایک رومال ہوگا جو اذفر کی خوش بو میں بھیگا ہوا ہوگا اور اس کے بائیں ہاتھ میں ایک طلائی جام ہوگا جو جنتی مشروب سے بھرا ہوا ہوگا۔ ملک الموت نزدیک جا کر اس مومن محتضر کو وہ جنتی مشروب پلائے گا جس سے سکرات موت آسان ہو جائیں گے۔ پھر اس کی روح کو اس ریشمی رومال میں رکھ دے گا [یعنی اس کے برزخی جسم کو یہ رومال اوڑھا دے گا] اور اسے سونگھائے گا۔ اس کے بعد تمام اہل سما (فرشتے اور اَرواح طیبہ) بھی اس خوش بو کو سونگھیں گے اس کے بعد ایک حسین وجمیل فرشتہ بنام [ریان] اس کی قبر میں آئے گا' تا کہ حوضِ کوثر [بہشت عدن] تک اس کی رہ نمائی کر سکے" (بحارالانوار، ج ۶، باب سکرات موت وشدتہ، ص ۱۶۷)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ایک طویل حدیث کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں:

"جب مومن کو ائمہ اطہار علیہم السلام کی رفاقت اور ہم راہی کی بشارت دی جائے گی تو اسے مطلع کیا جاتا ہے کہ ارے! تمھارے کفن اور حنوط کا سامان جنت سے اپنے ہم راہ لائے ہیں۔ اس کے بعد اسے زرد رنگ کا جنتی حُلّہ زیب تن کرایا جائے گا اور اس کے بعد جب قبر میں لٹایا جائے گا تو خداوند متعال اس کی قبر میں جنت کا ایک دروازہ کھول دیں گے۔ وہ مرحوم جنتی خوش بوئیں سونگھنے لگے گا' جس سے اس کی آنکھیں مسرت سے کھل اُٹھیں گی۔ یہ چشم کشائی [مدِ بصر] کا دورانیہ اتنا وسیع ہوگا کہ یہ ایک مہینا دنیا کے کئی مہینوں کو محیط ہوگا۔ پھر اسے حکم ہوگا: سو جاؤ! بالکل نئے بیاہتا دولھے کے مانند' حسین خواب اور پھر نیند کے دوران میں حسین خوابوں سے لطف اُٹھاؤ......" (بحارالانوار، ج ۶، باب مایعاین المومن والکافر عند الموت، ص ۱۹۸)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کریمہ "فَلَوْلَآ إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ" کے معانی بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"احتضار کے وقت جب روح حلق تک آ جاتی ہے اگر مرنے والا مومن ہو تو پھر وہ جنت میں اپنے گھر کی زیارت کر لیتا ہے اور کہتا ہے: اگر مجھے دوبارہ دنیا میں پلٹا دیا جائے تا کہ میں نے جو کچھ دیکھا ہے اس کی اطلاع دوسروں تک پہنچا سکوں تب اسے فرمان سنایا جائے گا کہ نہیں اب ایسا ممکن نہیں ہے" (بحار الانوار، ج ۶، باب ما یعاین المومن والکافر عند الموت، ص ۱۹۹، ۲۰۰)۔

کفار اور منافقین کے مشاہدات

جیسا کہ ہم اس سے قبل بیان کر چکے ہیں کہ احتضار کی کیفیت کے دوران میں مومنین اور کفار دونوں کو دیدار اور مشاہدات کی سعادت نصیب ہوتی ہے اور دونوں گروہ پیغمبر اکرم اور ائمہ اطہار علیہم السلام کی تصویروں کی زیارت کرتے ہیں۔

ہم ذیل میں بطور نمونہ چند آیات اور روایات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

معاویہ بن عجلی نے باقر العلوم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے اس آیت کریمہ "اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ" کے معانی بیان کرنے کے متعلق سوال کیا کہ ہم جو چاہیں کریں، خدا، رسولؐ اور مومنین بہت جلد (موت کے وقت) تمہارے عمل کو دیکھیں گے۔

آپؑ نے فرمایا: ایک مومن اور کافر تب تک مریں گے نہیں اور نہ ہی تب تک قبر میں اُتارے جائیں گے اور نہ ہی یہ عالم برزخ میں شامل ہو سکیں گے۔ مگر یہ کہ ان کا اعمال نامہ رسولؐ خدا اور حضرت علی علیہ السلام اور ان ہستیوں کے سامنے پیش کیا جائے گا، جن کی اطاعت ان پر واجب تھی۔

اس آیت کریمہ "إِنْ مِّنْ أَهْلِ الْكِتٰبِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ" کی تفسیر بیان کرتے ہوئے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اور حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

مختلف ادیان کے پیرو تب تک نہیں مریں گے' جب تک وہ مرتے وقت رسولؐ خدا اور امیرالمومنین علیہ السلام کی زیارت نہ کرلیں۔ یہ ایک امر حق ہے اور حتمی ہے ساری مخلوق کے لیے اوّلین سے لے کر آخرین تک (بحارالانوار، ج ٦، باب مایعاین المومن والکافر عند الموت، ص ۱۸۸)۔

امیرالمومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

اگر کوئی شخص مجھ سے محبت کرتا ہو تو وہ مرنے سے قبل میری زیارت سے ضرور مشرف ہو گا اور میری زیارت کی سعادت حاصل کر لینے کے بعد وہ خوش وخرم ہو گا اور جو شخص مجھ سے دشمنی رکھتا ہو گا وہ بھی مرنے سے قبل میری زیارت کرے گا اور مجھے دیکھ کر وہ ناخوش اور نالاں ہو جائے گا۔

آئیں دیکھتے ہیں کہ کافر اور فاجر شخص سکرات موت کے وقت کیا دیکھے گا؟

امیرالمومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: جب کوئی فرزند آدم دنیا میں اپنا آخری دن اور آخرت کا پہلا دن بسر کرتا ہے یعنی سکرات موت کے لحات تو وہ اپنے مال' اولاد' اعمال کو اپنے سامنے مجسم صورت میں دیکھتا ہے تب وہ اپنے مال کو مخاطب کر کے عرض کرے گا: اے میرے مال! میں نے کتنی لالچ اور بخل کو کنجوسی کر کے تمھیں حاصل کیا تھا۔ اب یہ بتاؤ تمھارے اندر میرا کتنا حصہ ہے؟

مال اس شخص کو مخاطب کر کے کہے گا: کفن مجھ سے لے سکتے ہو۔

پھر وہ اپنی اولاد کو مخاطب کر کے کہے گا: اے میری اولاد! میں تم سے بہت محبت کرتا تھا تمھاری بابت میں نے کتنی پریشانیاں اور دکھ اُٹھائے ہیں۔ اب تم میرے لیے کیا کر سکتے ہو؟

وہ جواب دیں گے: ہم قبر تک پہنچا سکتے ہیں اور دفن کر سکتے ہیں۔

پھر وہ اپنے عمل کی طرف توجہ کرے گا اور کہے گا: خدا کی قسم! میں نے ہمیشہ تجھ سے بے اعتنائی برتی' تجھے میں اپنے اوپر بوجھ سمجھتا رہا' تم میرا کتنا ساتھ دے سکتے ہو؟

عمل جواب دے گا: میں قبر سے قیامت تک برا ساتھ دوں گا اور تیرے ساتھ ساتھ بارگاہِ خدا میں پہنچوں گا...... (بحارالانوار، ج ٦، باب احوال البرزخ والقبر عذابہ وسوالہ، ص ۲۲۴)۔

جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں: مرنے والے کا' اپنے مال' اولاد اور اعمال کی ملکوتی اور برزخی تصویر کے ساتھ یہ مکالمہ ہوگا۔ اس کی بابت قرآنِ کریم اور روایات میں بیان ہوا ہے کہ انھیں شعور و ادراک حاصل ہوگا۔ یہ انسان سکرات کے لحات ہیں جب موت کا مشاہدہ کرے گا تو شیطان اور اس کا لاؤ لشکر بھی موجود ہوگا اور وہ اپنے ازلی اہداف کے لیے کام کرتے رہیں گے یعنی انسان کے عقائد وغیرہ میں وسوسے اور شکوک ایجاد کرتے رہیں گے اور اس طرح وہ کسی مرنے والی کی قوت متخیلہ میں تصرف کر سکیں گے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام شیطانی شکوک و شبہات ایجاد کرنے کی بابت ارشاد فرماتے ہیں: جو شخص بھی آستانہ مرگ پر پہنچتا ہے تو شیطان اپنے ایک ماتحت کی ڈیوٹی لگاتا ہے کہ اس مرنے والے کے پاس جاؤ اور اسے کفر اختیار کرنے کا حکم دو۔ دین میں اس حد تک شکوک و شبہات ایجاد کرو کہ یہ مرحوم ان شکوک و شبہات کا شکار ہو کر رہ جائے اور اسی حالت میں اس کی روح نکلے۔ اب اگر مرنے والا کوئی مومن ہوا تو پھر شیطان اس پر غلبہ نہیں پا سکتا' نہ اس کے دل میں شکوک و شبہات کو جگہ مل سکتی ہے' تبھی تو ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ سکراتِ موت کے شکار کسی مومن کے پاس جب پہنچوں تو اسے تلقین شہادتین (توحید و نبوت) کرو تاکہ اقرار شہادتین کرتے ہوئے وہ اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر سکے (بحار الانوار، ج ۶، باب ما یعاین المومن والکافر عند الموت، ص ۱۹۵)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

جب ہمارے اولیا اور محب داروں میں سے کوئی اپنی جان دینے لگتا ہے تو شیطان اس کے دائیں اور بائیں دونوں اطراف سے آتا ہے تاکہ اسے عقائد دین سے باز رکھ سکے مگر ولی خدا شیطانی وسوسوں اور شکوک و شبہات کو اپنے دل میں جگہ نہیں دیتا۔ اسی بابت خداوند کریم کا ارشاد ہو رہا ہے:

"خداوندِ متعال ثابت قدم رکھتا ہے ان افراد کو جو ایمان لائے ہیں دنیا کی زندگی اور آخرت میں" (بحار الانوار، ج ۶، باب ما یعاین المومن والکافر عند الموت، ص ۱۸۸)۔

ایک کافر موت کے وقت جنت اور اس کی نعمتوں کا دیدار کرتا ہے۔ ایک کافر کو سکرات

موت کے لمحات میں جنتی تصاویر دکھلانے کا مقصد یہ ہے کہ یہ کافر جس نے بندگی اور عبادت کو ترک کر رکھا تھا اب حسرت و ندامت کا شکار ہو سکے۔

اس بارے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اس طرح ارشاد فرماتے ہیں:

جب ہمارے دشمنوں کی موت کا وقت آ پہنچتا ہے تو ملک الموت انتہائی گھٹیا اور ڈراؤنی شکل اختیار کر کے اس کے پاس آتا ہے۔ سرکش شیاطین جو اس شخص سے آشنا ہوں گے وہ اس کے گرد گھیرا ڈال لیں گے' ملک الموت اسے مخاطب کر کے فرمائے گا: اے پلید نفس! خدا اور رسولؐ کے کافر اور علیؑ و اولادِ علیؑ کے منکر تم پر لعنت ہو۔

اب عذابِ الٰہی تمہارا مقدر ٹھہرے گا۔ اب اپنا سر اوپر اُٹھاؤ اور نگاہ کرو تم اس لمحے پیغمبرؐ گرامی قدر' حضرت علی علیہ السلام اور دوسرے ائمہ اطہار علیہم السلام کو عرشِ الٰہی کے سامنے تخت پر بیٹھا ہوا دیکھ سکتے ہو۔ جنت کے دروازے کھلے ہیں مگر تم اندر نہیں جا سکتے ہو۔ تم جنت کے محلات' مقامات اور منازل کے لائق نہیں ہو۔ اس وقت ملک الموت کہے گا: اگر تم اولیاے خدا کے مُحب دار ہوتے تو تمہاری روح ان کی طرف پرواز کر جاتی اور تمہارا مسکن جنت میں ہوتا وہاں تمھیں ان اولیاے خدا کا پڑوسی ہونے اور ان کا قرب پانے کی سعادت نصیب ہوتی۔

اس کے بعد ملک الموت دوزخ سے حجاب اُٹھائے گا۔ اس میں موجود بلاؤں' مصیبتوں' عذابوں' بدبختوں اور بدنصیبوں کا اسے دیدار کرائے گا اور کہے گا: تمہارا ٹھکانا یہاں پر ہے۔

تب شیاطین جنھوں نے اسے گم راہ کیا تھا' اس نے ان کی اطاعت کی تھی' وہ مجسم ہو کر اس کے سامنے آ جائیں گے۔ اس طرح حسرت و نا اُمیدی کی موت اس منافق اور کافر کو نصیب ہو گی جس سے موت کی شدت میں اور زیادہ اضافہ ہو جائے گا (بحار الانوار، ج ۶، باب ما یعاین المومن والکافر عند الموت، ص ۱۹۰)۔

ہم ذیل میں ایک حدیث پیش کر رہے ہیں یہ کافروں کے مشاہدات کا ایک اور نمونہ ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"جب کسی کافر پر اِحتضار کی کیفیت طاری ہو گی' رسولِؐ خدا' امیر المومنینؑ"

حضرت جبرئیلؑ اور ملک الموت اس کے پاس تشریف لائیں گے۔ حضرت علی علیہ السلام اس کے قریب ہو کر عرض کریں گے: یا رسولؐ اللہ! دنیا میں یہ شخص ہم سے دشمنی رکھتا تھا ہم بھی اس سے دشمنی رکھتے تھے۔ تب پیغمبرؐ اکرم حضرت جبرئیلؑ کو حکم دیں گے: یہ شخص خدا' رسولؐ اور اہل بیتؑ رسولؐ سے دشمنی رکھتا تھا لہٰذا میں بھی اس سے دشمنی رکھتا ہوں۔ تب حضرت جبرئیلؑ ملک الموت سے مخاطب ہوں گے: یہ شخص خدا' رسولؐ اور ان کے اہل بیت علیہم السلام کا دشمن ہے' لہٰذا اس کے ساتھ بہت سختی سے پیش آؤ۔ ملک الموت اس کے نزدیک آئیں گے اور کہیں گے: اے بندۂ خدا! کیا تم نے آزادی کا پروانہ لیا ہے؟ کیا تم نے دنیاوی زندگی کے دوران [حُب محمدؐ و آلِ محمدؐ] کی عظیم دستاویز سے تمسک کیا ہے؟

وہ جواب دے گا: نہیں۔

تب ملک الموت کہے گا: جان لو! تم خدا کے دشمن ہو اور خدا اپنے دشمن پر کتنا غضب ناک ہوتا ہے اور کتنا دردناک عذاب نازل فرماتا ہے۔ تم جس چیز سے ڈر رہے تھے' وہی تم پر نازل کر دی گئی ہے اور تمہارا مقدر ٹھہری ہے' پھر بڑے دردناک اور سخت طریقے سے اس کے بدن سے روح کھینچی جائے گی۔ اس وقت اس پر مسلط تین سو شیاطین اس کی روح کو مزید تکلیف دیں گے اور اسے خوب چکر دیں گے۔ پھر جب اسے قبر میں اُتارا جائے گا تو جہنم کا دروازہ کھل جائے گا' جس سے جہنم کے شعلے اس کی قبر میں داخل ہو جائیں گے اور اسے کچوکے لگانے شروع کر دیں گے۔" (بحارالانوار: ج ٦، باب مایعاین المومن والکافر عند الموت، ص ۱۹۸)۔

۔۔۔۔۔۔✷۔۔۔۔۔۔

فصل سوم

عالم برزخ

عالم برزخ کے معانی اور اس کے وجود کا اثبات

لغت میں دو چیزوں کے درمیان پائے جانے والے فاصلے کو برزخ کہتے ہیں' جب کہ قرآن و روایات کی اصطلاح میں دو عالموں کے درمیان موجود ایک عالم کو برزخ کہتے ہیں یعنی وہ عالم جو مادی عالم [دنیا] اور مافوق مادی عالم [آخرت] کے درمیان موجود ہے۔ بہت ساری روایات میں برزخ کے متعلق خصوصی بحث کی گئی ہے اور اس عنوان کو بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

قرآن کریم نے بھی اپنی دو آیات میں اس عالم (برزخ) کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ فرمایا ہے: ایک آیت میں عام معانی [دو چیزوں کے درمیان فاصلے] کے عنوان سے اور دوسرے مقام پر خصوصی معنی (دو عالموں کے درمیان عالم) کے لحاظ سے تذکرہ فرمایا۔

ارشادِ پروردگار ہو رہا ہے:

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ۝ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ

"اس نے دو دریا بہائے جو آپس میں مل جاتے ہیں۔ ان کے درمیان حدِ فاصل ہے کہ ایک دوسرے پر زیادتی نہیں کر سکتے" (سورۂ مبارکہ رحمٰن: آیات ۱۹، ۲۰)۔

اور ایک مقام پر ارشاد ہو رہا ہے:

حَتّٰىٓ اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (سورۂ مبارکہ مومنون: آیات ۹۹، ۱۰۰)

"یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آ گئی تو کہنے لگا کہ پروردگارا مجھے پلٹا دے شاید میں اب کوئی نیک عمل انجام دوں۔ ہرگز نہیں یہ ایک بات ہے جو یہ کہہ رہا ہے اور ان کے پیچھے ایک عالم برزخ ہے جو قیامت کے دن تک قائم رہنے والا ہے۔"

عالم برزخ کو عالم قبر بھی کہا جاتا ہے۔ بنابرایں قبر ایک ایسا مقام ہے جو مادہ سے بلند اور وسیع مفہوم رکھتا ہے۔ ویسے قبر کا معنی مٹی کا گڑھا اور حفرۂ خاکی ہے [اور عرف میں یہی معنی سمجھا جاتا ہے] اس مٹی کے گڑھے میں انسان اور حیوانات کے جسموں کو دفن کیا جاتا ہے۔ البتہ بعض مقامات پر عالم برزخ کا تذکرہ قبر کے عنوان کے ہم راہ بھی کیا گیا ہے۔ آپ اس کو علمی لحاظ سے معقول کی محسوس سے تعبیر اور یا پھر ملزوم کی جگہ لازم کا تذکرہ بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہ تعبیر دنیا کی کئی زبانوں میں رائج ہے۔

اس قسم کی حسی تعبیرات خداوند کریم کے بارے میں بھی استعمال کی گئی ہیں درحالانکہ ذات پروردگار تو واحد و بسیط ہے مگر یہ بھی کہا جاتا ہے:

يدالله، عين الله، سيف الله و......

جہاں تک ہماری بحث کا تعلق ہے تو انسان کے مادی جسم کو اس کی حیات کے اختتام پر سپرد قبر کیا جاتا ہے تو اسی وقت روح بھی ایک عالم میں پہنچ جاتا ہے جہاں وہ اپنے وجود کی سیر کا آغاز کرتا ہے۔

اگرچہ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ فلاں شخص تو فلاں قبر میں محو استراحت ہے البتہ یہ نکتہ قابل ادراک وفہم ہے۔ اس زمانی میسر میں روح مکمل طور پر تجرد (تنہائی) کی حالت میں ہوتا ہے۔ اس تجرد روح کی کیفیت کو باقاعدہ ثابت بھی کیا گیا ہے۔ جب روح انسان کی حقیقت کو تشکیل دیتا ہے تو پھر جسم انسان کے لیے ایک حکم ثابت اور واضح حکم رکھتا ہے جو اسے تبدیل کرتا رہتا ہے تاکہ نت نئے وسائل سے استفادہ کرنا ممکن ہو۔ اب اس کے بعد اس شبہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ کیا جسم کے تلف ہو جانے سے انسان معدوم ہو جاتا ہے یا باقی رہتا ہے؟ کیا مٹی کا گڑھا، فشار قبر، سوالات قبر، جنت اور جہنم وغیرہ کے متعلق کیے جانے والے سوالات اور ان حالات کا مرکز بنتا ہے؟ یہ تمام اُمور مٹی کے گڑھے میں انجام پائے جاتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"برزخ، وہی قبر ہے جس میں ثواب وعقاب دونوں موجود ہوتے ہیں۔ یہ

دنیا و آخرت کے درمیان کی مدت ہے۔"

پیغمبر اکرم ارشاد فرماتے ہیں:

"قبر آخرت کے مقامات میں سے پہلا مقام ہے۔ اگر انسان کو قبر سے نجات مل گئی تو پھر بعد کی منازل طے کرنا اس کے لیے آسان ہو جائیں گی ورنہ اس پہلے پڑاؤ کے بعد جو کچھ پیش آنے والا ہے وہ قیامت سے کسی طور بھی کم نہیں ہوگا" (بحار الانوار: ج ۶، ص ۲۱۸)۔

عالم برزخ کو "مَضجَع" بھی کہتے ہیں جو عالم آخرت کے لحاظ سے انسان کی روح پر بیداری اور خواب والی کیفیت طاری رہتی ہے جیسے انسان جب تک دنیا میں زندہ رہتا ہے اس کی روح عالم برزخ کے لحاظ سے خوابیدہ رہتی ہے اور مرنے کے بعد بیدار ہوتی ہے۔

بنابرایں یہ سونا اور جاگنا سب نسبتی ہے۔ یہ تو صرف عالم آخرت کا کمال ہے جس میں بیداری ہی بیداری ہے' نیند نہیں ہوگی' اس لیے کہ اس کے بعد پھر کوئی اگلا مرحلہ موجود نہیں ہے۔

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بدن کی تکلیف جو روح کا ایک آلہ ہوتا تھا' کا کیا بنے گا؟!

وہ جواب جو اکثر دانش وروں نے روایات و آیات کو مدنظر رکھ کر دیا ہے' وہ یہ ہے کہ روح اور جسم لازم و ملزوم ہوتے ہیں اور روح کبھی جسم کی رفاقت سے دست بردار نہیں ہوتا چوں کہ روح ایک جوہر ہے جو ذاتاً مجرد ہوتا ہے۔ یہ اپنی زندگی کے افعال و اعمال میں جسم کا محتاج ہوتا ہے البتہ اس جسم پر مختلف عوالم میں مختلف کیفیتیں طاری ہوتی ہیں۔ بے شک صورت و تصویر کے لحاظ سے اس میں اختلاف نہیں ہوتا۔ بایں معنی کہ انسان کا برزخی جسم کوئی ایسا بدن نہیں ہے جو مادی بدن کے بعد وجود میں آئے بل کہ یہ جسم تو ابتدائے خلقت سے ہی انسان کے ہم راہ ہوتا ہے۔ وہ کام جو انسان اپنے جسم مادی کے ذریعے انجام نہیں دے پاتا ہے' ان کاموں کو عالم رؤیا یا اس کے مشابہ عوالم میں جہاں پر اولیاء اللہ کی دسترس بھی ہوتی ہے انجام دے سکتا ہے۔

پھر اسے جسم مادی سے کوئی سروکار نہیں رہتا۔ وہ تمام اُمور کو جسم مثالی یا جسم برزخی کے ذریعے انجام دیتا ہے۔

عالم برزخ کے وجود کا اِثبات

قبل اس کے کہ ہم عالم برزخ کی کیفیت اور اس کے امکان کے متعلق بحث کریں ضروری ہے کہ ہم عقل و نقل کے ذریعے اس عالم کو ثابت کریں یعنی سب سے پہلے عقل نے اس وجود کے متعلق جتنے دلائل دیے ہیں انھیں پیش کریں۔ ان میں سے ایک اعادۂ معدوم کا محال ہونا ہے اور دوسرا تجرد روح والا مسئلہ ہے۔

اگر ہم مادیت پرست (materialist) [جو آخرت کے قائل نہیں ہیں] حضرات سے چشم پوشی اختیار کر کے بحث آگے بڑھا دیں تو پھر بھی ہمیں الٰہی عقائد کے حامل چند ایسے افراد ضرور ملیں گے جن کا نظریہ ہے کہ موت کے وقت انسان کا جسم تلف ہو جاتا ہے۔ پھر بروز قیامت یہ مادی جہان ایک نئی شکل اور روپ اختیار کرے گا اور پھر خدا کے ارادے سے ایک نیا تخلیقی عمل شروع ہوگا پھر اس نئے انداز سے زندگی کا آغاز ہوگا۔

یہ نظریہ عقلی لحاظ سے رد شدہ ہے' اس لیے کہ جب کوئی چیز مطلقاً معدوم ہو جاتی ہے تو پھر نئے سرے سے جب وجود میں آتی ہے تو پھر یہ پہلے والی نہیں رہتی بل کہ یہ پہلے والی [تلف شدہ] چیز کی مثل اور اس جیسی ہوتی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ دوسری چیز پہلی چیز کے مانند ہو تو اس میں کیا حارج اور مانع ہے؟

اس کا جواب یہ ہے: کیا ہمیں یہ حق حاصل ہے کہ ہم کہیں کہ یہ دوسرا انسان جو پہلے والے انسان کے مانند ہے' یہ صرف پہلے والے انسان کی مثل ہوتے ہوئے اس کے عذاب اور ثواب کا مستحق ہے۔

اگر یہ کہا جائے کہ علم الٰہی میں یہ انسان محو نہیں ہوا ہے بل کہ یہ تو حقیقت میں معدوم ہوا ہے تو اس نظریہ سے ایک بڑا واضح قسم کا تناقض سامنے آتا ہے چوں کہ ایک طرف تو کہا جا رہا ہے کہ یہ موجود ہے اور دوسری طرف سے اس کا اعادہ ہو رہا ہے چوں کہ یہ تو موجود نہیں ہے' لہٰذا ماننا پڑے گا وہ انسان جو خدا کے علم اور ارادے میں موجود ہے' یہ انسان کے علم اور ارادے میں موجود انسان سے بالکل مختلف اور علیحدہ ہے' اس لیے کہ انسان بسا اوقات ایسی چیزوں کا ارادہ

بھی کرتا ہے جو خارج اور حقیقت میں موجود ہی نہیں ہوتی ہیں۔ جب کہ خدا کے ارادے کا تعلق تو صرف اس چیز سے ہوگا جو خارج میں تحقق ہوگی:

إِنَّمَآ أَمْرُهُۥٓ إِذَآ أَرَادَ شَيْـًٔا أَن يَقُولَ لَهُۥ كُن فَيَكُونُ

"اس کا امر صرف یہ ہے کہ کسی شئے کے بارے میں یہ کہنے کا ارادہ کرے کہ ہو جا اور وہ شئے ہو جاتی ہے" (سورۂ مبارکہ یٰسین: آیت ۸۲)۔

اس وجود کو ہم اپنے وجدان میں بھی تلاش کر سکتے ہیں مثلاً فرض کرتے ہیں کہ اگر دس سال قبل ہماری مشہد مقدس میں شہر کی ایک سڑک پر کسی دوست سے ملاقات ہو جائے اور ہم کسی جگہ بیٹھ کر گھنٹہ بھر باتوں میں مصروف رہے ہوں اور کئی سال گزرنے کے بعد اگر ہمارا وہ دوست دار فانی کو بھی الوداع کہہ دے تو اب ہمارے پاس ایک گھنٹہ پر مشتمل یادیں ہی باقی رہ جائیں گی۔

کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ یادیں بھی فنا ہو گئی ہیں؟

ہم جب بھی اس وقت کو یاد کریں گے تو گویا وہ یادیں باقی رہیں گی۔

جس طرح یہ یادیں ہمارے ملکوت میں باقی ہیں اسی طرح وہ انسان بھی ملکوت زمین [برزخ] میں باقی رہے گا۔ اب اگر عالم برزخ کے منکرین یہ اعتراض کریں کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ مرنے کے بعد انسان کی مادی حقیقت معدوم ہو کر رہ جاتی ہے۔ جب کہ اس کا باطنی وجود اس عالم میں موجود اور باقی رہتا ہے۔ یہ نظریہ اس نظریے کی نظیر ہے جس کے عالم برزخ پر عقیدہ رکھنے والے قائل ہیں۔

دوسری دلیل روح کے مجرد ہونے پر کہ یہ مادہ کے خواص میں سے ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ مادہ کی تین بہترین خصوصیات ہوتی ہیں: ① حرکت ② کثرت ③ تقسیم ہو جانے کی صلاحیت:

① اگر انسان کی حقیقت جسم پر اور اس سے بڑھ کر کوئی حقیقت نہ ہو تو پھر [من] (میں) کے نام پر کوئی وحدت موجود نہیں ہونی چاہیے۔ ہم طرح طرح کی فعالیات اور اپنی

گونا گوں مشغولیات کو جسم کے وسیلے سے اور اسے آلہ کار بنا کر خود ہی انجام دے سکتے ہیں اور پھر ہم ان تمام کاموں کی نسبت [من] ''میں'' کی طرف دیتے ہیں۔ مثلاً ہم کہتے ہیں: میں گیا' میں آیا' میں نے سنا' میں نے کھایا' میں نے یہ کہا۔ اگر یہ ''میں'' موجود نہ ہو تو یہ جسم جو کئی لاکھ خلیوں (cells) سے مل کر بنا ہے اور کئی اعصاب کا مجموعہ ہے کیا یہ وحدت کو باقی رکھ پائے گا؟ کیا یہ ''میں'' ایک حقیقی وحدت نہیں ہے؟

۲) جسم کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ یہ ہمیشہ حرکت میں رہتا ہے۔ ایک حالت میں نہیں رہتا۔ جب ایک سیب کا بیج خاک میں بویا جاتا ہے تو اس میں مسلسل تبدیلی کا عمل جاری رہتا ہے پھر وجود پانے اور نشو و نما پانے لگتا ہے۔ پرانے خلیوں (cells) کی جگہ نئے خلیے (cells) لینے لگتے ہیں۔ اسی طرح اگر انسان کی شخصیت صرف جسم ہے تو پھر اس انسان کو مکمل موجود نہیں ہونا چاہیے۔ جس نے کئی برس قبل جرم کا ارتکاب کیا ہے' اسے آج عدالت کا سامنا نہیں کرنا چاہیے۔ ہمیں اسے مجرم اور سزا کا مستحق نہیں ٹھہرانا چاہیے' جب کہ اس نظریے کو قبول کرنے کے لیے کوئی تیار نہیں ہے۔ مجبوراً ہمیں ماورا جسم بھی ایک حقیقت کو تسلیم کرنا چاہیے جو انسان کی حقیقت کی تشریح کرے اور وہ چیز روح ہی ہو سکتی ہے نہ کہ اس کے علاوہ کوئی دوسری چیز۔

۳) جسم کی ایک اور خاصیت یہ ہے کہ جسم تقسیم کو قبول کرتا ہے۔ اگر ہم جسم کو دو حصوں میں تقسیم کر دیں تو کہہ سکتے ہیں کہ یہ دو چیزیں ہیں اور اگر پھر اس ٹکڑے کے دو ٹکڑے کر دیں تو وہ مزید دو چیزوں میں تقسیم ہو جائے گا اور پھر...... کیا احساسات' آرزوؤں' دکھوں' دردوں اور خوشیوں وغیرہ کو جو روح کی خواص ہیں کو بھی اس خانوں میں تقسیم کر سکتے ہیں؟

کیا مغز کے دو حصے کرنے سے تفکر اور عقل کے بھی دو حصے ہو جاتے ہیں اور اگر ہم مادیت پرست (materialist) حضرات کے نظریے کے مطابق روح کو انفعال کا ماحصل اور بدن کا جسمانی فیزیولوجیکی نتیجہ قرار دیں تو پھر اس میں مادی خصوصیات بھی موجود ہونی چاہئیں۔

خوش بو کی صحیح مثال چوں کہ جسم کی صحیح خاصیت خوش بودار ہونا ہے یا پھر اس کے دو حصے کرنے کو اگر معیار بنائیں تو یہ بو (خوش بو) بھی دو حصوں میں تقسیم ہو سکتی ہے یا اس کے ختم ہونے کا اگر حکم لگائیں تو یہ ختم بھی ہو سکتی ہے۔ کیا روح بھی ایسی ہی ہے اور انھی خصوصیات کی حامل ہے؟ وہ حضرات جو عالم برزخ کے قائل ہیں وہ موت کے بعد انسانی حیات کے دوام کو دلیل بناتے ہیں کہ وہ زندگی تو اس حیاتِ دنیا سے کہیں زیادہ قوی اور مضبوط ہے۔

امیر المومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"لوگ ابھی سوئے ہوئے ہیں جب انھیں موت آئے گی تو بیدار ہو جائیں گے۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام روح کے تجرد کی بابت ارشاد فرماتے ہیں [یہ حدیث انتہائی اہمیت کی حامل اور بڑی دقیق ہے]۔

ایک زندیق نے بارگاہِ امامؑ میں عرض کیا: آپؑ بیان فرمائیں جب کوئی چراغ بجھا دیا جاتا ہے تو اس کی روشنی کہاں جاتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: وہ جاتی ہے اور پلٹتی نہیں ہے۔

وہ زندیق عرض کرتا ہے: پھر آپؑ انکار کیوں فرماتے ہیں کہ انسان بھی اس طرح ہونا چاہیے یعنی جب وہ فوت ہو جائے اور اس کی روح بدن سے جدا ہو جائے تو پھر واپس نہیں پلٹتی جس طرح بجھے ہوئے چراغ کی روشنی واپس نہیں آتی۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا:

یہ قیاس درست نہیں ہے چوں کہ آگ جسموں میں پنہاں ہوتی ہے اور اجسام انھی اعیان کے ساتھ لوہے، پتھر وغیرہ کے مانند موجود ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں اور پھر ان کے درمیان آگ کی چنگاری پھوٹتی ہے جس سے چراغ روشن کیا جاتا ہے۔ پس آگ جسموں میں موجود ہوتی ہے جو جلانے بجھانے کے کام آتی ہے جب کہ روح تو ایک لطیف اور رقیق وجود رکھتی ہے جو کثیف قالب اور جسم نامی لباس میں پنہاں ہوتی ہے۔ یہ چراغ کی مثل کبھی نہیں ہو سکتی۔ کوئی ہے جس نے اسے رحم مادر میں صاف پانی سے دھویا ہے پھر اس سے

رگیں، اعصاب، دانت، بال اور ہڈیاں وغیرہ...... بنائی ہیں وہی تو ہے جو مرنے کے بعد انھیں زندہ کرتا ہے اور فنا کے بعد (جب بدن اس کا متلاشی ہوتا ہے) تو پھر اسے پلٹا دیتا ہے۔

اس نے عرض کیا: پھر اس دوران میں روح کہاں رہے گی؟

آپؑ نے فرمایا: زمین میں [عالم مادہ کے ملکوت میں] تب تک رہے گی جب تک یہ اجسام زمین سے دوبارہ اُٹھ نہیں جاتے۔

اس نے عرض کیا: اگر کوئی تختۂ دار پر لٹکا دیا جاتا ہے اور اس کا جسم تو زمین میں دفن نہیں ہوتا اس کا کیا بنے گا؟

آپؑ نے فرمایا: اس کی روح اس فرشتے کے پاس رہے گی، جس نے اسے قبض کیا تھا اور بالآخر وہ اسے ملکوت زمین کے سپرد کردے گا [اور پھر اسے برزخی صورت عطا کی جائے گی]۔

اس نے عرض کیا: کیا روح بدن سے نکل کر سرگرداں رہتی ہے یا باقی رہتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: روح تو قیامت کے صور پھونکے جانے تک باقی رہے گی۔ اس دن پھر ہر چیز فنا اور معدوم ہو جائے گی [عالم مادہ کی تو خبر نہیں] نہ کوئی حس باقی رہے گی، نہ محسوس، تب پھر تمام اشیا اپنے مدبر و حکیم ربّ کے حکم سے اپنی سابقہ شکلوں میں دوبارہ پلٹ جائیں گی (بحارالانوار، ج۶، باب احوال البرزخ وعذاب، ص۲۱۶)۔

عالم برزخ کے وجود پر قرآنی دلائل

قرآنِ حکیم میں ارشاد ہورہا ہے:

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۱۵۴)

"اور جو لوگ خدا کی راہ میں مارے گئے انھیں کبھی مردہ نہ کہنا بلکہ (وہ لوگ) زندہ ہیں مگر تم (اُن کی زندگی کی حقیقت کا) کچھ بھی شعور نہیں رکھتے۔"

اگر کوئی سوال کرے کہ اس حیات سے مراد قیامت کی حیات ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پھر کیا ضرورت آپڑی تھی کہ قرآن نے اپنے مخاطبین کو ایک ایسی حیات سے متعارف کرایا

ہے جو زندگی کم نام ہونے کے ساتھ ساتھ بالکل موجود ہی نہیں تھی اس کا حکم دیا جا رہا ہے؟

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہو رہا ہے:

وَ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ○ فَرِحِیْنَ بِمَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِیْنَ لَمْ یَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ○ یَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ وَّ اَنَّ اللّٰهَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ (سورۂ مبارکہ آل عمران: آیات ۱۶۹ تا ۱۷۱)

"اور خبردار! راہِ خدا میں قتل ہونے والوں کو مردہ خیال نہ کرنا وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار کے یہاں رزق پا رہے ہیں' خدا کی طرف سے ملنے والے فضل و کرم سے خوش ہیں اور جو ابھی تک ان سے ملحق نہیں ہو سکے ہیں ان کے بارے میں یہ خوش خبری رکھتے ہیں کہ ان کے واسطے بھی نہ کوئی خوف ہے اور نہ حزن' وہ اپنے پروردگار کی نعمت' اس کے فضل اور اس کے وعدے سے خوش ہیں کہ وہ صاحبانِ ایمان کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔"

آیتِ کریمہ قتل ہونے والوں کے لیے حیات ثابت کر رہی ہے کہ اس مخصوص دن شہدا' لطفِ خدا سے بہرہ مند ہوں گے۔ وہ بھی قیامت کے دن نہیں بلکہ موت کے بعد بلافاصلہ بہرہ مند ہوں گے۔ اس کی دلیل "یُرْزَقُوْنَ" ہے تو اس خاص حالت اور اس کے دائمی ہونے پر دلالت کر رہی ہے جبھی ارشاد فرمایا:

سَیُرْزَقُوْن

"عن قریب روزی سے لطف اندوز ہوں گے۔"

ایک دوسرا نکتہ جو قابلِ توجہ ہے اس روز کو پانے والے افراد اتنے خوش ہوں گے کہ وہ دنیا میں بسنے والے اپنے دوستوں کے متعلق یہی خواہش کریں گے کہ وہ بہت جلد ان سے آ ملیں۔ اگر یہ زندگی قیامت والی زندگی ہے تو پھر دوستوں کے ملنے کی آرزو چہ معنی دارد کہ وہ ان

سے جلد آ ملیں۔

ایک مقام پر ارشاد ہو رہا ہے:

وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (سورۂ مبارکہ طٰہٰ: آیت ۱۲۴)

"اور جو میرے ذکر سے اعراض کرے گا اس کے لیے زندگی کی تنگی بھی ہے اور ہم اسے قیامت کے دن اندھا بھی محشور کریں گے۔"

یہ آیتِ کریمہ زندگی بسر کرنے کے دو طریقے اور معیشت کا طریقہ پیش کر رہی ہے۔ معیشت "ضَنْكً" اور اندھا پن وہ بھی بروزِ قیامت۔ پہلی حیات برزخ والی حیات ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ کافر عموماً دنیاوی زندگی میں خوش حال ہوتے ہیں۔ وہ دنیاوی لذائذ سے بہرہ مند ہوتے وقت تمام حدود و قیود کو عبور کر جاتے ہیں جیسا کہ روایت میں مذکور ہے:

اَلدُّنیا سِجنُ المُؤمِنِ وَ جَنَّۃُ الکَافِرِ

"دنیا مومن کے لیے قید خانہ اور کافر کے لیے عشرت کدہ [جنت] ہوتی ہے۔"

ارشادِ ربِّ کریم ہو رہا ہے:

حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّيْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَ مِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (سورۂ مبارکہ مومنون: آیات ۹۹، ۱۰۰)

"یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کو موت آ گئی تو کہنے لگا کہ پروردگار! مجھے پلٹا دے شاید میں اب کوئی نیک عمل انجام دوں۔ ہرگز نہیں یہ ایک بات ہے جو یہ کہہ رہا ہے اور ان کے پیچھے ایک عالم برزخ ہے جو قیامت کے دن تک قائم رہنے والا ہے۔"

اس آیتِ کریمہ سے جو اہم مطلب سمجھا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ موت کے وقت انسانی ادراکی قوتیں اتنی فعال ہو جاتی ہیں کہ وہ ملکوتی صورتوں کا مشاہدہ کرنے پر قادر ہو جاتا ہے اور

ان سے ہم کلام بھی ہو جاتا ہے۔

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ موت سے لے کر قیامت تک عالم برزخ انسان کا منتظر رہتا ہے:

قَالُوْا رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَاَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ (سورۂ مبارکہ مومن: آیت ۱۱)

"وہ لوگ کہیں گے: پروردگار! تُو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو مرتبہ زندگی عطا کی تو اب ہم نے اپنے گناہوں کا اقرار کرلیا ہے تو کیا اس سے بچ نکلنے کی کوئی سبیل ہے؟"

آیت کریمہ نے دو قسم کی موتوں اور دو قسم کی زندگیوں کا تصور پیش کیا ہے۔

اب ہمارے پاس صرف ایک راہ بچ جاتی ہے جس کو ہم عالم برزخ کہتے ہیں۔ اس کا اعتراف کرلیں اس وضاحت کے بعد کہ پہلی موت [دنیاوی زندگی کے بعد] پہلی زندگی [عالم برزخ] دوسری موت [برزخی حیات کے بعد] اور دوسری زندگی سے مراد قیامت ہے۔

قرآن کریم کی سورۂ مبارکہ مومن میں ارشاد ہو رہا ہے:

فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَحَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ ۝ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ (سورۂ مبارکہ مومن: آیات ۴۵، ۴۶)

"تو اللہ نے اس مردِ مومن کو ان لوگوں کی چالوں کے نقصانات سے بچالیا اور فرعون والوں کو بدترین عذاب نے گھیر لیا۔ وہ جہنم جس کے سامنے یہ ہر صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں اور جب قیامت برپا ہوگی تو فرشتوں کو حکم ہوگا کہ فرعون والوں کو بدترین عذاب کی منزل میں داخل کردو۔"

مقامِ استدلال وہ مقام ہے جب فرعونیوں پر صبح و شام آتش ڈالی جائے گی۔ جب کہ قیامت برپا ہو جانے کے بعد تو شب و روز کا تصور اور سلسلہ اختتام پذیر ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ آیت کریمہ ایک دوسرے عذاب (اَشَدَّ الْعَذَابِ) کی خبر دے رہی ہے جو بروزِ قیامت

(یَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ) دیا جائے گا۔ یہ دونوں مطالب دلیل بن رہے ہیں کہ ایک عالمِ عالم برزخ کے نام سے موجود ہے:

فَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّ شَهِیْقٌ○ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ○ وَ اَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ (سورۂ مبارکہ ھود: آیات ۱۰۶ تا ۱۰۸)

"اور جن لوگوں نے شقاوت اختیار کی ان کا ٹھکانا جہنم ہے اس کے لیے سخت ترین فریاد اور جان دہلا دینے والا نالہ ہے۔ یہ عذاب زمین و آسمان کے درمیان برقرار ہے اور جاری رہے گا مگر یہ کہ رب یہ چاہے تو اور یہ سچ ہے کہ تمھارا رب جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور جو لوگ خوش بخت ہیں وہ زمین و آسمان میں خوش بخت ہیں ان کا ٹھکانا جنت ہے۔ یہ وہ بخشش ہے جو کبھی منقطع نہیں ہوگی۔"

آیتِ کریمہ بیان کر رہی ہے کہ جنت اور جہنم میں ہمیشہ رہنے کو مشروط قرار دیا ہے زمین و آسمان کی بقا کے ساتھ، جب کہ ہم جانتے ہیں کہ قرآن کی تصریح کے مطابق قیامت، بروزِ قیامت زمین و آسمان ہرگز موجود نہیں ہوں گے۔ یہ عذاب اور نعمتیں وہ ہیں جن کا تعلق عالم برزخ سے ہے۔

ارشادِ پروردگار ہو رہا ہے:

قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ قَالَ یٰلَیْتَ قَوْمِیْ یَعْلَمُوْنَ○ بِمَا غَفَرَلِیْ رَبِّیْ وَجَعَلَنِیْ مِنَ الْمُكْرَمِیْنَ (سورۂ مبارکہ یٰسین: آیات ۲۶، ۲۷)

"کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ وہ کہے گا: کاش! میری قوم جان لیتی کہ میرے رب نے کس طرح مجھے مستحق مغفرت ٹھہرایا ہے اور کس

طرح میرا استقبال کیا گیا ہے اور مکرمین میں میرا اشمار کیا گیا ہے۔"

یہ آیت کریمہ آل فرعون کے مومن حبیب نجار کے متعلق نازل ہوئی ہے کہ وہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آئے تو لوگوں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پیروی کی دعوت دینے لگے جب کہ فرعونیوں نے انھیں قتل کر دیا تھا اور تختہ دار پر لٹکا دیا تھا۔ خداوند کریم نے ان کی زبان حال سے ان کی موت کے بعد ارشاد فرمایا اور عالم برزخ کو ضمناً ثابت فرمایا: اس مطلب پر دلیل یہ جملہ [اے کاش! میری قوم جان لیتی] بن رہا ہے۔

برزخ کہاں واقع ہے؟

جب ہم نقلی اور عقلی دلیل کے ذریعے برزخ کے وجود کو ثابت کر چکے ہیں تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ برزخ کہاں واقع ہے؟ اور برزخ میں کیا ہوتا ہے؟ اصل بحث کا آغاز کرنے سے قبل یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ عالم برزخ کا مقام قبر نہیں ہے بل کہ یہ تو وجودِ عوالم میں سے ایک عالم ہے۔ اس مطلب کی مزید وضاحت کے لیے ضروری ہے کہ ہم اپنے اندر کی سیر کریں۔

ہم میں سے ہر کوئی اپنے اندر تین عوالم کو پاتا ہے: ① عالم جسم ہے اس کے اپنے تقاضے ہیں۔ ② عالم خیال جو ذہنی تصورات پر مبنی ہوتا ہے۔ ③ عالم عقل جو کلیات کو درک کرتا ہے۔

عالم جسم میں ہمارا سروکار مادیات سے رہتا ہے تبھی تو ہمیں جسمانی درد اور لذتوں سے واسطہ رہتا ہے۔ ہم جو غذا کھاتے ہیں وہ ہماری جسمانی ضروریات کو پورا کرتی ہے۔ جو پانی ہم نوش کرتے ہیں اس سے ہمارے جسم کو رطوبتیں مہیا ہوتی ہیں۔ اسی طرح باقی ضروریات۔ جب کہ عالم خیال میں ہم اشیا کی شبیہ کو اس طرح سامنے لاتے ہیں بل کہ بعض اوقات تو ہم ایجادات بھی کر بیٹھتے ہیں اور زبردست قسم کی تصویریں بناتے ہیں' جن کا عالم واقع اور حقیقت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا۔ اس عالم میں ہمارے تفرقات عالم جسم و مادہ سے کہیں زیادہ ہیں۔ عالم جسم میں ہمارا جسم ہزاروں کوششوں اور زحمتوں کو برداشت کر کے بل کہ طویل ترین سفر کر کے وہ اپنے مقصد تک پہنچتا ہے۔

مثلاً اگر ہم مشہد مقدس کا سفر کرنا چاہتے ہیں۔ اگر یہ سفر خیالی اور تصوراتی ہے تو ہم ایک لمحے میں مشہد مقدس پہنچ جاتے ہیں۔ اس کے ایک لمحے بعد ہم کراچی پہنچ جاتے ہیں اور اگلے لمحے ہم آسمانوں کی سیر کر رہے ہوتے ہیں۔ قوت خیال [عالم مثالی] کی فعالیات بہت تند و تیز ہوتی ہیں۔ ہمارا تھکا ہوا جسم جب نیند سے لطف اندوز ہو رہا ہوتا ہے اور ہم بے حس و حرکت

لیٹے ہوئے ہوتے ہیں' تب ہم ایک نیم مردے کے مانند ہوتے ہیں۔ اس وقت ہمارے روح اور جسم کا رابطہ منقطع سا ہو جاتا ہے۔ وہ عالم مادہ سے کوسوں دور ہو کر اپنی دنیا بسا لیتا ہے جسے عالم [رؤیا] سے تعبیر کرتے ہیں۔ عالم برزخ بھی عالم "رؤیا" ہی تو ہے۔

یہیں سے ہمیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ سوال کہ برزخ کہاں واقع ہے' ایک ناپختہ اور فضول قسم کا سوال ہے۔ اگر ہم برزخ کا حقیقت میں سراغ لگانا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں مخبر صادق علیہ السلام اور صدیقین کی طرف رجوع کرنا ہوگا۔ اس طرح وہ ہمیں برزخ کی حقیقت سے آشنا کرائیں گے۔

حضرت امام سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں:

"برزخ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا پھر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے" (بحار الانوار، ج ۶)۔

انسان کے اخلاقی ملکات' آیات کریمہ کی رُو سے عالم برزخ میں مجسم صورت اختیار کر لیں گے۔ اس عالم دنیا و مادہ میں انسان کے پاس جو کچھ تھا [درد تھے یا لذائذ] نہ سارا عذاب ہے نہ جزا بلکہ عذاب و جزا کا ایک جزو ہوگا کہ [جنت کے باغات میں سے ایک باغ اور گڑھوں میں سے ایک گڑھا] یہ اس طرح کیوں ہے یہ بحث آئندہ سطور میں ہم پیش کریں گے۔

حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے محمدؐ بن ابی بکر کو جو خط تحریر فرمایا' اس میں ارشاد فرماتے ہیں:

اے بندگانِ خدا! افسوس ہے ان لوگوں پر کہ مغفرتِ پروردگار جن کے شامل حال نہیں ہے چوں کہ موت سے سخت اور شدید' کوئی چیز نہیں۔ ہمیں قبر' اس کی تاریکی' سختی' تنہائی' تنگی اور وحشت سے ڈرنا چاہیے' اس لیے کہ قبر تو روزانہ پکارتی ہے:

"میں غربت و تنہائی کا گھر ہوں' میں مٹی اور خاک والا گھر ہوں' میں خوف وحشت والا گھر ہوں' میں کیڑے مکوڑوں والا گھر ہوں......"

ہاں! قبر تو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے۔ جب کوئی مومن دفن ہوتا ہے تو زمین کے [ملکوت] اسے مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

مرحبا! خوش آمدید! میں بھی من جملہ ان میں سے ہوں جو پسند کرتا تھا کہ تم میرے اوپر قدم رکھ کر چلو مگر اب تو تم میری آغوش میں آ گئے ہو۔ اب جانتے ہو میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گی پھر قبر کھلنا شروع ہو جاتی ہے اور اس میں حد نگاہ تک وسعت پیدا ہو جاتی ہے اور جب کوئی کافر دفن ہوتا ہے تو ملکوت زمین سے آواز آتی ہے:

لَا مَرْحَبًا بِكُمْ (سورۂ مبارکہ ص: آیت ۶۰)

''ہم تمہیں خوش آمدید نہیں کہہ رہے ہیں۔''

میں وہ ہوں جس پر تجھے چلنا ناگوار گزرتا تھا۔ اب تم مجبوراً میرے پاس آ گئے ہو۔ تمہیں اپنے اندر تو چھپانا پڑے گا مگر دیکھو میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرتی ہوں اور اچانک فشار قبر شروع ہو جاتا ہے۔ مرنے والے کی ہڈیاں ٹوٹنے لگتی ہیں جی! وہ سخت زندگی جس کے متعلق خداوند متعال نے اپنے بندوں کو متوجہ اور خبردار کیا ہے۔ وہ یہی عذاب قبر ہی تو ہے۔ خداوند متعال قبر میں ایک کافر پر ننانوے بڑے بڑے اژدھے چھوڑے گا اور وہ اژدھے اپنے دانتوں سے اس کافر کے بدن کا گوشت پیس پیس کر قیمہ بنا دیں گے۔ اس کے جسم کے گرد لپٹ کر اس کی ہڈیاں توڑ کر سرمہ بنا ڈالیں گے۔ عذاب کی یہ کیفیت اس کافر پر قیامت تک طاری رہے گی۔ عالم برزخ کے عذاب کی اتنی سی جھلک کافی ہے کہ اگر ایک اژدھا اس کرۂ ارض پر ایک پھونک مار دے تو یہ زمین لمحہ بھر میں ہریالی اور گھاس پھونس سے خالی ہو جائے۔ ہر چیز جل کر خاکستر بن جائے۔

آپؑ نے مقام تحذیر (ڈرانے) پر ارشاد فرمایا:

اے بندگانِ خدا! تمہاری اَرواح لطیف اور تمہارے اجسام ضعیف و ناتواں اور ناز و نعم کے پلے ہوئے ہیں تم تو معمولی سے عذاب کو بھی نہیں سہ سکو گے۔ اگر چاہتے ہو کہ تمہارے روح اور جسم کی برداشت سے زیادہ عذاب نہ نازل ہو چوں کہ تمہارے اندر اس کے تحمل کی طاقت اور حوصلہ نہیں ہے تو پھر وہ کام کرو جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہے جن چیزوں سے ذات کریم ناراض ہوتی ہے سے مکمل اجتناب کرو (بحارالانوار، ج۶)۔

ابراہیم بن اسحاق جازی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی بارگاہ میں التماس کی: اے فرزند رسولؐ! اس وقت مومنین کی اَرواح کہاں ہیں؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

مومنین کی اَرواح جنتی کمروں میں مقیم جنتی غذاؤں اور مشروبات سے لطف اندوز ہو رہی ہیں اور ایک دوسرے سے ملاقات کر رہی ہیں اور سب مل کر کہہ رہی ہیں:

اے پروردگار! روزِ قیامت برپا کر دیجیے چوں کہ ہم سے وعدہ کیا گیا ہے کہ اگر تم ایمان پر قائم رہے تو [اس کا اجر و جزا پاؤ گے]۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! کفار کی اَرواح کہاں ہیں؟!

فرمایا: ان کی اَرواح آگ سے بنے ہوئے کمروں میں موجود ہیں۔ جہنمی آب و طعام کھا رہے ہیں۔ یہ بھی آپس میں ملاقات کر رہے ہیں اور بارگاہِ خداوندی میں عرض کر رہے ہیں:

اے پروردگار! وہ قیامت برپا نہ کرنا جس کا تُو نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا (بحارالانوار، ج ۶)۔

جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ ائمہ اطہار علیہم السلام، قبضِ روح پر مامور ملائکہ حتیٰ کہ شیاطین وغیرہ کی مثالی تصویریں، سکرات اور غمراتِ موت کے وقت انسان کے سامنے آئیں گے اور انسان انھیں دیکھے گا۔

اب ہماری بحث اس بارے میں ہے کہ عالم قبر سے لے کر قیامت تک انسان کے ہم راہ چند ایسی تصاویر اور شکلیں موجود ہوں گی جو اس کے اعمال و کردار کی تصویریں ہوں گی وہ مجسم ہو کر اس کے سامنے آ جائیں گی۔

ہم اس سلسلے میں ایک روایت بھی پیش کر رہے ہیں:

اقلیم امامت کے پانچویں تاج دار حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

جب کوئی مومن مرتا ہے تو اس کے ہم راہ چھے تصویریں بھی قبر میں داخل ہوتی ہیں۔ ان تمام صورتوں میں ایک صورت سب سے زیادہ حسین و جمیل، خوب صورت، نورانی، پاکیزہ ترین ہو گی۔ ایک صورت دائیں طرف اور دوسری بائیں طرف، ایک سامنے اور ایک پیچھے کی طرف،

پانچویں صورت پاؤں کی طرف کھڑی ہو جائے گی۔

جو سب سے زیادہ حسین ہوگی وہ مومن کے سر کی طرف آئے گی اور یہ تصویر باقی تصویروں کو مخاطب کر کے کہے گی: تم کون ہو کہ تمھیں خدا جزائے خیر عطا کرے؟

دائیں طرف والی تصویر آواز دے گی: میں نماز ہوں۔

پھر بائیں والی تصویر بولے گی: میں زکوۃ ہوں۔

جو سامنے کی طرف تصویر ہوگی وہ آواز دے گی: میں روزہ ہوں۔

جو سر کی جانب ہوگی وہ آواز دے گی: میں حج ہوں۔

جو پاؤں کی جانب ایک طرف کھڑی ہوگی وہ آواز دے گی: میں اس کی نیکیاں [حسنِ سلوک اور اوامر و نواہی وغیرہ] ہوں جو اس نے اپنے مومن بھائیوں کے حق میں کی تھیں۔ تب وہ پانچوں تصویریں سوال کریں گی: تم جو ہم سب سے زیادہ حسین و جمیل ہو تم کون ہو؟ تو وہ تصویر جواب دے گی: میں ولایت آلِ محمدؐ ہوں (بحار الانوار، ج ٦)۔

ابو بصیرؒ روایت کرتے ہیں: میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں موجود تھا۔ آپؑ نے اچانک زمین پر اپنا قدم رگڑا جس سے ایک دریا نمودار ہوا جس میں چاندی کی کشتیاں تیر رہی تھیں۔ میں آپؑ کے ہم راہ ایک کشتی پر سوار ہوا ہم ایک ایسے مقام پر پہنچے جہاں چاندی کے رنگ کے خیام نصب تھے۔ آپؑ ایک خیمے میں داخل ہوئے اور پھر باہر تشریف لائے اور فرمایا: میں جس میں داخل ہوا تھا تم نے اسے دیکھا ہے یا نہیں؟

میں نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! جی ہاں! میں نے دیکھا تھا۔

آپؑ نے فرمایا: یہ خیمہ پیغمبرؐ گرامی قدر کا ہے۔

پھر فرمایا: وہ خیمہ امیر المومنینؑ کا ہے۔ یہ تیسرا خیمہ حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کا ہے۔ چوتھا خیمہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ سلام اللہ علیہا کا ہے پانچواں حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور چھٹا خیمہ حضرت امام حسین علیہ السلام کا ہے ساتواں خیمہ بیمارِ کربلا سید الساجدین علیہ السلام کا ہے آٹھواں خیمہ میرے بابا باقر العلوم علیہ السلام کا ہے جب کہ نواں خیمہ میرے لیے ہے۔ ہم جب دارِ فنا کو

خیمہ باد کہتے ہیں تو ان خیام میں آ کر آرام کرتے ہیں۔

یحیٰ بن اُمّ الطویل کہتے ہیں: مجھے مدینہ منورہ سے مکۃ المکرّمہ تک امام علیؑ ابن الحسین علیہ السلام کی معیت کا شرف حاصل ہوا۔ آپؑ بھی اُونٹ پر سوار تھے اور میں بھی۔ جب ہم وادیِ ضجنان میں پہنچے تو ہم نے ایک سیاہ فام آدمی کو دیکھا جو زنجیروں میں جکڑا ہوا بندھا تھا۔ اس نے بارگاہِ امامت میں التجا کی: اے فرزندِ رسولؐ! مجھے سیراب کیجیے۔

آپؑ نے سر جھکایا اور اپنی سواری کو آگے حرکت دی۔

راوی کہتا ہے: میں اسے پانی پلانے کی طرف متوجہ ہوا کہ اچانک ایک شخص نے اس کے زنجیر اپنی طرف کھینچ لی اور کہا: نہیں! اسے پانی نہیں پلانا' چوں کہ خدا نے اسے سیراب نہیں فرمایا ہے۔ [راوی کہتا ہے:] میں نے اُونٹ کو آگے بڑھایا اور امام علیہ السلام سے جا ملا۔ امام علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا: تم نے کیا دیکھا ہے؟

میں نے جو کچھ دیکھا تھا وہ بیان کر دیا۔

آپؑ نے فرمایا: وہ پیاسا شخص [سیاہ رنگ والا] معاویہ تھا (بحارالانوار، ج ٦)۔

حضرت عبداللہ بن سنان روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں سوال کیا: حوضِ کوثر کیا ہے؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا: اگر تم حوضِ کوثر کی پیمائش [دنیاوی پیمانے کے ذریعے] کرنا چاہتے ہو تو سنو! صنعا سے لے کر بصرہ تک اس کا طول ہے۔

تم حوضِ کوثر کی زیارت کا شوق رکھتے ہو؟

میں نے عرض کیا: قربان جاؤں! کیوں نہیں۔

آپؑ نے میرا ہاتھ تھاما اور مجھے مدینہ شہر سے باہر لے آئے۔ پھر آپؑ نے زمین پر اپنے مبارک قدم سے ٹھوکر لگائی ایک ایسی نہر جاری ہو گئی جس کا کنارہ معلوم نہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ میں جس مقام پر کھڑا ہوں وہ تو ایک جزیرہ لگ رہا ہے۔ میں اور امام علیہ السلام اس پر کھڑے ہیں۔ میں نے اس نہر میں برف جیسی سفیدی دیکھی تو دوسری طرف دودھ جیسی سفیدی

بھی دیکھنی نصیب ہوئی۔ اسی نہر میں یاقوت سے زیادہ سرخ شراب کا نظارہ بھی کیا۔ میں نے اس سے قبل اتنا حسین منظر نہیں دیکھا جو دودھ پانی اور شراب کی آمیزش سے مل کر حسن کو دوبالا کر رہا تھا۔ میں نے آپؑ کی خدمت میں عرض کیا: قربان جاؤں، یہ کہاں سے نکل رہی ہے [یعنی اس نہر کا منبع کہاں ہے؟] یہ نہر کہاں سے شروع ہوتی ہے؟

آپؑ نے فرمایا: یہ وہ چشمے ہیں جن کا تذکرہ خدا نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے۔ جنت میں ایک چشمہ پانی کا دوسرا دودھ اور تیسرا شراب کا' اسی نہر سے جاری ہوتے ہیں۔ میں نے اس نہر کا ساحل بھی دیکھا جس پر سرسبز درخت موجود تھے' جن کے نیچے حورالعین تشریف فرما تھیں۔ وہ اتنا خوب صورت منظر تھا جو میں نے دنیا میں نہیں دیکھا اور ان حوروں کے ہاتھوں میں جام تھے (بحارالانوار، ج ٦)۔

......✷......

قبر کی پہلی رات اور اس کا ڈر؟

موت کے سکرات اور غمرات کے متعلق بحث کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے بعد اب ہم انسان کے سفر آخرت کے وحشت ناک پڑاؤ کے متعلق بحث کریں گے اور اس پڑاؤ کا نام ہے قبر اور پھر قبر کی پہلی رات' جو عالم برزخ کے سفر کا نقطہ آغاز ہے۔ ایک بات یاد نہیں کہ وحشت کا معنی ڈر نہیں ہے بل کہ ڈر اور خوف وحشت کا لازمہ ہے۔ چوں کہ وحشت کے معنی ہیں نئی وضعیت اور کیفیت سے انسان کی عدم آشنائی اور عدم معرفت۔

انسان کے دنیا اور اس کے اسباب سے جتنا رشتہ اور تعلق گہرا ہوتا چلا جاتا ہے' اس کی وحشتوں میں بھی مسلسل اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور اس کے برعکس انسان کا دنیا اور اس کے اسباب سے جتنا تعلق اور رشتہ کم زور ہوتا چلا جائے گا اس پر موت اور اس کے بعد والے عوالم میں آسانیاں اور بہتریاں پیدا ہوتی چلی جائیں گی۔

امیر المومنین علیہ السلام مسلسل ارشاد فرماتے رہے ہیں:

"علیؑ کے لیے موت اس طرح ہے جس طرح دودھ پیتے بچے کے لیے اس کی ماں کے پستان ہوتے ہیں۔"

قبر کی پہلی رات چوں کہ خصوصی اہمیت کی حامل ہے اس لیے ہر کوئی یہ جاننا چاہتا ہے کہ قبر میں کیا ہوگا اور انسان کے ساتھ وہاں کیا سلوک ہوگا۔

سب سے بہتر یہی ہے کہ اس سلسلے میں ہم احادیث کی طرف رجوع کریں چوں کہ ان احادیث میں سوال و جواب کے ذریعے فرشتے اور انسان کے مابین ہونے والی گفتگو سے پردہ کشائی کی گئی ہے بطور نمونہ ملاحظہ کریں۔

خاتم الانبیاءؐ نے اپنے ایک صحابی سے فرمایا:

جب قبر میں [فتّان] تمھارے پاس آئیں گے تو اس وقت تم کیا پسند کرو گے؟

اس نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! قبر کے [فتّان] کیا ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: وہ دو فرشتے جو انتہائی ڈراؤنے اور بداخلاق، ان کی آواز میں بجلی کی کڑک ہے اور آنکھوں میں بجلی کی سی چمک جو آنکھوں کو چندھیا کر رکھ دیتی ہے۔ ان کے بدن کے بال یک دم کھڑے ہو جاتے ہیں، وہ زمین کو اپنے دانتوں کی تیز دھار سے شگافتہ کر دیتے ہیں۔ یہ دونوں تم سے قبر میں سوال کریں گے؟ (بحارالانوار، ج ٦)

سلیمان بن خالد روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں سوال کیا: [قبر میں پہلی رات] مرنے والے سے کون ملاقات کرے گا؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا:

دو فرشتے ہوں گے جنھیں منکر و نکیر کہا جاتا ہے جو مرنے والے کے پاس قبر میں تشریف لائیں گے اور اس سے پیغمبرؐ گرامی قدر کے بارے میں سوالات کریں گے۔ اس طرح کہ اس ہستی کے متعلق تمھارا کیا خیال ہے جو تمھارے لیے مبعوث برحق ہوئے تھے؟

مرنے والا پوچھے گا: وہ شخصیت کون ہے؟

فرشتے جواب دیں گے: اس ہستی کو رسولؐ خدا کہا جاتا ہے۔

کیا انھوں نے جو کچھ فرمایا تھا، وہ مبنی برحق تھا یا جھوٹ اور کذب؟

پھر آپؑ فرماتے ہیں:

اگر مرنے والا کسی قسم کے شک و تردد کا شکار ہوا تو نکیرین کو جواب دے گا کہ مجھے معلوم نہیں ہے۔ سنا ہے کہ لوگ اس طرح کہتے ہیں لیکن مجھے معلوم نہیں کہ یہ حق ہے یا نہیں۔ نکیرین اسے ایک تمانچا رسید کریں گے جس کی آواز اہل آسمان و زمین کے (ملکوت) حتیٰ کہ مشرکین بھی سنیں گے اور اگر وہ مرنے والا مومن اور متقی فرد ہوا تو وہ بغیر خوف ہراس کے جواب دے گا: کیا مجھ سے سردار انبیاؑ کے متعلق سوال کر رہے ہو؟

فرشتے سوال کریں گے: کیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ آپؐ رسولؐ خدا ہیں؟

وہ مومن فوراً جواب دے گا: کیوں نہیں! میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے برحق رسولؐ ہیں۔ آپؐ دین حق لے کر تشریف لائے اور ہماری ہدایت کا انتظام فرمایا۔

آپؑ فرماتے ہیں:

یہ شخص جنت میں اپنا مکان اور مقام دیکھ لے گا اور اس کی قبر کھول دی جائے گی اور پھر وہ دونوں فرشتے اسے مخاطب کریں گے: اے مومن! سو جاؤ' اتنی میٹھی نیند سو جاؤ جو کسی بھی سونے والے کے مقدر میں نہیں ہے(بحارالانوار، ج ۶)۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگ وار کا قول نقل فرمایا ہے کہ آپؑ ارشاد فرماتے ہیں:

جب کسی مومن کا انتقال ہوتا ہے تو قبر تک ستر ہزار فرشتے اس کی تشییع جنازہ میں شرکت کرتے ہیں اور جب وہ مومن قبر میں داخل ہوتا ہے تو منکر ونکیر قبر میں آ کر اس مومن کے مثالی بدن کا دیدار کرتے ہیں اور اس سے سوال کرتے ہیں: تمھارا ربّ کون ہے؟ تمھارا دین کیا ہے؟ تمھارا نبی کون ہے؟

وہ مومن جواب دے گا: اللہ میرا ربّ' محمد مصطفیٰؐ میرے نبی ہیں اور اِسلام میرا دین ہے تو اس کی قبر تا حدِ نگاہ کھل جائے گی اور اس کے لیے جنتی کھانے حاضر کیے جائیں گے' اس کے لیے روح اور ریحان پیش کیے جائیں گے۔ اس بارے میں خداوند متعال کا ارشادِ گرامی بھی ہے:

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ○ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ

''اگر قبر میں آنے والا مقربین میں سے ہوا تو پھر اس کے لیے روح اور ریحان پیش کیا جائے گا'' (سورۂ مبارکہ واقعہ: آیات ۸۸، ۸۹)۔

اس کی قبر کو ''جَنَّتُ نَعِيْمٍ'' یعنی جنتی نعمات سے پُر کر دیا جائے گا۔ آپؑ (سلسلۂ حدیث کو جاری رکھتے ہوئے) مزید فرماتے ہیں: جب کوئی کافر مرتا ہے تو ستر ہزار فرشتے (زبانیہ) عذاب نازل کرنے والے اسے قبر تک چھوڑنے آئیں گے۔ وہ کافر جنازہ اُٹھانے والوں کو اتنی بلند آواز میں مخاطب کرے گا کہ یہ آواز تمام ملکوت اور جن وانس سن سکیں گے اور قسم دے کر کہے گا کہ اگر مجھے ایک موقع دے دیا جائے تو میں مومن بن جاؤں گا:

ارْجِعُوْنِ ○ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَكْتُ كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا ۭ وَمِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ

"اگر مجھے دنیا میں دوبارہ پلٹا دیا جائے تو میں نے جو نیک کام ترک کیے تھے انھیں دوبارہ انجام دوں گا [جواب دیا جائے گا] ہرگز نہیں! یہ ایک لغو بات ہے جسے وہ بک رہا ہے اور ان کے [مرنے کے] بعد [عالم] برزخ ہے" (سورۂ مبارکہ مومنون: آیات ۹۹، ۱۰۰)۔

اسے جواب دیا جائے گا:

كَلَّا ۭ اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَاۗىِٕلُهَا

"اب باتیں مت بناؤ"۔

پھر وہ فرشتہ تمام فرشتوں کو آواز دے گا: اگر اسے دوبارہ دنیا کی طرف پلٹا دیا جائے تو پھر بھی یہ وہی کام کرے گا' جن سے اسے منع کیا گیا تھا۔ جب یہ قبر میں داخل ہوگا اور لوگ اسے دفن کر کے جدا ہو جائیں گے تو ڈراؤنی شکل وصورت کے ساتھ منکر ونکیر قبر میں داخل ہوں گے اور اسے اپنا تعارف کرائیں گے۔

پھر وہ اس سے سوال کریں گے: تمھارا ربّ کون ہے؟ تمھارا دین کون سا ہے؟ تمھارا نبی کون ہے؟ اس کی زبان میں لکنت آ جائے گی اور وہ جواب نہیں دے پائے گا۔ اس کے بعد اسے ایسے تمانچے مارے جائیں گے' جس سے ہر چیز لرز کر رہ جائے گی۔

دوبارہ اس سے پوچھیں گے: تمھارا ربّ کون ہے؟ تمھارا دین کون سا ہے؟ تمھارا نبی کون ہے؟

وہ کافر جواب دے گا: مجھے معلوم نہیں ہے۔

نکیرین اسے جواب دیں گے: تمھیں معلوم نہیں ہے' تم نے ہدایت نہیں پائی اور کام یاب نہیں ہو سکے ہو تو اس وقت جہنم کے دروازے قبر میں کھول دیے جائیں گے۔ جہنم کا کھولتا ہوا پانی بہ عنوان نُزُل (کھانے کے لیے بطور عذاب) اسے پیش کیا جائے گا چوں کہ یہ اس قول

پروردگار کی تصدیق ہے۔

وَاَمَّآ اِنْ کَانَ مِنَ الْمُکَذِّبِیْنَ الضَّآلِّیْنَ○ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ○ وَّتَصْلِیَۃُ جَحِیْمٍ (سورۂ واقعہ: آیات ۹۲ تا ۹۴)

"اور اگر جھٹلانے والوں گم راہوں میں سے ہے تو [اس کی] مہمانی کھولتا ہوا پانی ہے اور جہنم میں داخل کر دینا۔"

"فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِیْمٍ" سے مراد کھانے سے قبل مہمان نوازی کے طور پر پیش کیا جانے والا پانی جو گرم بھی ہوتا ہے اور اس میں پیپ ملی ہوئی ہوتی ہے اور "تَصْلِیَۃُ جَحِیْمٍ" سے مراد جہنم میں ڈالنا ہے (بحارالانوار، ج ۶)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"جب کوئی بندہ قبر میں پہنچتا ہے تو منکر ونکیر اس کے پاس پہنچ جاتے ہیں وہ بندہ ان سے بہت زیادہ خوف کھانے لگتا ہے۔ وہ دونوں اس سے پیغمبرؐ گرامی قدر کے متعلق سوالات کرنے شروع کر دیں گے اور سوال کریں گے: تم اس ہستی (رسولؐ اللہ) کے متعلق کیا کہتے ہو؟ جنھوں نے اس جہان میں ظہور فرمایا؟

اگر مرنے والا مومن ہوا تو جواب دے گا: میں شہادت دیتا ہوں کہ آپؐ خدا کے سچے رسولؐ تھے اور حق لے کر تشریف لائے۔ تب اسے حکم دیا جائے گا: ٹھیک ہے سو جاؤ بالکل میٹھی اور پُرسکون نیند اور شیطان کو اس سے دور کر دیا جائے گا اور قبر کو وسعت دے دی جائے گی وہ اپنے جنتی مقام کا دیدار بھی کرے گا۔"

آپؑ حدیث کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اگر مرنے والا کافر ہوا (تو فرشتوں کو جواب) دے گا: میں اس شخص کے متعلق ہرگز نہیں جانتا ہوں۔ وہ فرشتے اسے ایک ایسی ضرب لگائیں گے

جس کی آواز سوائے انسانوں کے ساری مخلوق سنے گی۔ تب خدا اس پر شیطان کو مسلط کرے گا اور حکم دے گا: اس کی قبر میں سیسے کے دو چشمے کھول دو اور پھر اس سیسے کو بجلی کی مثل کر دو یا پھر وہاں آگ جلا دو۔ وہ آگ اور پگھلا ہوا سیسہ اسے مخاطب کریں گے: ہم تمھارے بھائی اور ہم نشین ہیں اور اس پر بطور عذاب بہت بڑے سانپ چھوڑے جائیں گے اور اس کی قبر مکمل طور پر تاریک کر دی جائے گی۔ وہ سانپ اس کے بدن سے گوشت نوچتے رہیں گے' اس طرح کہ اس کی ہڈیاں جگہ جگہ سے نمایاں ہو جائیں گی۔"

نور بن جیش کہتا ہے کہ میں نے حضرت علی علیہ السلام سے سنا ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

"جب کوئی شخص قبر میں جاتا ہے تو دو فرشتے جن کے نام منکر و نکیر ہیں' اس کے پاس پہنچ جاتے ہیں۔ سب سے پہلے اس سے ربّ کریم کے متعلق سوال ہوگا کہ مَنْ رَبُّكَ؟

پھر پیغمبرؐ اکرم اور ائمہ طاہرین علیہم السلام میں سے امامؑ اوّل کے متعلق سوال پوچھے جاتے ہیں۔ اگر وہ ان کے صحیح جوابات دے دے تو نجات پا جاتا ہے اور اگر ان سوالات کے جوابات نہ دے سکے تو پھر اس پر عذاب نازل کیا جاتا ہے۔"

کسی شخص نے اس وقت آپؑ کی خدمت میں سوال کیا: اگر کوئی شخص خدا اور رسولؐ کے متعلق صحیح جواب دے اور ولی [امام] کے متعلق صحیح جواب نہ دے سکے تو اس کا انجام کیا ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: یہ شخص مُذَبذَب ہے۔ یہ جنت اور جہنم کے درمیان لٹکا رہے گا چوں کہ جس شخص کو خدا گم راہ کر دے' وہ کبھی ہدایت نہیں پا سکتا۔ اس شخص کی منزل بھی مشخص نہیں ہے (بحارالانوار، ج۶)۔

فشارِ قبر

عالم برزخ کا ایک دردناک ترین عذاب وہ ہے جو قبر کی پہلی رات دیا جاتا ہے۔ اس عذاب کے دو مشہور نام ہیں: "فشار قبر" اور "ضغطۃ القبر"۔ فشار کے معانی [دباؤ، نچوڑنا، بھینچنا] ہیں۔ جس طرح دو جسم باہم ایک دوسرے کو بھینچتے ہیں اور ایک دوسرے کو دبا کر press کر کے رکھ دیتے ہیں [یعنی جب ایک جسم دوسرے جسم کو بالکل پچکا کر رکھ دیتا ہے] شاید اس مطلب کے لیے مناسب ترین اصطلاح یہی ہے جیسا کہ ہم عالم برزخ میں انسان کے جسم مثالی کے متعلق بحث کر چکے ہیں۔

یہ فشار (دباؤ) مثالی جسم سے بنی ہوئی دیواروں کے ذریعے انجام پائے گا اور یہ عذاب بھی جسم مثالی پر ہوگا۔ ہاں! اگر روح کا مادی جسم سے بہت گہرا رابطہ ہوا تو پھر بغیر کسی رکاوٹ کے یہ عذاب دنیاوی جسم کو بھی محیط ہو جائے گا۔

جیسا کہ یزید بن معاویہ کی جب قبر کھودی گئی تو وہاں راکھ کے سوا کچھ نہ ملا۔ اس کے برعکس اگر کوئی محبِ اہل بیتؑ اور محبِ خدا ہوگا تو نہ صرف وہ فشارِ قبر سے محفوظ رہتا ہے بل کہ سال ہا سال تک اس کا دنیاوی جسم بھی صحیح و سالم رہتا ہے۔

جیسا کہ حضرت حُرؑ بن یزید ریاحی کے جسم اطہر کے متعلق مشہور ہے اور اس کے علاوہ متعدد مرد و خواتین جو متقی و پرہیزگار تھے ان کے جسموں کے متعلق بھی یہی مشہور ہے [اس سلسلے میں حضرت آیۃ اللہ دستغیب کی کتاب "داستانہائے شگفت" کی طرف رجوع کر سکتے ہیں] (بحار الانوار، ج ۶)۔

ہم یہاں بطور نمونہ چند روایات پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

یونس نے حضرت امام رضاؑ کی بارگاہ میں ایک ایسے شخص کے متعلق سوال کیا جو سولی پر لٹکایا گیا تھا کہ اے فرزندِ رسولؐ! کیا اسے بھی فشار قبر ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: ضرور (بالضرور) خداوندِ کریم ہوا کو حکم دے گا کہ اسے فشار دو۔

ابوبصیرؒ روایت کرتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں سوال کرنے کی سعادت حاصل کی کہ کیا کوئی فشارِ قبر سے نجات بھی پائے گا؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا: خدا کی پناہ نجات پانے والوں کی تعداد بہت کم ہوگی [یعنی چند افراد اس عذاب سے محفوظ رہیں گے]۔

ایک روایت میں ملتا ہے کہ جب ایک شخص نے ایک خاتون کو قتل کیا تو دفن کے بعد پیغمبرؐ اکرم اس کی قبر پر کھڑے ہو گئے' اپنے سرِ اقدس کا رُخ آسمان کی طرف کیا' اس وقت آپؐ کی آنکھوں سے اشک رواں تھے۔ آپؐ نے حاضرین کو مخاطب کر کے فرمایا: جو کچھ اس مظلومہ کے ساتھ ہوا ہے' اس پر گریہ کر رہا ہوں [میرا دل جل رہا ہے] میں خداوندِ متعال سے سوال کرتا ہوں کہ اسے میری خاطر بخش دے اور اسے فشارِ قبر سے نجات عطا فرمائے۔ پیغمبرؐ اکرم کی یہ دعا قبول ہوئی اور اس مظلومہ کی بخشش ہوئی (معاد، آیۃ اللہ دستغیب، ص ۲۷)۔

حضرت سعد جو انصار کے سردار تھے اور پیغمبرؐ گرامی قدر کے ہاں بڑے محترم شمار ہوتے تھے جب وہ سوار ہو کر آتے تو پیغمبرؐ اکرم مسلمانوں کو ان کے استقبال کا حکم دیا کرتے تھے۔ آپؐ بھی کھڑے ہو کر اُن کا استقبال کیا کرتے تھے۔ یہودیوں کے ساتھ ہونے والی جنگ کی حکمیت بھی انھیں سونپی گئی۔ ستر ہزار فرشتے ان کی نمازِ جنازہ میں شریک ہوئے۔ پیغمبرؐ اکرم نے بھی ننگے پاؤں ان کے جنازے کو چاروں اطراف سے کندھا دیا۔ آپؐ نے فرمایا: سعد کے جنازے میں ملائکہ کی صفیں بنی ہوئی تھیں۔ میرے ہاتھ میں حضرت جبرئیلؑ کا ہاتھ تھا' میں اور حضرت جبرئیلؑ اکٹھے اِدھر اُدھر آ جا رہے تھے۔ یہ اس محترم شخص کی تشییع جنازہ کا احوال ہے جو آپؐ کے ہاں بھی محترم تھا۔ حتیٰ کہ قبر میں بھی حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کے لالؐ کے ہاتھوں لٹایا گیا۔ یہ منظر دیکھ کر ان کی والدہ نے کہا: اے سعد! مبارک ہو جنت کی۔

آپؐ نے فرمایا:

تمھیں کس طرح معلوم ہوا ہے کہ تمھارا فرزند جنتی ہے؟ جب کہ سعد پر فشارِ قبر ہو رہا ہے۔ اصحاب نے عرض کیا:

یارسول اللہؐ! کیا سعد جیسے شخص پر بھی فشار قبر ہوگا؟

آپؐ نے فرمایا: ہاں! اس کا سبب سعد کا اپنے اہل خانہ کے ساتھ برا رویہ اور بدرفتاری ہے (معاد، آیۃ اللہ دستغیب، ص ۴۸)۔

فشار قبر صرف کافروں اور فجار ہی کو نہیں ہوگا بل کہ مومنین کو بھی ہوگا چوں کہ یہ بھی تو گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اس لیے انھیں دردناک عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہ عذاب بھی تو پروردگار کی طرف سے ایک طرح کی رحمت ہے چوں کہ اس طرح مومن کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں اور مومن برزخ اور قیامت کی نعمتوں کا مستحق ٹھہرتا ہے۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا:

''مومن کا فشار قبر ان تلف شدہ نعمتوں کے کفارے کے طور پر کیا جائے گا'' (بحارالانوار، ج ۶)۔

البتہ چند چیزیں فشار قبر کے اضافے اور شدت کا موجب بنتی ہیں جیسے پیشاب سے اجتناب نہ کرنا، چغلی اور مرد کا اپنی بیوی سے کنارہ کشی وغیرہ......

حضرت علی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

''فشار قبر کا سبب چغل خوری، پیشاب سے اجتناب نہ برتنا اور مرد کا اپنی بیوی سے کنارہ کشی اختیار کرنا وغیرہ ہیں'' (بحارالانوار، ج ۶)۔

حضرت ابن عباسؓ سے روایت نقل کی گئی ہے کہ پیغمبرؐ گرامی قدر نے ارشاد فرمایا:

''عذاب قبر کا سبب تین چیزیں بنتی ہیں: ① غیبت کرنا ② سخن چینی ③ بول (پیشاب) سے اجتناب نہ کرنا'' (بحارالانوار، ج ۶)۔

فشار قبر سے نجات کا سبب درج ذیل چیزیں بنتی ہیں:

''① میت کے ساتھ جریدتین [تروتازہ لکڑی رکھنا] ② موت شب جمعہ یا روز جمعہ آجائے ③ مکمل رکوع کرنا......''

حضرت زرارہؓ کہتے ہیں: میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی بارگاہِ ملکوتی میں عرض کیا:

اے فرزندِ رسولؐ! جب انسان مرتا ہے تو اس کے ہم راہ جریدتین کیوں رکھے جاتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: تاکہ عذاب اور اس کی شدت میت سے برطرف کی جائے۔ یہ تب تک ہے جب تک لکڑی گیلی رہتی ہے۔۔۔۔۔(بحارالانوار، ج ۶)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جریدتین مومن اور کافر دونوں کے لیے فائدہ مند ہوتے ہیں'' (بحارالانوار، ج۶)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

''اگر کوئی شخص روز جمعہ یا شبِ جمعہ فوت ہو جائے [بعض احادیث میں ہے فشارِ قبر] تو اس سے عذابِ قبر برطرف ہو جائے گا'' (بحارالانوار، ج ۶)۔

اسی طرح حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

''رکوع مکمل کیا کرو [اس کے ذکر کو مکمل کرنے کے بعد سر اُٹھایا کرو] اس طرح قبر کی وحشتوں سے نجات پا جاؤ گے'' (بحارالانوار، ج۶)۔

بعض عبادات بجا لانے اور قرآنِ کریم کی بعض سورتوں کی تلاوت سے بھی فشارِ قبر کی شدت میں کمی لائی جا سکتی ہے۔ ہم ان میں سے چند کا ذکر کریں گے (منازل الآخرہ: شیخ عباس قمی)۔

امیر المومنین علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: سورۂ نساء کی تلاوت کیا کرو، تم فشارِ قبر سے نجات پا جاؤ گے۔

روایت میں منقول ہے: سورۂ زخرف کی باقاعدہ تلاوت کرتے رہا کرو، اس طرح خداوند متعال تمھیں زمین کے حشرات اور فشارِ قبر سے نجات عطا فرمائے گا۔

روایت میں منقول ہے: سورۂ ن والقلم کو اپنے فرائض اور نوافل نمازوں میں پڑھا کرو، خداوند کریم تمھیں فشارِ قبر سے نجات دے گا۔

سردارِ انبیاؐ سے روایت منقول ہے: اَلْهٰىكُمُ التَّكَاثُرُ کو سوتے وقت پڑھا کرو، اس طرح عذاب سے نجات پا جاؤ گے۔

قطب الدین راوندی، ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں: ایک شخص نے ایک قبر پر خیمہ لگا

لیا' اسے معلوم نہیں تھا کہ نیچے قبر بھی موجود ہے۔ پھر اس نے سورۂ "تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ" کی تلاوت کی۔ اس نے ایک چیخ سنی۔ کہا جا رہا تھا: یہ سورت نجات دہندہ ہے۔ یہ ماجرہ آپؐ کی خدمت میں سنایا گیا تو آپؐ نے فرمایا: وہ سورت عذابِ قبر سے نجات دینے والی ہے۔

حضرت امام رضاؑ سے منقول ہے کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: نمازِ شب پڑھا کرو۔ جو شخص رات کے پچھلے پہر جاگتا ہے اور آٹھ رکعت نمازِ شب دو رکعت نمازِ شفعہ اور ایک رکعت نمازِ وتر پڑھتا ہے اور وتر کے قنوت میں ستر مرتبہ استغفار پڑھتا ہے' اسے عذابِ قبر اور جہنم سے نجات عطا کی جائے گی اور اس کو طویل عمر اور رزق میں وسعت عطا کی جائے گی۔

روایت میں منقول ہے: اگر کوئی شخص ماہِ رجب کے شروع میں دس رکعت نماز پڑھے اس طرح کہ ہر رکعت میں ایک مرتبہ سورۂ الحمد اور تین مرتبہ سورۂ توحید' وہ قیامت اور قبر کے عذاب سے نجات پائے گا۔

اسی طرح منقول ہے: جو شخص ماہِ شعبان کی پہلی رات کو سو رکعت نماز ادا کرے گا۔ اس طرح کہ ہر رکعت میں سورۂ الحمد اور سورۂ توحید پڑھے اور ان سے فارغ ہونے کے بعد پھر پچاس مرتبہ سورۂ توحید کی تلاوت کرے' وہ عذابِ قبر سے نجات پائے گا۔

روایت میں منقول ہے: جو شخص نجف اشرف میں دفن ہو گا' وہ عذابِ قبر اور منکر نکیر کے حساب سے نجات پا جائے گا۔

......✱......

روح اور قبر کا تعلق اور زیارت قبور کا فلسفہ

ایک سوال جو ہم میں سے اکثر کے اذہان میں محوِ گردش رہتا ہے کہ اگر روح اپنے مثالی جسم کے ساتھ اصالت اور حقیقی تعلق رکھتا ہے جب کہ سپردِ خاک کیے جانے والے جسم کی ماہیت وحقیقت صرف اتنی سی ہے اس نے بالآخر خاک ہو جانا ہے تو پھر مزاروں پر حاضری کا کیا فائدہ ہے اور فاتحہ درود کس لیے پڑھے جاتے ہیں' جب کہ ہم تو قبر پر جا کر صاحبِ قبر کو اس طرح مخاطب کرتے ہیں گویا وہ صاحب قبر ہمیں دیکھ رہا ہے؟

اس کے جواب میں ہم اتنا عرض کریں گے کہ جو چیز سپردِ خاک ہو رہی ہے' وہ نہ صرف انسان نہیں ہے بل کہ وہ تو انسان کا جسم اور اس کے اعضا و آلات بھی نہیں ہیں۔ یہ سب کچھ تو وہ کبھی تھا' جب کہ اب تو ایک ناچیز مٹھی بھر خاک ہے جو مادہ کی طبیعت کا خاصہ اور لازمہ ہے جو زبان' کان' آنکھوں سے محروم ہے۔ اب دھڑکنے والا دل بھی نہیں رہا...... البتہ اکثر روایات کی بنیاد پر اس میں شک نہیں کہ روح کا قبر کے ساتھ جہاں اس کا جسم دفن ہوتا ہے' بڑا گہرا رابطہ اور خصوصی عنایات والطاف ہوتے ہیں جس کے چند سبب اور علل درج ذیل چیزوں کو قرار دیا جا سکتا ہے:

① محل و مقام دفن:

یہ وہ مقام ہوتا ہے جو دنیاوی حیات کا آخری اور اُخروی حیات کا پہلا نقطہ اور مقام ہوتا ہے۔ روح اس واقعہ کو ہرگز فراموش نہیں کرتی ہے اور اس حساس مقام کے ساتھ اسے ایک خاص اُنس و محبت پیدا ہو جاتی ہے۔

② اس مقام پر متوفی کے دوست احباب کی رفت و آمد رہتی ہے۔ اسی مقام پر اکٹھے ہو کر سب مل کر متوفی کو یاد کرتے ہیں اور اس کی خاطر چند نیک کام بھی انجام دیتے ہیں' جیسے صدقہ دینا' خیرات' زکوٰۃ' تلاوتِ قرآن' فاتحہ وغیرہ۔ اگرچہ ان نیک کاموں کے اثرات دور سے بھی متوفی کی روح تک پہنچ جاتے ہیں اور اس کی خوشی اور مسرت کا

سبب بنتے ہیں لیکن اگر متوفی کی قبر پر یہ اُمور [صدقہ' خیرات' زکوٰۃ' تلاوت فاتحہ] انجام دیے جائیں تو ان کے اثرات مزید گہرے ہو جاتے ہیں۔

④ جس طرح خانہ کعبہ خداوند متعال کی نظر میں خصوصی مقام رکھتا ہے۔ خانہ کعبہ میں جمع ہونے والوں پر خدا کی خصوصی توجہ ہوتی ہے اور وہ کریم ان پر اپنے الطاف و انعامات کا خصوصی نزول فرماتا ہے۔ اگر متوفی کا تعلق بھی اولیاء اللہ سے ہوا تو وہ بھی اپنی قبر کے زائرین پر خصوصی مہربانی فرمائے گا۔

بنابرایں جو لوگ دنیا سے چلے جاتے ہیں وہ لوگوں سے بے خبر نہیں ہوتے ہیں۔ بالخصوص جب کوئی قبروں پر جاتے ہیں یا مزاروں پر حاضری دیتے ہیں تو اس کام سے مرحومین خوش ہوتے ہیں۔ اسی لیے تو مرحومین کی قبر پر حاضری اسلام کے مسلم مسائل میں سے ایک ہے۔

بل کہ قرآنِ کریم نے بڑی صراحت کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے:

وَ لَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّ لَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ مَاتُوْا وَ هُمْ فٰسِقُوْنَ (سورہ مبارکہ توبہ: آیت ۸۴)

"اور خبردار! ان میں سے کوئی مر بھی جائے تو اس کی نمازِ جنازہ نہ پڑھنا اور اس کی قبر پر کھڑے بھی نہ ہونا کہ ان لوگوں نے خدا اور رسولؐ کا انکار کیا اور حالتِ فسق میں دنیا سے گزر گئے ہیں۔"

مرحومین اپنے علم و آگہی کی بدولت ہمارے کردار اور اعمال و رفتار سے آگاہ ہوتے ہیں۔ وہ خدا کے اِذن سے جو طبیعت سے مافوق طاقت رکھتے ہیں' کے ذریعے جہاں جانا چاہیں' جاسکتے ہیں۔ وہ زندہ افراد کے حالات سے مکمل آگاہ ہوتے ہیں۔ وہ تو زندہ افراد کے مستقبل کا بھی علم رکھے ہوتے ہیں۔

اس سلسلے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"مومن کا مقام جو پروردگار کی بارگاہ میں ہے وہ اس کے ذریعے ہر ہفتے' ہر مہینے یا سال میں ایک مرتبہ اپنے خاندان کا دیدار کرتا ہے۔ وہ اپنے خاندان

میں اگر اچھی خبر اور خوبی دیکھے تو خوش ہو جاتا ہے اور اگر انھیں سختی اور رنج و الم میں مبتلا دیکھے تو غم گین اور پریشان ہو جاتا ہے" (بحارالانوار، ج ٦)۔

مُردوں کی اپنے خاندان کے زندہ افراد سے ملاقات کا مقام صرف مزار اور قبور نہیں ہیں بل کہ مرحومین [ان کی برزخی اَرواح] زمین کے مختلف اہم مقامات پر بھی ملاقات کر سکتے ہیں۔ بالخصوص وہ مقامات جہاں مومنین کی اَرواح موجود ہوتی ہیں جیسے مقدس مقامات اور زیارات کے لیے مقاماتِ مقدسہ، البتہ اَرواح کے جمع ہونے کی صحیح جگہ اور اصلی مقام شبہ جزیرہ عربی جو ایک اہم وادی ہے، جن میں سے ایک نجف اشرف میں ہے۔ اس کا نام وادی السلام ہے اور دوسری وادی یمن میں ہے جس کا نام برہوت ہے۔

وادی السلام ایسی مقدس وادی ہے، یہاں پر صرف سعادت مند اَرواح جمع ہوتی ہیں۔ یہ مقام محبانِ اہل بیتؑ کے لیے مخصوص ہے۔ جب کہ برہوت میں گناہ گار اور دشمنانِ اہل بیتؑ کی اَرواح جمع ہوتی ہیں۔

ہم ان دونوں مقامات کی اہمیت اور عالم برزخ سے ان کے تعلق کے لیے ایک دفعہ پھر روایات کے سراغ میں چلتے ہیں۔

ابن حبابہؓ ایک طویل حدیث کے ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں: امیر المومنین علیہ السلام کوفہ سے باہر تشریف لے گئے اور "غریین" نامی مقام پر پہنچے اور پھر اسے بھی عبور کر گئے، میں [ابن حبابہؓ] اور قنبرؓ بھی آپؑ سے جا ملے۔ آپؑ بغیر کوئی چیز بچھائے زمین پر تشریف فرما ہو گئے۔

قنبرؓ نے عرض کیا: یا امیر المومنینؑ! اگر آپؑ اجازت مرحمت فرمائیں تو میں آپؑ کے بیٹھنے کے لیے اپنی عبا بچھا دوں؟

آپؑ نے فرمایا: نہیں! اس کی ضرورت نہیں ہے یہ مقام اور جگہ، درحقیقت ایک مومن کی خاک ہی تو ہے، جہاں پر وہ اپنے برادران سے آ کر ملاقات کرتا ہے؟

ابن حبابہؓ نے عرض کیا: یا امیر المومنینؑ! یہ تو سمجھ آ گیا ہے کہ یہ مومن کی تربت ہے۔ مگر یہ جملہ کہ یہاں پر مومن کی اپنے بھائیوں کے ہم راہ رفت و آمد رہتی ہے، سمجھ نہیں آیا۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا: اے فرزند نباتہ! جو منظر میری نگاہیں دیکھ رہی ہیں' اگر تمھارے لیے وہی منظر قابل دید بن جائے تو پھر تمھیں پتا چلے کہ اس جگہ کس طرح اُرواحِ مومنین آ کر اکٹھی ہوتی ہیں اور باہم مل بیٹھتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملاقات کرتی ہیں اور بات چیت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔

اس مقام پر ہر مومن کی روح آتی ہے اور وادیِ برہوت وہ مقام ہے' جہاں پر کفار کی اُرواح جکڑی ہوئی لائی جاتی ہیں (بحارالانوار، ج۶)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"میں مکہ کے جبل (پہاڑ) رضوی پر مومنین کی اُرواح کو اکٹھا دیکھ رہا ہوں' وہ سب مل کر وہاں کھا پی رہے ہیں۔ وہاں منعقد ہونے والی محافل میں شرکت کر رہے ہیں اور یہ سلسلہ جاری رہے گا' یہاں تک کہ ہمارے قائمؑ کا ظہور نہ ہو جائے اور جب ہمارا قائمؑ قیام کرے گا تو خداوند متعال انھیں ان کی قبروں [عالم برزخ] سے اُٹھائے گا اور وہ گروہ دَر گروہ لبیک کہہ رہے ہوں گے۔ اس وقت باطل سوچ کے مالک افراد شک سے دوچار ہوں گے اور دین ساز لوگ نیست و نابود ہو جائیں گے اور مقرب بندوں کو نجات نصیب ہوگی۔"

حبّہ العرنی کہتے ہیں: ہم امیرالمومنین علیہ السلام کے ہم راہ کوفہ شہر کی پشت کی طرف روانہ ہوئے۔ آپؑ وادی السلام میں ٹھہر گئے۔ آپؑ کی حالت ایسے ہوگئی' جیسے آپؑ کئی اقوام کو خطاب کر رہے ہوں۔

میں بھی آپؑ کے ہم راہ کھڑا رہا' یہاں تک کہ تھک گیا' میں تو مجبور ہو کر بیٹھ گیا اور جب بیٹھ بیٹھ کر تھک گیا تو میں دوبارہ کھڑا ہو گیا۔ پھر سے تھکاوٹ نے آ گھیرا' میں پھر بیٹھا اور پھر بیٹھ بیٹھ کر تھک گیا بالآخر میں اُٹھ کھڑا ہوا اور اپنی عبا سمیٹ کر آپؑ کی خدمت میں عرض کیا: یاامیرالمومنینؑ! آپؑ کے اتنے طویل قیام پر میرا تو دل کڑھنے لگا ہے' لہٰذا لحہ بھر کے لیے سستا

لیجیے اور میں نے اپنی عبا آپؑ کے بیٹھنے کے لیے بچھائی۔ آپؑ نے فرمایا: اے حبہ! [ہم جس جگہ کھڑے ہیں] اور گفتگو کر رہے ہیں' یہ جگہ مومنین کے گفتگو کرنے کے لیے مخصوص ہے۔ اس جگہ سے وہ بڑے مانوس ہیں' وہ یہاں پر اکٹھے ہوتے ہیں اور آتے جاتے رہتے ہیں۔

میں نے عرض کیا: یا امیرالمومنینؑ! کیا واقعی یہ سچ ہے [یہاں پر مومنین کی اُرواح جمع ہوتی ہیں]؟

آپؑ نے فرمایا: اگر تمھاری آنکھوں سے پردہ ہٹا دیا جائے تو تم دیکھو گے کہ وہ گروہ در گروہ اِدھر اُدھر چکر لگا رہے ہیں اور اکٹھے بیٹھ کر باہم گفتگو کر رہے ہیں۔

میں نے عرض کیا: مومنین کے اجسام یا اُرواح؟

آپؑ نے فرمایا: مومنین کی اُرواح' چوں کہ اس کرۂ ارض پر جہاں بھی کوئی مومن مرتا ہے تو اس کی روح کو حکم دیا جاتا ہے کہ وادی السلام میں پہنچ جاؤ۔ چوں کہ وادی السلام وہ سرزمین ہے جو بہشتِ عدن سے ملی ہوئی ہے (بحارالانوار، ج ٦)۔

بادشاہِ روم نے حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے جو سوالات دریافت کیے' ان میں ایک سوال یہ بھی تھا کہ مرنے کے بعد اُرواحِ مومنین کہاں جمع ہوتی ہیں؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا: ہر شبِ جمعہ بیت المقدس کے نزدیک صخرہ کے مقام پر [چوں کہ اس کا ملکوت] خدا کے عرش کے نیچے ہے اور یہ مقام عرشِ خدا کے سب سے نزدیک ہے۔ یہیں سے زمین کو پھیلایا گیا اور اسی مقام سے زمین لپیٹی بھی جائے گی اور اسی مقام سے محشر برپا ہوگا اور اسی مقام سے خداوندِ کریم ملائکہ پر ولایت و حکومت کر رہے ہیں۔ اس کا اگلا سوال یہ تھا کہ اُرواحِ کفار کہاں جمع ہوتی ہیں؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا:

"حضر موت میں جو یمن شہر کے عقب میں واقع ہے' وہاں پر اکٹھی ہوتی ہیں" (بحارالانوار، ج ٦)۔

امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"بدترین وہ کنواں ہے جو آتشیں صحرا (برہوت) میں واقع ہے، جہاں پر کفار کی اَرواح جمع ہوتی ہیں" (بحارالانوار، ج ٦)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

ایک شخص پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! میں نے ایک عجیب وغریب واقعہ دیکھا ہے۔

آپؐ نے فرمایا: کیا دیکھا ہے؟

اس نے عرض کیا: ہمارے ہاں! ایک مریض تھا' میں نے اس کی شفایابی کے لیے احقاف میں واقع کنوؤں کی طرف جانے کا پکا ارادہ کیا۔ یہ کنویں "برہوت" میں واقع ہیں تا کہ وہاں سے پانی لے کر آئیں اور اس مریض کو شفا کی غرض سے پلائیں [ان کنوؤں کا پانی گویا معدنیات کا درجہ رکھتا تھا]۔

میں نے ایک مشکیزہ اور بڑا پیالہ لے کر اپنے سفر کا آغاز کر دیا۔ جب وہاں پہنچا تو میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک زنجیر نما کوئی چیز زمین پر آ کر لٹکی ہوئی ہے اور کوئی پکار رہا ہے: اے فلاں! مجھے سیراب کرو۔ میں نے سر اُٹھا کر دیکھا پیالے میں پانی بھرا اور اسے پلانے کی غرض سے چل پڑا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک شخص ہے اور اس کی گردن میں زنجیریں پڑی ہوئی ہیں۔ لیکن میں چل پڑا تا کہ پانی کا بھرا ہوا پیالہ اسے دوں۔ میں نے دیکھا کہ وہ مجھ سے دُور ہو رہا ہے۔ وہ مجھ سے اتنا دور ہو گیا اور اس طرح دکھائی دے رہا تھا' جیسے وہ سورج پر لٹک رہا ہو۔ میں اپنی جگہ پر واپس آ گیا اور اس کنویں کے پاس پہنچ گیا۔ میں نے اسے ایک مرتبہ پھر دیکھا وہ مجھ سے کہہ رہا تھا: "اَلعَطَش اَلعَطَش" اے فلاں بن فلاں! مجھے پانی پلاؤ' میں پیاس کی وجہ سے مر رہا ہوں۔ میں نے ایک مرتبہ پھر پیالہ بلند کیا' وہ پھر پہلے کی طرح مجھ سے دُور ہو گیا اور پھر وہ سورج پر لٹکا ہوا نظر آنے لگا۔ یہ عمل تین بار دہرایا گیا۔ میں اسے پانی نہیں دے سکا۔

رسولؐ پاک نے فرمایا:

"وہ شخص قابیل بن آدم تھا' جس نے اپنے بھائی کو قتل کیا تھا۔ اس واقعہ کا

ذکرِ خداوند متعال نے قرآن مجید میں بھی فرمایا ہے:

وَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ......

"وہ لوگ جو غیر خدا کو پکارتے ہیں ان کے ہاتھ کچھ نہیں آتا۔"

اس شخص کی مثال اس پیاسے کی سی ہے جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کے لیے بڑھاتا ہے تاکہ پانی منھ میں ڈال سکے مگر وہ پانی تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی پہنچے گا چوں کہ کفار کا انجام تباہی و بربادی کے سوا کچھ نہیں ہے" (بحار الانوار: ج ٦)۔

اس اہم نکتے کو فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ اگر اَرواح کرۂ ارض کے کسی خاص مقام پر موجود ہوں تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ وہ زمین کے باقی حصوں پر موجود نہیں ہو سکتے ہیں۔ یہ کسی خاص جگہ پر روح کی موجودگی کی حالت حضرت آیۃ اللہ دستغیب نے بڑی خوب صورت مثال دی ہے کہ سورج کی شعاعیں تو ساری زمین پر برابر پڑتی ہیں مگر جہاں آئینہ یا بلور موجود ہو وہاں شعاعوں کی روشنی اکٹھی ہو جاتی ہے چوں کہ انھیں اپنی ہم جنس چیز مل جاتی ہے البتہ تمام اموات پر یہ کیفیت طاری نہیں ہوتی جیسا کہ ہم ایک حدیث اس سلسلے میں پیش کر چکے ہیں۔

عالم برزخ میں موجود اَرواح کو جس چیز کی بہت ضرورت ہوتی ہے وہ گناہوں کی بخشش کہ خیرات و صدقات وغیرہ کے ذریعے ان کے لیے مغفرت طلب کی جائے تبھی تو حکم ہے کہ قبور اور مزارات سے گہرا تعلق برقرار رکھو۔ اسی سے زیارت قبور کا فلسفہ بھی واضح ہو جاتا ہے۔ اس سلسلے میں ہادیانِ دین نے بڑی تاکید فرمائی ہے۔

رسولِ خدا ارشاد فرماتے ہیں:

"اپنے مرحومین کی قبور کی زیارت کے لیے جایا کرو، ان پر درود بھیجا کرو۔ اس زیارت میں تمھارے لیے سبق اور نصائح موجود ہیں" (محجۃ البیضاء: ج ٨، ص ٢٨٩)۔

اس کے علاوہ بھی روایات اور اخبار موجود ہیں جو بیان کرتی ہیں کہ صدقات و اذکار حسین صورت میں مجسم ہو کر مرحوم کے روح کے پاس پہنچتے ہیں۔ ہم نے طوالت کے ڈر سے انھیں ذکر نہیں کیا۔

......۞......

ماتقدّم [جو عمل آگے بھیجا ہے] اور ماتأخّر [جو دنیا میں چھوڑا] کے آثار

ایک بڑا اہم سوال پیش خدمت ہے کہ آیا مرنے کے بعد متوفی کا نامہ اعمال بند ہو جاتا ہے یا پھر کھلا رہتا ہے؟ مکمل طور پر نہیں۔

اوّلاً: چوں کہ عالم برزخ اور عالم دنیا آپس میں جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔ عالم برزخ کے شب و روز اور مہ و سال وہی دنیا والے ہوتے ہیں۔ برزخ میں زندگی بسر کرنے والا انسان تمام حوادثات میں دنیا پر ہی بھروسا کرتا ہے۔

ثانیاً: متوفی کے بعض اعمال کے بڑے وسیع اثرات ہوتے ہیں' جن کا ذمہ دار یہی متوفی تھا اور اب بھی ہے' چاہے یہ اعمالِ صالح ہوں یا گناہ اور آلودگی وغیرہ۔ مثلاً اگر کوئی متوفی اپنے بیٹے کو چھوڑتا ہے اور اس نے ان کی تربیت بھی کی تھی تو ان بیٹوں کے اعمالِ صالح میں سے باپ کو بھی حصّہ ملے گا اور ماں کو بھی ملے گا۔ اسی طرح اگر اولاد بدکردار اور گناہ گار ہے تو بھی اس کو حصّہ ملے گا۔ اس لیے کہ فرزند کی تربیت میں جو کمی رہ گئی تھی' اس کا ذمہ دار والدین کو ٹھہرایا جائے گا۔

بنابرایں انسان کا نامہ اعمال عالم برزخ کے آخری لمحے تک کھلا رہے گا۔ البتہ بعض اوقات انسان کے اعمال کے اثرات خود اعمال سے بھی زیادہ ہوتے ہیں۔

ہم ایک مثال پیش کیے دیتے ہیں' جس سے بات بالکل واضح ہو جائے گی۔ آپ فرض کریں کہ ایک کسان نے ایک دانہ اُخروٹ بطور بیج بویا ہے جو ایک عرصے بعد ثمردار پودا بن جاتا ہے۔ اس ایک دانہ [بیج] سے کئی ہزار اُخروٹ حاصل ہوتے ہیں۔ اب اگر یہ شخص سفر پر چلا جائے اور بیس سال بعد واپس آئے تو ان بیس سالوں میں اس کی عدم موجودگی میں کئی ہزار اُخروٹ جمع ہو جائیں گے۔ یہ تعداد ان اُخروٹوں سے بہت زیادہ ہے جو اس نے اپنی موجودگی میں اکٹھے کیے تھے اس لیے کہ یہ بیس سالوں کا جمع شدہ پھل ہے۔

پیغمبر اکرم نے ارشاد فرمایا:

لوگوں کے درمیان بدعت ایجاد کرنے سے اجتناب کرو۔ اگر کوئی شخص معاشرے میں ناپسندیدہ اور ناجائز رسم کو رواج دیتا ہے تو اس کا گناہ اور جو اس پر عمل کرے گا اس کا گناہ، سب گناہ اس کے نامہ اعمال میں درج کیے جائیں گے۔ خداوند متعال ارشاد فرما رہا ہے: تم نے جو کچھ آگے بھیجا ہے ہم اس کے آثار بھی تحریر کریں گے۔

نیز ارشاد فرمایا: انسان وہ سب کچھ دیکھے گا جو اس نے آگے بھیج رکھا ہے اور اپنے پیچھے جو کچھ چھوڑا ہے وہ بھی اس تک پہنچتا رہے گا اور اس کی بھی اسے باقاعدہ خبر دی جائے گی (بحار الانوار، ج ۶)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"مرنے کے بعد انسان تک تین چیزوں کا اجر پہنچتا ہے: ① اس نے اپنی زندگی میں جو بھی نیک کام شروع کیا ہے اور اپنی زندگی میں اس پر عمل کیا ہے تو مرنے کے بعد اس کے آثار بھی پہنچتے ہیں۔ ② وہ سنت جو راہ نماؤں نے قائم کی ہے مرنے کے بعد بھی اس کا ثواب متوفی تک پہنچے گا۔ ③ وہ صالح اور نیک اولاد جب اپنے والدین کے لیے مغفرت طلب کریں گے تو اس کا ثواب پہنچے گا" (بحار الانوار، ج ۶)۔

آخری مطلب جس کا ذکر اس فصل میں ضروری ہے وہ برزخ میں زندگی بسر کرنے والے دیوانوں اور بچوں کا مسئلہ ہے۔ اس کے لیے ایک وسیع اور استدلالی بحث کی ضرورت ہے۔ ہم بطور نمونہ چند مثالیں پیش کر رہے ہیں۔ حدیث میں مومنین کے بچوں کے متعلق کیا حکم ہے، ہم آئندہ فصل میں پیش کریں گے۔

عبدالرحمٰن بن غنم کہتے ہیں: جب حضرت خاتم الانبیاءؐ معراج پر تشریف لے گئے تو اس بزرگ شخص کے پاس سے گزرے جو درخت کے نیچے تشریف فرما تھے اور ان کے اردگرد بچوں کا جم غفیر موجود تھا۔ پیغمبرؐ گرامی قدر نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون ہے؟

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: یہ آپؐ کے جد بزرگوار حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔

پھر ارشاد فرمایا: یہ بچے کون ہیں؟

عرض کیا: یہ مومنین کے بچے ہیں جو یہیں سے غذا کھاتے ہیں اور آپؑ ہی ان کی تربیت کرتے ہیں (بحارالانوار، ج۲۶)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''ہمارے شیعوں کے بچوں کی حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا کے ذریعے تربیت کی جائے گی'' (بحارالانوار، ج۲۶)۔

......❁......

فصل چہارم

قیامت کا دن

مقاصد

اس فصل میں ہم بحث کریں گے نظامِ خلقت کے مرحلہ دوّم (دوسرے جہان) کے متعلق۔ یہ انسانی حیات کا تیسرا مرحلہ [دنیا برزخ قیامت] ہے۔ ہر انسان خدائی عطیہ عقل وفکر کے ذریعے اپنے اندر اشتیاق رکھتا ہے کہ وہ قیامت کے واقع ہونے کے متعلق معلومات حاصل کرے اور سب سے بڑھ کر وہ انہی عقل کے ذریعے قیامت کا ادراک کرنا چاہتا ہے۔ ہم بحث عقل پیش کرنے کے بعد خاندانِ وحی ونبوت سے منقول روایات کو پیش کریں گے۔ ہم موت کے بعد والی حیات کے عمیق ترین عقیدہ کو پیش کریں گے۔

ہم اس اساس کی بنیاد پر اس فصل میں قیامت کے امکان اور وقوع دونوں موضوعات پر بحث کریں گے۔ ایک نوع میں دلیل عقلی پیش کریں گے اور دوسری فصل میں بحث نقلی پیش کریں گے۔

قیامت کے وجود پر عقلی دلائل

① برہانِ حرکت

یہ مسئلہ یقینیات میں سے ہے کہ عالم طبیعت کے تمام ذرّات دم بہ دم حرکت و تحول میں مصروف و مشغول ہیں۔ عالم طبیعت میں تو لمحے بھر کے لیے بھی ٹھہراؤ اور سکون نہیں ہے۔ یہ حرکت مادہ کی کسی مخصوص وضعیت' کیفیت' مقدار اور زمان و مکان کی محتاج نہیں ہوتی ہے بلکہ عالم اسلام کے جلیل القدر فلسفی حضرت ملا صدرا شیرازی نے بڑا عمیق اور لطیف برہان کے ذریعے ثابت کیا ہے کہ مادہ کی ذات جوہر میں ہمیشہ حرکت جاری رہتی ہے بلکہ اس ذات کے اعراض بھی ذات کی اتباع کرتے ہوئے ہمیشہ متحرک رہتے ہیں۔ اگر ہم اس کے مفہوم کی بات کریں تو اس کا مفہوم مادہ کی طبیعت یا قوت سے فعلیت کے درجے میں تبدیل ہونے کو بیان کرتا ہے۔

اگر ہم قائل ہو جائیں کہ کمال کے بغیر بھی کوئی حرکت ہوتی ہے تو یہ لغو اور باطل ہے۔ مثلاً جہانِ ہستی کی ایک شئے ہے جسے "سیب" کہتے ہیں۔ یہ اپنے اندر ہی اپنے کمال کو تلاش کرتا ہے۔ وہ اپنے تدریجی تکامل کے مراحل طے کرتا ہے اور اپنے اندر پائی جانے والی استعداد سے بھرپور استفادہ کرتا ہے۔ اس طرح وہ نہ صرف اپنے آپ کو آشکار تر بلکہ آشکار ترین کرتا ہے اور پھر ایک پھل کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور دیکھنے والوں کو درخت پر ایک مکمل سیب نظر آنے لگتا ہے۔ اسی طرح طبیعت کا جہان بھی اپنی اُخروی اور کمال کی جانب گامزن ہو جاتا ہے اور محفوظ ترین راستے پر اپنی حرکت جاری رکھتا ہے پھر آخری جہان میں جا کر اپنے آپ کو آشکار اور نمایاں کرتا ہے۔

بنابرایں عالم آخرت صرف عالم مادہ کے فعلیت پذیر ہونے کا مقام ہوتا ہے۔

۲ نمایانِ رحمت

اگر ہم اس جہان کے موجودات پر ایک نظر ڈالیں بالخصوص اس جہان کے زندہ افراد پر نظر ڈالیں تو ہمیں احساس ہوگا کہ خدا کی بے پایاں رحمت ہر کسی کے شامل حال ہے بالفرض اگر ہم ایک ناتواں سے کیڑے مکوڑے کی طرف نظر دوڑائیں تو دیکھیں گے کہ خدا نے اس کے لیے بھی بڑی مناسب روزی کا اہتمام اور انتظام فرمایا ہے۔ مثلاً یہ انسان جب رحم مادر سے اس جہانِ طبیعت پر اپنا قدم رکھتا ہے تو اس کی آمد سے قبل انتہائی طاقت ور اور گرم گرم دودھ اس کے لیے تیار کر دیا جاتا ہے اور پیدائش کے دوران میں کسی حیوان کو کوئی خطرہ لاحق ہو جائے تو خداوند متعال اسے مناسب ترین اسلحہ سے لیس کر کے دفاع کی صلاحیت اور استعداد عطا فرما دیتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اس ربّ کریم نے کسی چیز کو بھی فضول پیدا نہیں فرمایا اور اس کے حال پر نہیں چھوڑا ہے بل کہ مناسب طریقے سے اسے کمال تک پہنچایا ہے۔ ہم ایک طرف رحمتِ خدا کے شاہد ہیں جو موجودات کو ان کے کمال تک پہنچا رہے ہیں تو دوسری طرف اس بات پر بھی شاہد ہیں کہ تمام اچھے انسان اس سے قبل کہ اپنے کمالات سے ذرہ برابر بھی استفادہ کر پاتے، خاک نشین ہو گئے ہیں۔

اگر موجودات اور بالخصوص انسان کے نقطۂ کمال پر پہنچنے کی تفسیر اس زاویہ نگاہ سے کی جائے کہ اس کی ابتدا اور انتہا دونوں مٹی ہیں تو پھر یہ تفسیر نہ صرف صحیح نہیں ہوگی بل کہ بڑی احمقانہ قسم کی ہوگی؛ جب کہ عقل حکم لگاتی ہے کہ کوئی بھی حکیم [اس لفظ حکیم سے مراد علی الاطلاق ذاتِ خداوند ہوتی ہے] فضول کام انجام نہیں دیتا بل کہ عقل حکم لگاتی ہے کہ یہ دنیا اور اس کے ظرف میں اس کے کمالات کے اثرات سے بہرہ مند ہونے کی استعداد اور صلاحیت ہی نہیں ہے تبھی تو مرنے کے بعد انسان کا جسم اور روح اس محدودیت کی قید سے آزاد ہو جاتے ہیں اور پھر وہ خدا کے وسیع اور لامحدود وسائل سے استفادہ کرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

③ بُرہانِ حکمت

حکیم اسے کہا جاتا ہے جو بے ہودہ اور فضول کام انجام نہیں دیتا۔ خداوندِ متعال حکیم ہے چوں کہ ہم اس جہانِ ہستی میں کوئی ایسا موجود نہیں پاتے ہیں جو حساب کتاب اور پروگرام اور نظم سے باہر ہو۔ ہر چیز کی اَساس ایک نقشہ اور حساب پر رکھی گئی ہے اور اسی کے تحت اس کی خلقت بھی ہوئی ہے۔ اگر یہ ساری موجودات بشمول انسان ایک لمحے میں فنا ہو جائے اور یہ فنا ابدی ہو تو پھر خالق جہان کو حکیم کس طرح کہا جائے گا؟

اگر کوئی انسان کائنات کے نظامِ تخلیق میں ذرا گہرائی تک غوطہ لگائے تو وہ کسی بھی لمحے اس سلسلۂ تخلیق کے خالق کے احمقانہ پن کا قائل نہیں ہوگا' اس لیے کہ اسے آگاہی اور آشنائی ہو جائے گی۔ کوئی شخص لمحے بھر کے لیے بھی اس کائنات کے تخلیقی نظام میں بدنظمی کا قائل نہیں ہوا ہے۔ مثلاً ایک شخص اگر کسی کے کچن میں جائے جہاں پر نہایت ہی لذیذ کھانا تیار کیا گیا ہو' وہ خوب شکم سیر ہو کر کھانا کھائے اور پھر کھانا پکانے والے پر اگر نکتہ چینی شروع کر دے تو لوگ اس شخص کو کن الفاظ سے یاد کریں گے؟

اس برہان کا اب مطلب یہ ہے کہ اس جہان طبیعت کے تمام دانش وروں اور سب آسمانی کتب نے اس امر پر گویا اجماع قائم کر رکھا ہے کہ یہ نظام [دنیا] ایک دن ختم ہو کر رہ جائے گا جب کہ دوسری طرف سے عقل فریاد کر رہی ہے کہ اس جہان کا خالق بہت بڑا حکیم اور حساب گیر ہے۔ ان دو مطالب کو ہم کس طرح اکٹھا کر پائیں گے پس مجبوراً ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ جی ہاں! ایک دوسرا جہان بھی ہے جس کے مراتب اور مدارج اس جہان سے بلند تر نہایت عمدہ اور وسیع ترین ہیں' جس کے انتظار میں ہم سب بیٹھے ہیں۔

④ بُرہانِ عدالت

بُرہانِ حکمت کو قبول کرنے کے بعد یہ وضاحت کرنا ضروری ہو گیا ہے کہ حکیم اور دانا اسے کہا جاتا ہے جو کبھی ظلم و ستم جیسے قبیح فعل کا ارتکاب نہ کرے بل کہ وہ عادل ہو۔ ہم خدا کے عادل ہونے کو صرف نظامِ آفرینش اور طبیعت کے مشاہدے ہی سے نہیں پاتے' اگرچہ ابتدائی

طور پر حکمت اور اس کا انجام ہمیں عدلِ الٰہی سے متعارف کراتے ہیں۔ البتہ بعض اوقات ہم عدلِ الٰہی کی بابت وسوسے اور تردد کا شکار ہو سکتے ہیں۔ چوں کہ عالم طبیعت چند گنے چنے ایسے واقعات ہیں جو عدلِ الٰہی والے ہمارے عقیدے کو متزلزل کر دیتے ہیں۔ جیسے زلزلے طوفان بیماریاں وغیرہ۔

خدا کے عدل کا قائل ہونے کے لیے سب سے بہترین اور مناسب ترین راستا دل کا ہے۔ یہ قلب ہی تو ہے جو ہمیں ظلم سے نفرت کا درس دیتا ہے اور عدل [حق دار کو اس کا حق دینا] کی حمایت کرتا ہے۔ جب ہماری یہ کیفیت ہوتی ہے تو پھر عقل بھی گواہی دیتی ہے کہ انسان کے خالق میں یہ صفت ہونی چاہیے اس لیے کہ عدل کو پسند کرنا اور ظلم سے نفرت کرنا بھی تو ایک انسانی کمال ہے۔ اس کا عکس نقص اور عیب شمار ہوتا ہے۔ اگر یہ کمال ہے تو جس نے عطا کیا ہے اس میں بھی یہ کمال ہونا چاہیے [چوں کہ جس کے پاس کمال نہ ہو وہ دوسروں کو بھی عطا نہیں کر پاتا] اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ خدا عادل ہے اور عدل عطا بھی کرے گا۔

دوسری طرف سے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس دنیا میں بڑے بڑے ظلم ہوئے ہیں مگر ان پر کوئی عذاب یا عقاب نہیں کیا گیا۔ بعض انسان ایسے بھی گزرے ہیں، جنھوں نے اس دنیا میں ہزاروں انسانوں کو تہ تیغ کیا ہے مگر وہ سزا سے بچ گئے اور ایسے انسان بھی گزرے ہیں جن کی کوششوں سے ہزاروں افراد کو آسودگی اور سکون و راحت نصیب ہوئے مگر کسی نے بطور جزا اُن کے لیے شکریے کا ایک لفظ بھی ادا نہیں کیا۔ یہ نیک انسان دنیا میں اَن دیکھے شکنجوں کا شکار ہوتے رہے اور جب دنیا سے رُخصت ہوئے تو انتہائی افسردہ اور غم گین ہو کر گئے۔ یہاں پر عقل کیا حکم لگائے گی؟

صرف اتنا ہی کہے گی کہ یہ دنیا عدلِ الٰہی کے اجرا کا میدان نہیں ہے۔ اس میں تباہ کاروں کو عذاب دینے کی گنجایش نہیں ہے اسی لیے قیامت عدلِ الٰہی کی بنیاد پر قائم ہونی چاہیے۔

⑤ بُرہانِ حقیقت

ہمارے گزشتہ بیان کی روشنی میں نظامِ خلقت و آفرینش ہمیں مخاطب کر کے کہہ سکتا ہے

کہ ہر چیز کی اساس حق کو قرار دیا گیا ہے۔ چوں کہ حق کے قوانین بڑے پایدار اور مستحکم ہیں تبھی تو ہر چیز حق کے گرد گھومتی ہوئی نظر آتی ہے۔ اسی لیے تو خداوند متعال کا ایک اسم مبارک بھی حق ہے یعنی ذاتِ خدا وہ ہستی ہے جس نے تمام افعال اور کاموں کو ایک پایدار اور مستحکم میزان "حق" کے ساتھ پیش کیا ہے اس میزان کی مخالفت ہرگز برداشت اور قابل عفو نہیں ہے۔

بنابرایں اس جہان کے نظام میں باطل اور لغو نام کی کوئی چیز موجود نہیں ہے۔ یہ تو انسانی ذہن اور ذہنیت کا کرشمہ ہے۔ وہ بعض اوقات کسی امر کی حقیقت [حقیقتِ خلقت کو] کو تشخیص ہی نہیں دے پاتا اس بابت جو بھی فیصلہ کرتا ہے وہ حقیقت کے برعکس ہوتا ہے۔ مثلاً ذاتِ اقدسِ خدا بھی تو ایک حقیقت ہے مگر اس بارے میں بیسیوں عقائد اور نظریات موجود ہیں۔ اسی طرح انبیا علیہم السلام بھی حقیقت رکھتے ہیں ان کے بارے میں بھی لوگوں کے عقائد میں بڑا تفاوت پایا جاتا ہے اسی طرح نظامِ خلقت بھی تو ایک حقیقت ہے۔ اس کے بارے میں انسان کے جو مختلف نظریات ہیں اس کا سبب انسان کی جہالت اور عناد ہے۔ اگر انسان نے صرف اسی جہان (دنیا) میں زندگی بسر کرنی ہوتی تو پھر کوئی بھی حقیقت آشکار نہیں ہو سکتی تھی۔ مگر ان تمام کے باوجود انسان حق کے دَر پے ہے۔

البتہ حقیقت یہ ہے کہ یہ جہانِ اپنا حسین چہرہ ہر کسی کو نہیں دکھاتا جس دن کو قیامت کہا جاتا ہے اس دن ضروری ہو جائے گا کہ یہ اپنا چہرہ سب کے سامنے نمایاں اور عیاں کرے۔

⑥ برہانِ فطرت

حیوانات کے برعکس انسان ایک ایسی مخلوق ہے جو ذاتی طور پر ہمیشگی خلود اور جاودانی کو پسند کرتا ہے۔ انسان کی ساری کوشش یہ ہوتی ہے اپنی اس کوشش و سعی میں انسان کسی قسم کا اعتراض یا پریشانی بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔ انسان کی یہ ذاتی نوعیت کی آرزو ہمیشگی اور دوام سے خصوصی طور پر میل کھاتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص خودکشی بھی کرتا ہے تو اس کا مقصد بھی خود کو فنا کرنا نہیں ہوتا بل کہ وہ وقتی طور پر اپنے آپ کو ناکامیوں اور محرومیوں سے نجات دلانے کی کوشش کرتا ہے بالفاظ دیگر یہ شخص اپنے وجود اور ہستی سے فرار نہیں کر رہا ہوتا بل کہ وہ اپنی

محرومیوں کی شکایت کرنا چاہتا ہے۔ احتجاج کرنا چاہ رہا ہوتا ہے جب کہ ہم دوسری طرف یہ ملاحظہ کرتے ہیں کہ اسے اس جہان (دنیا) میں وہ فطری آرزوئیں اور تمنائیں پایۂ تکمیل کو پہنچتی نظر نہیں آتی ہیں چوں کہ اس فانی دنیا میں کسی نے بھی ہمیشہ ہمیشہ باقی نہیں رہنا ہے۔ یہ پسند و ناپسند اس جہان میں تحقق پذیر نہیں ہوتی ہیں پس ان کی تکمیل اور حصول کے لیے ایک دوسرا جہان ہونا چاہیے جو دائمی اور ہمیشہ ہمیشہ اپنے والا جہان ہوتا کہ اس میں انسان کی جاویدانہ تمنائیں پایۂ تکمیل تک پہنچ سکیں۔

⑦ بُرہانِ تجرِدِ روح

اگر ہم قبول کر لیں [اور اپنے مقام پر ثابت بھی ہو] کہ انسان کی روح میں مادی خصوصیات نہیں ہوتی ہیں۔ یہ تو ان انواع سے تعلق رکھتا ہے جو ہمیشہ ثابت رہنے والی ہوتی ہیں۔ ہم جوں ہی اس نظریے کو قبول کریں گے ہمیں فوراً تسلیم کرنا پڑے گا۔ مرنے کے بعد بھی انسان زندہ رہے گا چوں کہ اگر ہم روح کو ایک ایسا امر تسلیم کر لیں جو ثابت و باقی رہنے والا ہے اور قیامت تک باقی رہے گا تو پھر ہمیں انسانی زندگی کو بھی قبول کرنا پڑے گا مگر نئے اسلوب و انداز میں لہٰذا ہمیں آخرت پر عقیدہ رکھنا پڑے گا۔

⑧ بُرہانِ قدرت (وقوع کا امکان)

جیسا کہ معارفِ اسلامی میں صاحبِ نظریہ افراد نے ارشاد فرمایا ہے کہ محالات تین طرح کے ہوتے ہیں:

① محالِ ذاتی [و عقلی] ② محالِ وقوعی ③ محالِ عادی

محالِ ذاتی وہ محال ہوتا ہے جس کے واقع ہونے کا ذاتاً و عقلاً کوئی امکان نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ اس کے امکان سے دور اور تسلسل لازم آتا ہے یا اجتماع نقیضین لازم آتا ہے لہٰذا یہ قطعاً واقع نہیں ہو سکتا۔ مثلاً اگر خداوند کریم کوئی دوسرا شریک خلق کرے یا اس کا سرے سے امکان ہی نہیں ہے ورنہ ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ عدد فرد [مفرد] زوج [جفت] میں تبدیل ہو گیا ہے۔

محالِ وقوعی وہ محال ہے کہ جس کے وقوع پذیر ہونے کا امکان ہوتا ہے مگر حکمت اور عدل اس کے وقوع پذیر ہونے کی اجازت نہیں دیتے ہیں۔ مثلاً اگر خداوندِ کریم مومنین کو جہنم اور کفار و مشرکین کو جنت میں بھیج دے تو یہ محال ہے۔ یہ اللہ کی حکمت اور عدل کے منافی ہے۔

محالِ عادی وہ ہوتا ہے جس کا محال ہونا عادی [معمول کے] اسباب کے طریقوں سے ثابت ہوتا ہے جب کہ اس کے دوسرے اسباب اور لوازمات اس کے وقوع کی راہ سے مانع نہیں ہوتے ہیں۔ جیسے انبیا علیہم السلام کے معجزات اور کرامات۔

اس مقدمہ کو بیان کرنے کے بعد عرضِ خدمت ہے کہ خداوندِ قدوس کی قدرت محال و عادی سے متعلق و رابطہ رکھتی ہے جیسے معاد جسمانی وغیرہ۔ یہ سب چیزیں ذاتاً محال نہیں ہیں جب کہ ہم اس قدرتِ پروردگار کے بے شمار نمونے مشاہدہ کر چکے ہیں۔ مثلاً جب خداوندِ متعال نے پہلے انسان کو ماں باپ کے بغیر مٹی سے پیدا کیا۔ اس کی خلقت کے حُسن کے معترف ہیں۔ اب اگر وہی پروردگار بروزِ آخرت پھر سے زندہ کرتا ہے تو کون سی عقلی قدغن اس پر عائد ہو جاتی ہے؟ درحالاں کہ قیامت کے وقوع پر بڑے محکم و متین دلائل موجود ہیں۔ قرآنِ کریم میں اس گروہ کو مخاطب کر کے اِشکال کرنے والوں کو جواب دیا جا رہا ہے۔

ارشاد ہو رہا ہے:

وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ

"اور تم پہلی خلقت کو تو جانتے ہو تو پھر اس میں غور کیوں نہیں کرتے ہو" (سورۂ مبارکہ واقعہ: آیت ۶۲)۔

پیغمبرِ اکرمؐ کا ایک بہت بڑا دشمن تھا [اُبی بن خلف] جس کا تعلق قریش سے تھا۔ وہ پیغمبرِ گرامی قدرؐ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ اس کے ہاتھوں میں بوسیدہ ہڈیاں تھیں جنھیں وہ بار بار دبا رہا تھا۔ اس نے انھیں فضا میں پھینک کر بڑے گستاخانہ انداز میں پوچھا: کون ہے جو ان بوسیدہ ہڈیوں کو دوبارہ زندہ کرے گا؟

قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ (سورۂ مبارکہ یٰسین: آیت ۷۸)

"کہتا ہے کہ ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرتا ہے۔"

خداوندِ کریم نے محالِ عادی کے واقع ہونے اور اس کے امکان پر اپنی دلیل قدرت پیش کرتے ہوئے فرمایا: "وہی رب جس نے پہلے یہ ہڈیاں پیدا کی ہیں"۔

وہ ربّ تمامِ مخلوقاتِ عالم سے زیادہ عالم و دانا ہے۔

انسان اپنی جہالتوں اور ان کے اندھیروں کے سبب سے ہر چیز کو اپنے مقیاس [پیمانے] پر پرکھتا ہے۔ یہ بھی طے ہے کہ اگر کسی وقت کچھ خلاف عادہ واقع ہو جائے تو اسے بھی فوراً تسلیم کر لیتا ہے اور پھر اس کو اس وقت فوراً قبول کر لیتا ہے جب اس کے وقوع کا امکان وہ اپنی طاقت وقدرت میں ملاحظہ کرتا ہے۔ مثلاً مکھی کبھی یہ یقین نہیں کر سکتی کہ اس کے علاوہ بھی کوئی ایسی مخلوق موجود ہے جو اس سے کئی گنا زیادہ بوجھ اُٹھا سکتی ہے۔ خداوندِ کریم نشان وہی فرما رہا ہے کہ زمین و آسمان کی خلقت انسان کی خلقت سے عظیم ترین اور خوب صورت ترین نمونہ خلقت ہے۔ پس قیامت کا انکار صرف اور صرف کوتاہ نظری اور جہالت کی وجہ سے ہوتا ہے۔

⑨ نباتات اور آب وگیاہ کے ذریعے بُرہان

ہر انسان جو اپنی زندگی کے کئی برس گزار چکا ہوتا ہے وہ شاید سوچتا ہے کہ طبیعت میں بعض مردوں کو زندگی ملتی ہے مثلاً سردی کے موسم [خزاں] میں درخت بالکل بے حس ہو جاتے ہیں۔ ان میں زندگی کے آثار [جذب' دفع اور نمو] بالکل معدوم ہو کر رہ جاتے ہیں۔ جن کا بالکل بھی مشاہدہ نہیں کیا جا سکتا پھر جوں ہی بہار کا موسم آتا ہے تو بادِ نسیم دوسری موسمی چیزوں سے مدد لے کر درختوں میں زندگی کو دوبارہ پلٹا دیتی ہے۔ درختوں میں ایک مرتبہ پھر زندگی لوٹ آتی ہے۔ اس استدلال کا مقصد یہ ہے کہ انسان اور آب وگیاہ کے درمیان کیا زندگی اور موت کے لحاظ سے تفاوت موجود ہے؟ یا فرق صرف اتنا ہے کہ ایک تھوڑی مدت کے لیے اور دوسرا طویل مدت کے لیے پھر سے زندہ ہو جاتا ہے۔

بہار کا موسم کئی پوشیدہ کامیابیوں کا راستا کھولتا ہے بلکہ وہ تو انسانی کامیابیوں کا راستا بھی کھولتا ہے۔ اسی اساس پر پیغمبر اکرمؐ نے اس فصل [بہار] کو قیامت کے وجود پر ایک محکم

دلیل کے طور پر پیش کیا ہے تبھی تو ارشاد فرمایا:

اِذَا رَاَیتُمُ الرَّبِیعَ فَاکثِرُوا ذِکرَ النُّشورِ

"جب بھی بہار کو دیکھو قیامت کو کثرت سے یاد کرو۔"

قرآن کریم میں قیامت کے وقوع پر موسم بہار سے دلیل لانے والی دسیوں آیات موجود ہیں۔ ہم بطور نمونہ صرف ایک آیت کریمہ کو پیش کرنے پر اکتفا کر رہے ہیں:

وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِيْجٍ○ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ يُحْيِ الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ○ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ

"اور تم زمین کو مردہ دیکھتے ہو پھر جب ہم پانی برسا دیتے ہیں تو وہ لہلہانے لگتی ہے اور ابھرنے لگتی ہے اور ہر طرح کی خوب صورت چیز اُگانے لگتی ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ وہ اللہ خدائے برحق ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہی ہر شے پر قدرت رکھنے والا اور قیامت یقیناً آنے والی ہے۔ اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے اور اللہ قبروں سے مردوں کو اُٹھانے والا ہے" (سورۂ مبارکہ حج: آیات ۵ تا ۷)۔

.......✽.......

قیامت کے وجود پر نقلی دلائل

اصولی طور پر دیکھا جائے تو دلیل نقلی کی اساس اور بنیاد بھی تو عقلی دلیل ہی ہوا کرتی ہے چوں کہ ہماری بحث اس وحی الٰہی کے متعلق ہے جس کے ذریعے قیامت کو ثابت کیا جائے گا اور اصولِ دین میں موجود اصل نبوت کے ضمن میں وحی ذکر ہوئی ہے اسے بھی تو بالآخر عقل کے ذریعے ثابت کیا جائے گا۔

دلیل نقلی، قرآن وسنت پر مشتمل ہوگی، اسی لیے تو قرآنِ مجید نے قیامت کے واقع ہونے کے دو نمونے ہمارے سامنے پیش کیے ہیں۔ ایک نمونہ انبیا علیہم السلام کے ذریعے پیش کیا گیا اور قرآنِ کریم نے اس کی حکایت فرمائی ہے استدلال اور برہان کے ارادے کے بغیر۔

نمونۂ اوّل:

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰى قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ وَ انْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَ انْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۲۵۹)

"[اے رسولؐ!] اس بندے کی مثال جس کا گزر ایک قریہ سے ہوا، جس کے سارے عرش و فرش گر چکے تھے تو اس بندہ نے کہا کہ خدا ان سب کو موت کے بعد کس طرح زندہ کرے گا تو خدا نے اس بندہ کو سو سال کے لیے موت دے دی اور پھر زندہ کیا اور پوچھا کہ کتنی دیر پڑے رہے تو اس نے کہا کہ ایک دن یا کچھ کم۔ فرمایا: نہیں! سو سال۔ ذرا اپنے کھانے اور

پینے کو تو دیکھ کہ خراب تک نہیں ہوا اور اپنے گدھے پر نگاہ کرو (کہ سڑ گل گیا ہے) اور ہم اسی طرح تمھیں لوگوں کے لیے ایک نشانی بنانا چاہتے ہیں۔ پھر ان ہڈیوں کو دیکھ کر ہم کس طرح جوڑ کر ان پر گوشت چڑھاتے ہیں۔ پھر جب ان پر یہ بات واضح ہو گی تو بے ساختہ آواز دی کہ مجھے معلوم ہے کہ خدا ہر شئے پر قادر ہے۔"

حضرت عزیر علیہ السلام بنی اسرائیل کے انبیاءؑ میں سے تھے' وہ تورات کے مکمل حافظ' بیت المقدس میں معلم اور یہودیوں کے رہ نما تھے۔ جب انھوں نے چاروں طرف سفر کیا ان کے پاس روٹی اور تھوڑے سے انگور تھے۔ آپؑ کا گزر ایک ایسی بستی سے ہوا' جس کے باشندے کئی سال پہلے لقمہ اجل بن چکے تھے۔ ان کی صرف بوسیدہ ہڈیاں ہر جگہ بکھری پڑی تھیں۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے ان بوسیدہ ہڈیوں کو بڑے تعجب سے دیکھا اور فرمایا:

اَنّٰی يُحْيٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا

"ان بوسیدہ ہڈیوں کو پروردگار دوبارہ کس طرح زندہ فرمائے گا؟"

خداوند کریم نے انھیں محسوس انداز سے سمجھانے کی کوشش فرمائی کہ قیامت آپؑ کے لیے بڑا تعجب خیز اور کوئی عظیم کارنامہ ہو گا مگر اللہ کے لیے اس کی چنداں اہمیت نہیں ہے۔ انھیں وہیں پر موت دی اور ایک سو سال بعد زندہ فرمایا۔ ان کا گدھا بھی ہڈیوں میں تبدیل ہو کر بوسیدہ ہو چکا تھا مگر دل چسپ امر یہ تھا کہ انگور کی تازگی اور لطافت ابھی باقی تھی۔ ایک سو سال بعد خدا نے حضرت عزیر علیہ السلام کو زندہ فرمایا اور ایک فرشتہ انسانی شکل میں بھیجا جس نے سوال کیا: آپؑ کو یہاں پر کتنی مدت ہو چکی ہے؟

انھوں نے جواب دیا: یہی کوئی ایک دن ہی گزرا ہو گا یا شاید اس سے بھی کم وقت۔

اس فرشتے نے جواب دیا: آپؑ کو تو یہاں سو سال گزر چکے ہیں۔ اپنے گدھے کی جانب نگاہ کر کے دیکھو اس کی تو ہڈیاں بھی بوسیدہ ہو گئی ہیں۔

پھر فرشتے نے کہا: اب ذرا دوبارہ اپنے گدھے کی جانب نگاہ کرو۔ خدا اس کی بوسیدہ

ہڈیوں کے ساتھ کیا کرنے والا ہے؟

حضرت عُزیر علیہ السلام نے دیکھا کہ گدھے کے اعضا اور ہڈیوں میں حرکت پیدا ہوئی اور باہم جڑ کر جسم کی شکل اختیار کرنے لگے۔ اس کا سر، پاؤں، آنکھیں، کان ہر چیز اپنے اپنے مقام پر صحیح طرح جڑ گئی، ایک مکمل گدھا معرضِ وجود میں آ گیا جو چلنے پھرنے لگا۔ تب فرشتے نے کہا: اپنے انگوروں کی طرف دیکھو جو بالکل خراب نہیں ہوئے ہیں۔ اس طرح اپنے پروردگار کی قدرت کا مشاہدہ کرو اور جان لو کہ خدا ہر چیز پر قادر ہے (معاد حضرت آیۃ اللہ دستغیب)۔

دوسرا نمونہ:

وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىٕنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۲۶۰)

”اور اس موقع کو یاد کرو جب ابراہیمؑ نے التجا کی کہ پروردگار! مجھے یہ دکھا دے کہ تُو مردوں کو کس طرح زندہ کرتا ہے۔ ارشاد ہوا: کیا تمھارا ایمان نہیں ہے؟ عرض کیا: ایمان تو ہے لیکن اطمینان چاہتا ہوں۔ ارشاد ہوا: چار طائر پکڑ لو اور انھیں اپنے سے مانوس بناؤ پھر ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہر پہاڑ پر ایک حصہ رکھ دو اور پھر آواز دو، سب دوڑتے ہوئے آ جائیں گے اور یاد رکھو کہ خدا صاحبِ عزت بھی ہے اور صاحبِ حکمت بھی“۔

قرآنِ مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! میں چاہتا ہوں کہ جان سکوں کہ تُو کیسے مارتا اور زندہ کرتا ہے تاکہ مجھے قلبی اطمینان نصیب ہو۔ حکم ہوا کہ چار پرندے لو جو چار مختلف قسموں کے ہوں، انھیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے ان کے مختلف اجزا پہاڑوں کی چوٹیوں پر رکھ دو، پھر انھیں اپنی طرف بلاؤ، وہ سب تمھاری طرف دوڑے چلے آئیں گے [تفاسیر کے مطابق] حضرت ابراہیم علیہ السلام نے

پرندوں کے سر کو ہاتھوں میں لیا اور ایک ایک کو آواز دی تو دیکھا کہ وہ پرندے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے باوجود جن کے اعضائے بدن ایک دوسرے کے ساتھ چسپاں تھے وہ علیحدہ ہو کر مکمل ہوئے اور جسم بن کر اپنے سروں کی طرف بڑھنے لگے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کا امتحان لینے کی نیت سے ایک کا سر دوسرے کے بدن پر رکھا مگر سر اس بدن سے نہ جڑا۔ پھر مجبوراً اس سر کو اسی کے بدن پر لگایا تو جڑ گیا اور وہ چاروں پرندے پھر سے زندہ ہو گئے۔

نمونہ سوم

أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَ الرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا۝ إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّ هَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا۝ فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا۝ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا أَمَدًا۝ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَأَهُمْ بِالْحَقِّ إِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَزِدْنٰهُمْ هُدًى (سورۂ مبارکہ کہف: آیات ۹ تا ۱۳)

"کیا تمھارا خیال یہ ہے کہ کہف و رقیم والے ہماری نشانیوں میں سے کوئی تعجب خیز نشانی تھے۔ جب کہ کچھ جوانوں نے غار میں پناہ لی اور یہ دعا کی کہ پروردگار! تو اپنی رحمت عطا فرما اور ہمارے لیے ہمارے کام میں کامیابی کا سامان فراہم کر دے تو ہم نے غار میں ان کے کانوں پر چند برسوں کے لیے پردے ڈال دیے۔ پھر ہم نے انھیں دوبارہ اٹھایا تا کہ یہ دیکھیں کہ دونوں گروہوں میں اپنے ٹھہرنے کی مدت کے زیادہ معلوم ہے۔ ہم آپ کو ان کے واقعات بالکل سچ بتا رہے ہیں۔ یہ چند جوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور ہم نے ان کی ہدایت میں اضافہ کر دیا اور ان کے دلوں کو مطمئن کر دیا تھا' اس وقت سب یہ کہہ کر اٹھے کہ ہمارا پروردگار آسمانوں اور زمین کا مالک ہے۔ ہم اس کے علاوہ کسی خدا کو نہ

پکاریں گے کہ اس طرح ہم بے عقلی کی بات کے قائل ہو جائیں گے۔ یہ ہماری قوم ہے جس نے خدا کو چھوڑ کر دوسرے خدا اختیار کر لیے ہیں۔ آخر یہ لوگ ان خداؤں کے لیے کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لائے پھر اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو پروردگار پر افتراء کرے اور اس کے خلاف الزام لگائے۔ جب تم نے ان سے اور خدا کے علاوہ ان کے تمام معبودوں سے علیحدگی اختیار کر لی ہے تو اب غار میں پناہ لے لو۔ تمہارا پروردگار تمہارے لیے اپنی رحمت کا دامن پھیلائے گا اور تمہارے لیے آسانیوں کا سامان فراہم کر دے گا۔ تم دیکھو گے کہ آفتاب جب طلوع کرتا ہے تو ان کے غار سے داہنی طرف کترا کر نکل جاتا ہے اور جب ڈوبتا ہے تو بائیں طرف جھک کر نکل جاتا ہے اور وہ وسیع مقام پر آرام کر رہے ہیں۔ یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے، جسے خدا ہدایت دے دے وہی ہدایت یافتہ ہے اور جسے وہ گم راہی میں چھوڑ دے اس کے لیے کوئی راہ نما اور سرپرست نہ پاؤ گے۔ تمہارا خیال ہے کہ وہ جاگ رہے ہیں حالاں کہ وہ عالم خواب میں ہیں اور ہم انھیں داہنے بائیں کروٹ بھی بدلوا رہے ہیں اور ان کا کتا ڈیوڑھی پر اپنے آگے کے دونوں پاؤں پھیلائے ڈٹا ہوا ہے۔ اگر تم ان کی کیفیت پر مطلع ہو جاتے تو اُلٹے پاؤں بھاگ نکلتے اور تمہارے دل میں دہشت سما جاتی اور اسی طرح ہم نے انھیں دوبارہ زندہ کیا تاکہ آپس میں ایک دوسرے سے سوال کریں تو ایک نے کہا: ہم نے کتنی مدت توقف کیا ہے؟ سب نے کہا: ایک دن یا اس کا ایک حصہ۔ ان لوگوں نے کہا: تمہارا پروردگار اس مدت سے بہتر باخبر ہے۔ اب تم اپنے سکے دے کر کسی کو شہر کی طرف بھیجو تاکہ وہ دیکھے کہ کون سا کھانا بہتر ہے اور پھر تمہارے لیے رزق کا سامان فراہم کرے اور وہ آہستہ جائے اور کسی کو

تمہارے بارے میں خبر نہ ہو۔"

قیامت کے متعلق قرآنی ارشادات بغیر استدلال و برہان کے ارادے کے

قرآنِ کریم ایک ایسی آسمانی والہامی کتاب ہے جو اپنی کمیت اور کیفیت دونوں اعتبار سے بے نظیر ہے۔ اس کتاب نے بھی جہاں پر آخرت کے متعلق پردہ کشائی فرمائی ہے وہاں پر قیامت کے متعلق قرآنِ کریم کی آیات کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ ہم طوالت کے خوف اور موضوع سے ہٹ جانے کے ڈر سے سب کو یہاں ذکر نہیں کر رہے ہیں لیکن یہ بھی تو ممکن نہیں کہ ایک طرف معارف قرآنی کا بحر اوقیانوس بہہ رہا ہو اور ہم ساحل پر کھڑے تشنہ رہ جائیں۔

ہم اس بحر بیکراں سے چند قرآنی آیات کو ذرشہ وار کے طور پر لے کر جو قیامت کے حسن میں مزید اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ البتہ اس کے بعد ہم دوسری مناسبتوں سے قرآنی آیات سے استدلال کرتے رہیں گے۔ ہم سردست وہ آیات پیش کر رہے ہیں جو حشر اور انسانوں کی بروز محشر حاضری کے متعلق ہیں۔

ارشاد ہو رہا ہے:

كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ كُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۲۸)

"آخر تم لوگ کس طرح کفر اختیار کرتے ہو جب کہ تم بے جان تھے اور خدا نے تمہیں زندگی دی ہے اور پھر موت بھی دے گا اور پھر زندہ بھی کرے گا اور پھر اس کی بارگاہ میں پلٹا کر لے جائے جاؤ گے۔"

ایک دوسرے مقام پر سورۂ مبارکہ آلِ عمران میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَ لَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِ۟لَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ

"اور تم اپنی موت سے مرو یا قتل ہو جاؤ سب اللہ ہی کی بارگاہ میں حاضر کیے جاؤ گے" (سورۂ مبارکہ آلِ عمران: آیت ۱۵۸)۔

یا جیسے حکم پروردگار ہے سورۂ مبارکہ مائدہ میں:

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْٓ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ (سورۂ مبارکہ مائدہ: آیت ۹۶)

"اور اس خدا سے ڈرتے رہو جس کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔"

یا پھر ارشاد ہو رہا ہے:

ثُمَّ اِلَیْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ یُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

"اس کے بعد تم سب کی بازگشت اسی کی بارگاہ میں ہے اور پھر وہ تمہیں تمہارے اعمال کے بارے میں باخبر کرے گا" (سورۂ مبارکہ انعام: آیت ۶۰)۔

سورۂ انعام میں ہی حکم ہو رہا ہے:

ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَ هُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِیْنَ (سورۂ مبارکہ انعام: آیت ۶۲)

"پھر سب اپنے مولائے برحق پروردگار کی طرف پلٹا دیے جاتے ہیں۔ آگاہ ہو جاؤ کہ فیصلہ کا حق صرف اسی کو ہے اور وہ بہت جلدی حساب کرنے والا ہے۔"

اسی قبیل کی دسویں آیات

قرآن مجید میں ایسی آیات بھی موجود ہیں جو قیامت برپا ہونے کو "لَا رَیْبَ فِیْهِ" سے تعبیر کرتی ہیں جیسے:

لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ (سورۂ مبارکہ نساء: آیت ۸۷)

"وہ تم سب کو روزِ قیامت جمع کرے گا اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

اور یہ بھی ارشاد ہو رہا ہے:

وَ كَذٰلِكَ اَعْثَرْنَا عَلَیْهِمْ لِیَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ لَا رَیْبَ فِیْهَا (سورۂ مبارکہ کہف: آیت ۲۱)

"اس طرح ہم نے قوم کو ان حالات پر مطلع کر دیا تاکہ انھیں معلوم ہو جائے کہ اللہ کا وعدہ یقیناً سچا ہے اور قیامت میں کسی طرح کا شبہ نہیں ہے۔"

اسی قبیل کی چند آیات ان کے علاوہ بھی ہیں جن میں بعث سے تعبیر کی گئی ہے اور اس بعث کے مشتقات سے بھی استفادہ کیا گیا ہے۔

جیسے:

وَ الْمَوْتٰى يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ (سورۂ مبارکہ انعام: آیت ۳۶)

"اور مردوں کو تو خدا ہی اُٹھائے گا اور پھر اس کی بارگاہ میں پلٹائے جائیں گے۔"

اور ارشاد ہو رہا ہے:

وَ لَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ (سورۂ مبارکہ ھود: آیت ۷)

"اور اگر آپ کہیں گے کہ تم لوگ موت کے بعد پھر اُٹھائے جانے والے ہو تو یہ کافر کہیں گے کہ یہ کھلا ہوا جادو ہے۔"

اس مطلب پر چند دوسری آیات بھی دلالت کر رہی ہیں

سینکڑوں ایسی آیات موجود ہیں جن میں یوم الجمع، یوم الحسرۃ، یوم الفصل، یوم کبیر...... جیسی تعبیرات قیامت کے متعلق استعمال کی گئی ہیں۔ ہم ان تمام تعبیرات کو اسمائے قیامت کے عنوان سے پیش کر رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ وَ نُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا وَ تَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ وَ اَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِيْجٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّهٗ يُحْيِ

الْمَوْتٰى وَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَّ اَنَّ السَّاعَةَ اٰتِيَةٌ لَّا رَيْبَ فِيْهَا وَ اَنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ مَنْ فِي الْقُبُوْرِ (سورۂ مبارکہ حج: آیات ۵ تا ۷)

"اے لوگو! اگر تمھیں دوبارہ اُٹھائے جانے میں شبہ ہے تو یہ سمجھ لو کہ ہم نے ہی تمھیں خاک سے بنایا ہے پھر نطفہ سے، پھر جمے ہوئے خون سے، پھر گوشت کے لوتھڑے سے، جس میں سے کوئی مکمل ہو جاتا ہے اور کوئی ناقص ہی رہ جاتا ہے تا کہ ہم تمھارے اوپر اپنی قدرت کو واضح کر دیں اور ہم جس چیز کو جب تک چاہتے ہیں رحم میں رکھتے ہیں، اس کے بعد تم کو بچہ بنا کر باہر لے آتے ہیں، پھر زندہ رکھتے ہیں تا کہ جوانی کی عمر تک پہنچ جاؤ اور پھر تم میں سے بعض کو اُٹھا لیا جاتا ہے اور بعض کو پست ترین عمر تک باقی رکھا جاتا ہے تا کہ علم کے بعد پھر کچھ جاننے کے قابل نہ رہ جائے اور تم زمین کو مردہ دیکھتے ہو، پھر جب ہم پانی برسا دیتے ہیں تو وہ لہلہانے لگتی ہے اور اُبھرنے لگتی ہے اور ہر طرح کی خوب صورت چیز اُگانے لگتی ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ وہ اللہ خدائے برحق ہے اور وہی مُردوں کو زندہ کرتا ہے اور وہی ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے اور قیامت یقیناً آنے والی ہے، اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے اور اللہ قبروں سے مردوں کو اُٹھانے والا ہے۔"

احادیث

احادیث کی جامع کتب، جیسے علامہ مرحوم مجلسی رحمۃ اللہ علیہ کی بحارالانوار وغیرہ میں باقاعدہ، قیامت کے ابواب بنا کر احادیث کا ایک وسیع سلسلہ پیش کیا گیا ہے۔ ان احادیث کی ایک خاطر خواہ تعداد وجود قیامت کے اِثبات کے متعلق ہے اور ایک بڑی عظیم تعداد ان روایات کی ہے جن میں موت سے متعلق مختلف موضوعات پر بحث کی گئی ہے۔ جیسا کہ ہمارا محترم قاری ان شاء اللہ اس سے آگاہ ہو گا اور مزید آگاہی حاصل کرے گا۔ اس مجموعہ احادیث کی اَساس بحارالانوار ہے، ہم بطور نمونہ تین احادیث پیش کر رہے ہیں۔ چوں کہ ہم اختصار سے کام لے

رہے ہیں۔ ان تین احادیث کا مقصد قیامت کے وجود کا اِثبات ہے۔ اس کے بعد ہم اسی سے متعلقہ دوسرے مسائل اور موضوعات پر بحث کریں گے۔

نمونۂ اوّل:

اقلیم امامت کے پانچویں تاج دار باقر العلوم حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

[یہ ان مواعظ حسنہ کا ایک حصّہ ہے جو حضرت لقمانؑ نے اپنے ایک فرزند کو فرمایا تھا] اے میرے فرزند! اگر موت کے بارے میں شک ہے [کہ پتا نہیں قیامت واقع ہو گی یا نہیں] تو پھر نیند کو اپنے آپ سے علیحدہ کر کے دیکھو [نہیں سو پاؤ گے] کبھی نہیں ہو سکتا کہ تم نیند کیے بغیر زندہ رہ سکو اور اگر زندہ ہونے کے بارے میں تمھیں شک ہے تو پھر سوئے رہو بیدار ہونے اور اُٹھنے کو اپنے آپ سے جدا کرلو۔

[ہمیشہ سوئے رہو کبھی بیدار نہ ہونا] یہاں سے تمھیں پتا چل جائے گا کہ تمھارے جسم کا کنٹرول کسی دوسری ہستی کے ہاتھ میں ہے لہٰذا سمجھ لو کہ نیند موت کی قائم مقام ہے اور سو کر جاگنا موت کے بعد زندہ ہونے کی قائم مقام ہے (بحار الانوار، ج ۷، ص ۴۲)۔

نمونۂ دوّم:

حضرت امام علیؑ بن الحسینؑ زین العابدین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

مجھے تعجب ہوتا ہے متکبر شخص پر جو کل ایک نطفہ تھا اور آنے والے کل کو مردار [بدبو لاش] ہوگا اور اس سے بھی زیادہ تعجب ہوتا ہے ان لوگوں پر جو وجودِ خدا میں شک کرتے ہیں جب کہ وہ خدا کی مخلوق کا مسلسل مشاہدہ کر رہے ہوتے ہیں اور اس سے بھی زیادہ تعجب اس شخص پر ہوتا ہے جو موت کا انکار کرتا ہے جب کہ وہ چوبیس گھنٹوں میں روزانہ لوگوں کے مرنے کی خبریں سنتا ہے [وہ دنیا میں موت و حیات کا چشم دید گواہ ہے] اور اس سے زیادہ تعجب اس شخص پر ہے جو دار فنا [دنیا] کو آباد کرتا ہے اور آخرت کو برباد کرتا ہے اور فراموش کر دیتا ہے (بحار الانوار، ج ۷، ص ۴۲)۔

نمونۂ سوم:

سردار انبیا حضرت محمد مصطفیؐ نے ارشاد فرمایا:

"اے فرزندانِ عبدالمطلبؑ ! کبھی بھی قوم کا سردار اپنی قوم کے افراد کے ساتھ جھوٹ نہیں بولتا۔ اس خدا کی قسم، جس نے مجھے برحق مبعوث فرمایا، جس طرح تم سو سکتے ہو اس طرح تمھیں موت بھی آ سکتی ہے۔ جس طرح تم جاگ اُٹھتے ہو اسی طرح مرنے کے بعد بھی اُٹھائے جاؤ گے، مرنے کے بعد یا جنت ہے یا جہنم، خدا کے لیے ساری مخلوق کو اُٹھانا اسی طرح ہے جیسے وہ ایک فرد کو اُٹھا رہا ہے [خدا کے لیے بہت آسان ہے]" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۴۷)۔

- جیسا کہ قرآنِ کریم میں ارشاد ہو رہا ہے:

مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ إِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ (سورۂ مبارکہ لقمان: آیت ۲۸)

"تم سب کا پیدا کرنا اور پھر (مرنے کے بعد) جلا اُٹھانا ایک شخص کے (پیدا کرنے اور جلا اُٹھانے کے) برابر ہے۔"

قیامت کے اسماء صفات اور حالات

عام طور پر اسم اپنے مسمی کی حکایت کرتا ہے۔ یہاں ان معانی کی خصوصیات میں غور و فکر کرنے کی ضرورت ہے جو خدا نے بشر کو بذریعہ الہام القا فرمائے ہیں۔ اس سے بہت ساری مجہولات کی گرہ کشائی ہو جائے گی مثلاً لفظ [خدا] اور لفظ [جہان] اپنی ماہیت یعنی ذات الٰہی کے وجود کی ماہیت اور خالق ہونے کی حکایت کر رہے ہیں اس لحاظ سے لفظ خدا مرکب ہے دو لفظوں [خود] اور [آئی] جس کا معنی ہوگا جو بذات خود قائم ہے اس کی ذات کسی دوسری چیز کی محتاج نہیں ہے۔

اگرچہ اس فن کے ماہرین جن میں من جملہ [ملک الشعرای بھار] جو اس فن کے ماہر استاد تھے نے اپنی کتاب سبک شناسی میں لفظ خدا کو [خوتائی] سے ماخوذ کیا ہے جس کا معنی بنتا ہے: آقا، سرور، شاہ، رئیس وغیرہ۔ لیکن ہو سکتا ہے انھوں نے مذکورہ معنی اپنے حُسنِ ذوق کی تسکین کی خاطر کیا ہو۔

"اَلسَّاعَةِ"

سے مراد وہ لحظہ ہے یا لمحہ ہے، جس میں تمام کرات آسمانی ایک پھونک سے زمین بوس ہو جائے گی اور دوسری پھونک سے تمام موجودات اُٹھ کھڑی ہوں گی اور میدانِ محشر میں اکٹھی ہو جائے گی۔

جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً (سورۂ مبارکہ اعراف: آیت ۱۸۷)

"[اے پیغمبر!] آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہ اس کا ٹھکانا کب ہے تو کہہ دیجیے کہ اس کا علم میرے پروردگار کے پاس ہے۔

وہی اس کو بروقت ظاہر کرے گا۔ یہ قیامت زمین و آسمان دونوں کے لیے
گراں ہے اور تمھارے پاس اچانک آنے والی ہے۔"

"اَلْاٰزِفَةُ"

سے مراد وہ دن ہے جو قیامت کے نزدیک تر ہوتا جا رہا ہے چوں کہ قطع و یقین کے ساتھ روز قیامت کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔

جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

اَزِفَتِ الْاٰزِفَةُ (سورۂ مبارکہ نجم: آیت ۵۷)

"اس کے علاوہ کوئی اس کا ٹالنے والا نہیں۔"

"اَلْحَآقَّةُ"

سے مراد وہ دن ہے جس دن احقاق حق [یعنی حق روشن] ہو گا۔

اَلْحَآقَّةُ ۝ مَا الْحَآقَّةُ ۝ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحَآقَّةُ

"یقیناً پیش آنے والی قیامت اور کیسی پیش آنے والی اور تم کیا جانو یقیناً پیش آنے والی کیا ہے؟" (سورۂ مبارکہ الحاقہ: آیات ۱ تا ۳)

"بِالْاٰخِرَةِ"

سے مراد آخری دن ہے۔ یہ آخر اوّل کے مقابلے میں ہے۔ لفظ آخرت قیامت کی بابت یہ بیان کر رہا ہے کہ ہر اوّل کا آخر بھی ہوتا ہے۔ یہ دنیا اپنی زبان آشکارا کے ساتھ ایک حقیقت) ماہیت کے لیے مقدمہ تھی' کو بیان کر رہی ہے۔

حکم ہو رہا ہے:

وَ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۴)

"اور آخرت پر بھی یقین رکھتے ہیں۔"

"اَلْخَافِضَةُ الرَّافِعَةُ"

سے مراد وہ دن ہے جس دن دنیا میں چودھراہٹ طلب اور متکبر افراد کو نیچا دکھایا جائے گا اور

حقارت کا نشانہ بننے والے مومن کو ارفع واعلیٰ مقام پر فائز کیا جائے گا۔

ارشادِ ربّ العزت ہے:

إِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ ○ لَيْسَ لِوَقْعَتِهَا كَاذِبَةٌ ○ خَافِضَةٌ رَّافِعَةٌ

''جب قیامت برپا ہوگی اور اس کے قائم ہونے میں ذرا بھی جھوٹ نہیں ہے وہ اُلٹ پلٹ کر دینے والی ہوگی'' (سورۂ مبارکہ واقعہ: آیات ۱ تا ۳)۔

''حِيْنٍ''

سے مراد وہ اچانک پڑنے والے افتاد ہے جو ہر چیز کو تہس نہس کر کے رکھ دے گی۔

جیسے ارشادِ خداوند ہے:

وَلَتَعْلَمُنَّ نَبَأَهُ بَعْدَ حِيْنٍ (سورۂ مبارکہ ص: آیت ۸۸)

''اور کچھ دنوں کے بعد تم سب کو اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔''

''الرَّاجِفَةُ''

اس سے مراد وہ لحظہ ہے جس میں زمین و آسمان پر لرزہ طاری ہو جائے گا اور ہر سو ویرانی چھا جائے گی جس سے ہر چیز تباہ ہو کر رہ جائے گی۔

حکم ربّ العزت ہو رہا ہے:

يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ (سورۂ مبارکہ نازعات: آیت ۶)

''جس دن زمین کو جھٹکا دیا جائے گا' جس دن دل خون سے دہل جائیں گے۔''

''الْوَاجِفَةُ''

''جس دن دل خوف سے دہل جائیں گے''۔ جیسے ارشاد ہے:

قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ (سورۂ مبارکہ نازعات: آیت ۸)

''اس دن دل لرز جائیں گے۔''

''الرَّادِفَةُ''

جس دن اس کائنات میں عظیم زلزلہ آئے گا جو ہر چیز کو ویران کر دے گا۔

جیسے حکم ہے:

تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ (سورۂ مبارکہ نازعات: آیت ۷)

"اور اس کے بعد دوسرا جھٹکا لگے گا' پھر اس کے پیچھے زلزلہ آئے گا۔"

"الصَّآخَّةُ"

سے مراد وہ وقت ہے جس وقت اتنی بلند اور ڈراؤنی چیخ سنائی دے گی جس سے کان بہرے ہو جائیں گے اور سب ایک دوسرے سے فرار کر جائیں گے۔

جیسے حکم پروردگار ہے:

فَإِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ○ يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ○ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ

"پھر جب کان کے پردے پھاڑنے والی قیامت آ جائے گی اس دن آدمی اپنے بھائی اور اپنی ماں اور اپنے باپ سے بھی بھاگے گا" (سورۂ مبارکہ عبس: آیات ۳۳، ۳۴، ۳۵)۔

"الْغَاشِيَةِ"

اس سے مراد وہ لمحہ ہے جس لمحے عذاب اور سختی ساری مخلوق کو اپنی لپیٹ میں لے لے گی [یہ گویا ایک بادل ہے جو ہر چیز کو گھیرے گا]۔

جیسے حکم ہو رہا ہے:

هَلْ اَتٰىكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ (سورۂ مبارکہ غاشیہ: آیت ۱)

"کیا تمھیں ڈھانپ لینے والی قیامت کی بات معلوم ہے؟"

"اَلْقَارِعَةُ"

سے مراد وہ لمحہ ہے جو جیسے ہی پہنچے گا ہر چیز کو درہم برہم کر دے گا۔

اَلْقَارِعَةُ ○ مَا الْقَارِعَةُ ○ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْقَارِعَةُ

"کھڑکھڑانے والی اور کیسی کھڑکھڑانے والی اور تمھیں کیا معلوم کہ وہ کیسی کھڑکھڑانے والی ہے" (سورۂ مبارکہ القارعہ: آیات ۱ تا ۳)۔

"اَلْمِیْعَادُ"

خدا کی وعدہ گاہ جس دن خدا کے تمام وعدوں کو عملی شکل دی جائے گی۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ (سورۂ مبارکہ آل عمران: آیت ۹)

"خدایا تُو تمام انسانوں کو اس دن جمع کرنے والا ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے۔"

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (سورۂ مبارکہ آل عمران: آیت ۹)

"اور اللہ کا وعدہ غلط نہیں ہوتا۔"

"اَلْوَاقِعَةُ"

سے مراد وہ دن ہے جو حتما واقع ہو کر رہے گا اور ہر چیز کو دگرگوں کر کے رکھ دے گا۔

جیسے حکم پروردگار ہے:

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ (سورۂ مبارکہ واقعہ: آیت ۱)

"اور جب قیامت برپا ہو گی۔"

"يَوْمِ الدِّيْنِ"

سے مراد وہ دن ہے جس دن تمام انسانوں کو ان کے اعمال کی سزا و جزا دی جائے گی۔

جیسے حکم ہو رہا ہے:

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ (سورۂ مبارکہ فاتحہ: آیت ۳)

"روزِ جزا کا مالک ہے۔"

"يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خُلَّةٌ"

"جس دن دوستیاں اور ہر قسم کا تعلق بھی فائدہ نہیں دے گا۔"

اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَ لَا خُلَّةٌ

"جو تمھیں رزق دیا گیا ہے اس میں سے راہِ خدا میں خرچ کرو قبل اس کے وہ دن آ جائے جس دن نہ تجارت ہو گی نہ دوستی کام آئے گی" (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۲۵۴)۔

"لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ"

سے مراد وہ دن ہے، جس کے آنے میں کوئی شک نہیں ہے۔ جیسے حکم ہو رہا ہے:

رَبَّنَآ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيهِ

"خدایا! تُو تمام انسانوں کو اس دن جمع کرنے والا ہے، جس میں کوئی شک نہیں ہے" (سورۂ مبارکہ آلِ عمران: آیت ۹)۔

"يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ"

سے مراد وہ دن ہے، جس دن انسان اپنے کیے کی سزا ضرور پائے گا۔

يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُّحْضَرًا

"اس دن کو یاد کر جب ہر نفس اپنے نیک اعمال کو بھی حاضر پائے گا" (سورۂ مبارکہ آلِ عمران: آیت ۳۰)۔

"يَوْمَ تَسْوَدُّ وُجُوهٌ وَّ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ"

سے مراد وہ دن ہے، جس دن چہرے سفید اور سیاہ ہو جائیں گے۔

جیسے ارشاد ہے:

يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَّ تَسْوَدُّ وُجُوهٌ (سورۂ مبارکہ آلِ عمران: آیت ۱۰۶)

"قیامت کے دن جب بعض چہرے سفید ہوں گے اور بعض سیاہ۔"

يَوْمُ الْجَمْعِ [يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ]

سے مراد وہ دن ہے، جس دن اوّل و آخر سارے انسانوں کو میدانِ محشر میں جمع کیا جائے گا۔

جیسے حکمِ خدا ہے:

اِنَّ فِي ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوعٌ لَّهُ النَّاسُ (سورۂ مبارکہ ھود: آیت ۱۰۳)

"پس جو لوگ بد بخت ہوں گے وہ جہنم میں رہیں گے جہاں پر ان کے ہر طرف ہائے وائے اور چیخ پکار ہو گی۔"

"یَوۡمٌ مَّشۡهُوۡدٌ"

جس دن انسان ساری موجودات کا مشاہدہ کرے گا یا جس دن ہر کوئی اپنا نامہ اعمال کا مشاہدہ کرے گا۔

ذٰلِكَ يَوۡمٌ مَّشۡهُوۡدٌ (سورۂ مبارکہ ھود: آیت ۱۰۳)

"صرف ہائے وائے اور چیخ پکار ہوگی۔"

"یَوۡمَ الۡحِسَابِ"

جس دن تمام انسانوں (بلکہ حیوانوں) کا حساب ہوگا۔

لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِيۡدٌۢ بِمَا نَسُوۡا يَوۡمَ الۡحِسَابِ

"ان کے لیے شدید عذاب ہے کہ انھوں نے روزِ حساب کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے" (سورۂ مبارکہ ص: آیت ۲۶)۔

"یَوۡمَ التَّلَاقِ"

جس دن اگلے پچھلے سارے انسان ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے یا وہ دن جس دن بندے اپنے ربّ سے ملاقات کریں گے۔

لِيُنۡذِرَ يَوۡمَ التَّلَاقِ (سورۂ مبارکہ مومن: آیت ۱۵)

"تاکہ ملاقات کے دن سے لوگوں کو ڈرائے۔"

"یَوۡمَ التَّنَادِ"

سے مراد وہ دن ہے جس کی سختی کے سبب انسان فریاد کرنے لگے گا۔

جیسے ارشاد ہے:

يٰقَوۡمِ اِنِّیۡۤ اَخَافُ عَلَيۡكُمۡ يَوۡمَ التَّنَادِ (سورۂ مبارکہ مومن: آیت ۳۲)

"اور اے قوم! میں تمھارے بارے میں باہمی فریاد کے دن سے ڈر رہا ہوں۔"

"یَوۡمُ التَّغَابُنِ"

وہ دن جب مومن اور کافر سب خسارت وگھاٹے اور غبن کا احساس کریں گے۔

جیسے فرمانِ خدا ہے:

ذٰلِكَ يَوۡمُ التَّغَابُنِ (سورۂ مبارکہ تغابن: آیت ۹)

"وہی ہار جیت کا دن ہے۔"

"يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ"

جس دن مومن اور کافر ہر دو حسرت وندامت کا اظہار کریں گے۔

جیسے حکم ہے:

وَ اَنۡذِرۡهُمۡ يَوۡمَ الۡحَسۡرَةِ (سورۂ مبارکہ مریم: آیت ۳۹)

"اور ان لوگوں کو اس حسرت کے دن سے ڈرائیے۔"

"يَوۡمُ الۡفَصۡلِ"

سے مراد وہ دن ہے۔ جس دن حق اور باطل ایک دوسرے سے علیحدہ ہو جائیں گے یا وہ دن جس دن دو جہان دنیا و آخرت ایک دوسرے سے جدا ہو جائیں گے۔

جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

هٰذَا يَوۡمُ الۡفَصۡلِ (سورۂ مبارکہ مرسلات: آیت ۳۸)

"یہ فیصلے کا دن ہے۔"

"طَّآمَّةُ الۡكُبۡرٰى"

سے مراد وہ لمحہ ہے' جو اچانک انسان پر آتا ہے تو ہر چیز کو برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔

فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الۡكُبۡرٰى (سورۂ مبارکہ نازعات: آیت ۳۴)

"پھر جب بڑی مصیبت آ جائے گی۔"

"وَالۡيَوۡمِ الۡمَوۡعُوۡدِ"

جس دن تمام انبیاؑ سے بخشش کا وعدہ کیا گیا۔

جیسے ارشاد ہے:

وَالۡيَوۡمِ الۡمَوۡعُوۡدِ (سورۂ مبارکہ بروج: آیت ۲)

"اس دن کی قسم جس کا وعدہ کیا گیا ہے۔"

"يَوْمٍ عَظِيْمٍ" (بڑا دن)

وہ دن جس کا عظمت کے لحاظ سے مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

قُلْ إِنِّيٓ أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ

"[اے رسولؐ!] تم کہو کہ میں اپنے خدا کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے سنگین دن کے عذاب کا خطرہ ہے" (سورۂ مبارکہ انعام: آیت ۱۵)۔

فَإِنِّيٓ أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ (سورۂ مبارکہ ھود: آیت ۳)

"اور میں تمھارے بارے میں ایک بڑے دن کے عذاب سے خوف زدہ ہوں۔"

"يَوْمَ يَقُوْلُ (اللّٰه) كُنْ فَيَكُوْنُ"

جس دن پروردگار ایک لفظ کُنْ کہہ کر ہر چیز کی تکوین کا نقشہ بدل دیں گے۔

جیسے حکم ربانی ہے:

يَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ (سورۂ مبارکہ انعام: آیت ۷۳)

"اور وہ جب بھی کہتا ہے کہ ہو جاؤ تو وہ چیز ہو جاتی ہے۔"

"يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ"

سے مراد وہ دن ہے جس دن عظیم فرشتہ خدا حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے جس سے ہر چیز فنا ہو جائے گی اور جب دوسری مرتبہ پھونک ماریں گے تو ہر چیز اپنی شکل میں تبدیل کر اُٹھ بیٹھے گی۔

جیسے حکم ہو رہا ہے:

قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ

"اس کا قول برحق ہے اور جس دن صور پھونکا جائے گا" (سورۂ مبارکہ انعام: آیت ۷۳)۔

"يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ"

جس دن کافروں کو آتش جہنم میں ڈالا جائے گا۔

يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِىْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ......

''جس دن وہ سونا چاندی آتشِ جہنم میں تپایا جائے گا اور اس سے ان کی پیشانیوں اور ان کے پہلوؤں اور پشت کو داغا جائے گا'' (سورۂ مبارکہ توبہ: آیت ۳۵)۔

''يَوْمٌ اَلِيْمٌ''

وہ دن مراد ہے جو کافروں اور منافقوں کے لیے بڑا سخت ہو گا۔

اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ (سورۂ مبارکہ ھود: آیت ۲۶)

''میں تمہارے بارے میں دردناک دن کے عذاب کا خوف رکھتا ہوں۔''

''يَوْمٌ مُّحِيْطٌ''

جس دن ہر چیز کا احاطہ کر دیا جائے گا کوئی چیز نہیں چھوڑی جائے گی۔

اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ (سورۂ مبارکہ ھود: آیت ۸۴)

''میں تمہارے بارے میں اس دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں جو سب کا احاطہ کرے گا۔''

''يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ''

جس دن اذنِ خدا کے بغیر کسی کو بھی گفتگو کی اجازت نہ ہو گی۔

جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ (سورۂ مبارکہ ھود: آیت ۱۰۵)

''اس کے بعد جس دن وہ آ جائے گا تو کوئی شخص بھی اذنِ خدا کے بغیر کسی سے بات نہ کر سکے گا۔''

''لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ''

جس دن شدتِ خوف سے آنکھیں خیرہ ہو کر رہ جائیں گی۔

اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ (سورۂ مبارکہ ابراہیم: آیت ۴۲)

''انھیں اس دن کے لیے مہلت دے رہا ہے جس دن آنکھیں خوف سے

پتھرا جائیں گی۔"

"یَوْمُ الْعَذَابُ"

جس دن کافروں اور فاسقوں کو عذاب دیا جائے گا۔

وَ اَنْذِرِ النَّاسَ یَوْمَ یَاْتِیْهِمُ الْعَذَابُ (سورۂ مبارکہ ابراہیم: آیت ۴۴)

"اور آپ لوگوں کو اس دن سے ڈرائیں جس دن ان تک عذاب آ جائے گا۔"

"یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَ السَّمٰوٰتُ"

جس دن دنیا کی زمین، زمین و آسمان کے علاوہ ایک چیز میں تبدیل ہو جائے گی (نہ زمین کا وجود رہے گا نہ آسمان کا)۔

یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَ السَّمٰوٰتُ (سورۂ مبارکہ ابراہیم: آیت ۴۸)

"اس دن جب زمین دوسری زمین میں تبدیل ہو جائے گی اور آسمان بھی بدل دیے جائیں گے۔"

یَوْمَ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ

سے مراد وہ دن ہے جس کا علم صرف ذاتِ علیم کے پاس ہے۔

جیسے حکم ہو رہا ہے:

قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ ○ اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ

"جواب ملا کہ تجھے مہلت دے دی گئی ہے ایک معلوم اور معین وقت کے لیے" (سورۂ مبارکہ حجر: آیات ۳۷، ۳۸)۔

"یَوْمَ تَاْتِیْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا" (سورۂ مبارکہ نحل: آیت ۱۱۱)

جس دن خدا کا منادی ندا دے گا: اے مشرکو! کہاں ہو وہ شریک بھی کہاں ہیں جو تم میرے ساتھ ٹھہراتے تھے۔

یَوْمَ نَطْوِی السَّمَآءَ كَطَیِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ (سورۂ مبارکہ انبیا: آیت ۱۰۴)

"اس دن ہم تمام آسمانوں کو اس طرح لپیٹ دیں گے جس طرح خطوں کا

طومار لپیٹا جاتا ہے۔"

"یَوْمٍ عَقِیْمٍ"

وہ دن مراد ہے جس کا عذاب لذتوں کا سلسلہ معدوم اور تباہ کر دے گا۔

حَتّٰى تَاْتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ یَاْتِیَهُمْ عَذَابُ یَوْمٍ عَقِیْمٍ

"یہاں تک کہ اچانک ان کے پاس قیامت آ جائے یا کسی منحوس دن کا عذاب وارد ہو جائے" (سورۂ مبارکہ حج: آیت ۵۵)۔

"یَوْمَ الشهادة"

جس دن انسان کے خلاف ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے۔

یَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (سورۂ مبارکہ نور: آیت ۲۴)

"قیامت کے دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں سب گواہی دیں گے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔"

"یَومُ الرُّجوع"

جس دن ہر چیز خدا کی طرف لائے گی۔

قَدْ یَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ وَیَوْمَ یُرْجَعُوْنَ اِلَیْهِ (سورۂ مبارکہ نور: آیت ٦۴)

"اور وہ تمھارے حالات کو خوب جانتا ہے اور جس دن سب اس کی بارگاہ میں پلٹا کر لائے جائیں گے۔"

"یَومُ رؤیَةِ المَلائِکَة"

جس دن کفار اور فاسق عذاب دینے والے ملائکہ کا دیدار کریں گے۔

یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓىِٕكَةَ لَا بُشْرٰى یَوْمَىِٕذٍ لِّلْمُجْرِمِیْنَ......

"جس دن یہ ملائکہ کو دیکھیں گے اس دن مجرمین کے لیے کوئی بشارت نہ ہوگی" (سورۂ مبارکہ فرقان: آیت ۲۲)۔

"يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ"

جس دن پروردگار آسمانوں کو عذاب دینے والے بادلوں سے ڈھک دے گا جو برسیں گے اور آسمان سے زمین پر ملائکہ کو نازل کریں گے۔

يَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا

"اور جس دن آسمان بادلوں کی وجہ سے پھٹ جائے گا اور ملائکہ جُوق دَر جُوق نازل کیے جائیں گے" (سورۂ مبارکہ فرقان: آیت ۲۵)۔

"يَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ"

جس دن ظالم حسرت وندامت سے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالیں گے۔

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ (سورۂ مبارکہ فرقان: آیت ۲۷)

"اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا۔"

"يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ"

جس دن انسان کو مال اور اولاد کوئی بھی فائدہ نہیں دے گی۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ (سورۂ مبارکہ شعراء: آیت ۸۸)

"جس دن مال اور اولاد کوئی کام نہ آئے گا۔"

"يَوْمُ الظُّلَّةِ"

جس دن ہر طرف اندھیرا اور تاریکی چھائی ہوگی۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ (سورۂ مبارکہ شعراء: آیت ۱۸۹)

"پھر ان لوگوں نے تکذیب کی تو انھیں سایہ کے دن کے عذاب نے اپنی گرفت میں لے لیا۔"

"يَوْمُ الْفَزَعِ"

جس دن کی سختی سے ہر کوئی چیخیں مار مار کر اور فریادیں کر کے آسمان وزمین کو ہلا کر رکھ دیں گے۔

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ......

طومار لپیٹا جاتا ہے۔"

"یَوْمٍ عَقِیْمٍ"

وہ دن مراد ہے جس کا عذاب لذتوں کا سلسلہ معدوم اور تباہ کر دے گا۔

حَتّٰی تَاْتِیَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ یَاْتِیَهُمْ عَذَابُ یَوْمٍ عَقِیْمٍ

"یہاں تک کہ اچانک ان کے پاس قیامت آ جائے یا کسی منحوس دن کا عذاب وارد ہو جائے" (سورۂ مبارکہ حج: آیت ۵۵)۔

"یَوْمَ الشهادة"

جس دن انسان کے خلاف ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے۔

یَّوْمَ تَشْهَدُ عَلَیْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (سورۂ مبارکہ نور: آیت ۲۴)

"قیامت کے دن ان کے خلاف ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ پاؤں سب گواہی دیں گے کہ یہ کیا کر رہے ہیں۔"

"یَوْمُ الرُّجوع"

جس دن ہر چیز خدا کی طرف لائے گی۔

قَدْ یَعْلَمُ مَاۤ اَنْتُمْ عَلَیْهِ وَیَوْمَ یُرْجَعُوْنَ اِلَیْهِ (سورۂ مبارکہ نور: آیت ۶۴)

"اور وہ تمہارے حالات کو خوب جانتا ہے اور جس دن سب اس کی بارگاہ میں پلٹا کر لائے جائیں گے۔"

"یَومُ رؤیَةِ المَلائِکَة"

جس دن کفار اور فاسق عذاب دینے والے ملائکہ کا دیدار کریں گے۔

یَوْمَ یَرَوْنَ الْمَلٰٓىِٕكَةَ لَا بُشْرٰى یَوْمَىِٕذٍ لِّلْمُجْرِمِیْنَ......

"جس دن یہ ملائکہ کو دیکھیں گے اس دن مجرمین کے لیے کوئی بشارت نہ ہوگی" (سورۂ مبارکہ فرقان: آیت ۲۲)۔

"یَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ"

جس دن پروردگار آسمانوں کو عذاب دینے والے بادلوں سے ڈھک دے گا جو برسیں گے اور آسمان سے زمین پر ملائکہ کو نازل کریں گے۔

یَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا

"اور جس دن آسمان بادلوں کی وجہ سے پھٹ جائے گا اور ملائکہ جوق در جوق نازل کیے جائیں گے" (سورۂ مبارکہ فرقان: آیت ۲۵)۔

"یَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ"

جس دن ظالم حسرت وندامت سے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالیں گے۔

وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْهِ (سورۂ مبارکہ فرقان: آیت ۲۷)

"اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا۔"

"یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ"

جس دن انسان کو مال اور اولاد کوئی بھی فائدہ نہیں دے گی۔

یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ (سورۂ مبارکہ شعراء: آیت ۸۸)

"جس دن مال اور اولاد کوئی کام نہ آئے گا۔"

"یَوْمُ الظُّلَّةِ"

جس دن ہر طرف اندھیرا اور تاریکی چھائی ہوگی۔

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ (سورۂ مبارکہ شعراء: آیت ۱۸۹)

"پھر ان لوگوں نے تکذیب کی تو انھیں سایہ کے دن کے عذاب نے اپنی گرفت میں لے لیا۔"

"یَوْمُ الْفَزَعِ"

جس دن کی سختی سے ہر کوئی چیخیں مار مار کر اور فریادیں کر کے آسمان و زمین کو ہلا کر رکھ دیں گے۔

یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ......

"اور جس دن صور پھونکا جائے گا تو زمین و آسمان میں جو بھی ہے سب لرز جائیں گے" (سورۂ مبارکہ نمل: آیت ۸۷)۔

"یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ"

جس دن خدا کی حکومت سے فرار کا کوئی راستا نہیں ملے گا۔

فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ الْقَیِّمِ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ یَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ (سورۂ مبارکہ روم: آیت ۴۳)

"اور آپ اپنے رخ کو مستقیم اور مستحکم دین کی طرف رکھیں قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس کی واپسی کا کوئی امکان نہیں ہے اور جس دن لوگ پریشان ہو کر الگ ہو جائیں گے۔"

"یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ"

سے مراد وہ دن ہے، جس کی مقدار ہزار سال کے برابر ہو گی۔

ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْهِ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗۤ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ

"وہ خدا آسمان سے زمین تک کے اُمور کی تدبیر کرتا ہے پھر یہ امر اس کی بارگاہ میں اس دن پیش ہو گا جس کی مقدار تمھارے حساب کے مطابق ہزار سال کے برابر ہو گی" (سورۂ مبارکہ سجدہ: آیت ۵)۔

"یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ"

سے مراد وہ دن ہے، جس دن کفار اور فاسقوں کے چہرے آگ میں پڑے ہوں گے۔

یَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِی النَّارِ یَقُوْلُوْنَ یٰلَیْتَنَاۤ اَطَعْنَا اللّٰهَ وَ اَطَعْنَا الرَّسُوْلَا (سورۂ مبارکہ احزاب: آیت ۶۶)

"جس دن ان کے چہرے جہنم کی طرف موڑ دیے جائیں گے اور یہ کہیں گے کہ اے کاش! ہم نے اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کی ہوتی۔"

"يَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضٌ لِبَعْضٍ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا"

جس دن نہ کوئی کسی کے کام آئے گا اور نہ کوئی اس کے کام آسکے گا۔

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا (سورۂ مبارکہ سبا: آیت ۴۲)

"آج تو تم میں سے کوئی نہ دوسرے کو فائدہ پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے اور نہ ضرر کا۔"

"فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا"

جس دن کوئی بندہ کوئی ظلم نہیں دیکھے گا۔

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

"پھر آج کے دن کسی نفس پر کسی طرح کا ظلم نہیں کیا جائے گا اور تم کو صرف ویسا ہی بدلہ دیا جائے گا جیسے اعمال تم کررہے تھے" (سورۂ مبارکہ یٰسین: آیت ۵۴)۔

"يَوْمُ الامتيان"

جس دن متقی اور گناہ گار ایک دوسرے سے علیحدہ کردیے جائیں گے۔

وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ (سورۂ مبارکہ یٰسین: آیت ۵۹)

"اور اے مجرمو! تم ذرا ان سے الگ تو ہو جاؤ۔"

"يَوْمَ الْإِشْهَادُ"

جس دن انسان کے تمام گواہ اس کے خلاف یا اس کے لیے گواہی دیں گے۔

يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (سورۂ مبارکہ مومن: آیت ۵۱)

"جس دن سارے گواہ اُٹھ کھڑے ہوں گے۔"

"يَوْمُ النَّبْطِشْ"

جس دن خدا کافروں پر اپنا غصہ وغضب نازل کرے گا۔

يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى (سورۂ مبارکہ دخان: آیت ۱۶)

"ایک دن آئے گا جب ہم سخت قسم کی گرفت کریں گے۔"

"یَوْمُ الْوَعِیْدِ"

جس دن کفار خدا کے حقیقی وعدے کے مطابق واصل جہنم ہوں گے۔

وَنُفِخَ فِی الصُّوْرِ ذٰلِکَ یَوْمُ الْوَعِیْدِ (سورۂ مبارکہ ق: آیت ۲۰)

"پھر صور پھونکا جائے گا کہ یہ عذاب کے وعدہ کا دن ہے۔"

"یَوْمُ کشف الغِطاء (یَوْمَ تُبلَی السَّرائِر)"

جس دن سارے حجاب ہٹ جائیں گے۔

فَکَشَفْنَا عَنْکَ غِطَآئَکَ فَبَصَرُکَ الْیَوْمَ حَدِیْدٌ (سورۂ مبارکہ ق: آیت ۲۲)

"ہم نے تمھارے پردوں کو اُٹھایا ہے اور اب تمھاری نگاہ بہت تیز ہوگی۔"

"یَوْمُ الْخُلُوْدِ"

جس دن کافر ہمیشہ کے لیے جہنم اور مومنین ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت میں بھیج دیے جائیں گے۔

ادْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ذٰلِکَ یَوْمُ الْخُلُوْدِ (سورۂ مبارکہ ق: آیت ۳۴)

"تم سب سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ کہ یہ ہمیشگی کا دن ہے۔"

"یَوْمُ الْخُرُوْجِ"

جس دن سارے انسان قبروں سے باہر نکالے جائیں گے۔

ذٰلِکَ یَوْمُ الْخُرُوْجِ (سورۂ مبارکہ ق: آیت ۴۲)

"وہی دن قبروں سے نکلنے کا دن ہے۔"

"یَوْمُ مَوْرِ السَّمَآءِ"

جس دن آسمان ویران ہو جائے گا۔

یَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا (سورۂ مبارکہ طور: آیت ۹)

"جس دن آسمان باقاعدہ چکر کھانے لگیں گے۔"

"یَوْمُ الدَّعِّ الی النَّار"

جس دن کافروں کو جہنم کی طرف بلایا جائے گا۔

يَوْمَ يُدَعُّوْنَ اِلٰى نَارِ جَهَنَّمَ دَعًّا (سورۂ مبارکہ طور: آیت ۱۳)

"جس دن انھیں بھرپور طریقے سے جہنم میں دھکیل دیا جائے گا۔"

"يَوْمُ العُسر" (يَوْمُ العسير)

وہ دن جو کافروں اور فاسقوں پر بڑا دشوار ہوگا۔

مُّهْطِعِيْنَ اِلَى الدَّاعِ يَقُوْلُ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا يَوْمٌ عَسِرٌ (سورۂ مبارکہ قمر: آیت ۸)

"سب کسی بلانے والے کی طرف سر اُٹھائے بھاگے چلے جا رہے ہوں گے اور کفار یہ کہہ رہے ہوں گے کہ آج کا دن بڑا سخت دن ہے۔"

"يَوْمُ سَعَى النُّورِ المؤمن بَيْنَ يَدَيْهِ"

جس دن مومن کا نور اس کے آگے آگے حرکت کرے گا۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ (سورۂ مبارکہ حدید: آیت ۱۲)

"اس دن تم باایمان مرد اور باایمان عورتوں کو دیکھو گے کہ ان کا نور ایمان ان کے آگے آگے اور داہنی طرف چل رہا ہے۔"

"يَوْمُ تَجرِى مِن تَحتِ الجنّاتِ الانهار"

جس دن جنتی درختوں کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔

بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا

"اور کہا جا رہا ہے کہ آج تمھاری بشارت کا سامان وہ باغات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اور تم ہمیشہ انھیں میں رہنے والے ہو" (سورۂ مبارکہ حدید: آیت ۱۲)۔

"يَوْمُ لَا يُؤخَذُ مِن اَحَدٍ فِدْيَةً"

جس دن کسی سے آتش جہنم سے نجات کے لیے فدیہ یا عوض قبول نہیں کیا جائے گا۔

فَالْيَوْمَ لَا يُؤْخَذُ مِنْكُمْ فِدْيَةٌ وَّلَا مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

"تو آج نہ تم سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ کفار سے" (سورۂ مبارکہ حدید: آیت ۱۵)۔

"یومٌ کَانَ شَرُّہٗ مُستَطِیر"

جس دن کافروں کے سارے شر کو مطلوح کر دیا جائے گا۔

یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا

"یہ بندے نذر کو پورا کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی ہر طرف پھیلی ہوئی ہے" (سورۂ مبارکہ دھر: آیت ۷)۔

"یومٌ عَبوسٍ قَمطرِیر"

جس دن چہرے بگڑ جائیں گے اور اُن پر ہوائیاں اُڑنے لگیں گی۔

اِنَّا نَخَافُ مِنْ رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوْسًا قَمْطَرِيْرًا (سورۂ مبارکہ دھر: آیت ۱۰)

"ہم اپنے پروردگار سے اس دن کے بارے میں ڈرتے ہیں جس دن چہرے بگڑ جائیں گے اور ان پر ہوائیاں اُڑنے لگیں گی۔"

"یومُ نِسیانِ اللّٰہِ الکافر"

جس دن کافروں پر خدا کی چھوٹی چھوٹی عنایت بھی نہیں ہوں گی جس طرح وہ دنیا میں خدا کی عبادت کی طرف ذرہ بھی توجہ نہیں کرتے تھے۔

فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا وَ مَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ (سورۂ مبارکہ اعراف: آیت ۵۱)

"تو آج ہم انھیں اس طرح بھلا دیں گے جس طرح انھوں نے آج کے دن کی ملاقات کو بھلا دیا تھا اور ہماری آیات کا دیدہ و دانستہ انکار کر رہے تھے۔"

"یومُ الوَزن"

جس دن انسانوں کے اعمال حق کے ترازو میں تولے جائیں گے۔

وَ الْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ٍالْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورۂ مبارکہ اعراف: آیت ۸)

"آج کے دن اعمال کا وزن ایک برحق شئے ہے پھر جس کے نیک اعمال

کا پلہ بھاری ہوگا وہی لوگ نجات پانے والے ہیں۔"

"یوم الصعق"

جس دن بجلی کی چمک سے کوئی بھی زندہ نہیں بچے گا۔

فَذَرْهُمْ حَتّٰی یُلٰقُوْا یَوْمَهُمُ الَّذِیْ فِیْهِ یُصْعَقُوْنَ

"تو انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیجیے یہاں تک کہ وہ دن دیکھ لیں جس دن بے ہوش ہو جائیں گے" (سورۂ مبارکہ طور: آیت ۴۵)۔

"یومُ تقرینِ المُجرمین فی الاصفاد"

جس دن گناہ گار اور مجرم آگ کے زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔

وَ تَرَی الْمُجْرِمِیْنَ یَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ

"اُس دن مجرمین کو دیکھو گے کہ کس طرح زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں" (سورۂ مبارکہ ابراہیم: آیت ۴۹)۔

"یومُ عرضِ الجہنّمِ لِلکافر"

جس دن جہنم کافروں کے لیے سجادی جائے گی۔

وَّ عَرَضْنَا جَهَنَّمَ یَوْمَئِذٍ لِّلْكٰفِرِیْنَ عَرْضًا (سورۂ مبارکہ کہف: آیت ۱۰۰)

"اور اس دن جہنم کو کافرین کے سامنے باقاعدہ پیش کیا جائے گا۔"

"یومُ الشَّفاعَة"

جس دن شفاعت کرنے والے صرف گناہ گار مومنین کی شفاعت کریں گے بس۔

یَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِیَ لَهٗ قَوْلًا

"اس دن کسی کی سفارش کام نہ آئے گی سوائے ان کے جنھیں خدا نے اجازت دے دی ہو اور وہ ان کی بات سے راضی ہو" (سورۂ مبارکہ طٰہٰ: آیت ۱۰۹)۔

"یومُ المُلک"

اس دن ہر چیز قبضہ پروردگار میں ہوگی۔ اس کے ارادے کے سوا کوئی ارادہ نہیں کر سکے گا۔

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ (سورۂ مبارکہ حج: آیت ۵۶)

"آج کے دن ملک اللہ کے لیے ہے اور وہی ان سب کے درمیان فیصلہ کرے گا۔"

"يَومُ التَّوفى"

جس دن ہر کسی کو اس کا مکمل حق ملے گا۔

يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ (سورۂ مبارکہ نور: آیت ۲۵)

"اس دن خدا سب کو پورا پورا بدلہ دے گا اور لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ خدا یقیناً برحق اور حق کا ظاہر کرنے والا ہے۔"

"يَوم الأَمن"

جس دن مومنوں کو ہر قسم کے خوف سے امان دی جائے گی۔

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَ هُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ

"جو کوئی نیکی کرے گا اسے اس سے بہتر اجر ملے گا اور وہ لوگ روزِ قیامت کے خوف سے محفوظ بھی رہیں گے" (سورۂ مبارکہ نمل: آیت ۸۹)۔

"يَومُ الفَرَح"

جس دن مومنین بہت خوش ہوں گے۔

يَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ (سورۂ مبارکہ روم: آیت ۴)

"اس دن صاحبانِ ایمان خوشی منائیں گے۔"

"يَومُ الصَّدع"

جس دن خوف کی شدت سے کفار ایک دوسرے سے پراگندہ ہو جائیں گے۔

مِنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا مَرَدَّ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ يَوْمَئِذٍ يَّصَّدَّعُوْنَ

"آپ اپنے رُخ کو مستقیم اور مستحکم دین کی طرف رکھیں قبل اس کے کہ وہ دن آجائے جس کی واپسی کا کوئی امکان نہیں ہے اور جس دن لوگ

پریشان ہو کر الگ الگ ہو جائیں گے" (سورۂ مبارکہ روم: آیت ۴۳)۔

"یَومُ العُدوان"

وہ دن ہے کہ دنیا میں جو کافر باہم دوست تھے وہ اس دن آپس میں دشمن بن جائیں گے۔

اَلْاَخِلَّآءُ یَوْمَئِذٍۭ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِیْنَ

"آج کے دن صاحبانِ تقویٰ کے علاوہ تمام دوست ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے" (سورۂ مبارکہ زخرف: آیت ٦٧)۔

"یَومُ حَملِ العَرشِ بِالمَلَائِکَةِ الثَّمَانِیَةْ"

وہ دن مراد ہے جس دن عرشِ الٰہی آٹھ بڑے ملائکہ نے اٹھا رکھا ہوگا۔

وَیَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَةٌ (سورۂ مبارکہ حاقہ: آیت ۱۷)

"اور عرشِ الٰہی کو اس دن آٹھ فرشتے اُٹھائے ہوں گے۔"

"یَومُ الْاِستقرار"

جس دن مومن ہمیشہ کے لیے جنت اور کافر ہمیشہ کے لیے جہنم بھیج دیے جائیں گے۔

اِلٰی رَبِّكَ یَوْمَئِذِ ۣالْمُسْتَقَرُّ (سورۂ مبارکہ قیامت: آیت ۱۲)

"اس سب کا مرکز تمھارے پروردگار کی طرف ہے۔"

"یَومُ بُسرَةِ الوُجوہ"

جس دن کفار کے رُخسار شدتِ عذاب کے سبب پکڑ میں ہوں گے۔

وَوُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍۭ بَاسِرَةٌ (سورۂ مبارکہ قیامت: آیت ۲۴)

"اور بعض چہرے افسردہ ہوں گے۔"

"یَومُ الخُشوع"

جس دن کفار کے چہرے سخت غصے کی وجہ سے لٹکے ہوئے ہوں گے۔

وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ○ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ (سورۂ مبارکہ غاشیہ: آیات ۲،۳)

"اس دن بہت سے چہرے ذلیل اور رسوا ہوں گے، محنت کرنے والے

تھکے ہوئے۔"

"یوم صدور النّاس اشتاتًا"

جس دن لوگ گروہ در گروہ قبروں سے نکلیں گے تاکہ اپنے اعمال کو دیکھ سکیں۔

یَوْمَئِذٍ یَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّیُرَوْا اَعْمَالَهُمْ (سورۂ مبارکہ زلزال: آیت ۶)

"اس روز سارے انسان گروہ در گروہ قبروں سے نکلیں گے تاکہ اپنے اعمال دیکھ سکیں۔"

"یومُ السّوال مِنَ النَّعیم"

جس دن پروردگار اپنی نعمتوں کے متعلق سوال کرے گا۔

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ (سورۂ مبارکہ تکاثر: آیت ۸)

"پھر اس دن ان سے سوال کیا جائے گا نعمتوں کے بارے میں۔"

"یومُ الجزاء"

جس دن ہر کسی کو اس کے کارنامے کے حساب سے سزا اور جزا دی جائے گی۔

اِنَّ السَّاعَةَ اٰتِیَةٌ اَكَادُ اُخْفِیْهَا لِتُجْزٰی كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا تَسْعٰی

"یقیناً وہ قیامت آنے والی ہے اور میں اسے چھپائے رہوں گا تاکہ ہر نفس کو اس کی کوشش کا بدلہ دیا جاسکے گا" (سورۂ مبارکہ طٰہٰ: آیت ۱۵)۔

"یومُ السَّحب"

جس دن کفار کی گردن میں زنجیر ڈال کر گھسیٹے جائیں گے۔

اِذِ الْاَغْلٰلُ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ یُسْحَبُوْنَ

"جب ان کی گردنوں میں طوق اور زنجیریں ڈالی جائیں گی اور انھیں کھینچا جائے گا" (سورۂ مبارکہ مومن: آیت ۷۱)۔

"یومُ القضاء"

جس دن خدا بندوں کے درمیان فیصلہ کریں گے۔

إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ (سورۂ مبارکہ یونس: آیت ۹۳)

"تو اب خدا ان کے درمیان روز قیامت ان کے اختلافات کا فیصلہ کرے گا۔"

"يَوْمُ النَّدَامَةِ"

جس دن کفار اپنے کردار پر شرمندہ ہوں گے۔

وَ لَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهٖ وَ اَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ (سورۂ مبارکہ یونس: آیت ۵۴)

"اگر ہر ظلم کرنے والے نفس کو ساری زمین کے خزینے مل جائیں تو وہ اس دن کے عذاب کے بدلے دے دے گا اور عذاب کے دیکھنے کے بعد اندر اندر نادم بھی ہو گا لیکن ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر کسی طرح کا ظلم نہ ہو پائے گا۔"

علاماتِ قیامت

قیامت برپا ہونے سے قبل اس زمین و آسمان میں بلاتوقف ایسے حادثات رُونما ہوں گے جنھیں ہم دو قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں: ① طبیعی حادثات و واقعات ② اجتماعی و اخلاقی حادثات۔ سب سے عظیم واقعہ جو قیامت کے برپا ہونے کے لیے بطور مقدمہ رُونما ہوگا۔ وہ قائم آلِ محمدؐ کا ظہور اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی رجعت کا زمانہ ہوگا جس میں چند خالص مومنین اور چند خالص کفار کو بھی زندہ کیا جائے گا۔

قرآنِ کریم میں نام لیے بغیر مگر بڑی صراحت کے ساتھ اور روایات کی کثیر تعداد میں یقین و وضاحت کے ساتھ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے متعلق بحث کی گئی ہے۔ لہٰذا تمام آیات و روایات میں ہمیں متنبہ کیا جا رہا ہے کہ قیامت کی بحث سے قبل حضرت امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کے متعلق سوچیے۔ یہ ظہور مسلماتِ اسلام میں سے ہے اور شیعہ و سنی فریقین نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

البتہ جہاں تک ائمہ معصومین علیہم السلام کی رجعت کا مسئلہ ہے تو یہ مسلمات میں سے نہیں ہے تبھی تو علمائے اسلام بالخصوص اہلِ سنت نے یا تو اس کا انکار کیا ہے یا پھر سکوت اختیار کیا ہے۔ جب ہم آیات و روایات کے مجموعی مطالعے کے مرحلے سے گزرتے ہیں اور گراں قدر شیعہ محققین کے منصفانہ نظریات سنتے اور پڑھتے ہیں تو یقین کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ پس یہ رجعت بھی مسلمات میں سے (محسوس ہوتی) ہے۔

اس موضوع کی صحت پر عقلی دلائل بھی موجود ہیں۔ ہم رجعت کے متعلق اس سے زیادہ کچھ عرض نہیں کریں گے۔

جیسا کہ ہم عرض کر چکے ہیں کہ قیامت سے قبل رُونما ہونے والے حادثات دو طرح کے ہوں گے:

① طبیعی حوادث

اس قسم کے حادثات کی نشانیز مبیع طبیعی حالات واوضاع کی تبدیلی اور چند خارق العادہ اُمور کا ظہور ہے جیسے ہر طرف دھواں چھا جاتا ہے۔ خورشید کا مغرب کی سمت سے طلوع کرنا' سورج گرہن' عدن کے صحراؤں سے آگ کا اُٹھنا۔ ہم یہاں بطور نمونہ چند احادیث پیش کر رہے ہیں جن کے بعد ہمیں مزید توضیح کی ضرورت نہیں پڑے گی۔

نمونہ اوّل:

حذیفہ بن اُسید کہتے ہیں: پیغمبر اکرم ہمارے پاس تشریف لائے' ہم سب مل کر قیامت کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا: قیامت سے پہلے اس کی دس نشانیاں ہیں: دجال' دُخان (دھواں)' مغرب کی طرف سے سورج کا نکلنا' دابہ [زمین پر رینگنے والا] یاجوج ماجوج' تین گرہن' ایک گرہن مشرق میں' ایک مغرب میں اور ایک جزیرۃ العرب میں۔ وہ آگ جو عدن کی گہرائیوں سے بلند ہوگی اور لوگوں کو محشر کی تشویق دلائے گی جہاں لوگ بیٹھیں گے' یہ بھی وہاں پہنچ جائے گی۔ [دسویں نشانی ضبط تحریر میں نہیں لائی جا سکتی]۔

نمونہ دوّم:

مذکورہ قبل سے یہ حدیث بھی منقول ہے کہ پیغمبر اکرم ایک کمرے میں داخل ہوئے جس میں چند افراد بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: کیا کر رہے ہو؟

ہم نے عرض کیا: ہم بحث کر رہے ہیں۔

آپ نے پھر فرمایا: کس سلسلے میں بحث جاری تھی؟

ہم نے عرض کیا: قیامت کے متعلق۔

آپ نے فرمایا: تم قیامت کو نہیں دیکھ پاؤ گے' مگر دس نشانیوں کے ذریعے یہ دس نشانیاں قیامت سے قبل ضرور واقع ہوں گی۔ مغرب کی طرف سے سورج کا طلوع ہونا' دجال کا خروج' دابۃ الارض' تین گرہن' حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ کا ظاہر ہونا' یاجوج و ماجوج کا آخری وقت میں ظاہر ہونا' یمن سے آگ کا ظاہر ہونا اور کسی کو بھی نہ چھوڑنا اور ہر چیز کو میدانِ محشر کی

طرف دھکیلنا۔ نیز جہاں بھی کوئی کھڑا ہوگا' وہ وہیں کھڑا رہے گا حتیٰ کہ وہ میدانِ محشر تک پہنچ جائے گا (بحارالانوار، ج۶، ص۳۰۲)۔

۲ اجتماعی واخلاقی حادثات

قیامت کے قیام سے قبل انسانی معاشرے میں چند ایسے واقعات اور حادثات رُونما ہوں گے' جن کا مشاہدہ انسان کر چکے ہوں گے مگر کم تعداد میں' جیسے امانت میں خیانت کرنا' زکوٰۃ کا ضائع کرنا' شوہروں کا عورتوں کے تابع ہو جانا اور عاق والدین کا زیادہ ہو جانا۔

علامہ بزرگ وار جناب آقای سید محمد حسین تہرانی نے اپنی کتاب ''معاد'' میں جس طویل حدیث کا ذکر فرما کر اس پر مہر توثیق ثبت فرمائی ہے' ہم بھی اس مقام پر صرف اسی حدیث پر اکتفا کر رہے ہیں کہ علی بن ابراہیم کہتے ہیں: میرے لیے میرے بابا (ابراہیم بن ہاشم) نے نقل کیا ہے اور انھوں نے سلیمان بن مسلم خشاب سے اور انھوں نے عبداللہ بن جریح کلی سے اور انھوں نے عطا بن ابی اَرباح سے اور انھوں نے عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت نقل کی ہے کہ ہم حجۃ الوداع کے موقع پر پیغمبر ختمی مرتبتؐ کے ہم راہ حج بیت اللہ سے مشرف ہوئے۔ آپؐ نے خداوند کریم کے بابرکت گھر کے دروازے پر ہاتھ رکھا اور رُخِ انور ہماری طرف فرمایا اور ہمیں مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمھیں قیامت کی نشانیوں کے متعلق آگاہ کروں؟

ہم میں سے حضرت سلمانؓ چوں کہ سرکارِ ختمی مرتبتؐ کے زیادہ نزدیک تھے' لہٰذا انھوں نے فوراً عرض کیا: جی یا رسولؐ اللہ! ہمیں قیامت کے متعلق ضرور آگاہ فرمائیں۔ چناں چہ رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا: قیامت کی اصلی اور حقیقی نشانی یہ ہے کہ لوگ نمازوں کو خراب کر دیں گے اور شہوات پرستی کے چکر میں پڑ جائیں گے۔ ان کی توجہات کا مرکز ان کی نفسانی خواہشات ٹھہریں گی وہ لوگ دولت وثروت کو ہی سب کچھ سمجھنے لگیں گے اور اپنا دین' دنیا کے بدلے بیچ ڈالیں گے۔

ایسے حالات اور شرائط میں مومن کا دل اس طرح پانی پانی ہو جائے گا جس طرح نمک پانی میں حل ہو جاتا ہے اس لیے کہ یہ مومن برائی کو اپنی نگاہوں کے سامنے دیکھے گا مگر اس برائی

کو اچھائی میں تبدیل کرنے اور اصلاح کی قدرت سے محروم ہوگا۔

جنابِ سلمانؓ نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! کیا ایسا ہی ہوگا؟!

آپؐ نے فرمایا: اس ربّ کی قسم' جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اے سلمانؓ! اس وقت لوگوں پر ایسے حکمران حکومت کریں گے جو ظالم اور ستم گر ہوں گے' بادشاہوں کے وُزَراء فاسق ہوں گے' صوبوں اور شہروں کے سربراہ اور اعلیٰ [سول] حکام سب فاجر اور ظلم کرنے والے ہوں گے۔ جن کو امین ہونا چاہیے وہ سب کے سب خائن ہوں گے۔

حضرت سلمانؓ نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! کیا یہ مسلّم اُمور میں سے ہیں؟

پیغمبر ختمی مرتبتؐ نے فرمایا:

مجھے قسم ہے اس پروردگار کی' جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔

اے سلمانؓ! اس زمانے میں خواتین مردوں پر حکومت کریں گی۔ مرد کنیزوں سے مشورے کیا کریں گے [یعنی اپنے گھروں میں موجود کنیزوں سے سیاسی معاملات کی بابت مشورے کریں گے] اور بچوں [یعنی بے سمجھ لوگ جو شعور و بصیرت سے بے بہرہ ہیں] کو منبروں پر بٹھایا جائے گا جو لوگوں کے سامنے خطبے دیں گے۔ لوگوں کے تبلیغاتی اُمور ان ناتجربہ کار افراد کے ہاتھوں میں ہوں گے۔ یہ مبلغین ناتجربہ کار ہونے کے ساتھ ساتھ کم عقل اور جھوٹے بھی ہوں گے۔ وہ ہنسی مذاق کے انداز میں تبلیغ کریں گے اور اپنی تبلیغ میں زکوٰۃ کی ادائیگی [ادائی] کو مالی نقصان کے طور پر بیان کریں گے۔

بیت المال اور مسلمانوں کے دوسرے اجتماعی مالی وسائل [فنڈز] کو مالِ غنیمت جان کر ان پر خوب ہاتھ صاف کرنے کی تبلیغ کریں گے۔ عامۃ الناس افراد اپنے والدین پر ظلم و ستم کریں گے اور ان کی بالکل پروا نہیں کریں گے بل کہ ان کی اہانت اور سبکی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیں گے۔ ان کے ساتھ اچھا یا برا وہ سلوک جو ان کے شایانِ شان نہیں ہے' کریں گے۔ اس کے برعکس وہ اپنے دوستوں کے ساتھ نیکی اور اچھا سلوک کریں گے۔ اس وقت دم دار ستارہ آسمان پر طلوع کرے گا۔

جناب سلمانؓ نے عرض کیا: اے سردار انبیاؐ! کیا یہ بالکل سچے واقعات ہوں گے؟

آپؐ نے فرمایا: مجھے اپنے خالق و ربّ کی قسم! اے سلمانؓ! اس دور کی عورتیں اپنے گھروں کے اُمور اور معاملات چھوڑ کر گھر سے باہر اپنے شوہروں کے ساتھ مل کر تجارت کریں گی اور دونوں مل کر تجارتی کمپنیاں قائم کریں گے' بارشیں بے موسمی برسا کریں گی' بڑوں اور بوڑھوں کا احترام و اِکرام ختم ہو جائے گا بلکہ انھیں غیض و غضب کا نشانہ بنایا جائے گا' غربا اور فقرا کو سرعام رسوا کیا جائے گا۔ اس زمانے میں خرید و فروخت کی مارکیٹیں اور بازار کثرت سے بنائے جائیں گے مگر لوگوں کو اپنے کاروبار اور پیشے سے شکوہ رہے گا مثلاً کوئی کہے گا کہ میں نے تو آج بیچا ہی کچھ نہیں ہے اور دوسرا کہے گا کہ مجھے تو نفع ہی نصیب نہیں ہوتا۔ اس زمانے میں جہاں بھی جاؤ گے لوگوں کو خدا سے بھی شکوہ کرتے ہوئے سنو گے۔

حضرت سلمانؓ نے تعجب سے پوچھا: یا رسولؐ اللہ! کیا ایسا ہو کر رہے گا؟

آپؐ نے فرمایا: اے سلمانؓ! مجھے اپنے کریم ربّ کی قسم [واقعی ایسا ہو گا]۔ اے سلمانؓ! اس وقت ایسے حکام مسندِ اقتدار پر براجمان ہوں گے کہ اگر لوگ اپنے حقوق کی آزادی کے لیے معمولی سی آواز بھی بلند کریں گے تو اس دوران اگر صاحبِ اقتدار لوگوں کو ذرہ برابر بھی شک پڑ گیا کہ احتجاج کرنے والے سیادت اور آزادی کے خواہش مند ہیں تو انھیں فوراً تہِ تیغ کر دیا جائے گا اور اگر عوام خاموشی اِختیار کریں گے تو ان کی جان' مال اور ناموس کو مباح قرار دے کر لوٹ لیں گے۔ حتیٰ کہ ان کا خون بہانے سے بھی دریغ نہیں کیا جائے گا۔ عوام کی عورتوں اور بیٹیوں سے بیگار لی جائے گی۔ ان سے ان کی ناموس و عفت کے منافی کام لیے جائیں گے' لوگوں کی عزت اور احترام پامال کر دیا جائے گا' بے سبب اور بے دریغ لوگوں کا خون بہایا جائے گا' لوگوں کے دلوں میں اس قدر خوف طاری ہو گا اور دہشت بیٹھ جائے گی کہ ان کے لیے سانس لینا بھی مشکل ہو جائے گا۔

اے سلمانؓ! اس زمانے کے لوگ سہمی ہوئی' ڈری ہوئی اور دہشت زدہ رعیت شمار کیے جائیں گے۔

حضرت سلمانؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! کیا واقعاً ایسا ہی ہو گا؟

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا: اے سلمانؓ! مجھے اپنے عظیم پروردگار کی قسم ہے [یعنی ایسا ہی ہو گا]۔ اے سلمانؓ! اس زمانے میں ایک چیز لوگوں کے لیے مشرق سے لائی جائے گی تو دوسری مغرب کی طرف سے اس طرح اُمت کو مصروف رکھنے کا خصوصی انتظام کیا جائے گا۔ وائے ہو ان پر کہ میری اُمت کے ضعیف افراد پر جن ظالموں کے ہاتھ اُٹھیں گے۔ ان پر خدا کی لعنت ہو چوں کہ یہ بے سہارا اور نادار افراد پر رحم نہیں کھائیں گے اور بزرگوں اور بوڑھوں کا احترام نہیں کرتے ہوں گے۔ وہ لوگ جو دوسرے افراد کے حق میں برائی کرتے ہیں اور اپنے ذاتی معاملات میں بُرے اُمور کا ارتکاب کرتے ہیں انھیں قابلِ عفو سمجھا جائے گا اور ان کے معاملات سے چشم پوشی کی جائے گی۔ ایسے افراد کی زبان پر فحش وزشت اور گھٹیا جملے ہوں گے ان کے جسم تو انسانوں والے ہوں گے مگر دل شیطان والے ہوں گے۔

حضرت سلمانؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! کیا یہ مسلم اُمور ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: ہاں! مجھے اس ربّ کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اے سلمانؓ! اس وقت مرد مردوں سے اور عورتیں عورتوں سے جنسی تسکین حاصل کریں گے جس طرح خواتین گھروں میں رہ کر اپنے شوہروں کی عزت وناموس کی حفاظت کرتی ہیں اور اپنے شوہروں کا انتظار کرتی ہیں اور اپنی تمام تر رعنائیوں کو اپنے شوہروں کے لیے مخصوص کر دیتی ہیں۔ اسی طرح نئے نویلے نوجوان لڑکے عورتوں کے مانند گھروں میں بیٹھ کر سن رسیدہ مردوں کا انتظار کریں گے اور غیر شرعی طریقوں سے مردوں کے لیے تسکین کا سامان مہیا کریں گے۔ مرد عورتوں کی شبیہ اختیار کریں گے اور عورتیں خود کو مردوں کے مشابہ بنائیں گی وہ خواتین جن کو تخلیقِ انسانیت کے لیے خلق کیا گیا ہے وہ زینوں پر سوار ہوں گی۔ میری اُمت کی ایسی خواتین پر خدا کی لعنت ہو گی۔

حضرت سلمانؓ نے پھر عرض کیا: یا رسول اللہؐ! کیا ایسا ہو کر رہے گا۔

آپؐ نے فرمایا: مجھے خالقِ دو جہان ربّ کی قسم بالکل ایسے ہی ہو گا۔

اے سلمانؓ! اس وقت کے لوگ مساجد کی تزئین و آرائش کریں گے بالکل اس طرح جس طرح یہود و نصاریٰ کے عبادت خانے سجائے جاتے ہیں۔ قرآن کو زیورات کے مانند نقش و نگار کی صورت سجایا جائے گا۔ مساجد کی اذان والی جگہیں اور منارے بلند کیے جائیں گے تا کہ اشرافیہ طبقہ مسجد کے پڑوس میں گھر بنائے۔ مسجد میں نماز کی صفیں طویل سے طویل تر ہوں گی اور نمازیوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا چلا جائے گا مگر لوگوں کے دلوں میں حسد، بغض اور کینہ بھرے ہوں گے، لوگ ایک دوسرے سے دشمنی رکھتے ہوں گے، لوگ ایک دوسرے کے ساتھ منافقانہ زبان میں گفت و شنید کریں گے، لوگوں کے قلوب مکر و فریب اور فساد سے لبریز ہوں گے۔

حضرت سلمانؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! کیا ایسے ہی ہو گا؟!

آپؐ نے فرمایا: بالکل اے سلمانؓ! ایسے ہی ہو گا۔

[مزید فرمایا] اے سلمانؓ! اس وقت کے لوگوں کا پردۂ عصمت ختم ہو جائے گا، لوگ محرمات الٰہیہ کو سرعام بجا لائیں گے۔ حریم عفاف سے نکل کر لوگ گناہوں کو رواج دینے میں مصروف ہوں گے جس کی وجہ سے شر پسند لوگ اقتدار پر مسلط کر دیے جائیں گے۔ لوگوں میں جھوٹ بولنے کی عادت رسم بن جائے گی۔ لوگ جھوٹ بولنے اور فخر و تکبر کو بڑے فیشن کے طور پر پیش کریں گے۔ بارشیں بہت زیادہ برسا کریں گی مگر بے موسمی۔ لوگ اپنے لباس کی وجہ سے ایک دوسرے پر فخر و مباہات کریں گے۔ لوگ لہو و لعب، آلات موسیقی اور اس قسم کے (دوسرے) بُرے کاموں کو پسند کریں گے بل کہ ان کے دل دادہ ہوں گے نیز انھیں باعث عزت کام شمار کیا جائے گا۔ اس معاشرے میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر معدوم ہو کر رہ جائیں گے بل کہ یہ ناپسندیدہ فعل شمار کیے جائیں گے۔ اس زمانے میں حالات اس قدر خراب ہو جائیں گے کہ خالص ایمان والے مومنین اس دور کے گھٹیا ترین اور پست ترین افراد میں شمار کیے جانے لگیں گے۔ عابد اور زاہد افراد بل کہ علما اور خطبا کے ہاں بھی بدبینی اور بدخواہی قابل دید ہو گی۔ وہ سرعام ایک دوسرے کی بدگوئی اور عیب جوئی کریں گے اور وہ اسے ہرگز برا خیال نہیں کریں گے۔ ایسے افراد اپنی ان بُری عادات و اطوار کے سبب ملکوت و سماوات میں ارجاس و

انجاس یعنی کثیف و پلید جگہ پر ہوں گے۔

حضرت سلمان فارسیؓ نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! یہ سب کچھ ضرور وقوع پذیر ہو گا؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے سلمانؓ! مجھے اپنے علیم و حکیم رب کی قسم! اس زمانے کے دولت مند اور صاحب ثروت افراد فقر و تنگ دستی کی وجہ سے بہت زیادہ پریشان ہوں گے۔ اسی خوف کے مارے وہ غربا اور محتاج افراد کی مدد بھی نہیں کریں گے۔ ان مجبور و بے سہارا افراد پر کوئی رحم کھانے والا نہیں ہو گا۔ گداگر اور سائل حضرات پورا ہفتہ بھیک مانگیں گے مگر کوئی ان کے ہاتھ پر کچھ رکھنے کے لیے تیار نہیں ہو گا۔

حضرت سلمانؓ نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! کیا ایسا حتما ہو گا؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے سلمانؓ! اس زمانے میں "رُوَیبَضَہ" گفتگو کرے گا۔

حضرت سلمانؓ نے عرض کیا: اے سردار انبیاؐ! یہ "رُوَیبَضَہ" کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: اس سے مراد وہ شخص ہے جو لوگوں کے اجتماعی معاملات اور سیاسی اُمور میں اپنا فرمان جاری کر کے لوگوں کی ہدایت و رشد کا سامان مہیا کرنے کی لاحاصل سعی کرے چوں کہ لوگوں کی ہدایت اور ولایت اس کی ذمہ داری نہیں ہو گی۔

جب یہ واقعات رُونما ہونے لگیں اور یہ نشانیاں ظاہر ہونے لگیں تو پھر انتظار کی مدت طویل نہیں ہو گی۔ پھر لوگوں کو تردد اور شک کی کیفیت سے نکل آنا چاہیے چوں کہ اس کے تھوڑے ہی عرصے بعد ایک چیخ سنائی دے گی جس کی ڈراؤنی آواز کرۂ ارض کو گھیر لے گی' ہر شخص یہی خیال کرے گا کہ یہ آواز صرف اسی نے اپنے وطن میں سنی ہے۔ اس قدر عظیم اور وحشت ناک قسم کی چیخ سننے کے بعد خداوند کریم کا ارادہ یہ ہو گا کہ مخلوق اس کے بارے میں پھر سے تردد و شکوک کا شکار ہو جائے اور مخلوق ایسے ہی (شکوک کا شکار) ہو گی۔ زمین اپنے جگر کا پارہ باہر اُگل دے گی' زمین کے پارۂ جگر سے مراد سونا اور چاندی ہے۔ اس حالت میں رسولؐ اکرم نے اپنے دست مبارک سے مسجد کے ستونوں کی جانب اشارہ فرمایا اور کہا: زمین کے پارۂ جگر یعنی سونا اور چاندی وغیرہ ان ستونوں کے مانند اُگل دیے جائیں گے۔ البتہ اس وقت سونے اور چاندی کا

کوئی معرف اور فائدہ نہیں ہو گا۔ یہ ارشاد پروردگار (فَقَدْ جَآءَ اَشْرَاطُھَا سورۂ مبارکہ محمدؐ: آیت ۱۸) کی تفسیر ہے جو قیامت کی نشانیوں کے متعلق ہے (معاد شناسی، ج ۴، ص ۱۸، ۳۲)۔

قیامت کی نشانیوں کے متعلق بہترین نشانیاں وہ ہیں' جن کا تذکرہ یہاں پر ضروری ہے۔ ان واقعات میں سے ایک واقعہ یاجوج ماجوج کا ہے' دوسرا ذوالقرنین' کی دیوار اور تیسرا دابۃ الارض کے مصداق کے متعلق۔

قرآن کریم میں حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی داستان یوں بیان فرمائی گئی ہے: [اے ہمارے رسولؐ!] تم سے سوال کرتے ہیں ذوالقرنین' کے بارے میں تو انھیں جواب دو کہ میں عن قریب تمھیں ان کی داستان سناؤں گا۔ ہم نے انھیں زمین پر سکونت عطا فرمائی اور انھیں اتنی طاقت اور قدرت عطا کی کہ وہ جس چیز سے چاہیں اپنا رابطہ اُستوار کر سکتے ہیں۔ وہ ان تعلقات اور ان کے وسیلے سے حق کی پیروی کرتے ہیں۔ جب [اپنا سفر جاری رکھتے ہوئے] حضرت ذوالقرنین علیہ السلام مغرب میں پہنچے' جہاں پر سورج [دریائے خدا کے محیط میں غروب ہوتا تھا] کو اس طرح پایا کہ وہ پانی کے چشمے میں تاریک ہو جاتا تھا گویا اس مقام پر وہ پانی کے چشمے میں ایک خاص زاویے سے اپنی روشنی کھو بیٹھتا تھا وہاں پر ایک قوم آباد تھی' جس کے بارے میں حکم ہوا کہ اگر یہ کافر ہوئی تو گویا ہم نے اس کی بابت ذوالقرنین' کو حکم دیا کہ اگر یہ ایمان قبول نہیں کرتے ہیں تو ان کے لیے عذاب اور قہر کی دعا کرو اور اگر یہ مومن ہو جائیں اور دعوتِ حق کو قبول کر لیں تو اپنے پروردگار سے ان کے لیے رحمت و لطف کا سوال کرو۔ جب کہ ذوالقرنین' نے کہا کہ ان میں سے جو بھی ظلم کرے گا' اُسے اس کے انجام تک پہنچاؤں گا۔ مرنے کے بعد جب اللہ کی طرف ہی پلٹ کر جانا ہے تو وہاں پر شدید عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ البتہ جو شخص ذاتِ پروردگار پر ایمان لائے گا' اسے بہترین اجر سے نوازا جائے گا۔ ہم نے ان پر اپنے امر کو سہل بنا دیا [یعنی ہر قسم کے وسائل اور آسائشات اسے مہیا کیں]۔

جب [اسبابِ سفر مہیا کر دیے گئے تو] حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نے اپنے سفر کو جاری رکھا بالآخر وہ مشرق کی سرزمین پر پہنچ گئے۔ انھوں نے وہاں ایک ایسی قوم دیکھی جن کے اور سورج

کے درمیان کوئی حجاب یا پردہ حائل نہ تھا [یعنی کپڑے' خیمے' گھر' چھت وغیرہ نہیں تھی کہ جس کا سائبان بنا کر سورج کی حرارت یا روشنی سے بچا جا سکتا] بالکل ویسے ہی پڑے تھے جب کہ ہم تو ان کے متعلق مکمل آگاہی رکھتے تھے۔

پھر انھوں نے شمال کی طرف اپنا سفر جاری رکھا اور وہ دو دیواروں کے درمیان پہنچ گئے وہاں انھوں نے ایک ایسی قوم دیکھی جو فہم وسخن کی دولت سے محروم تھی [وہ قوم بڑی وحشی سخت جان اور کوئی زبان نہ سمجھنے والی تھی] لوگوں نے کہا: اے ذوالقرنین! یہ قوم جس کا نام یاجوج ماجوج ہے' یہ اس پہاڑ کے پیچھے فساد اور خون ریزی کرتی ہے۔ یہ بڑے وحشی قسم کے لوگ ہیں۔ ہم اس کے اخراجات اپنے ذمے لیتے ہیں' ان کے اور ہمارے درمیان ایک دیوار کھڑی کر دی جائے تا کہ ہم ان کے شر سے محفوظ رہ سکیں۔

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نے فرمایا: وہ طاقت اور ثروت جو پروردگار نے مجھے عطا کر رکھی ہے' وہ تمھارے دیے ہوئے مال سے کہیں بہتر ہے [یعنی مجھے تمھاری مادی مدد کی کوئی ضرورت نہیں] اگر میری مدد کرنا چاہتے ہو تو اپنے زور بازو سے کرو تا کہ میں یہاں پر ایک اتنی مضبوط دیوار بنا سکوں' جس کی وجہ سے مکمل طور پر ان [یاجوج ماجوج] کے شر سے بچا جا سکے۔

لہٰذا جاؤ اور لوہے کے ٹکڑے اُٹھا کر لاؤ اور ساتھ ہی حکم دیا کہ پانی زمین تک بلند ہو جائے' زمین کی گہرائیوں سے ایک ایسی بنیاد اوپر اُٹھاؤ کہ اس پہاڑ کے دو برابر بلند دیوار تعمیر کی جا سکے۔ پھر آگ جلائی گئی تا کہ لوہے کو پگھلایا جا سکے۔ اب لوہا پگھلنا شروع ہو گیا' اس پگھلے ہوئے لوہے میں پتھر اور لوہے کے ٹکڑے ڈالے گئے۔ اس طرح وہ دیوار تعمیر کی گئی کہ اس کے بعد اس قوم کو اس دیوار کو توڑنے' پھلانگنے اور اس میں سوراخ کرنے کی کبھی ہمت نہیں ہوئی۔

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نے فرمایا: یہ سب کچھ میرے پروردگار کے لطف وکرم سے ممکن ہوا ہے جب میرے ربّ کا وعدہ پورا ہو گا' یہ دیوار پارہ پارہ ہو جائے گی۔ چوں کہ میرے ربّ کا وعدہ سچا ہوتا ہے اور تحقق پذیر ہو کر رہتا ہے اور جب اس وعدے کے وفا ہونے کا دن آئے گا تو مخلوق کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر میدانِ محشر میں موجود ہو گا۔ صور پھونکا جائے گا اور ساری مخلوق میدانِ

محشر میں اکٹھی ہو گی (سورۂ مبارکہ کہف: آیات ۸۳ تا ۱۰۳)۔

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی شخصیت کے متعلق تاریخ دانوں اور مذہبی لکھاریوں نے بہت کچھ تحریر کیا ہے۔ بعض انھیں ملوک حمیر کا باسی شمار کرتے ہیں' بعض ان کا تعلق ملوک آشور سے سمجھتے ہیں اور بعض انھیں سکندر مقدونی سمجھتے ہیں اور بعض حضرات انھیں ایک بادشاہ خیال کرتے ہیں۔

ہم اس پوزیشن میں نہیں ہیں کہ ہم اس سلسلے میں موجود تمام اقوال و نظریات کے ہوتے ہوئے اپنا نظریہ پیش کر سکیں۔

ہماری گزارشات کا مقصد یہ ہے کہ یاجوج ماجوج کی طرح حضرت ذوالقرنین علیہ السلام بھی ایک تاریخی حقیقت ہیں جس کے پس منظر میں یہ [دیوار والا واقعہ اور اس انسانی قوم کا احتجاج] سب کچھ قیامت کی مسلمہ نشانیوں میں سے ہے۔

خود یاجوج ماجوج کے بارے میں بھی بڑی دل چسپ داستان نقل کی گئی ہے' ایک عالمانہ تحقیق پیش کی گئی ہے۔ اس قوم کے متعلق جو سب سے بہترین نظریہ اب تک سامنے آیا ہے اس کے خالق علامہ سید محمد حسین تہرانی ہیں۔ ہم الفاظ کے پیچ وخم سے نکلتے ہوئے یہ کہہ سکتے ہیں کہ [یاجوج ماجوج] اصل میں چینی ہیں جو منگوگ یا منچوگ تھے پھر انھیں عبرانی یا عربی میں یاجوج و ماجوج پڑھا جانے لگا۔ جب کہ یونانی زبان میں انھیں گوگ اور ماگوگ کہا جاتا تھا۔ جب ہم ماگوگ اور منگوگ کے درمیان پائی جانے والی مشابہت کو دیکھتے ہیں تو ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے۔ یہ لفظ چینی لفظ ''منگوگ'' سے نکلا ہے۔ جس طرح لفظ ''مغول'' مغول سے نکلا ہے۔ پس یاجوج ماجوج بھی مغلوں کا ایک قبیلہ ہے جو قدیم زمانے ہی سے ایشیا کے شمال مشرقی حصے میں سکونت پذیر تھا۔ اس قوم نے کسی وقت چین پر بھی حملہ کیا تھا اور کئی دفعہ داریال کے قفقازوں کے ساتھ مل کر ایران کے شمال پر بھی حملے کیے تھے اور دیوار تعمیر ہو جانے کے بعد انھوں نے یورپ کے شمال پر بھی حملے کیے۔ اہل یورپ میں یہ سیت کے نام سے شہرت رکھتے ہیں۔ انھی کی ایک جماعت نے روم پر بھی حملہ کیا تھا۔ اس حملے میں رومان کی حکومت ختم ہو گئی تھی۔ یونانی انھیں ''سی

تھمن" کے نام سے جانتے ہیں۔ یہی نام داریوش کتاب جو استخر فارس میں موجود ہے میں بھی ذکر ہے۔ ہم قبل ازیں بھی کہہ چکے ہیں۔ یہ سب کچھ قدیم کتب کی چھان بین سے حاصل ہوا ہے کہ یہ مفسد قوم نواحی شمال کے دور دراز علاقے میں سکونت پذیر ہے (معاد شناسی، ج ۴، ص ۹۳، ۹۴)۔

اس دیوار کی بابت بھی بہت ساری باتیں مشہور ہیں۔ ان میں وہ قول جو معاد شناسی کے مصنف نے اختیار کیا ہے یہ ہے:

حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی تعمیر کی ہوئی مشہور دیوار وہی ہے جو قفقاز کے پہاڑی سلسلے میں ایک تنگ سلسلہ ہے جو بحر خزر سے بحر اسود تک پھیلا ہوا ہے اور یہ تنگہ داریال کے نام سے مشہور ہے۔ اس دیوار کو ترکی زبان میں "دمیر قاپو" جس کے معانی "لوہے" کے ہیں' کہا جاتا ہے۔ یہ گھاٹی تفلیس اور ولادی کیوکز کے درمیان واقع ہے۔ گویا یہ دیوار دو بلند پہاڑوں کے درمیان واقع ہے۔ یہ پہاڑ دونوں طرف پھیلے ہوئے ہیں۔ ان دو پہاڑی سلسلوں کے درمیان موجود تنگ فاصلہ ہے۔ شمالی اور جنوبی علاقوں کے درمیان یہ واحد راستا ہے۔ یہی راستا ان دو علاقوں کو ملاتا ہے۔ یہ گھاٹی بحر خزر اور بحر اسود کے درمیان ایک طبیعی رکاوٹ ہے جو ہزاروں کلومیٹر پر پھیلی ہوئی ہے۔ یہ شمال اور جنوب دونوں کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہے (معاد شناسی، ج ۴، ص ۹۳، ۹۴)۔

ان تمام حالات کو ذکر کرنے کے بعد بھی ہم ذوالقرنین' اور اس وحشی قوم یاجوج ماجوج اور مذکورہ دیوار کے متعلق کوئی حتمی رائے قائم نہیں کر سکتے کہ جس کی روشنی میں ہم کسی مقام کی بطور مصداق نشان دہی کر سکیں۔ مثلاً اگر ہم یہ فرض کریں کہ یاجوج ماجوج مغول قوم کا حصہ ہیں اور ساتویں ہجری [۷ ہجری] میں ہونے والے حملوں کو ان کے حصے میں ڈالیں تو اس کے بارے میں تو قرآن کریم کا صراحتاً فرمان موجود ہے:

حَتّٰٓی اِذَا فُتِحَتۡ یَاۡجُوۡجُ وَ مَاۡجُوۡجُ وَ ہُمۡ مِّنۡ کُلِّ حَدَبٍ یَّنۡسِلُوۡنَ ۝ وَ اقۡتَرَبَ الۡوَعۡدُ الۡحَقُّ فَاِذَا ہِیَ شَاخِصَۃٌ اَبۡصَارُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ؕ یٰوَیۡلَنَا قَدۡ کُنَّا فِیۡ غَفۡلَۃٍ مِّنۡ ہٰذَا بَلۡ کُنَّا ظٰلِمِیۡنَ

"یہاں تک کہ جب یاجوج و ماجوج (کا راستا) کھول دیا جائے گا تو وہ ہر

بلندی سے نکل پڑیں گے اور برحق وعدہ قریب آنے لگے گا تو کفار کی آنکھیں یکایک کھلی رہ جائیں گی (وہ کہیں گے) ہائے ہماری تباہی ہم واقعی اس سے غافل تھے بل کہ ہم تو ظالم تھے"(سورہ مبارکہ انبیا: آیات ۹۶،۹۷)۔

اس قوم کے بڑے حملے کو جو شاید انسانی معاشرے کا بہت بڑا حملہ ہو گا' قیامت قرار دیا گیا ہے کو ہم نہیں جان پا رہے۔

ایک صورت ہے کہ ہم قائل ہو جائیں کہ یاجوج ماجوج' منگولوں یا منچوروں کا ایک بہت بڑا قبیلہ ہے جو شمال ایشیا کے کسی مشہور درے میں پناہ گزین ہے۔ جوں ہی قیامت کے آثار نمودار ہوں گے یا دیوار کا مسئلہ سامنے آئے گا تو وہ بھی زمین کے کسی گوشے سے اُٹھ کھڑے ہوں گے اور تباہی و بربادی پھیلاتے ہوئے اپنے حملوں کا آغاز کریں گے۔

دیوار کی بابت بھی موجودہ نظریات و اقوال میں سے کسی ایک کو اختیار نہیں کیا جا سکتا۔ اس لیے کہ دیوار چین ہو یا دیوار مارب' دیوار دربند ہو یا دیوار داریال (جسے ترکی میں دمیر قاپوا [لوہے کی دیوار] کہا جاتا ہے) ان میں سے کوئی دیوار مراد نہیں ہے چوں کہ کوئی دیوار شمالی اقوام کی رفت و آمد کی راہ میں حائل نہیں ہوتی یا اس کے برعکس کوئی دیوار بھی جنوبی اقوام کو شمال کی طرف جانے سے نہیں روکتی مثلاً دیوار چین سے اگر ہم چشم پوشی بھی کر لیں تو اس کا کام پانی کے سامنے موجود ایک بند سے زیادہ نہیں ہے۔ آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ دیوار حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے ہاتھوں تعمیر شدہ دیوار سے پہلے کی نہیں ہے چوں کہ وہ دیوار' ہو سکتا ہے قدرتی آفات' زلزلوں' آتش فشانوں کے سبب سے زمین کے اندر دھنس گئی ہو اور اب سطح زمین پر اس کے اثرات معدوم ہو گئے ہوں۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ جب آثار قیامت ظاہر ہوں گے تو یہ دیوار بھی ظاہر ہو گی' اس سے پہلے آنے والی قدرتی آفات و بلیات سے بہر حال انکار نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ دابۃ الارض والے مسئلے کے متعلق بھی آپ یہ موقف اختیار کر سکتے ہیں کہ دابۃ الارض کے لغوی معنی ہیں زمین پر رینگنے والا یا زمین پر چلنے والا کوئی ذی روح۔ اس سے مراد ایک ایسا چلنے یا رینگنے والا مراد ہے جو لوگوں سے گفتگو کرے گا اور اس کی سب سے بڑی علامت

یہ ہے کہ اس کی گفتگو کے سبب سے کافروں اور مومنوں کی پیشانیوں پر واضح نشان پڑ جائیں گے۔ گویا یہ ایک ان دونوں کے درمیان لکیر کھینچ دی جائے گی یعنی ان جسموں پر باقاعدہ نشانی لگا دی جائے گی یعنی ان کے برزخی اجسام پر۔

اس مسئلے پر مزید بحث وتمحیص کی ضرورت ہے۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ یہ جو برزخی جسموں پر نشان (داغ) لگائے جائیں گے یہ صرف مجرموں اور گناہ گاروں کے جسموں پر لگائے جائیں گے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ چوں کہ انسان جب تک صاحب اختیار ہے وہ اپنے مادی اور دنیاوی حساب کتاب سے ایسے نہیں کرنے دیتا۔ اس کے علاوہ عالم مادی اور عالم ظاہر میں اس قسم کے فعل کا ظاہر ہونا ایک عظیم زلزلے والے حادثے اور قیامت کی غیر یقینی تاریخ اور صرف انتظار کرنے کی کیفیت پر برقرار رہنے سے بھی منافات رکھتا ہے۔ دابۃ الارض کے وجود اور اس کے وجود کے فلسفہ پر اس سے زیادہ بحث نہیں ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم آیات وروایات کے ذریعے اس مسئلے کو اور اس کے مصداق کو تلاش کرنے کی کوشش کریں۔

وَ اِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَیْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَآبَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا بِاٰیٰتِنَا لَا یُوْقِنُوْنَ۝ وَ یَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّنْ یُّكَذِّبُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ یُوْزَعُوْنَ۝ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْ قَالَ اَكَذَّبْتُمْ بِاٰیٰتِیْ وَ لَمْ تُحِیْطُوْا بِهَا عِلْمًا اَمَّا ذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ

"اور جب ان پر وعدہ (عذاب) پورا ہونے والا ہوگا تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک چلنے پھرنے والا نکالیں گے جو ان سے کلام کرے گا۔ درحقیقت یہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کرتے تھے اور جس روز ہم ہر اُمت میں سے ایک ایک جماعت کو جمع کریں گے جو ہماری آیات کو جھٹلایا کرتی تھیں، پھر انھیں روک دیا جائے گا" (سورۂ مبارکہ نمل: آیات ۸۲تا۸۴)۔

مذکورہ آیات کے مضمون سے یہ مطلب سمجھ میں آتا ہے کہ یہ جنبش کرنے والا نہ صرف یہ کہ ذی روح ہے بل کہ صاحب عقل بھی ہے اس لیے کہ یہ لوگوں سے ہم کلام ہوتا ہے بعض

افراد اس کی باتوں کو قبول کریں گے اور بعض اس کی باتوں پر یقین نہیں کریں گے اور یقیناً قیامت آ جائے گی اور صفیں درہم برہم ہو جائیں گی۔

بنابرایں حدیث کا سیاق و سباق تو ہمیں ایک ہی مرد کی طرف متوجہ کرتا ہے اور وہ ہستی سوائے امیرالمومنین (علی علیہ السلام) کے کوئی دوسری نہیں ہو سکتی۔ امیرالمومنین علیہ السلام کے دابۃ الارض ہونے پر گوناگوں روایات دلالت کر رہی ہیں۔ ہم یہاں پر ایک روایت بطور نمونہ پیش کر رہے ہیں۔

ابوبصیرؓ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کرتے ہیں:

رسولؐ خدا، امیرالمومنین علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ آپؑ اپنے سر کے نیچے ریت اور سنگ ریزے جمع کر کے ان پر سر رکھے ہوئے سو رہے تھے۔ پیغمبرِ اکرم نے آپؑ کو جگایا اور فرمایا: اے خدا کے لیے حرکت کرنے والے! اٹھو (قُم یَا دَابَّةَ اللهِ)۔

صحابہ کرام میں سے ایک نے خدمتِ پیغمبرِ اکرم میں عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپؐ نے جس نام سے اپنے بھائی [علیؑ] کو پکارا ہے کیا ہم بھی ایک دوسرے کو اس نام سے پکار سکتے ہیں؟

آپؐ نے فرمایا: نہیں، خدا کی قسم! یہ لقب اسی ذاتِ علیؑ کے لیے ہے۔ وہی دابۃ اللہ ہیں۔ خداوندِ کریم نے اس لقب کا تذکرہ اپنی کتاب میں بھی فرمایا ہے (وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ......)۔

پھر فرمایا: یاعلیؑ! آخری زمانے میں خدا تجھے بہترین شکل و صورت میں ظاہر کرے گا۔ تمہارے پاس ایسے آلات ہوں گے، جن کے ذریعے تم اپنے دشمنوں پر نشان لگا سکو گے۔

اس وقت ایک شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے مولاؑ! عامہ (اہل سنت) کہتے ہیں کہ وہ دابۃ الارض تو لوگوں کو زخمی کر دے گا اور انھیں مجروح کر دے گا۔ آیت میں موجود لفظ "تُکَلِّمُھُمْ" وہ مرد لوگوں سے گفتگو کرے گا اور اگر اس کو پڑھا جائے "تَکْلِمُھُمْ" تو معنی ہوں گے کہ وہ لوگوں کو زخم لگائے گا۔ آپؑ نے جواب میں ارشاد فرمایا: خدا انھیں جہنم میں زخم لگائے گا۔ وہ دابۃ الارض لوگوں سے گفتگو کرے گا۔ اس "تُکَلِّمُھُمْ" کا مادہ کلام ہے اور یہ آیت رجعت کے متعلق ہے (معاد شناسی، ج۳، ص۱۱۱،۱۱۲)۔

یہ مقامِ تعجب نہیں ہے کہ اگر امیرالمومنین علیہ السلام کا اسمِ گرامی قدر صراحت کے ساتھ قرآن

مجید میں ذکر ہو اس لیے کہ علیؑ اور اولادِ علیؑ قرآن اور نبوت کا باطن ہیں۔ ہم نے موت کے سکرات اور غمرات کی بحث میں عرض کیا تھا کہ اس لیے کوئی بھی انسان ان ذواتِ مقدسہ کے جلال و جمال کا نظارہ کرنے کی تاب نہیں رکھتا' چوں کہ اس وقت یہ ذواتِ مقدسہ الٰہی لطف وقہر کی آئینہ دار ہوتی ہیں۔ موت کے بعد سارے انسانوں کا ان ہی سے تو رابطہ ہوتا ہے' دنیاوی زندگی کے آخری لمحات میں۔ یہ ذاتِ امیرالمومنینؑ ہے جو اپنے آپ کو تیار رکھتی ہے تا کہ وہ انسان کے اعمال کی سزا یا جزا کو پا سکے اور کفار کی پیشانی پر ننگ وداغ لگا دے اور مومنین کو کفار سے جدا اور علیحدہ کر دے۔

قیامت سے قبل رُونما ہونے والے حادثات سے آشنائی حاصل کرتے ہوئے ہم اس سوال پر پہنچے ہیں کہ کیا یہ واقعات (چاہے طبعی ہوں' اخلاقی یا پھر اجتماعی) یہ سب کے سب حضرت امامِ زمانہؑ کے ظہورِ پُرنور کے بعد رُونما ہوں گے یا پہلے؟ چوں کہ آپؑ کی حکومت کی تشکیل بھی تو قیامت کی شرائط میں سے ایک شرط ہے۔

اُستاد علامہ طہرانی سورۂ محمدؐ کی آیت ۱۸ کے ذیل میں اپنا نظریہ دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا السَّاعَةَ......

اس آیتِ کریمہ کا سیاق وسباق تحکم اور مواخذہ پر دلالت کرتا ہے۔ مثلاً کافر اس وقت ایسے مقام پر کھڑے ہوتے ہیں کہ وہ حق کی اتباع کر سکتے ہیں۔ بنابرایں ان کی عاقبت پھر خیر و سعادت سے مل جائے گی یا پھر وہ قیامت کے واقع ہونے کا انتظار کریں گے اور اپنے مشاہدے کے ذریعے وہ اس مقام کو دیکھ سکیں گے جس کے وہ مستحق تھے۔ جو خصوصیات اس کے اندر دیکھیں گے وہ بیان کریں گے اور پھر وہ حق کی اتباع کریں گے۔ جب کہ وہ آج تو حق کے پیرو نہیں ہیں۔ پھر ایک احتمال ہی بچ جاتا ہے' وہ ہے خود قیامت کا آ جانا (معاد شناسی، ج ۳، ص ۱۶)۔

جب کہ بہت سارے محققین نے روایات کی روشنی میں "ساعت" پر خصوصی توجہ دی ہے اور اس لفظ "ساعت" کو حضرت امام زمانہ علیہ السلام کے ظہور پر تطبیق فرمایا ہے اور ساعت کی شرط کو ظہور کی علامات کے ساتھ مربوط فرمایا ہے۔ بہرحال یہ واقعات ظہورِ امام علیہ السلام سے پہلے رُونما

ہوں یا بعد میں؛ ان میں قدرِ متیقن یہ ہے کہ یہ واقعات قیامت سے پہلے رُونما ہوں گے۔ البتہ یہ واقعات دفعتاً اور آناً فاناً رُونما ہوں گے جیسے گرہن، یمن کی سرزمین پر آگ کا لگنا وغیرہ۔ لیکن عقلی اور نقلی قرآئن ہم سے یہ ضرور کہتے ہیں کہ یہ حادثات اور واقعات آپؑ کے ظہور پُرنور سے پہلے انجام پائیں گے چوں کہ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے کہ امام مہدی علیہ السلام کی حاکمیت اور ان کے بعد ائمہ اطہار علیہم السلام کی حکومت بلامنازع اور اتفاقی ہوگی تو پھر اخلاقی قسم کے فسادات اور اجتماعی برائیوں اور جھگڑوں کا مسئلہ اُٹھنا کیا معنی رکھتا ہے ان کا تو پھر سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر طبیعی حادثات کو ہم علامات اور نشانیوں کے عنوان سے تسلیم کریں تو پھر بلافاصلہ قیامت آجانی چاہیے۔ پھر قیامت کے انتظار وغیرہ کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

اگر ہم ان عقلی قرآئن سے صرف نظر بھی کر لیں تو درج ذیل والی روایات یہ بتلاتی ہیں کہ ساعت کی شرائط کے متعلق ہمیں بتلایا جا رہا ہے یہ سب کچھ امام مہدی علیہ السلام کے ظہور سے پہلے سے مربوط ہے۔

نمونہ اوّل:

جناب عبداللہ بن حارثؒ کہتے ہیں: میں نے حضرت علی علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں عرض کیا: اے امیرالمومنینؑ! امام مہدی علیہ السلام (موعود) کے ظہور سے قبل جو حالات و واقعات رُونما ہوں گے، کے متعلق مجھے مطلع کریں۔

آپؑ نے فرمایا: اے فرزندِ حارث! یہ وہ امر ہے جس کا ذکر موقوف ہے اور اس پر بات چیت نہیں ہو سکتی۔ چوں کہ پیغمبرؐ اکرم نے مجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ اس کی خبر میں امام حسنؑ و حسینؑ کے علاوہ کسی کو نہ دوں (بحار الانوار، ج ۶، ص ۳۱۲)۔

نمونہ دوّم:

جناب عبداللہ بن سلیمانؒ جن کا کام کتب کا مطالعہ تھا، وہ کہتے ہیں: میں نے ایک خدائی کتاب میں پڑھا ہے کہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام [حدیث کا راوی حدیث کو حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی دیوار تعمیر کرنے اور یاجوج و ماجوج تک جاری رکھتا اور پھر کہتا ہے کہ] یاجوج ماجوج کی قوم

سال میں ایک مرتبہ اپنے مسکن سے نکلتی ہے اور اپنے بہ شمال ایشیا کے شہروں کا دورہ کرتی ہے اور پھر اس دیوار تک پہنچتی ہے۔ اسے دیکھ کر پھر دوبارہ پلٹ جاتے ہیں اور اپنے وطن کی سیر کرتے پر ہی اکتفا کر لیتے ہیں۔ وہ ہر سال باقاعدگی سے یہ کام کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے حتیٰ کہ قیامت نزدیک ہو جائے گی اور اس کی نشانیاں رُونما ہونے لگیں گی اور جب قیامت کی نشانیاں ظاہر ہوں گی تو ان میں ایک امام مہدی علیہ السلام کا قیام بھی ہے۔ خداوند کریم اس دیوار کو ان کے لیے کھول دیں گے چوں کہ قولِ خدا ہے:

حَتّٰىٓ اِذَا فُتِحَتْ يَاْجُوْجُ وَ مَاْجُوْجُ وَ هُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ (سورۂ مبارکہ الانبیاء: آیت ۹۶)

"بس اتنا [توقف تو ضرور ہوگا] کہ جب یاجوج ماجوج کھول دیے جائیں گے اور یہ لوگ [زمین کی] ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے نکل پڑیں۔"

قیامت کی نشانیوں سے آشنائی حاصل کرنے کے بعد یہ جاننا چاہیے کہ اس سارے جہان میں بہت بڑا زلزلہ آئے گا جس کے بعد قیامت کی تصویر سامنے آجائے گی (بحار الانوار، ج۶، ص۳۱۳)۔

......✱......

فصل پنجم

قیامت کا دن

جان نکال لینے والی چیخ اور اس جہان کی دگر گونی کی ابتدا

جیسا کہ اس سے قبل ہم بیان کر چکے ہیں یہ نظامِ خلقت (اگر ہم ایک لمحے کے لیے اس کا نام رکھ سکتے ہیں تو) ایک دل خراش قسم کی چیخ سے دہل کر رہ جائے گا اور ہر چیز دگر گونی کا شکار ہو جائے گی۔ جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ (سورہ مبارکہ اعراف: آیت ۱۸۷)

"وہ لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں کہ قیامت واقع ہونے کا وقت کب ہے؟ کہہ دیجیے اس کا علم صرف میرے ربّ کے پاس ہے۔ وہی اسے وقت آنے پر ظاہر کر دے گا۔ (قیامت کا واقع ہونا) آسمانوں اور زمین کا بڑا بھاری حادثہ ہو گا جو ناگہاں تم پر آ جائے گا یہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں گویا آپ ان سے بہ خوبی واقف ہو کہہ دیجیے اس کا علم صرف اللہ کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

یہ اس قدر اچانک اور دفعتاً ہو گا کہ مثلاً اگر کوئی شخص کھانا کھا رہا ہے اور لقمہ چبا رہا ہے تو اسے وہ لقمہ نگلنے کی توفیق بھی نصیب نہیں ہو گی' خوف و وحشت کے سبب اس کی زبان لٹک جائے گی۔

خلاصہ جو شخص جس کام میں بھی مصروف ہو گا' وہیں ٹھہر جائے گا۔

ذیل کی چند آیات اس عظیم سانحہ کے اچانک ہونے کی تصویر کشی کر رہی ہیں:

مَا يَنْظُرُوْنَ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً تَاْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُوْنَ

"(درحقیقت) یہ ایک ایسی چیخ کے منتظر ہیں جو انہیں اس حالت میں لے

گی جب یہ لوگ آپس میں جھگڑ رہے ہوں گے" (سورۂ مبارکہ یٰسین: آیت ۴۹)۔

جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَّلَآ إِلَىٰٓ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ

"پھر نہ وصیت کر پائیں گے اور نہ ہی اپنے گھر والوں کی طرف واپس جا سکیں گے" (سورۂ مبارکہ یٰسین: آیت ۵۰)۔

اور سورۂ حج میں ارشاد ہو رہا ہے:

يَٰٓأَيُّهَا ٱلنَّاسُ ٱتَّقُوا۟ رَبَّكُمْ ۚ إِنَّ زَلْزَلَةَ ٱلسَّاعَةِ شَىْءٌ عَظِيمٌ ۝ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ أَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَتَرَى ٱلنَّاسَ سُكَٰرَىٰ وَمَا هُم بِسُكَٰرَىٰ وَلَٰكِنَّ عَذَابَ ٱللَّهِ شَدِيدٌ (سورۂ مبارکہ حج: آیت ۱،۲)

"اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو کیوں کہ قیامت کا زلزلہ بڑی (خوف ناک) چیز ہے۔ جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی (ماں) اپنے شیر خوار کو بھول جائے گی اور تمام حاملہ عورتیں اپنا حمل گرا بیٹھیں گی اور تم لوگوں کو نشے کی حالت میں دیکھو گے حالاں کہ وہ نشے میں نہ ہوں گے بل کہ اللہ کا عذاب بڑا شدید ہوگا۔"

اس کے علاوہ ہم جو آیت پیش کر رہے ہیں وہ بھی اس بحث کا بہترین نمونہ ہے:

"جب قیامت برپا ہوگی تو لوگ اپنی زندگی اور اس کے روزمرہ کے کاموں میں جُتے ہوئے ہوں گے۔ وہ اپنے کسب اور کام میں مشغول ہوں گے۔ قبل اس کے کہ وہ اپنی زندگی کی بساط کو لپیٹ سکیں، قیامت برپا ہو جائے گی۔ جتنی دیر میں ایک انسان لقمہ توڑ کر اپنے منھ تک لے جاتا ہے، اس سے بھی کم وقت میں قیامت برپا ہو جائے گی۔ وائے ہو اس شخص پر جو اپنے حوض کو پُر کرنے میں مصروف ہے تاکہ وہ اپنی فصلوں کو سیراب کر سکے مگر اس آبیاری اور حوض بھرنے سے قبل قیامت آ جائے گی" (المیزان: بحث روائی)۔

اس وقت سارے جہان میں چھائی ہوئی وحشت و بربریت کی فضا میں جو بہترین ساتھ ہو گا وہ قرآن کا ہو گا۔ چوں کہ قرآن نے قیامت کے ستر اسما و صفات کا ذکر فرمایا ہے اور اس عظیم سانحہ کے بارے میں سینکڑوں آیات موجود ہیں جو اس حادثے کی مکمل تصویر اس جہان کے سامنے پیش کر رہی ہیں۔ ہم چوتھی فصل میں قیامت کے اسما کے عنوان سے بحث پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔ ہم یہاں انسان، سورج، چاند، ستاروں وغیرہ کے انجام کے متعلق قرآن سے ایک تصویر پیش کر رہے ہیں۔

جیسے:

وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ (سورۂ مبارکہ مرسلات: آیت ۹)

''جب آسمان میں شگاف ڈال دیا جائے گا۔''

وَانْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِيَ يَوْمَئِذٍ وَّاهِيَةٌ (سورۂ مبارکہ حاقہ: آیت ۱۶)

''اور آسمان پھٹ جائے گا اور وہ اس روز ڈھیلا پڑ جائے گا۔''

وَاِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ (سورۂ مبارکہ تکویر: آیت ۱۱)

''جب آسمان اُکھاڑ دیا جائے گا۔''

يَّوْمَ تَمُوْرُ السَّمَآءُ مَوْرًا (سورۂ مبارکہ طور: آیت ۹)

''اس دن آسمان بُری طرح تھرتھرا جائے گا۔''

يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ (سورۂ مبارکہ معارج: آیت ۸)

''اس دن آسمان پگھلی ہوئی دھات کے مانند ہو جائے گا۔''

يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ (سورۂ مبارکہ دخان: آیت ۱۰)

''جب آسمان نمایاں دھواں لے کر آئے گا۔''

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَآءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ

''اس دن ہم آسمان کو اس طرح لپیٹ لیں گے جس طرح طومار میں اوراق لپیٹتے ہیں'' (سورۂ مبارکہ انبیا: آیت ۱۰۴)۔

إِذَا السَّمَاءُ انشَقَّتْ ○ وَأَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ

"جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے پروردگار کے حکم کی تعمیل کرے گا جو اس کا حق دار ہے" (سورۂ مبارکہ انشقاق: آیات ۱،۲)۔

إِذَا السَّمَاءُ انفَطَرَتْ (سورۂ مبارکہ انفطار: آیت ۱)

"جب آسمان شگافتہ ہو جائے گا۔"

وَفُتِحَتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ أَبْوَابًا (سورۂ مبارکہ نبا: آیت ۱۹)

"اور آسمان کھول دیے جائیں گے تو دروازے ہی دروازے ہوں گے۔"

فَإِذَا انشَقَّتِ السَّمَاءُ فَكَانَتْ وَرْدَةً كَالدِّهَانِ (سورۂ مبارکہ رحمٰن: آیت ۳۷)

"پس جب آسمان پھٹ جائے گا تو (سرخ) گلابی (اور پگھل کر) تیل کی طرح ہو جائے گا۔"

جس وقت آسمان شگافتہ ہو گا تو اس طرح سرخ ہو جائے گا جس طرح سرخ پھول ہوتا ہے، یا یوں کہیں جس طرح سرخ تیل کھول کر سرخ ہو جاتا ہے سورج اور چاند سب سرخ ہو جائیں گے۔

جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ (سورۂ مبارکہ تکویر: آیت ۱)

"جب سورج لپیٹ دیا جائے گا۔"

وَخَسَفَ الْقَمَرُ (سورۂ مبارکہ قیامت: آیت ۸)

"اور چاند بے نور ہو جائے گا۔"

وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ (سورۂ مبارکہ قیامت: آیت ۹)

"اور سورج اور چاند ملا دیے جائیں گے۔"

وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ (سورۂ مبارکہ تکویر: آیت ۲)

"جب ستارے بے نور ہو جائیں گے۔"

فَإِذَا النُّجُومُ طُمِسَتْ (سورۂ مبارکہ مرسلات: آیت ۸)

"جب ستارے نور کر دیے جائیں گے۔"

زمین، پہاڑوں اور دریاؤں کے متعلق ارشاد ہو رہا ہے:

إِذَا زُلْزِلَتِ الْأَرْضُ زِلْزَالَهَا (سورۂ مبارکہ زلزال: آیت ۱)

"جب زمین اپنی لرزش سے ہلائی جائے گی۔"

يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ (سورۂ مبارکہ مزمل: آیت ۱۴)

"جس دن زمین کانپنے لگے گی۔"

إِذَا دُكَّتِ الْأَرْضُ دَكًّا دَكًّا (سورۂ مبارکہ فجر: آیت ۲۱)

"جب زمین کوٹ کوٹ کر ہموار ہو جائے گی۔"

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ (سورۂ مبارکہ مریم: آیت ۹۰)

"قریب ہے کہ اس سے آسمان پھٹ جائیں اور زمین شق ہو جائے۔"

وَأَخْرَجَتِ الْأَرْضُ أَثْقَالَهَا (سورۂ مبارکہ زلزال: آیت ۲)

"اور زمین اپنا بوجھ نکال دے گی۔"

إِذَا رُجَّتِ الْأَرْضُ رَجًّا (سورۂ مبارکہ واقعہ: آیت ۴)

"جب زمین پوری طرح ہلا دی جائے گی۔"

سُيِّرَتِ الْجِبَالُ (سورۂ مبارکہ نبا: آیت ۲۰)

"اور پہاڑ (اپنی جگہ سے) چلائے جائیں گے۔"

فَدُكَّتَا دَكَّةً وَاحِدَةً (سورۂ مبارکہ حاقہ: آیت ۱۴)

"وہ ایک ہی چوٹ میں ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔"

فَكَانَتْ هَبَاءً مُّنْبَثًّا (سورۂ مبارکہ واقعہ: آیت ۶)

"تو یہ منتشر غبار بن کر رہ جائیں گے۔"

وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنْفُوشِ (سورۂ مبارکہ قارعہ: آیت ۵)

"اور پہاڑ دھنی ہوئی اُون کی طرح ہو جائیں گے۔"

فَكَانَتْ سَرَابًا (سورۂ مبارکہ نبا: آیت ۲۰)

"تو وہ سیراب ہو جائیں گے۔"

يَوْمَ تَرْجُفُ الْأَرْضُ وَالْجِبَالُ (سورۂ مبارکہ مزمل: آیت ۱۴)

"جس دن زمین اور پہاڑ کانپنے لگیں گے۔"

وَبُسَّتِ الْجِبَالُ بَسًّا (سورۂ مبارکہ واقعہ: آیت ۵)

"اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے۔"

كَانَتِ الْجِبَالُ كَثِيبًا مَّهِيلًا (سورۂ مبارکہ مزمل: آیت ۱۴)

"اور پہاڑ بہتی ریت کے مانند ہو جائیں گے۔"

وَإِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ (سورۂ مبارکہ مرسلات: آیت ۱۰)

"جب پہاڑ اُڑا دیے جائیں گے۔"

وَإِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ (سورۂ مبارکہ انفطار: آیت ۳)

"اور جب سمندروں میں پھوٹ ڈالی جائے گی۔"

وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ (سورۂ مبارکہ تکویر: آیت ۶)

"اور جب سمندروں کو جوش میں لایا جائے گا۔"

صور پھونکنا

ہم دیکھتے ہیں کہ اس عظیم حادثے کے انسانوں' حیوانوں' جنوں بل کہ سارے موجودات اور ہر ذی روح وشعور پر بڑے گہرے اثرات مرتب ہوں گے۔ دیکھنا یہ ہے کہ اس کے ملائکہ پر کیا اثرات مرتب ہوں گے؟

آؤ دیکھیں قرآن کریم اس سلسلے میں کیا ارشاد فرماتا ہے؟ یہ تو بالکل واضح ہے کہ قیامت برپا ہونے سے قبل آدمی انسانیت اگر عالم برزخ میں موجود گی تو ایک کثیر تعداد دنیا میں بھی موجود ہوگی۔ جوں ہی قیامت کی وہ جان کن چیخ بلند ہوگی۔ دنیا میں موجود سارے انسان موت

کی آغوش میں چلے جائیں گے اور فوراً عالم برزخ میں موجود انسانوں سے جا ملیں گے۔ قرآن کریم حیوانات کے برزخی ہونے کے متعلق بھی خاموش نہیں ہے بلکہ ارشاد ہو رہا ہے:

وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ (سورۂ مبارکہ تکویر: آیت ۵)

"اور جب وحشی جانور اکٹھے کر دیے جائیں گے۔"

اس وضعیت میں سورج اور چاند کے لیے کوئی وقت اور زمانہ معین نہیں ہے چوں کہ سورج اور چاند وغیرہ کام نہیں کر رہے ہوں گے کہ ان سے کسی صحیح وقت کا اندازہ لگایا جا سکے۔ اب یہاں ایک عظیم حادثہ وقوع پذیر ہوگا۔ جس کا بلاواسطہ رابطہ برزخی موجودات اور اہل ملکوت سے (اعم از جن وانس) ہوگا' چاہے وہ زمینوں میں موجود ہیں یا آسمانوں میں وہ "صور پھونکنا" دو مرتبہ انجام پائے گا۔

نفخ صور کا لغوی معنی ہے پھونک مارنا۔ یہ تعبیر ایک اصطلاح سے زیادہ نہیں ہے جو ایک رمز یا کوڈ کی سی حیثیت رکھتی ہے۔ خداوند کریم قرآن میں متعدد مقامات پر اس قسم کی تعبیرات کو بہ عنوانِ تشبیہ معقول بہ محسوس پیش کرتا ہے اور قدیم الایام سے یہ معمول رہا ہے کہ کسی مضبوط قسم کے شخص کی یہ ڈیوٹی لگائی جاتی جس کا سینہ کافی مضبوط ہوتا اور گلا تر و تازہ ہوتا' وہ بانس کی ایک شاخ جس میں سوراخ ہوتا لے کر لوگوں میں اعلان کرتا لشکروں کو جمع کرنے کی ذمہ داری بھی اسے ہی سونپی جاتی' وہ اس میں زور سے پھونک مارتا اور اس میں سے بڑی ڈراؤنی قسم کی اور لوگوں کو متوجہ کرنے والی آواز نکلتی اگر ہم کو اس کے لیے کوئی مناسب تعبیر لانا چاہیے تو وہ یہ ہوگی کہ "نفخ صور" گویا لوگوں کو مطلع کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔

اس بارے میں مزید بحث و تمحیص سے قبل ضروری ہے کہ ہم آیات کریمہ کے سراغ میں چلیں تاکہ ہمیں چند ضروری اور مفید نکات سے مستفید ہونے کی سعادت نصیب ہو سکے۔

ارشاد ربانی ہو رہا ہے:

وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ

"اور (جب) صور پھونکا جائے گا تو جو آسمانوں اور زمین میں جو ہیں سب بے ہوش ہو جائیں گے مگر جنھیں اللہ چاہے پھر دوبارہ پھونکا جائے گا تو اتنے میں وہ سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے" (سورۂ مبارکہ زمر: آیت ۶۸)۔

سورۂ نمل کی آیت ۸۷ میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ وَ كُلٌّ اَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ (سورۂ مبارکہ نمل: آیت ۸۷)

"اور جس روز صورت پھونکا جائے گا آسمانوں اور زمین کی تمام موجودات خوف زدہ ہو جائیں گی سوائے ان لوگوں کے جنھیں اللہ چاہے اور سب نہایت عاجزی کے ساتھ اس کے حضور پیش ہوں گے۔"

ان دو آیات سے ہم درج ذیل نکات حاصل کرتے ہیں:

① قیام قیامت (تخلیق کے نئے نظام کی ایجاد) سے قبل دو مرتبہ صور پھونکا جائے گا۔ ایک نفحہ (اماتہ) ہے اور دوسرا نفحہ (اِحیاء) جو فرشتے ان دو نفحات پر مامور ہیں وہ حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں جو چار ملائکہ میں سے ایک ہیں [وہ چار فرشتے حضرت اسرافیلؑ، حضرت عزرائیلؑ، حضرت جبرئیلؑ اور حضرت میکائیلؑ ہیں] ان چاروں کے ہاتھ میں خلقت کے جملہ اُمور ہیں۔ یہ کام میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔

حضرت اسرافیل علیہ السلام خدا کے دو اسما کے مظہر ہیں۔ ایک اسم مقدس ہے (ممیت) مارنے والا اور دوسرا اسم مقدس ہے محی (زندہ کرنے والا)، اسی طرح دوسرے ملائکہ بھی کسی نہ کسی اسم اِلٰہی کے مظہر ہیں۔

② یہ "اماتہ" برزخیوں کو بھی شامل ہے کہ دنیا میں زندہ زندگی بسر کرنے والوں کو اس کی دلیل یہ ہے کہ خداوند کریم کا ارشاد ہے:

اِنْ كَانَتْ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً فَاِذَا هُمْ خٰمِدُوْنَ (سورۂ مبارکہ یٰسین: آیت ۲۹)

"وہ تو محض ایک ہی چیخ تھی پس وہ یکایک بجھ کر رہ گئے۔"

مذکورہ آیتِ کریمہ اور صورت پھونکنے والی آیتِ کریمہ کے مضمون میں فرق ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ اس "اماتہ" کے عامل حضرت اسرافیلؑ ہیں جب کہ ہم جانتے ہیں کہ حضرت عزرائیلؑ تو موت پر مامور فرشتے ہیں۔ یہ دنیا میں زندگی بسر کرنے والے زندہ افراد کی اَرواح کو قبض کر کے برزخ کی طرف منتقل کرتے ہیں۔

جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

قُلْ يَتَوَفّٰكُمْ مَّلَكُ الْمَوْتِ...... (سورۂ مبارکہ سجدہ: آیت ۱۱)

"کہہ دو کہ ملک الموت تمھاری جان لے گا۔"

جب کہ حضرت اسرافیلؑ ایک پھونک سے تمام زندوں بل کہ حضرت عزرائیلؑ کو بھی موت کی آغوش میں پہنچا دیں گے۔

۳ جب ہم مذکورہ دونوں آیات کو ایک جگہ جمع کر کے دیکھتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ زمین و آسمان کے تمام جان دار کی پہلی صورت سے کیا حالت ہو جائے گی ان پر دو حالتیں طاری ہوں گی۔ ایک "فزع" (خوف اور وحشت) دوسری "صعق" (یعنی ہلاکت)۔ بعض مفسرین قرآن کا نظریہ ہے کہ یہ دونوں حالتیں اسی نفحہ واحدہ کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ جب کہ ایسا نہیں ہے بل کہ یہ دونوں حالتیں تو ایک حالت کی صفت ہیں آپ یہ ترجمہ کر سکتے ہیں وہ ہلاکت جس میں خوف اور وحشت شامل ہوتی ہے۔

۴ اس فزع اور صعق میں موت سب کے لیے برابر ہوتی ہے ایک گروہ کو مستثنیٰ کر دیا گیا ہے۔ جیسے ارشاد ہو رہا ہے: (اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ) ان کے بارے میں جیسا کہ روایات سے ثابت ہے۔

اس استثنیٰ سے مراد ذواتِ مقدسہ رسولؐ خدا، حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا اور ائمہ ہدیٰ علیہم السلام ہیں۔ ان کے علاوہ باقی جو بھی زندہ ہے وہ موت کی آغوش میں پہنچ جائے گا۔

حتیٰ کہ خود حضرت اسرافیلؑ بھی۔ اس سلسلے میں ہم بطور نمونہ ایک روایت پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

پیغمبرؐ گرامی قدر نے ارشاد فرمایا: جب قیامت برپا ہوگی خداوند کریم ملک الموت کو حکم دیں گے: اے ملک الموت! مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہے میں تمہیں اس طرح موت کا ذائقہ چکھاؤں گا جس طرح تم نے ساری مخلوق کو موت کا ذائقہ چکھایا ہے (بحار الانوار، ج۶، ص۳۲۸)۔

......✷......

محشر کا میدان اور ایک ڈراؤنا اور دردناک انتظار

اس سے پہلے والی فصل میں ہم بیان کر چکے ہیں کہ عالم برزخ کا مہمان بننے کے بعد تمام انسانوں کو دو صور پھونکنے سے واسطہ پڑے گا (ایک صورت اماتہ اور دوسرا صورت إحیا) تمام موجوداتِ عالم کی موت اور زندگی تحقق پذیر ہوگی۔ جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو ہر انسان اپنے آپ کو ایسے مقام پر پائے گا' جہاں نہ پہاڑ ہوں گے نہ دریا' نہ درخت' نہ آب و گیاہ' نہ کوئی آشیانہ نہ صحرا بس انسانوں اور حیوانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر ہوگا' تاحد نگاہ زندگی ہی زندگی بل کہ زندہ انسان ہی نظر آئیں گے۔

جب ہم قرآنی آیات اور روایات پر نظر ڈالتے ہیں تو اس میدانِ محشر کی ایک عجیب و غریب تصویر ہمارے سامنے آتی ہے۔ ہم اس تصویر کی ایک جھلک آپ کے سامنے پیش کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

آغاز ہم قرآنِ کریم سے کر رہے ہیں:

وَ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰی كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّ تَرَكْتُمْ مَّا خَوَّلْنٰكُمْ وَرَآءَ ظُهُوْرِكُمْ...... (سورۂ مبارکہ انعام: آیت ۹۴)

"اور آخر تم ہمارے پاس اسی طرح تنہا آئے [تا] جس طرح ہم نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور جو [مال اور اولاد] ہم نے تم کو دیا تھا وہ سب اپنے پس پشت چھوڑ آئے۔"

سورۂ مبارکہ ابراہیم میں ارشاد ہو رہا ہے:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَ السَّمٰوٰتُ وَ بَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (سورۂ مبارکہ ابراہیم: آیت ۴۸)

"یہ (انتقام) اس دن ہوگا جب یہ زمین کسی اور زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان بھی اور سب خدائے واحد وقہار کے سامنے پیش ہوں گے۔"

يَوْمَ تَأْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (سورۂ مبارکہ نحل: آیت ۱۱۱)

"اس دن ہر شخص اپنی صفائی کی حجتیں قائم کرتے ہوئے پیش ہوگا اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔"

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ۝ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا ۝ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّ لَآ اَمْتًا ۝ يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ وَ خَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا (سورۂ مبارکہ طٰہٰ: آیات ۱۰۵ تا ۱۰۸)

"اور جب لوگ آپ سے ان پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں بس آپ کہہ دیجیے میرا رب انہیں بکھیر کر رکھ دے گا پھر اسے ہموار میدان بنا کر چھوڑے گا نہ آپ اس میں کوئی ناہمواری دیکھیں گے نہ بلندی' اس دن لوگ منادی کے پیچھے دوڑیں گے جس میں کوئی انحراف نہ ہوگا اور رحمان کے سامنے آوازیں دب جائیں گی۔ پس آپ آہٹ کے سوا کچھ نہ سنیں گے۔"

يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ (سورۂ مبارکہ حج: آیت ۲)

"جس دن تم اسے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی (ماں) اپنے شیر خوار کو بھول جائے گی اور تمام حاملہ عورتیں اپنا حمل گرا بیٹھیں گی اور تم لوگوں کو نشے کی حالت میں دیکھو گے حالاں کہ وہ نشے میں نہ ہوں گے بل کہ اللہ کا عذاب بڑا شدید ہوگا۔"

يَوْمَ يَخْرُجُوْنَ مِنَ الْاَجْدَاثِ سِرَاعًا كَاَنَّهُمْ اِلٰى نُصُبٍ يُّوْفِضُوْنَ ۝

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِیْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ (سورۂ مبارکہ معارج: آیات ۴۳، ۴۴)

"جس دن وہ قبروں سے دوڑتے ہوئے نکلیں گے گویا وہ کسی نشانی کی طرف بھاگ رہے ہوں ان کی آنکھیں جھک رہی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہو گی یہ وہی دن ہے جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا تھا۔"

يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ ○ كَلَّا لَا وَزَرَ ○ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ (سورۂ مبارکہ قیامت: آیات ۱۰ تا ۱۲)

"اس دن انسان کہیں گے کہ آج راہِ فرار کہاں ہے (جواب ملے گا نہیں) ہرگز نہیں آج فرار کی راہ نہیں ہے آج تیرے رب کی طرف سے مستقل طور پر یہاں رہنے کی جگہ ہے۔"

يَوْمَئِذٍ يَّصْدُرُ النَّاسُ اَشْتَاتًا لِّيُرَوْا اَعْمَالَهُمْ (سورۂ مبارکہ زلزال: آیت ۶)

"اس دن لوگ گروہ گروہ ہو کر نکل آئیں گے تاکہ انھیں ان کے اعمال دکھائے جائیں۔"

جب ہم ان آیاتِ کریمہ اور ان سے مشابہ آیاتِ کریمہ اور روایات پر غور و فکر کرتے ہیں تو یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ تمام جن و انس ملائکہ اور حیوانات وغیرہ۔ نفخۂ دوم (دوسری پھونک) کے بعد (بغیر استثنیٰ) کے اس صحرا میں جسے وادیٔ محشر' ساہرہ' ارض القیامۃ...... کہتے ہیں' میں جمع ہو جائیں گے اور اپنے اپنے نامہ اعمال اور تقدیر کا فیصلہ سننے کے انتظار میں کھڑے ہو جائیں گے۔ یہی وہ مقام ہے' جہاں انسان پچاس ہزار برس (جو شمسی و قمری سالوں کے برابر ہوں گے)۔

پچاس پڑاؤں اور موقف طے کرے گا۔ حتمی فیصلہ کے مطابق یا جنت کی سعادت حاصل کر پائیں گے یا پھر جہنم کا ایندھن بن جائیں گے۔ اگر ہم اس میدان کی خصوصیات اور توصیفات بیان کرنا چاہیں تو اس کے حاضرین کے علاوہ قرآن و روایات سے یہ صورتِ حال

سامنے آتی ہے۔

میدانِ محشر کی طبیعی موقعیت

یہ ایسی وادی ہے جس میں نہ پہاڑ ہوں گے اور نہ ہی نشیب و فراز۔

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا۝ فَيَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا۝ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا (سورۂ مبارکہ طٰہٰ: آیات ۱۰۵ تا ۱۰۷)

"اور لوگ آپ سے ان پہاڑوں کے بارے میں پوچھتے ہیں پس کہہ دیجیے میرا ربّ انھیں اڑا کر بکھیر دے گا پھر اسے ہموار میدان بنا کر چھوڑے گا۔"

حضرت امام زین العابدین سید الساجدین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

بِارْضٍ لَيْسَ عَلَيْهَا جِبَالٌ (بحارالانوار، ج ۷)

"ایسی سرزمین ہوگی، جس پر پہاڑ نہیں ہوں گے۔"

اس میدان میں کسی جگہ قرار و سکون میسر نہیں ہوگا!

يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ (سورۂ مبارکہ قیامت: آیت ۱۰)

"اس دن انسان سوال کرتا پھرے گا کہ راہِ فرار کہاں ہے؟"

اس صحرا کی جنس آگ ہے!

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

اَرْضُ الْقِيَامَةِ نَارٌ مَاخَلَا ظِلُّ الْمُؤْمِنِيْنَ (بحارالانوار، ج ۷، ص ۱۲۰)

"قیامت تو آگ والی زمین ہے اس میں صرف مومنین پر سایہ ہوگا (یعنی جس مقام پر مومنین قیام کیے ہوئے ہوں گے وہاں سایہ ہوگا)"۔

اس میدان میں صرف تاریکی اور اندھیرا ہے!

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

جب قیامت برپا ہوگی تو اس میدان میں خداوند متعال اوّلین و آخرین سب کو جمع

کرے گا اور پھر شدید تاریکی کی (چادر) اوڑھا دے گا۔ سب مل کر اپنے رب کے سامنے نالہ و فریاد کریں گے اور عرض کریں گے: اے پروردگار! ہم سے یہ اندھیرا دور کیجیے۔ تب ارشادِ ربّ کائنات ہوگا: میں ایک ایسی قوم میدان میں لاؤں گا جس کے آگے آگے نور چل رہا ہوگا۔ جس کی روشنی سے زمینِ قیامت اور اس کے اطراف جگمگا اُٹھیں گے (بحار الانوار، ج ۷، ص ۱۴۰)۔

شدید گرمی والا میدان

محشر کا صحرا ایک لحاظ سے آگ سے مرکب ہے تبھی تو گرمی کی شدت اپنے نقطۂ عروج پر پہنچی ہوئی ہوگی؛ جس کے نتیجے میں ہر کوئی پسینے سے شرابور ہوگا۔ اس عرق ریزی اور گرمی کی حدت کے سبب ہر کوئی گویا خود کو عذاب کے شکنجے میں جکڑا ہوا محسوس کرے گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

''جب قیامت کا دن ہوگا خداوند عالم تمام انسانوں کو ایک صحرا میں جمع کرے گا تو تمام انسان پا برہنہ اور بالکل عریاں ہوں گے۔ اس طرح وہ میدانِ محشر میں ٹھہریں گے کہ ان کے اجسام پسینے میں شرابور ہوں گے۔ لوگوں کے لیے سانس لینا دشوار ہو جائے گا'' (بحار الانوار، ج ۷، ص ۱۰۱)۔

امیر المومنین علیہ السلام نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

حَتّٰى اِذَا تَصَرَّمَتِ الْاُمُورُ...... وَ اَلْجَمَ الْعَرَقُ

''تب کام اپنے انجام کو پہنچے گا دنیا اپنے اختتام کی منزل پر پہنچ جائے گی۔ لوگوں کے محشور ہونے کا وقت آ پہنچے گا۔ خداوند متعال انھیں قبروں سے باہر نکالیں گے...... اور (گرمی کی شدت سے) لوگوں کے منھ پر لگام چڑھا دے گا۔''

میدانِ محشر میں انسان کو لے کر چلنے والے عوامل

میدانِ محشر اور قیامت کے صحرا میں اور پانچ مواقف (پڑاؤ) پر انسان کو لے کر چلنے

والے دو عامل ہوں گے: ایک مخصوص قسم کی آگ اور جھلسا دینے والی ہوا۔ [جیسا کہ بعض روایات میں مذکور ہے] دوسرا عامل وہ دو فرشتے ہیں جو انسان کے نگران اور ہمیشہ اس کے ہم راہ ہوتے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"آگ جو صحرائے عدم (یمن) کی گہرائیوں سے بھڑکے گی اور اس کے شعلے بلند ہو کر نور افشانی کر رہے ہوں گے (اس کے شرارے اتنے بلند ہوں گے جتنے بلند) اُونٹوں کی گردنیں ہیں۔ اس طرح کے (بطور مثال) آپ اس کو اس وقت سرزمین شام (موجودہ سوریہ) میں ملاحظہ کر سکتے ہیں۔ یہ آگ لوگوں کو میدانِ محشر کی طرف کھینچ لائے گی)۔"

حضرت علی بن ابراہیم اپنی تفسیر میں اس آیتِ کریمہ "وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا"...... (سورۂ مبارکہ انعام: آیت ۲۲ سورۂ مبارکہ یونس: آیت ۲۸) کے ذیل میں فرماتے ہیں:

"جس دن سب کو محشور کیا جائے گا اور پھر ان لوگوں کو جنھوں نے خدا کا شریک ٹھہرایا" کے بارے میں کہیں گے: یہ ہے تمھارا مقام اور ٹھکانا۔ کہاں ہیں تمھارے شریک ان کو علیحدہ کر دیا جائے۔ فرماتے ہیں: (قولِ معصومؑ) ہے کہ ایسی آگ بھڑکائی جائے گی جس کے ذریعے مومنین اور کفار کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی (بحار الانوار، ج ۷، ص ۱۰۱)۔

نیز اس آیتِ کریمہ "وَامْتَازُوا الْيَوْمَ أَيُّهَا الْمُجْرِمُونَ" (سورۂ مبارکہ یٰسین: آیت ۵۹) کے ذیل میں (قولِ معصومؑ) نقل کرتے ہیں ارشاد ہو رہا ہے:

"خداوند متعال ایسی ہوا چلائے گا جس کے ذریعے (مومنین اور کفار) کے درمیان جدائی ڈال دی جائے گی اور اس دوران ایک منادی ندا دے گا کہ "وَامْتَازُوا الْيَوْمَ"۔"

حضرت امام علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

''قیامت کی سرزمین تب تک شگافتہ نہیں ہو گی (یعنی زمین تب تک آشکار نہیں ہو گی) جب تک دو فرشتے ہر انسان کو بازوؤں سے پکڑ کر یہ نہ کہہ دیں کہ تم خداوند متعال کی آواز پر لبیک کہو'' (بحارالانوار: ج ۷، ص ۱۰۶)۔

میدانِ محشر میں انسان کی ستر پوشی

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

''جب انسان محشور ہونے کے بعد میدانِ محشر میں قدم رکھے گا اور خداوند قادر و متعال جب تمام بنی نوع انسان کو میدانِ محشر میں اکٹھا کرے گا اس وقت تمام انسانوں کے پاؤں برہنہ اور وہ بے لباس اور بالکل عریاں ہوں گے'' (بحارالانوار، ج ۷، ص ۲۷)۔

ایک زندیق (بے دین) شخص نے بارگاہِ صادقِ آلِ محمدؑ میں سوال کیا: بروزِ قیامت لوگوں کی جو کیفیت ہو گی، کے متعلق ہمیں مطلع فرمائیں۔ کیا بروزِ قیامت انسان بالکل عریاں ہوں گے؟

آپؑ نے فرمایا: بلکہ وہ اپنے کفنوں میں محشور ہوں گے۔

اس نے عرض کیا: وہ کفن بوسیدہ ہو چکے ہوں گے تو پھر ان سے ستر پوشی کیسے ممکن ہو گی؟

آپؑ نے فرمایا: جو پروردگار لوگوں کو زندہ کر سکتا ہے، وہ کفنوں کو بھی نیا بنا سکتا ہے (نیا کر سکتا ہے) (بحارالانوار، ج ۷، ص ۱۰۹)۔

ان دو حدیثوں کے مابین کوئی تعارض یا منافات نہیں ہے اس لیے کہ بعض لوگ بے کفن ہوں گے اور بعض کفن پہنے ہوئے۔

حضرت فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیہا نے اپنے بابا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں سوال کیا: جب انسان قبروں سے نکلیں گے کیا ان کے جسموں پر کفن ہوں گے؟

آپؐ نے فرمایا: کفن بوسیدہ ہو چکے ہوں گے اور جسم باقی ہوں گے۔ مومنین کی ستر پوشی کی جائے گی جب کہ کفار اور منافقین عریاں اور برہنہ ہوں گے۔

بی بیؑ نے عرض کیا: باباجانؐ! مومنین کی ستر پوشی کس چیز سے کی جائے گی؟

آپؐ نے فرمایا: نور کے ذریعے جس کی شدت اور چمک سے اجسام نظر نہیں آئیں گے (بحارالانوار، ج ۷، ص ۱۱۱)۔

میدانِ محشر میں انسانوں کی غذا

یہاں ایک سوال پیش خدمت ہے کہ اس وقت انسان بھوکا بھی ہوگا اور پیاسا بھی؟ تو اس صحرا میں کھانے پینے کا سامان کہاں سے آئے گا؟

ہم اس سوال کا جواب سب سے قبل قرآنِ کریم سے تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ بہترین عنوان ہے اور بڑی اہمیت کا حامل بھی ہے۔

ارشاد ہو رہا ہے:

اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ

"تھوڑا پانی ہم پر انڈیل دو یا جو رزق اللہ نے تمھیں دیا ہے اس میں سے کچھ ہمیں دے دو" (سورۂ مبارکہ اعراف: آیت ۵۰)۔

وَ مَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ (سورۂ مبارکہ انبیاء: آیت ۸)

"اور ہم نے ان کے لیے جسم خلق نہیں کیا کہ جس کی وجہ سے کھانا طلب نہ کریں"۔

(جہاں تک معادِ جسمانی کا تعلق ہم نے محشر کے صحرا میں انھیں جسمانی بدن کے ساتھ محشور کیا ان کے کھانے کے لیے ہم نے طعام قرار دیا ہے)۔

دوسرے مرحلے پر روایات ہماری مدد کے لیے آمادہ و تیار نظر آتی ہیں۔ جناب نافعؒ مولیٰ عمر نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں سوال کیا۔ اس آیتِ کریمہ:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَ السَّمٰوٰتُ (سورۂ مبارکہ ابراہیم: آیت ۴۸)

"یہ (انتقام) اس دن ہوگا جب یہ زمین کسی اور زمین میں تبدیل ہو جائے گی۔"

کے متعلق سوال کیا یہ زمین کب اور کس جگہ سے تبدیل ہوگی؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا: سفید نان (جو بہت بڑا ہوگا) اور سفید رنگ کی بہت بڑی روٹی

کی شکل اختیار کرے گی۔ اہل محشر اس سے کھائیں گے حتیٰ کہ مخلوق اسے (پچاس ہزار سال) تک کھاتی رہے گی۔

جناب نافعؒ نے دوبارہ بڑے تعجب سے سوال کیا: کیا وہ سب کھانے میں مصروف ہو جائیں گے (ان تمام پریشانیوں کے باوجود)۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا: ان کی مصروفیت میدانِ میں زیادہ ہوگی یا جہنم میں؟

نافعؒ نے عرض کیا: جہنم کی آگ میں۔

آپؑ نے اپنے ارشاد کی تائید میں یہ آیتِ کریمہ پیش کی:

وَ نَادٰۤی اَصۡحٰبُ النَّارِ اَصۡحٰبَ الۡجَنَّۃِ اَنۡ اَفِیۡضُوۡا عَلَیۡنَا مِنَ الۡمَآءِ اَوۡ مِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰہُ (سورۂ مبارکہ اعراف: آیت ۵۰)

''اور اہل جہنم اہل جنت کو پکاریں گے: تھوڑا پانی ہم پر انڈیل دو یا جو رزق اللہ نے تمھیں دیا ہے اس میں سے کچھ ہمیں دے دو۔''

جہنم کا دردناک عذاب بھی ان میں کھانے کی طلب ختم نہیں کر سکے گا۔ وہ بیچارے زقوم (جہنمیوں کی بدترین غذا) طلب کریں گے اور پینے کے لیے بھی جس کے جواب میں متعفن پانی کھولتا (حمیم) ہوا انھیں پیش کیا جائے گا۔

جناب نافعؒ نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! آپؑ نے بالکل سچ ارشاد فرمایا (بحار الانوار، ج ۷، ص ۱۱۰)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں سوال کیا گیا: اے فرزندِ رسولؐ! میدانِ محشر میں لوگ کون سی غذا کھائیں گے اور کیا پئیں گے جب تک وہ حساب سے فراغت نہیں پا لیتے؟

آپؑ نے فرمایا: لوگ ایک ایسی صاف اور شفاف چیز پر محشور ہوں گے جو صاف بیابان کے مانند ہوگی (وہ ہر قسم کی آلودگی سے منزہ ہوگی) اس میں نہریں جاری ہوں گی۔ وہیں وہ حساب سے فراغت پانے تک کھاتے پیتے رہیں گے (بحار الانوار، ج ۷، ص ۱۰۶)۔

ایک سائل نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی بارگاہِ ملکوتی میں عرض کیا: اے مولاؑ! کیا یہ

ممکن ہے کہ بروزِ محشر لوگ حساب کتاب کے منتظر اور اپنے نامہ اعمال کے انتظار میں مصروف ہوں گے۔اس کے باوجود وہ کھانے پینے کی طلب محسوس کریں گے؟

آپؑ نے جواب میں ارشاد فرمایا: خداوندِ کریم نے انسان کو اَجوف [جسمانی ضرورت کے طور پر بھوک کے اندر رکھی ہے] تبھی تو اس کے لیے کھانا پینا ضروری ہوتا ہے (بحارالانوار، ج ۷، ص ۱۵۹)۔

ہم اب تک جتنی بحث کر چکے ہیں' اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ خداوندِ کریم نے زمین محشر کو اس انداز میں خلق فرمایا ہے۔ گویا اس خاک میں غذا ہو گی اس طرح سارے انسان ایک بہت وسیع و عریض نان (روٹی) پر موجود ہوں گے جو شخص جہاں موجود ہو گا' وہاں سے کھانا شروع کر دے گا اور وہیں سے پینا شروع کر دے گا۔ اس کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی سی ہے جو وادیٔ طور میں چالیس سال رہی۔ جیسا کہ ان کے متعلق بیان ہوا ہے:

وَ ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَ اَنْزَلْنَا......

میدانِ محشر میں لوگوں کی حالت

میدانِ محشر میں اس قدر جم غفیر ہو گا کہ لوگوں کے لیے کھڑے ہونے کی جگہ بھی بمشکل دست یاب ہو گی۔ وہاں نیند' تفریح اور تفرج کا کوئی امکان نہیں ہو گا۔ پچاس ہزار سال تک انسان اپنے نامہ اعمال اور اپنی سرنوشت (جنت یا جہنم) کے انتظار میں کھڑا رہے گا۔ ہم صرف ایک نمونہ پیش کر رہے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''میدانِ محشر میں انسان پروردگارِ دو عالم کے سامنے اس طرح کھڑے ہوں گے' جس طرح ترکش میں تیر لگے ہوتے ہیں' چوں کہ ہر انسان کے حصے میں اتنی زمین آئے گی جس پر بمشکل اس کے قدم ٹک سکیں گے یعنی انسان ایک جگہ سے دوسری جگہ نہیں جا سکے گا'' (بحارالانوار، ج ۷، ص ۱۱۱)۔

حضرت علی علیہ السلام نہج البلاغہ میں ارشاد فرماتے ہیں:

''بروزِ محشر وہ خوش قسمت فرد ہو گا جسے زمین پر قدم رکھنے کے لیے جگہ میسر

آجائے گی۔"

حیوانات میدانِ محشر میں

کیا حیوانات بھی میدانِ محشر میں موجود ہوں گے؟

اس سوال کا ایک جواب تو یہ ہے کہ حیات (زندگی) ایک مجرد (ماوراء الطبیعاتی) اور غیر مادی چیز ہے۔ زندگی مادہ کی طرح انتشار (فنا) اور زوال پذیر نہیں ہوتی۔ بنابرایں حیوانات کی ارواح اپنے اسی حساب کتاب اور آن بان کے ساتھ موجود رہیں گی۔ اس سوال کے دوسرے جوابات ہم قرآن مجید اور روایات سے پیش کرنے کی سعی کرتے ہیں۔ ہم صرف چند مثالیں پیش کر کے بحث کو اختتام تک پہنچائیں گے۔

جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ (سورۂ مبارکہ تکویر: آیت ۵)

"جب وحشی جانور اکٹھے کر دیے جائیں گے۔"

یا پھر ارشاد ہو رہا ہے:

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَالُكُمْ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ

"اور زمین پر چلنے والے تمام جانور اور ہوا میں اپنے دو پروں سے اُڑنے والے سارے پرندے بس تمہاری طرح کی اُمتیں ہیں، ہم نے اس کتاب میں کسی چیز کی کمی نہیں چھوڑی پھر سب اپنے رب کی طرف جمع کیے جائیں گے" (سورۂ مبارکہ انعام: آیت ۳۸)۔

امیر المومنین علیہ السلام نے نہج البلاغہ میں فرمایا ہے کہ "حَتّٰى تَصَرَّمَتِ الْأُمُوْرُ"...... "جب تمام اُمور کے باہمی تعلق ٹوٹ جائیں گے"۔

قیامت سر پر آجائے گی۔ خداوند کریم قادر انسان کو ان کی خواب گاہوں (قبروں) سے باہر نکالیں گے۔ پرندوں کو ان کے گھونسلوں سے اور درندوں کو ان کے بلوں سے باہر نکالا جائے

گا' بہرحال جس طرح بھی ممکن ہو گا' وہ بڑی سرعت کے ساتھ قیامت کی طرف اپنا سفر جاری رکھیں گے...... (بحارالانوار، ج ۷، ص ۱۱۲)۔

یہ سوال کہ جانور کیوں محشور ہوں گے' کیا یہ بھی مکلف تھے یا اس قسم کے دوسرے کئی سوالات ہیں ان کے جوابات کے لیے یہ جگہ مناسب نہیں ہے۔

ہم متقی اور مجرم انسانوں کے عنوان کے تحت' انسانوں کی ارواح کے متعلق بحث کریں گے' ان شاء اللہ۔

......✷......

معاد جسمانی کا اِثبات

قیامت کے من جملہ مسائل میں اہم ترین مسئلہ انسان کے جسم کی معاد کا ہے۔ اس پر کئی اعتراض اور سوال اُٹھتے ہیں۔ فلسفے کے قواعد اور ضوابط اس مسئلے کو حل کرنے سے معذرت کر چکے ہیں مثلاً شیخ الرئیس بو علی سینا نے ضمناً اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ معاد جسمانی کا اِثبات قریب قریب ممکن نہیں ہے۔ انھوں نے اپنے دینی عقائد سے بھی تمسک رکھا ہے اور اس مسئلہ کو تعبداً قبول کیا ہے۔ جب کہ عالی قدر فلاسفر جناب ملا صدرا شیرازیؒ نے حرکت جوہری کی تشکیک او تحریح کے سہارے معاد جسمانی کے متعلق مثبت جوابات دیے ہیں جن کی تحریح کے لیے طویل مقدمات کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہم یہاں پر انتہائی اختصار کے ساتھ صرف اتنا کہہ سکتے ہیں کہ اس جہان کی تمام موجودات سوائے ذات حضرت حق اپنے اجسام کے لحاظ سے محدود ہیں چوں کہ جسم ایک موجود کی حد کو بیان کرتا ہے۔ سارے ملائکہ اور جنات وغیرہ اجسام رکھتے ہیں البتہ ان کی اَرواح اور ذات کے لحاظ سے ان کے اجسام میں فرق پایا جاتا ہے۔ ملائکہ کے اجسام کی وضعیت کے بارے میں قرآنِ کریم نے ہمیں کوئی معلومات باہم نہیں دی ہیں جب کہ انسانوں اور جنات کے متعلق بڑی صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے کہ جنات آگ اور انسان مٹی سے بنے ہیں۔

مذکورہ مقدمے سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ کوئی بھی موجود ایسا نہیں ہے جس کا جسم نہ ہو مثلاً یہ انسان اگر تکوین کے لحاظ سے دیکھا جائے تو قرآن کی آیات بھی تصدیق کرتی ہیں۔ ملا صدرا شیرازی نے بھی یہی عرق ریزی فرمائی ہے کہ انسان کا جسم پہلے خلق ہوا پھر روح خلق ہوئی۔

جیسے حکم ہو رہا ہے:

فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي (سورۂ مبارکہ حجر: آیت ۲۹)

''پھر میں اس کی تخلیق مکمل کر لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں۔''

سب سے لطیف نکتہ یہ ہے کہ اس جسم نے دوسرے عوالم [برزخ و قیامت وغیرہ] میں روح کا بھرپور ساتھ دینا ہے۔ اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ جسم کیسا ہوتا ہے؟

اس کا وہ جواب پیش خدمت ہے جو حکمت متعالیہ نے دیا ہے:

اوّلا: انسانی وجود کا حقیقی ملاک روح ہوتی ہے اور جسم [روح کی پیدائش سے قبل اس کی پیدائش کی علت شمار کیا جاتا ہے] اس مرحلے پر معلول کی فعالیت یعنی روح کی تخلیق کا محور قرار پاتا ہے۔

اس ترتیب سے روح اپنی علت موجدہ جسم [جس کے سلول دم بہ دم اور لحہ بہ لحہ ایجاد ہوتے رہے ہیں] کے بعد ہوتا ہے اور روح جسم کی جوہری حرکت کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی باری پر یعنی معلول کے مقام پر بلکہ اس سے ذرا بلند معلول کے آخری مقام پر ذاتِ پروردگار کے قریب ہوتا ہے۔ روح نت نئے اور تازہ سلسلے ایجاد کرتا ہے اور اپنے اعضا و جوارح کو سر و سامان عطا کرتا ہے۔ ان اعضا کے ذریعے وہ منافع کو جلب کرتا ہے ضرر و نقصانات کے امکانات کو زائل کرنے کی کوشش کرتا ہے یعنی اپنے وجود کے لیے اعضا سے خدمت مستعار لیتا ہے۔

انسان کے تین عالم اور نشہ ہوتے ہیں: ① عالم مادہ ② عالم خیال (مثال) ③ عالم عقل (ادراک) پہلا مرتبہ دوسرے کا اور دوسرا مرتبہ تیسرے کے قائم مقام ہوتا ہے۔ انسان اپنی پیدائش ہی سے ان تینوں عوالم سے مزین ہوتا ہے چوں کہ لامحالہ طور پر انسان کا تعلق عالم مادہ کے ذریعے ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی روح بھی مادی ضروریات کی طرف زیادہ متوجہ ہوتی ہے اور وہ جسم جو روح کی ضروریات کا خیال رکھتی ہے وہ بھی مادی ہو جاتی ہے۔ جب عالم مادہ میں رہ کر روح اپنے تکامل کے مراحل طے کرتی ہے وہ پھر عالم مادہ سے علیحدگی اور چھٹکارا حاصل کرنا چاہ رہی ہوتی ہے۔ اس لیے وہ مادی لباس کو اُتار پھینکتی ہے اور پھر اس کے بعد وہ عالم برزخ (مثال) میں قدم رکھتا ہے اور اس کے بعد خداوند متعال کے اذن سے اپنے لیے جسم، اعضا و جوارح مہیا کرتی ہے [بعض افراد کا کہنا ہے کہ عالم برزخ میں وہی جسم ہوگا جو عالم مادہ

میں تھا یعنی اسی کی مثل ہوگا]۔اب عالم برزخ میں وہ اپنی حیات اور اس کی فعالیات کا آغاز کر دے گا۔اب اسے جسم مادی کی ضرورت نہیں اس لیے کہ یہ اب دنیا کے عالم میں نہیں۔

اس مطلب کو ثابت کرنے کے لیے روایات اور اہل بصیرت نے حالت: رؤیا کو بطور مثال پیش کیا ہے اس کی مزید وضاحت یہ ہے:

انسان بے حس و حرکت بستر پر سیدھا ہو کر لیٹ جائے اس طرح کہ گویا اس کی روح کا تعلق اس کے اعضا و جوارح کے ساتھ نہیں ہے [یعنی مادی لحاظ سے روح مکمل طور پر آزاد ہے] گویا روح عالم برزخ میں اپنی فعالیات کا آغاز کیے بیٹھی ہے۔ چوں کہ عالم برزخ اس وقت تک ہے، جب تک قیامت کا آغاز نہیں ہو جاتا اور پہلی دفعہ صور نہیں پھونکا جاتا' اس پہلے صور پھونکنے کے ساتھ ہی تمام اہل برزخ بھی مر جائیں گے۔ایک دفعہ گویا ہر قسم کی حیات معدوم ہو جائے گی اور پھر جب دوسری مرتبہ صور پھونکا جائے گا تو پھر تمام مرے ہوئے لوگ زندہ ہو جائیں گے اور پلک جھپکنے کی دیر میں اپنے اصلی اور حقیقی مادی اجسام کی طرف لوٹ جائیں گے جیسا کہ وہ برزخ سے پہلے یعنی دنیا میں تھے۔ پروردگار کا اسم "محیی" اتنی تاثیر دکھائے گا کہ انسانی جسم کے تکوین قیام کے موقع پر کسی بھی سابقہ زمانے اور سیر تدریجی کا تقاضا نہیں کریں گے۔

جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ (سورۂ مبارکہ قمر: آیت ۵۰)

"اور ہمارا حکم بس ایک ہوتا ہے پلک جھپکنے کی طرح۔"

اور:

وَ مَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ

"قیامت کا معاملہ تو ایسا ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا بلکہ اس سے بھی قریب تر" (سورۂ مبارکہ نحل: آیت ۷۷)۔

ہم انسانوں کے دوبارہ زندہ ہونے کی بابت حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام

کے ہاتھوں پرندوں کے زندہ ہونے کی مثال پیش کر چکے ہیں۔

ہاں! اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نئے دورانیے میں ایک نئی حالت کا سامنا ہے۔ اب کی بار یہ اجسام اُس دنیاوی اور مادی جسم کی نسبت زیادہ قوی اور مضبوط ہوں گے چوں کہ اب کی بار جس زندگی کا سامنا ہے' وہ سخت اور باقی رہنے والی ہے۔ جسم میں رُونما ہونے والی اس تبدیلی کا تعلق جسم کی بناوٹ اور ان عناصر سے ہے' جن میں تبدیلی رُونما ہوئی ہے۔ چوں کہ یہ جسم قیامت میں موجود ہوگا۔ دوسری طرف اسی قسم کی تبدیلی انسانی روح کے اندر اور اس کی حیات میں بھی رُونما ہوئی ہے۔ اس لیے کہ روح اپنے مدارج کے لحاظ سے انسانی حیات میں ضعیف' عالم برزخ میں متوسط اور عالم آخرت میں بہت قوی و مضبوط ہو جائے گا۔

جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

فَكَشَفْنَا عَنكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ (سورۂ مبارکہ ق: آیت ۲۲)

"چناں چہ ہم نے تجھ سے تیرا پردہ ہٹا دیا ہے لہٰذا آج تیری نگاہ بہت تیز ہے۔"

إِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ

"آخرت کا گھر ہی زندگی ہے اگر انھیں کچھ علم ہوتا" (سورۂ مبارکہ عنکبوت: آیت ۶۴)۔

لہٰذا اس جہان میں انسان اپنے لیے جو بھی جسم منتخب کرتا ہے' اسے سخت ترین زندگی کا سامنا ہوتا ہے۔ وہ بولے گا بھی اور اس انسان کے خلاف گواہی بھی دے گا یا صرف گواہی دے گا۔

ان مذکورہ مطالب سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ قیامت کے دن انسان اپنی دونوں شخصیتوں کے ساتھ مبعوث ہوگا اور موجود ہوگا۔ دنیا میں روح موجود تھی اور اسے جتنے بھی اختیارات اور سہولیات میسر تھیں بروزِ قیامت ان سہولیات کے ساتھ ساتھ مادی عناصر قوی ترین صورت میں روح کو حاصل ہوں گے جو اس دوسرے جہان کے ساتھ انتہائی مناسبت رکھتے ہوں گے۔ روح اس طرح خود کو نمایاں کرے گی اور اس دوسرے جہان کی ضروریات کے مطابق اپنی حیات کا آغاز کرے گا۔ وہ حیات جو ابدی اور سرمدی ہے۔ اس روح کے پاس بھی ابدکی اور ملکات موجود ہوں گے۔

جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے:

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۲۸۶)

"ان کے اعمال ان کے لیے ہیں اور تمھارے اعمال تمھارے لیے۔"

قرآن سے معاد جسمانی کا اِثبات

یہاں پر بھی پیش کیے گئے دوسرے موضوعات کی طرح ہم اس موضوع کے لیے قرآنی آیات کا سہارا لے رہے ہیں اور اس معرکۃ الآرا مسئلے معاد جسمانی کی بابت قرآنِ کریم سے فیصلہ لینا چاہ رہے ہیں۔ اس موضوع کے بارے میں قرآنِ مجید میں تین قسم کی آیات موجود ہیں:

پہلی قسم: وہ آیات ہیں جو انسانوں کے زندہ ہونے کو مردہ زمین سے تشبیہ دیتی ہیں۔

دوسری قسم: اس امر کی تحقیق کو قدرتِ خدا پر موقوف کر رہی ہیں۔

تیسری قسم: وہ آیات ہیں جو ہمیں بتلاتی ہیں کہ معاد جسمانی تحقق پذیر ہوگا اور اس دنیا میں بھی انبیاؑ کے ہاتھوں ایسے ہوا ہے۔

پہلی قسم کی آیات:

وَ هُوَ الَّذِىْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ (سورۂ مبارکہ اعراف: آیت ۵۷)

"اور وہی تو ہے جو ہواؤں کو خوش خبری کے طور اپنی رحمت کے آگے آگے بھیجتا ہے۔"

یہ وہ خدا ہے جس نے ہواؤں کو بارانِ رحمت کی بشارت دے کر چلایا تا کہ وہ بادلوں کا بوجھ اُٹھا سکیں۔ ہم نے ان ہواؤں کو قریہ قریہ اور شہر شہر بھیجا ہے [تا کہ بے آب مُردہ زمینوں پر بارش برسے ان زمینوں میں زندگی لوٹ آئے تا کہ ان سے ہر قسم کے ثمرات حاصل کیے جا سکیں]۔ اس طرح ان زمینوں پر ہریالی اُگے گی۔ بالکل اسی طرح ہم بھی خاک سے مُردوں کو اُٹھائیں گے پھر ان کا سامنا قیامت کے دن والے حالات و واقعات سے ہوگا۔

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ (سورۂ مبارکہ روم: آیت ۱۹)

"اور وہ زندہ کو مردے سے نکالتا ہے اور مردے کو زندہ سے نکالتا ہے اور زمین کو اس کی موت کے بعد زندہ کرتا ہے اور اسی طرح تم بھی نکالے جاؤ گے۔"

خداوند کریم زندوں کو مردہ کریں گے اور مردوں کو زندہ کریں گے اور زمین [پانی نہ ہونے کی وجہ سے] جو مردہ ہو گئی تھی' کو زندہ کریں گے۔ بالکل اسی انداز میں مردوں کو زندہ کریں گے۔

وَ اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ

"خداوند کریم تو وہ ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تاکہ وہ بادلوں کو پراگندہ کر دے اور ہم ان بادلوں کو خشک اور مردہ زمینوں کی طرف بھیجیں گے اور اس مردہ زمین کو از سرنو زندہ کریں گے بالکل اسی طرح ہم انسان کو بھی زندہ کریں گے" (سورۂ مبارکہ فاطر: آیت ۹)۔

وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِیْدِ○ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ○ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَاَحْیَیْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ (سورۂ مبارکہ ق: آیات ۹ تا ۱۱)

"اور ہم نے آسمانوں سے بابرکت پانی نازل کیا جس سے ہم نے باغات (کے درخت) اُگائے اور کچھ بلند و بالا درخت پیدا کیے جنہیں تہ بہ تہ خوشے لگے ہوتے ہیں۔ (یہ سب کچھ) بندوں کی روزی کے لیے (پیدا کیا) اور پانی ہی سے ہم نے مُردہ شہر (افتادہ زمین) کو زندہ کیا' اسی طرح (قیامت میں مُردوں کو) نکلنا ہوگا۔"

اور ہم نے آسمان سے بابرکت پانی نازل کیا جس کے ذریعے ہم نے باغوں اور گلستانوں میں ہریالی پیدا کی۔ اسی پانی کی بدولت کھجوروں کے درختوں کو طویل قامت بنایا۔ جن سے مسلسل میوے چنے جاتے ہیں۔ ہم نے ان پھلوں کو انسانوں کا رزق قرار دیا ہے۔ بارش کے

ذریعے ہی تو ہم مردہ زمینوں کو زندہ کرتے ہیں [پس مخلوق کو جان لینا چاہیے] اسی طرح مرنے کے بعد بھی ہم مخلوق کے سروں کو مٹی سے اُٹھائے جائیں گے۔

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ انسانوں کا دوبارہ اُٹھنا اسی طرح ہے جس طرح زمین سے گھاس پھوس اُگتے ہیں [اس میں درجہ بندی وغیرہ کی قید نہیں ہے]۔

دوسری قسم کی آیات:

وَاِنۡ تَعۡجَبۡ فَعَجَبٌ قَوۡلُهُمۡ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِىۡ خَلۡقٍ جَدِيۡدٍ......

''اور اگر آپ کو تعجب ہوتا ہے تو ان (کفار) کی یہ بات تعجب خیز ہے کہ جب ہم خاک ہو جائیں گے تو کیا ہم ازسرنو پیدا کیے جائیں گے؟'' (سورۂ مبارکہ رعد: آیت ۵)

اگر تم منکروں اور کافروں کے قول پر تعجب کرتے ہو تو سب سے تعجب والا قول قیامت کے منکروں کا ہے جو کہتے ہیں کہ جب ہم خاک بن جائیں گے کیا اس کے بعد بھی ہم اُٹھیں گے؟!

اس آیت کریمہ میں استفہام انکاری سے نتیجہ لیا جا رہا ہے کیوں کہ خدا نے انسان کو خاک سے پیدا کیا ہے اور دوبارہ بھی اسے خاک ہی سے اُٹھائے گا تو پھر تعجب کس بات پر ہے؟ اس امر کا انکار ایسے ہی ہے جیسے کوئی بدیہات اور واضحات کا انکار کرے۔ اس قسم کے انکار پر تعجب ہوتا ہے۔

جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

وَ قَالُوۡۤا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّ رُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبۡعُوۡثُوۡنَ خَلۡقًا جَدِيۡدًا ۝
قُلۡ كُوۡنُوۡا حِجَارَةً اَوۡ حَدِيۡدًا (سورۂ مبارکہ بنی اسرائیل: آیت ۴۹، ۵۰)

''اور وہ کہتے ہیں کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم نئے سرے سے پیدا کر کے اُٹھائے جائیں گے۔ جو لوگ قیامت کے منکر ہیں وہ کہتے ہیں ہم تو خاک اور مٹی میں ملے ہوں گے' ہماری ہڈیاں تک گل جائیں گی' کیا ہم اس صورت میں بھی دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور نئے تخلیقی عمل سے ہمیں گزرنا پڑے گا؟!

اے پیغمبرؐ! ان سے کہہ دو (مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے کہ) کیا تم پتھر ہو یا لوہا (خدا اس پر قادر ہے)۔"

ثُمَّ اِلَیَّ مَرۡجِعُکُمۡ فَاُنَبِّئُکُمۡ بِمَا کُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ○ یٰبُنَیَّ اِنَّہَاۤ اِنۡ تَکُ مِثۡقَالَ حَبَّۃٍ مِّنۡ خَرۡدَلٍ فَتَکُنۡ فِیۡ صَخۡرَۃٍ اَوۡ فِی السَّمٰوٰتِ اَوۡ فِی الۡاَرۡضِ یَاۡتِ بِہَا اللّٰہُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَطِیۡفٌ خَبِیۡرٌ (سورۂ مبارکہ لقمان: آیات ۱۵، ۱۶)

"پھر تمھاری بازگشت میری طرف ہے پھر میں تمھیں بتا دوں گا کہ تم کیا عمل کر رہے ہو۔ تم نے میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے اور جو کچھ تم نے انجام دیا ہے میں تمھیں اس سے آگاہ کروں گا۔ حضرت لقمانؑ نے فرمایا: اے میرے بیٹو! اگر دانے کے برابر وزن تمھارے پاس ہو تم زمین و آسمان میں جہاں بھی ہوئے خداوند کریم تمھیں اُٹھا لے گا (زندہ کرے گا) چوں کہ خداوند کریم بہت ہی لطیف اور دانا و عالم ہے۔"

وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِیَ خَلۡقَہٗ ؕ قَالَ مَنۡ یُّحۡیِ الۡعِظَامَ وَہِیَ رَمِیۡمٌ○ قُلۡ یُحۡیِیۡہَا الَّذِیۡۤ اَنۡشَاَہَاۤ اَوَّلَ مَرَّۃٍ ؕ وَہُوَ بِکُلِّ خَلۡقٍ عَلِیۡمُۨ○ الَّذِیۡ جَعَلَ لَکُمۡ مِّنَ الشَّجَرِ الۡاَخۡضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنۡتُمۡ مِّنۡہُ تُوۡقِدُوۡنَ○ اَوَلَیۡسَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنۡ یَّخۡلُقَ مِثۡلَہُمۡ ؕ بَلٰی ٭ وَہُوَ الۡخَلّٰقُ الۡعَلِیۡمُ (سورۂ مبارکہ یٰسین: آیات ۷۸ تا ۸۱)

"پھر وہ ہمارے لیے مثالیں دینے لگتا ہے اور اپنی خلقت بھول جاتا ہے اور کہنے لگتا ہے ان ہڈیوں کو خاک ہونے کے بعد کون زندہ کرے گا؟ کہہ دیجیے انھیں وہی زندہ کرے گا جس نے انھیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ ہر قسم کی تخلیق خوب جانتا ہے۔ وہی ہے جس نے تمھارے لیے سبز درخت سے آگ پیدا کی پھر تم اس سے آگ سلگاتے ہو۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے آیا وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ ان جیسوں کو پیدا

کرے؟! کیوں نہیں! اور وہ تو پیدا کرنے والا واقف کار ہے جس نے
سب کو پیدا کیا ہے۔"

جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَلَّنْ نَّجْمَعَ عِظَامَهٗ ۝ بَلٰى قٰدِرِيْنَ عَلٰٓى اَنْ نُّسَوِّيَ بَنَانَهٗ (سورۂ مبارکہ قیامت: آیت ۳،۴)

"کیا انسان سوچتا ہے کہ [ہم نہیں کر سکتے ہیں] ہم ہڈیوں کو اکٹھا کریں۔
ہاں [ہم نہ صرف اس پر قادر ہیں] بل کہ ہم ان ہڈیوں کو ان کے صحیح
مقامات پر رکھنے پر بھی قادر ہیں۔"

اور ارشاد ہو رہا ہے:

يَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ ۝ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً ۝ قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ ۝ فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ ۝ فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ ۝ (سورۂ مبارکہ نازعات: آیات ۱۰ تا ۱۴)

"وہ کہتے ہیں کیا ہم (مرنے کے بعد) بھی دوبارہ زندہ کر دیے جائیں گے؟
جب کہ ہم مردہ ہو چکے ہوں گے اور ہماری ہڈیاں بوسیدہ ہو چکی ہوں گی پھر
بھی زندہ کر دیے جائیں گے۔ اس صورت میں جب ہم دوبارہ زندہ کیے
جائیں گے۔ ہم نقصان اُٹھانے والے ہو جائیں گے ماسوائے اِن لوگوں
کے جو [جو حضرت اسرافیلؑ کے صور کے وقت سنی جائے گی] وہ مہیب آواز
نہ سنیں اس اچانک آواز سے سب لوگ مٹی سے اُٹھ کھڑے ہوں گے [مٹی
سے اُٹھ کر سب انسان میدانِ محشر کی طرف چل پڑیں گے]"۔

آیات کا تیسرا حصّہ

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ

فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۲۶۰)

"جیسے حضرت ابراہیمؑ نے عرض کیا: اپنے پروردگار کے حضور کہ مجھے بتلا کس طرح مُردوں کو زندہ کرتا ہے؟ خدا نے فرمایا: کیا تمھیں یقین نہیں ہے؟ عرض کیا: جی یقین ہے مگر اس مشاہدے کے ذریعے اطمینان قلب چاہتا ہوں۔ خداوندِ کریم نے فرمایا: چار پرندے لو۔ ان کا گوشت آپس میں ملا دو' پھر یہ گوشت ہر پہاڑ کی چوٹی پر رکھو پھر ان پرندوں کو بلاؤ تاکہ وہ تمھاری طرف پرواز کرتے ہوئے آئیں [پھر تو تم جان جاؤ گے نا! کہ] تمھارا رب ہر چیز پر توانا ہے قادر ہے اور اُمورِ عالم کے حقائق سے آگاہ ہے۔"

اس آیتِ کریمہ میں ایک نکتہ ہے جس کا ذکر ضروری ہے کہ یہ زندہ کرنا یا دوبارہ خلق کرنا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں انجام پایا ہے یہ مشیت و اذنِ خدا سے ہوا ہے اور اس دنیا اور اس جہان میں انجام پایا ہے۔ ان پرندوں کے عناصر اولیہ اور ان کی جنس بھی انھی مادی عناصر سے تھی۔ اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام یہ کام خدا کے اذن سے دوسرے جہان میں کرتے تو پھر ان حیوانات کے عناصر [اس جنس سے ہوتے جو تکامل یافتہ ہے اور اس دوسرے جہان کے ہم سنخ ہے] سے ہوتے۔

اِذْ قَالَ اللّٰهُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْكَ وَ عَلٰی وَالِدَتِكَ اِذْ اَیَّدْتُّكَ بِرُوْحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِی الْمَهْدِ وَ كَهْلًا وَ اِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ التَّوْرٰىةَ وَ الْاِنْجِیْلَ وَ اِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ بِاِذْنِیْ فَتَنْفُخُ فِیْهَا فَتَكُوْنُ طَیْرًا بِاِذْنِیْ وَ تُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ بِاِذْنِیْ وَ اِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتٰی بِاِذْنِیْ وَ اِذْ كَفَفْتُ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ عَنْكَ اِذْ جِئْتَهُمْ

بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ

(سورۂ مبارکہ مائدہ: آیت ۱۱۰)

"جب خداوند نے ارشاد فرمایا: اے عیسیٰؑ ابن مریمؑ! ہم نے جو احسانات تم پر اور تمھاری ماں پر کیے' ان میری نعمتوں کو یاد کرو جب ہم نے روح القدس (جبرئیلؑ) سے تمھاری تائید کی کہ تم جھولے میں (پڑے پڑے) اور ادھیڑ ہو کر (یکساں) باتیں کرنے لگے اور جب ہم نے تمھیں لکھنا اور عقل و دانائی کی باتیں اور تورات و انجیل (یہ سب چیزیں) سکھائیں۔ جب میرے اذن سے تم نے مٹی (گل) سے پرندہ بنایا تھا پھر اس میں پھونک ماری تھی' میرے اذن سے وہ پرندہ بن گیا تھا......"

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ هُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۲۴۳)

"کیا تم نے نہیں دیکھا (نہیں جانتے ہو) ان کو جو موت کے ڈر سے اپنے گھروں سے دور نکل گئے جب کہ ہزاروں کی تعداد میں تھے پس خدا نے ان سے فرمایا مر جاؤ۔ پھر انھیں زندہ فرمایا' درحقیقت یہ مرنے والوں پر خدا کا فضل تھا مگر اکثر لوگ شکر نہیں بجا لاتے ہیں۔"

معاد جسمانی کا اِثبات روایات کے ذریعے

ہم روایات کو ان کے مضامین کی وجہ سے انھیں بھی چند قسموں میں تقسیم کریں گے:

قسم اوّل:

قسم اوّل میں وہ روایات درج ہیں جو انسان کی جان نکلنے کی کیفیت کو بیان کر رہی ہیں چوں کہ انسانی جسم اپنے اصلی اور بنیادی عناصر پر فریفتہ ہے' اسی وجہ سے یہ روایات اس مشکل گھڑی کو بیان کر رہی ہیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

جب خداوند کریم اپنی مخلوق کو دوبارہ اُٹھانے کا ارادہ فرمائیں گے تو آسمان سے چالیس دن تک مسلسل بارانِ رحمت برسے گی' جس کے سبب انسان کی ہڈیوں پر گوشت چڑھایا جائے گا (بحارالانوار، ج ۷، ص ۳۳، حدیث ۸)۔

دوسری قسم:

ان روایات کی ہے جو دلالت کرتی ہیں کہ انسانی جسم بروزِ قیامت انھی عناصر سے مل کر تشکیل پائے گا جن عناصر سے مل کر دنیا میں تشکیل پایا تھا۔

ایک ملحد شخص نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: بروزِ قیامت اَرواح کو کس طرح اُٹھایا جائے گا' جب کہ اجسام تو مٹی میں مل کر خاک ہو چکے ہوں گے' اس کے ٹکڑے بھی گل سڑ چکے ہوں گے۔ بعض ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں کہ انسان کے جسم کے چند اعضا ایک سرزمین پر چند حیوانوں نے کھا لیے ہیں اور بقیہ اعضا کسی دوسری سرزمین میں دفن کر دیے گئے ہیں۔ بعض اوقات تو ایک دوسرے مقام پر بھی ان اعضا کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے ہیں یا پھر وہ مٹی میں مل کر خاک بن گئے ہیں' پھر وہ مٹی گوندھ کر دیواروں پر لگا دی گئی اور اس سے نقش و نگار بھی بنا لیے گئے؟

امام علیہ السلام نے جواب میں ارشاد فرمایا:

وہ خالق اس نے جب [اس مرنے والے کو] اس وقت بنا لیا جب وہ کچھ بھی نہ تھا [تو اب تو اس کا ایک خاکہ اور تصویر کم سے کم موجود ہے] لہٰذا وہ خالق اس بات پر قادر ہے کہ یہ جیسے تھا ویسے ہی اس کو دوبارہ خلق کیا جائے۔

اس ملحد (زندیق) نے عرض کیا: آپؑ براہِ کرم اس کی مزید وضاحت فرمائیں۔

آپؑ نے فرمایا: روح اپنے مقام اور ٹھکانے پر مقیم ہے۔ نیک لوگوں کی اَرواح کو روشنی اور کھلی فضا میں رکھا جائے گا جب کہ گناہ گاروں کی اَرواح کو تنگ و تاریک اور حبس زدہ ماحول میں ٹھہرایا جائے گا اور اجسام مٹی میں مل کر خاک ہو چکے ہوں گے جس طرح وہ اس مٹی کا حصہ

تھے تخلیق سے قبل اور جو اجسام درندوں نے چبا لیے ہوں گے نہ تو وہ سب کے سب کھا لیے گئے ہوں گے اور نہ ہی سب کے سب ٹکڑے ٹکڑے ہوئے ہوں گے [نہ ان کی ترکیب ہوئی ہو کہ مرکب کہلوائیں نہ تجزیہ کہ انھیں جز جز کر دیا جائے]۔

ان کے عناصر اصلی جو کہ مٹی میں پنہاں ہیں تو سنو! اس پروردگار کے لیے تو ایک ذرہ خاک بھی پنہاں نہیں ہے۔ بے شک! وہ زمین کی تہوں میں ہی کیوں نہ چھپا ہو بل کہ جو کچھ جہاں ہے وہاں محفوظ ہے' اس لیے کہ وہ ذاتِ علیم تو اشیا کی تعداد اور وزن تک جانتی ہے۔ پس اس خاک کے ذرّوں کے درمیان صاحبانِ اَرواح [چاہے انسان ہو یا حیوان] کے اجسام کے ذرات بھی اس طرح ہیں جس طرح خاک کے ذروں میں سونے کے ذرات موجود ہوتے ہیں۔ جب وہ معین وقت آئے گا تو شدید اور طوفانی بارشیں ہوں گی' جن سے زمین مرطوب ہو جائے گی' جس کے نتیجے میں وہ اپنی پیداوار دینا شروع کر دے گی۔ اس کے اندر تغیر اور تحرک پیدا ہوگا' جس کے نتیجے میں انسان اپنی اصلی شکل اور صورت میں تبدیل ہونا شروع ہو جائے گا۔

اس طرح گویا سونا' مٹی سے علیحدہ ہو جائے گا جس طرح دہی میں جب مدھانی چلائی جاتی ہے تو پھر لسی اور مکھن علیحدہ علیحدہ ہو جاتے ہیں' جب کہ وہ تمام ذرات اس سے قبل ایک جسم کی صورت میں جمع تھے۔ اب وہ اجسام خداوندِ کریم کے اذن سے اپنی اپنی اَرواح سے اپنا رابطہ اُستوار کر لیں گے (بحار الانوار، ج ۷، ص ۳۸)۔

ایک دوسرے مقام پر صادقِ آلِ محمدؐ کی ملکوتی بارگاہ میں سوال کیا گیا' ایک ایسے شخص کے بارے میں جس کا جسم بالکل تلف ہو چکا ہو؟

آپؑ نے ارشاد فرمایا: یہ صحیح ہے کہ اجسام پرانے اور بوسیدہ ہو جاتے ہیں' ان کا گوشت اور ہڈیاں سب گل جاتی ہیں اور وہ مٹی بن جاتے ہیں مگر ان کے (اصلی عناصر) خمیر اور گوندھی ہوئی مٹی وغیرہ جن سے مل کر یہ جسم بنا تھا' وہ (طینت اور خمیر) کبھی بھی محو نہیں ہوتے ہیں۔ وہ قبر میں (دھرتی کے سینے پر) اپنی مکمل ہیئت کے ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ اگرچہ ان کی مختلف شکلیں معرضِ وجود میں آ جاتی ہیں حتیٰ کہ ایک مرتبہ پھر ارادۂ خداوند ظاہر ہوگا اور یہ اپنی سابقہ

شکل وصورت میں اجسام موجود ہو جائیں گے (بحارالانوار، ج ۷، ص ۴۳، حدیث ۲۱)۔

روایات کی تیسری قسم:

یہ روایات دلالت کرتی ہیں کہ وہ اجسام جو بروز محشر موجود ہوں گے وہ وہی دنیاوی اور مادی اجسام نہیں ہوں گے بل کہ ان کی مثل ہوں گے چوں کہ اب یہ اجسام تکامل یافتہ صورت میں موجود ہوں گے۔ جیسا کہ ابن ابی العوجاء نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کریمہ:

كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ

"جب بھی ان کی کھالیں گل جائیں گی تو ان کی جگہ ہم دوسری کھالیں پیدا کریں گے تا کہ یہ لوگ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں" (سورۂ مبارکہ نساء: آیت ۵۶)۔

کے متعلق سوال کیا۔ سائل محترم یہ استفسار کرنا چاہ رہے تھے کہ یہ گوشت پوست جو گناہوں سے آلودہ نہیں ہے؟

آپؑ نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا: وائے ہو تم پر (یہ کیسی حماقت ہے)۔

جلد اور پوست (اور جسم) یہ بہ یک وقت وہ جسم ہے بھی اور نہیں بھی [ابن ابی العوجاء] نے عرض کیا: آپؑ اس کی مثال دیں اور مثال بھی مادی اور دنیاوی ہونی چاہیے۔

آپؑ نے ارشاد فرمایا: بہت اچھے! کیا تم نے کبھی انسان کو دیکھا ہے جس نے دودھ کا برتن اٹھا رکھا ہو اور اگر وہ برتن ٹوٹ جائے تو وہ شخص [اس ٹوٹے ہوئے برتن کو وہیں چھوڑ کر] دوسرے برتن میں دودھ لے آئے گا اور پینا شروع کر دے تو اس نئے برتن والا دودھ ہے بھی اور نہیں بھی۔

آپؑ کا مقصد بڑا واضح ہے اور واضح بھی اس لحاظ سے ہے چوں کہ انسانی جسم اس لحاظ سے کہ وہ انسان کی طرف منسوب ہے۔ وہ انسان کا جسم ہی ہوتا ہے چاہے پہلا ہو یا دوسرا' اس لیے کہ لذت و دکھ کا ملاک انسان کی حقیقت میں ہوتا ہے نہ کہ اس کے جسم میں اور انسان جسم کے ذریعے ہی لذت اور دکھ سے مستفید ہوتا ہے چاہے یہ جسم ہو یا کوئی دوسرا جسم' جب کہ دوسری طرف انسان کا جسم انسان کا نہیں ہے اس کی جدت کے لحاظ سے (ھی ھی دھی

غیرھا) (بحار الانوار، ج ۷، ص ۳۸)۔

تتمہ:

اس مذکورہ مطلب کی وضاحت کے بعد "آکل و ماکول" والا شبہ [اعتراض] باقی نہیں رہتا چوں کہ انسان یا حیوان کے جسم کے اصلی اجزا کو کھایا جاتا ہے۔ انسان حیوانات کو کھاتا ہے اور حیوانات کو انسان کھاتے ہیں۔ یہ تمام انقلابات طبیعت میں بہرحال محفوظ ہیں۔

یہاں جو ترکیب وجود میں آ رہی ہے وہ ان عناصر سے مرکب ہے' جن عناصر سے انسان اور حیوان کے اجسام اولیہ [پہلے والے اجسام] مرکب نہیں تھے۔ ہم اس عالم میں جو برجستہ مثال پیش کر سکتے ہیں وہ مثال ہے انسان کی "منی" کی' جس میں کئی لاکھ جرثومے موجود ہوتے ہیں۔ ایک ہی وقت وہ سب مل کر اس طرح مرکب ہوتے ہیں کہ ان سے انسان یا حیوان کا نطفہ تشکیل پاتا ہے۔ یہ نطفہ رُشد و نمو پاتا ہے تو اپنے والدین کی اوصاف و عادات کو بھی وراثت میں پاتا ہے۔

میدانِ محشر میں متقیوں اور گناہ گاروں کی حاضری

اے ہمارے عزیز قاری! اب تک آپ کی مدد ہماری تحریر کرتی آئی ہے کہ آپ سفر آخرت کی پُرخطر راہ پر چل کر یہاں تک آ گئے ہیں۔ خداوند کریم کی خصوصی نصرت و لطف سے اب تک ہمارا ناتواں قلم چلتا رہا' جس نے موت' عالم برزخ کے حالات سپردِ قرطاس کیے ہیں اور اب اپنی تمام تر توانائیاں صرف کر کے میدانِ محشر کے حالات تحریر کرنے کے لیے آمادہ ہے۔ ہم ان تمام حالات بل کہ ناسازگار حالات کی پوری تصویر کشی کی کوشش کریں گے۔ چوں کہ یہ میدان اس سے پہلے والے تمام میدانوں سے وسیع بھی ہے اور مختلف بھی' اس کے حالات بھی کافی مختلف ہیں۔

جی! یہ سرزمین محشر ہے' جسے قیامت کہتے ہیں۔ یہ ایک میدان ہے' جس میں وجودِ امکانی ہی موجود ہوگا۔ یہ وہ مقام ہے' جس پر تمام ستاروں' کہکشاؤں' پہاڑوں اور دریاؤں کی حرکت رک جاتی ہے۔ یہاں پر سب موجودات ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ایک ایسے وسیع و عریض میدان کا مشاہدہ کر رہے ہیں جو مٹی اور مادہ سے منزہ ہے اور خدا کے فرشتوں کے ہاتھوں خلق ہوا ہے۔ اس سرزمین پر ماہ و خورشید کی ضیا پاشیاں نہیں ہیں۔ یہاں تو بس اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ اگر یہاں روشنی و ضیا کا کوئی سلسلہ ہے تو وہ محمدؐ اور آلِ محمدؐ اور ان کے حُب داروں کے نور کے وسیلے سے ہوگا۔

یہ سچ ہے اس میدان کے باسیوں کے حالات اور اوصاف کس طرح بیان کروں چاہے وہ باشندے حیوانات ہوں یا انسان اور ملائکہ' ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم ان ملکوتی موجودات اور ان کے مقامات سے دنیاوی پردے ہٹائیں۔ جب ہم پردہ ہٹا کر دیکھتے ہیں تو ایک شور و غوغا ناقابل بیان کہرام مچا ہے' اک بے نظیر قسم کا ہجوم ہے۔ ہم نے اس صورتِ حال کو جاننے کے لیے قرآن اور اہل بیتؑ سے منقول روایات سے تمسک کیا ہے مگر پھر بھی ہمیں بات بنتی ہوئی نظر نہیں آتی چوں کہ ہم اپنے اندر اس کی جرأت نہیں پا رہے ہیں۔ ہم جتنے بھی قیمتی گوہر اور

نایاب قسم کے دُرہائے شہوار لے آئیں مگر چوں کہ اس عالم دنیا میں اس اجتماع کی کوئی دیکھی ہوئی مثال پیش نہیں کی جا سکتی تھی تو ہم اپنی جہالت کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ پا رہے ہیں۔

اس میدان میں آگ کا ایک الاؤ بھی روشن ہے جو انبیا علیہم السلام کی تعلیمات سے روگردانی کرنے والوں کے لیے ہے۔ جب کہ انھی تعلیمات پر عمل پیرا ہو کر انسان نجات حاصل کر سکتا ہے چوں کہ وہ محکم عقائد جن کا یہ ناچیز بھی قائل ہے یہ ہیں کہ مرنے کے بعد ملائکہ اور یہ ساری صورت حال ہے بل کہ انسان کو اس کا سامنا بھی کرنا پڑے گا۔ اب ان عقائد پر یقین رکھنے کے بعد اگر انسان اپنے اندر کسی قسم کا خوف محسوس کرتا ہے تو اسے چند حقائق بہرحال تسلیم کر لینے چاہئیں۔

ہزاروں انسان ایسے موجود ہیں جو اچھے اور بے لوث قسم کے انسان ہیں مگر وہ حقائق و اُسرارِ خلقت سے بالکل ناآشنا ہیں۔ ان کی بابت ہم کہہ سکتے ہیں کہ ارے بھائی! یہ قرآن موجود ہے جس نے تمام حالات بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کر دیے ہیں چاہے ان کا تعلق انسانوں سے ہو یا فرشتوں سے سکراتِ موت سے ہو یا عالم برزخ اور محشر سے جنت سے ہو یا جہنم سے قرآن نے تمام احکامات اور ملاقات کو بیان کر دیا ہے۔ مگر یہ انسانی معاشرے ان تعلیمات کو قبول کرنے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں حالاں کہ ہزاروں کی تعداد میں روایات موجود ہیں جو مرنے کے بعد والے جہان کے متعلق ہیں اور ان روایات میں اس جہان کے اوصاف بیان کی گئی ہیں۔ مثال کے طور پر "بحارالانوار" کا عظیم مجموعہ جس کی تین جلدیں صرف قیامت کے متعلق ہیں۔

اب ایک سوال درپیش ہے ہم جو آخرت کے مسافر ہیں ہمارا وظیفہ کیا ہے؟ کیا ہم ان تمام آیات و روایات کو فراموش کر دیں اور ہم عذر پیش کریں کہ جناب عالی اس وقت کے دنیا پرست اس قسم کی عجیب و غریب باتیں سننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ان حضرات کی خواہش یہ ہے کہ ہم صرف اقتصادی مسائل فنی اور رفاہی اُمور پر گفتگو کریں۔

اے کاش! اس قدر دین داری اور دین سے محبت کے سلسلے میں بحث اور گفتگو کی جاتی۔

بس ایک حد تک ہمیں اس دوسرے جہان کے متعلق اطلاعات حاصل ہوتیں البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کے پاس اس دوسرے جہان کے متعلق جتنی زیادہ معلومات ہوں گی اسی لحاظ سے وہ محرمات اور منہیات سے اِجتناب کی کوشش کرے گا۔

اس مختصر سے مقدمے کے بعد ہم اصل مطلب کی طرف لوٹ آتے ہیں کہ ہم اہل محشر کی اوصاف اور حالات کو بیان کریں۔ ہم اس بارے میں بحث کا آغاز متقی افراد سے کر رہے ہیں۔ سب سے پہلے ہم قرآنی آیات کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

قرآن کی نظر میں متقی افراد کا چہرہ

سورۂ مبارکہ عبس (آیات ۳۸، ۳۹) میں ارشاد ہورہا ہے:

وُجُوۡهٌ یَّوۡمَئِذٍ مُّسۡفِرَۃٌ ○ ضَاحِکَۃٌ مُّسۡتَبۡشِرَۃٌ

"کچھ چہرے اس روز چمک رہے ہوں گے، خنداں وشاداں ہوں گے۔"

مفسرین نے تحریر کیا ہے اس سے مراد وہ افراد ہیں جو حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام سے محبت رکھتے ہوں گے۔

اسی طرح سورۂ مبارکہ انبیا (آیات ۱۰۱، ۱۰۲) میں ارشاد ہورہا ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ سَبَقَتۡ لَهُمۡ مِّنَّا الۡحُسۡنٰۤی اُولٰٓئِكَ عَنۡهَا مُبۡعَدُوۡنَ ○ لَا یَسۡمَعُوۡنَ حَسِیۡسَهَا وَ هُمۡ فِیۡ مَا اشۡتَهَتۡ اَنۡفُسُهُمۡ خٰلِدُوۡنَ

"جن کے حق میں ہماری طرف سے پہلے ہی (جنت کی) خوش خبری مل چکی ہے وہ اس آتش سے دور ہوں گے، جہاں وہ اس کی آہٹ تک نہیں سنیں گے اور وہ ہمیشہ ان چیزوں میں رہیں گے جو اُن کی خواہشات کے مطابق ہوں گے۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیتِ کریمہ کی تفسیر دریافت کی گئی تو آپؑ نے فرمایا: خداوند کریم بروزِ قیامت ہمارے شیعوں کو اس طرح اٹھائیں گے کہ گناہ گار ہونے کے باوجود ان کے چہرے منور ہوں گے، شرم گاہوں کی ستر پوشی ہوئی گی اور قسم کے خوف

ہراس سے بے نیاز ہوں گے' مواقف (پڑاؤ) پر داخل ہونے والے راستے ان پر آسان ہوں گے اور قیامت کی سختیاں ان سے دور کر دی جائیں گی۔ ہمارے ماننے والے ایک ناقہ (جو اُونٹنی سے ملتی جلتی ہو گی) پر سوار ہوں گے جو سرخ یاقوت کی بنی ہوئی ہو گی اور اس پر سوار ہو کر میدانِ محشر کا چکر لگائیں گے۔ ان کے جوتوں کے بند نور کی کثرت کی وجہ سے چمک رہے ہوں گے' ان کے سامنے جنتی دسترخوان بچھایا جائے گا اور وہ سب اس پر بیٹھ کر کھانا تناول فرمائیں گے جب کہ دوسرے لوگ تو بیچارے اپنے نامہ اعمال کا حساب دے رہے ہوں گے۔

اسی طرح سورۂ مبارکہ فاطر (آیات ۳۴،۳۵) میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ۝ الَّذِیْۤ اَحَلَّنَا دَارَ الْمُقَامَةِ مِنْ فَضْلِهٖ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا نَصَبٌ وَّ لَا یَمَسُّنَا فِیْهَا لُغُوْبٌ

"ثنائے کامل ہے اس اللہ کے لیے جس نے ہم سے غم کو دور کیا' یقیناً ہمارا ربّ بڑا معاف کرنے والا ہے' قدردان ہے' جس نے اپنے فضل سے ہمیں دائمی اقامت گاہ میں ٹھہرایا' جہاں ہمیں نہ کوئی مشقت اور نہ تھکاوٹ لاحق ہو گی۔"

حضرت ابوسعید خدری کا بیان ہے: اس آیتِ کریمہ کے متعلق میں نے زبانِ رسالتؐ سے سنا کہ آپؐ نے حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

"اے علیؑ! تجھے بشارت دیتا ہوں اور تم اپنے شیعوں کو بشارت دے دو کہ تمہارے شیعوں کو موت کے وقت' قبر کی تنہائی میں اور میدانِ محشر کے حزن وملال والے ماحول میں کسی قسم کے دکھ' تکلیف اور غم واندوہ کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ میں تو اب سے انھیں دیکھ رہا ہوں کہ وہ قبروں سے نکل رہے ہیں۔ خاک اپنے سروں سے جھاڑ رہے ہیں اور اس آیتِ کریمہ کی تلاوت کرتے جا رہے ہیں۔"

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ

"ثنائے کامل اُس اللہ کے لیے جس نے ہم سے غم کو دور کیا۔ بے شک ہمارا ربّ بڑا معاف کرنے والا قدردان ہے" (سورۂ مبارکہ فاطر: آیت ۳۴)۔

اسی طرح سورۂ مبارکہ حدید (آیت ۱۲) میں ارشاد ہورہا ہے:

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

"قیامت کے دن آپ مومنین اور مومنات کو دیکھیں گے کہ ان کا نور ان کے آگے آگے اور ان کی دائیں جانب دوڑ رہا ہوگا (ان سے کہا جائے گا) آج تمھیں ان جنتوں کی بشارت ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی جن میں ہمیشہ رہنا ہوگا' یہی تو بڑی کامیابی ہے۔"

ایک دن حضرت جابرؓ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں سوال کیا تو آپؑ نے پیغمبر اکرم کے قولِ مبارک کے ذریعے اس طرح جواب ارشاد فرمایا:

"یہ نور مومنین کا نور ہوگا' جو قیامت کے دن ان کے آگے آگے چل رہا ہو گا جب خداوند متعال اعلان کریں گے کہ مومنین کو ان کے مقام پر یعنی جنت میں پہنچا دو تاکہ وہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے وہ سکونت اختیار کرسکیں تو مومنین فوراً اس دعوتِ الٰہیہ پر لبیک کہیں گے اور وہ نور ان کے آگے آگے چل کر ان کی رہنمائی شروع کردے گا اور انھیں جنت تک پہنچا دے گا اور مومنین اس نور کے پیچھے پیچھے چلتے رہیں گے حتیٰ کہ اپنے اپنے مقامات تک پہنچ جائیں گے" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۰۵)۔

سورۂ مبارکہ آلِ عمران (آیت ۱۰۷) میں ارشاد ہورہا ہے:

وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

”اور جن کے چہرے روشن ہوں گے وہ اللہ کی رحمت میں ہوں گے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔“

اور اسی طرح سورۂ مبارکہ یونس (آیت ۲۶) میں ارشاد ہو رہا ہے:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ وَ لَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّ لَا ذِلَّةٌ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ

”جنھوں نے نیکی کی ہے ان کے لیے نیکی ہے اور مزید بھی۔ ان کے چہروں پر نہ سیاہ دھبا ہوگا اور نہ ذلت (کے آثار)۔ یہ جنت والے ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔“

سورۂ مبارکہ یونس (آیات ۶۲ تا ۶۴) میں ارشاد ہو رہا ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَ لَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا يَتَّقُوْنَ ○ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

اور سورۂ مبارکہ نمل (آیت ۸۹) میں ارشاد ہو رہا ہے:

مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا وَ هُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ

”جو شخص نیک کام کرے گا اس کے لیے اس کی جزا کہیں بہتر ہے۔“

اور سورۂ مبارکہ زُمر (آیت ۶۱) میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَيُنَجِّى اللّٰهُ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوْٓءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

”اہل تقویٰ کو ان کی کامیابی کے سبب اللہ نجات دے گا۔ انھیں نہ کوئی تکلیف پہنچے گی نہ وہ غم گین ہوں۔“

اور سورۂ مبارکہ زُمر (آیات ۷۳، ۷۴) میں ہی ارشاد ہو رہا ہے:

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا وَفُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا

خٰلِدِيْنَ ○ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَآءُ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ

"اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے ہیں انھیں گروہ در گروہ جنت کی طرف چلایا جائے گا یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اور اس کے دروازے کھول دیے جائیں گے اور جنت کے منتظمین ان سے کہیں گے: تم پر سلام ہو تم بہت خوب رہے اب ہمیشہ کے لیے اس میں داخل ہو جاؤ اور وہ کہیں گے' ثنائے کامل ہے اس اللہ کے لیے جس نے ہمارے ساتھ اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور ہمیں اس سرزمین کا وارث بنایا کہ جنت میں ہم جہاں چاہیں جگہ بنا سکیں۔ پس عمل کرنے والوں کا اجر کتنا اچھا ہے۔"

سورۂ مبارکہ قیامت (آیات ۲۲،۲۳) میں ارشاد ہو رہا ہے:

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ○ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ

"بہت سے چہرے اس دن شاداب ہوں گے' وہ اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔"

سورۂ مبارکہ مریم (آیت ۸۵) میں ارشاد ہو رہا ہے:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا

"اس روز ہم متقین کو خدائے رحمان کے پاس مہمانوں کی طرح جمع کریں گے۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے امیر المومنین علیہ السلام اور سردار انبیا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورانی اقوال کی روشنی میں اس آیت کی تفسیر بیان فرمائی ہے:

"اے علیؑ! بروز قیامت یہ مہمان سوار ہو کر وارد محشر ہوں گے' یہ وہ خواتین و حضرات ہوں گے جو خداوند متعال کی عبادت کرتے تھے اور خداوند کریم

بھی ان سے دوستی رکھتے تھے۔ خدا نے انھیں اپنے ساتھ مخصوص کیا اور ان کے اعمال پر اپنی رضایت کا اظہار بھی فرمایا اور ان کا نام متقین رکھا ہے۔"

اس کے بعد فرمایا:

"یا علیؑ! آگاہ رہو مجھے خدا کی قسم ہے جس نے دانے کو شگافتہ فرمایا اور حیات اور صاحب حیات کو خلق فرمایا۔ انھیں اس طرح قبروں سے باہر نکالے گا کہ ان کے چہرے برف کے مانند سفید ہوں گے اور ان کے لباسوں پر شیر کے بالوں کی طرح حسین وجمیل بال سے ہوں گے' ان کے پاؤں میں طلائی رنگ کے جوتے ہوں گے جن کے بند لؤلؤ اور مرجان جیسے ہوں گے۔"

ہم نے متقین اور گناہ گاروں کے حالات اور اوصاف کے بیان کرنے والی جتنی روایات پیش کی ہیں' کے مضامین اور مذکورہ بالا آیات کے مضامین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ شبہ ہمیں سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ ہم سوچیں اور غور وفکر کریں کہ کہیں ہم تحریف اور جعل سازی کا شکار تو نہیں ہو رہے۔ اگر ایسا ہوا تو پھر روایات معتبر نہیں رہیں گی اور ہمیں صرف قرآنِ کریم کے بیان کردہ حقائق پر اکتفا کرنا پڑے گا۔

البتہ دو دلیلوں کے ذریعے یہ شبہ حل ہو سکتا ہے' جس کے بعد یہ روایات آیاتِ کریمہ کے مانند معتبر و مستند ہو جائیں گی ماسوائے ان روایات کے جو سند کے لحاظ سے ضعیف ہیں۔

پہلی دلیل:

اس قسم کی بہت ساری روایات قرآنی آیات سے منافات نہیں رکھتی ہیں بل کہ یہ روایات تو ان آیات کی تفسیر و تشریح بیان کر رہی ہیں۔

دوسری دلیل:

اگرچہ بعض اوصاف کا تذکرہ قرآنِ مجید میں نہیں ہے۔ مگر ان اوصاف کی وحی بالکل قرآنی انداز میں رسولِ اکرمؐ پر نازل کی گئی ہے۔ ان حقائق کو پیغمبرِ اکرمؐ نے شبِ معراج اور

دوسرے مواقع پر مشاہدہ فرمایا اور پھر ان کی خود ہی تمثیل بھی ارشاد فرمائی ہے۔ اپنے اصحاب اور حضرت علی علیہ السلام کے سامنے خود ائمہ اطہار علیہم السلام بھی اپنے اپنے مقام پر اس جہان کے ماوراء حقائق تک رسائی رکھتے تھے اور پھر مناسب مواقع پر اپنے پیروؤں کے سامنے ان حقائق کو بیان فرماتے رہے ہیں۔ انھی مکاشفات کا ایک نمونہ ذیل کی حدیث ہے۔

رسولؐ اکرم نے حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

"اے علیؑ! میری ساری اُمت (ممثل) مجسم ہو گئی سب چھوٹے بڑوں کی اَرواح اس شکل (جو مادی جسم اور روح کے باہمی تعلق سے پہلے تھی) میں مجسم ہوں گی۔ میں نے سب کی شکلوں کا مشاہدہ کیا اور تمھارے شیعوں کے پاس سے بھی گزرا ہوں اور تمھارے لیے استغفار طلب کی تھی۔"

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! ذرا ان کے تفصیلی حالات بیان فرمائیں۔

آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے علیؑ! میں نے دیکھا کہ تم اور تمھارے شیعہ قبور سے باہر آ رہے ہو اس طرح کہ ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ سختیاں اور مشکلات تم سے کوسوں دور ہیں تم سب عرشِ الٰہی کے زیرِ سایہ کھڑے تھے جب کہ باقی مخلوقِ خدا قیامت کی ہولناکیوں سے خوف زدہ تھی۔ تم لوگ امن و امان میں تھے تمھارے سامنے جنتی دسترخوان لگایا گیا جب کہ باقی لوگ تو اپنا حساب کتاب دے رہے تھے (بحارالانوار: ج ۷، ص ۱۷۹)۔

میدانِ محشر میں متقیوں کی تصاویر کے مختلف مناظر

پہلا منظر:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"بروزِ قیامت (میدانِ محشر) میں مومنین کے ایمان کے مطابق نور عطا کیا جائے گا (جو تقسیم کر دیا جائے گا) منافق کے بائیں پاؤں کے ساتھ ایک نور ہو گا جو خاموش کر دیا جائے گا (تب وہ منافقین ان مومنین سے جو صاحبانِ نور ہوں گے التماس کریں گے (ٹھہر جاؤ ہم بھی اس نور سے

فیض یاب ہونا چاہتے ہیں"(بحارالانوار: ج ۷، ص ۱۸۱)۔

دوسرا منظر:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"خداوند کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسلؐ کی عذرخواہی قبول نہیں کرے گا سوائے ہمارے شیعوں کے۔"

(چوں کہ ان کا فقر و فاقہ صرف ہماری وجہ سے تھا) یہ سائل نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! آپؑ وضاحت فرمائیں گے کہ خدا شیعوں کے عذر کو کس طرح قبول کرے گا؟!

آپؑ نے فرمایا: ایک منادی ندا دے گا کہ فقرا مومنین کہاں ہیں؟

بعض لوگ اُٹھیں گے، پروردگار دوعالم ان پر تجلّی فرمائے گا (جو ایک طرح کی الہام ہو گی) کہ مجھے عزت و جلال، رفعت اور علو کی قسم کہ میں نے دنیا میں جو تم سے نعمات سلب کر رکھی تھیں وہ تمھاری اہانت کے سبب نہیں تھیں بل کہ میں نے ان نعمات کو آج کے دن کے لیے ذخیرہ کر رکھا تھا' اُٹھو اور آؤ آج میدانِ محشر میں موجود ایک ایک شخص کا چہرہ بہ غور دیکھو ان میں سے جہاں بھی تمھیں ایک شخص بھی ایسا نظر آئے جس نے تمھیں ایک گھونٹ پانی یا ایک لقمہ کھانے کا دے کر تم پر احسان کیا تھا تم اس کے احسان کا بدلہ مجھ سے جنت کی صورت میں لے کر اسے دے دو (بحارالانوار: ج ۷، ص ۱۸۲)۔

منظر سوم:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے پیغمبرؐ گرامی قدر کے قولِ مبارک کی روشنی میں فرمایا: عرشِ خدا کے دائیں طرف (میدانِ محشر میں چند ایسے چہرے نظر آئیں گے جو نورانی ہوں گے وہ نور کی سیڑھیوں پر کھڑے ہوں گے (ان حُسن و جمال کے پُر شکوہ کا یہ عالم ہو گا کہ انبیاؑ بھی ان پر رشک کرنے لگیں گے جب کہ وہ نہ شہدا ہوں گے اور نہ ہی انبیاؑ) پیغمبرؐ گرامی قدر کی خدمت میں عرض کیا گیا: یا رسولؐ اللہ! اگر وہ شہدا اور انبیاؑ نہیں ہوں گے تو پھر کون ہوں گے اور کس چیز نے انھیں پروردگار کے اتنے نزدیک کر دیا ہے؟

آپؐ نے ارشاد فرمایا: وہ علیؑ اور ان کے پیرو (شیعہ) ہوں گے (بحارالانوار: ج ۷، ص ۱۸۵)۔

چوتھا منظر:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ایک طویل حدیث کے ضمن میں ارشاد فرمایا:

"خداوند متعال! جب مومن کو قبر سے مبعوث فرمائے گا تو اس کے ہم راہ ایک مثال (شبیہ-ہیولہ) بھی اُٹھے گا جو اس کے آگے آگے چلے گا جب مومن قیامت کی ہولناکیوں سے سہم جائے گا تو وہ مثال اسے مخاطب کر کے کہے گی: دوست! غم زدہ ہونے کی ضرورت نہیں۔ خدا کی طرف سے خوشی و سرفرازی تمھارے لیے مقرر کردہ دی گئی ہے میں تمھیں اس کی بشارت دیتا ہوں (لہٰذا بالکل آرام سے چلتے رہو) اور بارگاہِ عدلِ الٰہی تک پہنچ جاؤ جو ایسا پڑاؤ ہے جہاں بے حساب مخلوق اکٹھی ہوگی خداوند کریم اس کا بڑی نرمی سے حساب کتاب لیں گے۔ اس کے بعد اسے حکم دیں گے کہ جاؤ تم جنت میں جاسکتے ہو۔ جب کہ وہ مثال (شبیہ) اس کے آگے آگے چل رہی ہوگی تب مومن اس سے کہے گا: خدا تم پر رحمت کرے تم میرے لیے رحمت بن کر میرے ساتھ اُٹھے ہو قبر سے لے کر اب تک مسلسل مجھے خوشیوں کی نوید سناتی ہی ہو اور خداوند کریم کی طرف سے بشارت دیتی رہتی ہو بالآخر میں اپنے انجام تک پہنچ گیا ہوں براہِ مہربانی اپنا تعارف تو کراؤ کہ تم کون ہو؟

وہ مثال (شبیہ) کہے گی میں وہ خوشی ہوں جو دنیا میں تم اپنے بھائیوں کے دلوں کو پہنچایا کرتے تھے خدا نے سب کو خلق فرمایا ہے تاکہ وہ تمھیں آج کے دن مژدہ سنائیں۔"

پانچواں منظر:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے:

''جو شخص کسی مومن سے غم و اندوہ کو برطرف کرے تو اس کے بدلے خداوند کریم اس کے دل سے غم و اندوہ کو عالم آخرت (بروزِ قیامت) میں دور کرے گا' وہ اپنی قبر سے اس طرح خارج ہو گا کہ اس کا قلب برف کے مانند سفید ہو گا اور جو شخص کسی مومن کو کھانا کھلائے گا (اس کی بھوک مٹائے گا) خداوند کریم اسے جنتی پھل عطا کریں گے اور جو اسے پینے کے لیے پانی پیش کرے گا خداوند کریم اسے جنت کے سربہ مُہر مشروبات پیش کریں گے'' (بحارالانوار: ج ۷، ص ۱۹۸)۔

چھٹا منظر:

حضرت امام علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص ہمارا شیعہ ہو گا اور ہماری شریعت کا علم رکھتا ہو گا اور اپنے علم کے ذریعے ہمارے ان شیعوں کی جو علمی اعتبار سے کم زور ہیں' کی مدد کرے گا اور انھیں تاریکی سے روشنی کی طرف لے کر چلے گا ہم نے جو نورِ علم عطا کیا تھا وہ انھیں عطا کرے گا تو جب بروزِ محشر میدانِ حشر میں آئے گا تو اس کے سر پر ایک نورانی تاج سجایا جائے گا جس کی نورانیت سے سارا میدانِ محشر چمک اُٹھے گا اور ایسا لباس پہنایا جائے گا جس لباس کے ایک ایک تار کی قیمت کا اندازہ اہل دنیا نہیں لگا سکیں گے۔ اس کے بعد ایک منادی ندا دے گا: اے بندگانِ خدا! یہ جہان آلِ محمدؐ کے شاگردوں کا ہے' لہٰذا آگاہ رہو جو شخص بھی دنیا میں کسی کے ذریعے جہالت کی دگرگونیوں سے نکل کر علم و دانائی کی طرف لوٹا ہے آج وہ اس نور سے مستفید ہو گا تا کہ وہ میدانِ محشر کی تاریکی سے نکل کر گلستانِ جنت کی راہ پر گام زن ہو سکے پس دنیا میں جتنے لوگوں نے اس کے وسیلے سے تعلیم حاصل کی تھی وہ سب اس تاریکی سے نکل آئیں گے'' (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۲۴)۔

ساتواں منظر:

پیغمبرؐ گرامی قدر نے ارشاد فرمایا: میدانِ محشر میں موجود لوگوں کو ایک ایسے لمحے کا بھی سامنا کرنا پڑے گا کہ جس میں صرف ہم چار سوار ہوں گے۔

حضرت ابن عباسؓ نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر نثار ہوں وہ چار کون ہوں گے؟

آپؐ نے فرمایا: ایک میں ہوں جو بُراق پر سوار ہوں گا (وہی سواری جس پر سوار ہو کر میں معراج پر گیا تھا)۔

دوسرا سوار میرا بھائی حضرت صالحؑ ہو گا جو اس خدائی ناقہ پر سوار ہو گا (جس کو اس کی قوم نے ذبح کر دیا تھا)۔ تیسرا سوار میرا بھائی علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام ہو گا جو بہشتی ناقہ پر سوار ہو گا جس کے دونوں طرف بہشتی چادریں ہوں گی اور سبز رنگ کے دو جنتی حلے زیب تن کیے ہوں گے۔ یہ لباس خدا نے خصوصی طور پر تیار کر لیا تھا۔ علیؑ کے سر پر نورانی تاج ہو گا۔ اس تاج کے سات کنگرے ہوں گے۔ ہر کنگرے پر سرخ رنگ کا یاقوت لگا ہو گا۔ ان کنگروں کے ذریعے مسیر کی نشان دہی کی جا سکے گی (جیسے کہ مثل مشہور ہے تین دن ایک سوار کے لیے) ان کے ہاتھ میں توحید کا پرچم ہو گا اور ندا دے رہے ہوں گے: لا الہ الا اللہ محمد رسولؐ اللہ ساری مخلوق سوال کرے گی یہ کون ہیں؟ کیا یہ مقرب فرشتے ہیں، نبی مرسلؐ ہیں؟ یا حاملین عرش میں سے ہیں؟؟؟

عرش کے وسط سے ایک منادی ندا دے گا کہ اے اہل محشر! یہ شخص نہ ملک مقرب ہے نہ نبی مرسلؐ ہے نہ ہی حامل عرش بل کہ یہ ہستی حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام ہیں جو رسولؐ اکرم کے وصی ہیں۔ جو سفید چہروں والوں کے امام اور پیشوا ہیں ان کے لیے ہی جنت کے وہ باغات ہیں جو نعمتوں سے پُر ہیں (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۳۲)۔

ایک دوسری حدیث میں ہے: وہ چار سوار رسولؐ اکرم، حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ اور حضرت صالحؑ ہیں جو اللہ کے نبی تھے البتہ یہ اختلاف جو افراد کے بارے میں ہے اس کی وجہ سے باہم منافات لازم نہیں آتی۔ چوں کہ ہو سکتا ہے کہ پہلے والی حدیث صرف مردوں کے

متعلق ہو اور دوسری حدیث ایسے افراد کے متعلق ہو جن کے اندر یہ صلاحیت پائی جاتی ہے۔

آٹھواں منظر:

رسول کائنات حضرت محمد مصطفیٰؐ ارشاد فرماتے ہیں:

"جب قیامت کا دن ہوگا تو (میدانِ محشر میں) میری بیٹی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا ایک بہشتی ناقہ پر سوار ہو کر تشریف لائیں گی جس کے دونوں طرف بہشتی دیبا کے پردے لٹک رہے ہوں گے۔ اس کی مہار لولو کی بنی ہوئی ہو گی۔ اس ناقہ کے پاؤں زمرد کے اور دُم مشک اذفر کی بنی ہوگی جب کہ اس کی دونوں آنکھوں میں دو سرخ رنگ کے یاقوت ہوں گے۔ اس (جلیل القدر معظمہؑ) کے لیے نور کا گنبد بنایا جائے گا جس کے ظاہر و باطن میں نور ہی نور ہوگا۔ اس کے داخل میں عفو و بخشش قرار دے دی گئی ہے اور اس کے بیرونی حصے پر رحمتِ الٰہی کا (نام) کندہ کر دیا گیا ہے۔ اس مخدومہ بی بیؑ کے سر پر نورانی تاج رکھا ہوگا جس کے ستر کنگرے بنے ہوں گے۔ ہر کنگرہ یاقوت اور جواہرات سے مزین ہوگا (یہ جواہرات اور یاقوت) اتنے زیادہ چمک رہے ہوں گے کہ انھیں دیکھ کر یوں محسوس ہوگا کہ شاید یہ ہیروں کے بنے ہوئے ستارے ہیں جو آسمان کے اُفق پر جڑے ہوئے تھے۔ اس معظمہ بی بیؑ کے دائیں' بائیں ستر ستر ہزار فرشتے موجود ہوں گے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اس ناقہ کی مہار پکڑی ہوئی ہوگی اور بلند آواز سے اعلان کر رہے ہوں گے: اے اہل محشر! اپنی آنکھیں جھکا لو حضرت فاطمہ زہراؑ کا گزر ہو رہا ہے۔ اس وقت تمام اہل محشر بلکہ ہر شہید' صدیق' رسول' نبی کوئی ایسا نہیں ہوگا جس نے اپنی آنکھیں نہ جھکا رکھی ہوں۔ یہاں تک کہ بی بیؑ وہاں سے گزر جائیں گی۔ حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا عرشِ الٰہی کا پایہ تھام کر فریاد کریں گی (اس سے قبل بی

بی بی محمل سے اُتر آئیں گی) بارگاہِ توحید میں عرض کریں گی: اے میرے رب! میرے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما' جنھوں نے مجھ پر ظلم کیے۔ میرے اور ان لوگوں کے درمیان فیصلہ کر جنھوں نے میرے لخت جگر حسینؑ کو شہید کیا ہے۔ اس وقت خداوند کریم کی طرف سے ایک آواز آئے گی: اے میری کنیز خاص! اے میرے حبیبؐ کی دختر! مجھ سے مانگو تاکہ میں تمھیں عطا کروں۔ میری بارگاہ میں شفاعت کرو تاکہ میں اس شفاعت کو قبول کروں۔ مجھے اپنی عزت کی قسم! میں ظالموں کو ان کے مظالم کا مزہ ضرور چکھاؤں گا۔ تب مخدومہؑ عرض کرے گی: اے میرے مولا و آقا! میری استدعا ہے کہ میری اولاد اور میرے شیعوں کو پھر میری اولاد کے شیعوں کو ان کے حُب داروں اور میرے حُب داروں کے گناہوں کو معاف فرما۔ اسی وقت خداوند کریم کی طرف سے اعلان ہوگا: کہاں ہے اولادِ فاطمہ زہراؑ' ان کے شیعہ اور ان کے مُحب دار؟ وہ سب آگے آجائیں تاکہ خدا کے ملائکہؑ جنھیں گھیرے میں لیں گے ان سب سے پہلے مخدومۂ کونینؑ جنت میں داخل ہوں گی (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۱۹)۔

نواں منظر:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے پیغمبر اکرمؐ کی حدیث نقل کرنے کے بعد ارشاد فرمایا:

''جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک نور کا گنبد حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے لیے تیار کیا جائے گا۔ حضرت امام حسین علیہ السلام اپنی مادرِ گرامیؑ کی طرف حرکت کریں گے اس طرح کہ آپؑ کا کٹا ہوا سر آپؑ کے ہاتھوں میں ہو گا۔ جب مخدومۂ کونینؑ اپنے لختِ جگر کو اس حال میں دیکھیں گی تو ایک درد بھری چیخ ماریں گی جس کے درد و کرب سے کوئی مقرب فرشتہ' نبی مرسلؑ اور بندۂ مومن محفوظ نہیں رہ سکے گا اور سب کے سب گریہ کرنے

لگیں گے۔ تب خداوند کریم ایک بہترین شکل و صورت میں انسان خلق فرمائیں گے جسے قاتلانِ حسینؑ پر مسلط کرے گا۔ تمام قاتلانِ حسینؑ اور جن لوگوں نے اس قتل میں کسی قسم کی مدد کی یا کسی بھی طریقے سے قتل حسینؑ میں شریک ہوئے ہیں وہ شخص سب کو قتل کر دے گا۔ پھر وہ سب ظالم زندہ ہوں گے انھیں امیر المومنین علیہ السلام قتل کریں گے پھر زندہ ہوں گے اور حضرت امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہوں گے پھر زندہ ہوں گے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے ہاتھوں قتل ہوں گے۔ حتیٰ کہ ذریت زہراؑ میں سے کوئی ایسا نہیں بچے گا جو ان قاتلوں کو اپنی تلوار سے قتل نہ کرے۔ اس طریقے سے خداوند عالم (محمدؐ و آلِ محمدؐ) کے غضب و غصہ کو ٹھنڈا کرے گا اور ان کے دکھ کا مداوا فرمائے گا" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۳۳۲)۔

میدانِ محشر میں گناہ گاروں کی تصویر قرآن سے

قرآنِ مجید نے اس سلسلے میں ایک تصویر پیش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ تَرَى الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلَى اللّٰهِ وُجُوْهُهُمْ مُّسْوَدَّةٌ

"اور جنھوں نے اللہ کی نسبت جھوٹ بولا قیامت کے دن آپ ان کے چہرے سیاہ دیکھیں گے" (سورۂ مبارکہ زمر: آیت ۶۰)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اس آیتِ کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ امام ہیںؑ جب کہ حقیقت میں وہ امام نہیں ہیں۔

(راوی کہتا ہے) میں نے عرض کیا: اگر یہ دعویٰ کوئی علوی اور فاطمی بھی کرے؟

آپؑ نے فرمایا: بے شک وہ علوی اور فاطمی ہی کیوں نہ ہو (بحارالانوار: ج ۷، ص ۱۷۶)۔

ایک دوسرے مقام پر سورۂ مبارکہ عبس (آیات ۴۰، ۴۱) میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ○ تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ

"اور کچھ چہرے اس روز خاک آلود ہوں گے ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی۔"

اس آیت کریمہ کی تفسیر کے متعلق ارشاد ہے: یہ ان لوگوں کی عکاسی کر رہی ہے جو محمدؐ و آلِ محمدؐ کے دشمن ہیں۔ وہ ثواب اور خیر سے بالکل محروم ہیں (بحار الانوار: ج ۷، ص ۱۷۶)۔

اسی طرح سورۂ مبارکہ طارق (آیت ۱۰) میں ہے:

فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ

"لہٰذا انسان کے پاس نہ قوت ہوگی نہ مددگار ہوگا۔"

اسی طرح سورۂ مبارکہ فرقان (آیت ۱۴) میں ارشاد ہو رہا ہے:

لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا

"(تو ان سے کہا جائے گا) آج ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی اموات کو پکارو۔"

حضرت زیدؒ بن علیؑ ابن الحسینؑ نے مذکورہ آیت کریمہ کی تفسیر میں ارشاد فرمایا ہے:

"اے کثیر! (کثیر راوی کا نام ہے)' تم صالح اور نیک انسان ہو' اس آیت کے مصادیق میں سے نہیں ہو لیکن مجھے خوف ہے کہ کہیں تم بھی ہلاک ہونے والوں میں شامل نہ ہو جاؤ' چوں کہ روز قیامت ہر ظالم امام اور اس کے پیرو کا نام لے کر پکارا جائے گا اور انھیں حکم دیا جائے گا کہ جاؤ اب آگ میں داخل ہو جاؤ اس ظالم امام کے پیرو اس سے کہیں گے: اے فلاں بن فلاں! تم نے ہمیں ہلاکت سے دوچار کیا ہے' آؤ اور ہمیں اس مصیبت سے نجات دلاؤ۔ وہ آہ و فغاں بلند کریں گے' فریاد و واویلا کریں گے۔ اس وقت انھیں حکم ہوگا: لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا (سورۂ مبارکہ فرقان: آیت ۱۴)' (بحار الانوار: ج ۷، ص ۱۷۸)۔

سورۂ مبارکہ قلم میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ (سورۂ مبارکہ قلم: آیت ۴۲)

"اور انھیں سجدے کے لیے بلایا جائے گا تو یہ لوگ سجدہ نہ کر سکیں گے۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اس قوم کو بولنے سے روک دیا جائے گا جب کہ خوف نے انھیں گھیر رکھا ہو گا۔ ان کی آنکھیں شدت خوف کے سبب باہر کو نکل رہی ہوں گی ان کی روح گلے میں اٹکی ہوئی ہو گی (پھر آپؑ نے اس آیت سے استفادہ فرمایا):

خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَقَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ (سورۂ مبارکہ قلم: آیت ۴۳)

"ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی اور ان پر ذلت چھائی ہوئی ہو گی حالاں کہ انھیں سجدے کے لیے اس وقت بھی بلایا جاتا تھا جب یہ لوگ سالم تھے۔"

اور سورۂ قلم میں ہی ارشاد ہو رہا ہے:

يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّيُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ (سورۂ مبارکہ قلم: آیت ۴۲)

"جس دن مشکل ترین مرحلہ آئے گا اور انھیں سجدے کے لیے بلایا جائے گا۔"

اس آیت کی تفسیر میں بیان کیا گیا ہے جس دن امیر المومنین علیہ السلام کے حُسن و جمال سے پردہ ہٹایا جائے گا' حقائق آشکار ہوں گے' غاصب اور غیر غاصب کی پہچان ہو گی جو غاصب ہوں گے ان کی گردن ماردی جائے گی۔ ان سے زمین پر ناک سے لکیریں نکلوائی جائیں گی اور انھیں سجدہ کرنے پر مجبور کیا جائے گا۔ بظاہر وہ بارگاہِ خداوندی میں ہوں گے (مگر حکم خدا کے مطابق وہ امیر المومنین علیہ السلام کے سامنے ہوں گے)۔ مگر وہ کسی کو پکار بھی نہیں سکیں گے۔ یہی تو ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ چوں کہ ان لوگوں نے دنیا میں خدا کی اطاعت نہیں کی تھی۔ یہ خداوند کریم کا قول ہے (انھیں دنیا میں سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا' مگر انھوں نے ایسے نہیں کیا درحالاں کہ وہ صحیح و سالم اور صحت مند تھے) یہاں جو ان کی ماموریت بیان کی جا رہی ہے وہ امیر المومنین علیہ السلام کی ولایت کو قبول کرنے کا حکم دیا گیا ہے مگر انھوں نے دنیا میں ایسا نہیں کیا جب کہ وہ دنیا میں ایسا کر سکتے تھے (بحار الانوار: ج ۷)۔

سورۂ مبارکہ عبس میں ارشاد ہو رہا ہے:

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ ○ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ ○ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ

”تو اس دن آدمی اپنے بھائی سے دور بھاگے گا نیز اپنی ماں اور باپ سے اور اپنی زوجہ اور اپنی اولاد سے بھی“ (سورۂ مبارکہ عبس: آیات ۳۴ تا ۳۶)۔

رسولؐ خدا نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: (اس روایت کے راوی ابو ہریرہ ہیں)۔ یہ آیت ان افراد کو چھوڑ کر جو ولایتِ علیؑ پر قائم ہیں سب کو محیط ہے۔ چوں کہ جو شخص حضرت علی علیہ السلام سے محبت کرتا ہے نہ ہی وہ فرار کرے گا اور نہ ہی وہ کسی سے دشمنی کرے گا۔ اس سے وہی شخص دشمنی رکھے گا جو علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام سے دشمنی رکھتا ہوگا (بحار الانوار: ج ۷، ص ۱۸۶)۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ (سورۂ مبارکہ حجر: آیت ۲)

”ایک وقت ایسا ہوگا کہ کافر لوگ آرزو کریں گے کہ کاش وہ مسلمان ہوتے۔“

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے: بروزِ قیامت ایک منادی ندا دے گا جسے سارا محشر سنے گا (کہ جنت میں صرف مسلمان داخل ہوں گے) اس وقت ساری مخلوق آرزو کرے گی کاش! ہم بھی مسلمان ہوتے۔

سورۂ مبارکہ نبا میں ارشاد ہو رہا ہے:

يَوْمَ يَنْظُرُ الْمَرْءُ مَا قَدَّمَتْ يَدَاهُ وَيَقُولُ الْكَافِرُ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا (سورۂ مبارکہ نبا: آیت ۴۰)

”جس دن آدمی اپنے اعمال دیکھے گا جو وہ اپنے ہاتھوں آگے بھیج چکا ہے اور کافر کہہ اٹھے گا: اے کاش! میں خاک ہوتا۔“

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے تراب کے معنی بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: اس سے مراد کسی کا علوی ہونا ہے۔ چوں کہ امیر المومنین علیہ السلام کا لقب ابوتراب تھا۔

اسی طرح سورۂ مبارکہ زمر میں ارشاد ہو رہا ہے:

يَا حَسْرَتَىٰ عَلَىٰ مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ (سورۂ مبارکہ زمر: آیت ۵۶)

"ہائے افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے خدا کی بارگاہ کا تقرب حاصل کرنے میں کی۔"

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے تفریط کا معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا: اس سے مراد ولایت علیؑ ہے چوں کہ منکر ولایت اس دن شدید دکھ سے دوچار ہوگا اس لیے وہ کہے گا۔

سورۂ مبارکہ آل عمران میں ارشاد ہو رہا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ یَشْتَرُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ اَیْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِیْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ وَ لَا یُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ وَ لَا یَنْظُرُ اِلَیْهِمْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَ لَا یُزَكِّیْهِمْ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ

"بے شک جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی قیمت پر بیچ ڈالتے ہیں ان کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور اللہ ان سے نہ تو کلام کرے گا اور نہ قیامت کے دن ان کی طرف نگاہ کرے گا اور نہ انھیں پاک کرے گا بلکہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے" (سورۂ مبارکہ آل عمران: آیت ۷۷)۔

سورۂ مبارکہ آل عمران میں ہی ارشاد ہو رہا ہے:

سَیُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ......

"جس چیز میں وہ بخل کرتے ہیں وہی قیامت کے دن گلے کا طوق بن جائے گی" (سورۂ مبارکہ آل عمران: آیت ۱۸۰)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اس آیت کریمہ کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں:

جو بندہ زکات کا منکر ہوگا خداوند کریم اس پر بہت بڑا سانپ مسلط کریں گے جو اس کے دماغ کو کھا جائے گا۔

اسی طرح سورۂ مبارکہ نساء میں ارشاد ہو رہا ہے:

مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓی اَدْبَارِهَآ اَوْ نَلْعَنَهُمْ

"قبل اس کے کہ ہم بہت سی چیزوں کو بگاڑ کر ان کی پیٹھ کی طرف پھیر دیں

یا پھر ہم ان پر اسی طرح لعنت کریں" (سورۂ مبارکہ نساء: آیت ۴۷)۔

سورۂ مبارکہ انعام میں حکم ہو رہا ہے:

وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَ لَا نُكَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَ نَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ ○ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا یُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ وَ لَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ وَ قَالُوْۤا اِنْ هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِیْنَ ○ وَ لَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ قَالَ اَلَیْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَا قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ○ قَدْ خَسِرَ الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا یٰحَسْرَتَنَا عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِیْهَا وَ هُمْ یَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ اَلَا سَآءَ مَا یَزِرُوْنَ (سورۂ مبارکہ انعام: آیات ۲۷ تا ۳۱)

"اور اگر آپ وہ منظر دیکھیں جب وہ جہنم کے کنارے کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے: کاش! ہم اپنے ربّ کی آیات کی تکذیب نہ کریں اور ہم ایمان والوں میں شامل ہو جائیں بل کہ ان پر وہ سب کچھ واضح ہو گیا جسے یہ پہلے چھپا رکھتے تھے اور اگر انھیں واپس بھیج بھی دیا جائے تو یہ پھر وہی کریں گے جس سے انھیں منع کیا گیا ہے اور یقیناً یہ جھوٹے ہیں اور کہتے ہیں: ہماری اس دنیاوی زندگی کے سوا کچھ بھی نہیں اور ہم مرنے کے بعد دوبارہ زندہ نہیں کیے جائیں گے اور اگر آپ وہ منظر دیکھ لیں جب یہ لوگ اپنے ربّ کے سامنے کھڑے کیے جائیں گے تو وہ فرمائے گا: کیا یہ دوبارہ زندہ ہونا حق نہیں ہے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں؟ ہمارے ربّ کی قسم (یہ حق ہے) وہ فرمائے گا: پھر اپنے کفر کے بدلے عذاب چکھو۔ وہ لوگ گھاٹے میں رہ گئے جو اللہ سے ملاقات کو جھٹلاتے ہیں یہاں تک کہ جب

اچانک ان پر قیامت آ جائے گی تو یہی لوگ کہیں گے: افسوس! ہم نے اس میں کتنی کوتاہی کی اور اس وقت اپنے گناہوں کا بوجھ اپنی پیٹھوں پر لادے ہوئے ہوں گے۔ دیکھو کتنا برا ہے یہ بوجھ کو اٹھائے ہوئے ہیں" (سورۂ مبارکہ اعراف: آیت ۵۳)۔

يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلُهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفَعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ قَدْ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ (سورۂ مبارکہ اعراف: آیت ۵۳)

"جس روز وہ مصداق سامنے آئے گا جو لوگ اس سے پہلے اسے بھولے ہوئے تھے وہ کہیں گے: ہمارے پروردگار کے پیغمبرؑ حق لے کر آئے تھے۔ کیا ہمارے لیے کچھ سفارشی ہیں جو ہماری شفاعت کریں یا ہمیں دنیا میں واپس بھیج دیا جائے تاکہ جو بُرے اعمال ہم کرتے تھے اس کا غیرِ عمل صالح بجا لائیں۔ انھوں نے اپنے آپ کو خسارے میں ڈال دیا اور وہ جھوٹ گھڑتے رہتے تھے ان سے ناپید ہوں گے۔"

سورۂ مبارکہ یونس میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاؤُكُمْ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاؤُهُمْ مَا كُنْتُمْ إِيَّانَا تَعْبُدُونَ (سورۂ مبارکہ یونس: آیت ۲۸)

"اور جس دن ہم ان سب کو اپنی عدالت میں جمع کریں گے پھر مشرکوں سے کہیں گے تم اور تمھارے شریک اپنی اپنی جگہ ٹھہر جاؤ پھر ہم ان میں جدائی ڈال دیں گے تو ان کے شریک کہیں گے: تم ہماری عبادت تو نہیں کرتے تھے۔"

سورۂ مبارکہ کہف میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَ رَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ فَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مُّوَاقِعُوْهَا وَلَمْ يَجِدُوْا عَنْهَا مَصْرِفًا (سورۂ مبارکہ کہف: آیت ۵۳)

''اور مجرمین اس دن آتش جہنم کا مشاہدہ کریں گے اور سمجھ جائیں گے کہ انھیں اس میں گرنا ہے اور وہ اس سے بچنے کا کوئی راستا نہیں پائیں گے۔''

سورۂ مبارکہ مریم میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَّ نَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا (سورۂ مبارکہ مریم: آیت ۸۶)

''اور مجرموں کو جہنم کی طرف پیاسے جانوروں کی طرح ہانک کر لے جائیں گے۔''

سورۂ مبارکہ طٰہٰ میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّ نَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى (سورۂ مبارکہ طٰہٰ: آیت ۱۲۴)

''اور جو میرے ذکر سے منھ موڑے گا اسے یقیناً ایک تنگ زندگی نصیب ہو گی اور بروزِ قیامت ہم اُسے اندھا محشور کریں گے۔''

سورۂ مبارکہ فرقان میں ارشاد ہو رہا ہے:

يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلٰٓئِكَةَ لَا بُشْرٰى يَوْمَئِذٍ لِّلْمُجْرِمِيْنَ وَيَقُوْلُوْنَ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا (سورۂ مبارکہ فرقان: آیت ۲۲)

''جس دن لوگ فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن گناہ گاروں کو کچھ خوشی نہ ہو گی اور (فرشتوں کو دیکھ کر) کہیں گے دور دور خان۔''

سورۂ مبارکہ فرقان ہی میں ارشاد ہو رہا ہے:

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ○ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ

مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ○ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ○ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ○ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (سورۂ مبارکہ فرقان: آیات ۲۶ تا ۳۰)

''اس دن سچی بادشاہی صرف خدائے رحمان کی ہوگی اور کفار کے لیے وہ بہت مشکل دن ہوگا اور اس دن ظالم اپنے ہاتھوں کو کاٹے گا اور کہے گا: کاش! میں نے رسولؐ کے ساتھ راستا اختیار کیا ہوتا۔ ہائے تباہی! کاش! میں نے فلاں کو دوست نہ بنایا ہوتا۔ اس نے مجھے گمراہ کر دیا جب کہ میرے پاس نصیحت آ چکی تھی اور انسان کے لیے شیطان بڑا دغا باز ہے اور رسولؐ کہیں گے: اے پروردگار! میری قوم نے اس قرآن کو واقعی ترک کر دیا تھا۔''

سورۂ مبارکہ شعراء میں حکم ہو رہا ہے:

وَلَا تُخْزِنِيْ يَوْمَ يُبْعَثُوْنَ ○ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ○ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ○ وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيْمُ لِلْغٰوِيْنَ ○ وَقِيْلَ لَهُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ○ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ ○ فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ○ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ○ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ○ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَمَآ اَضَلَّنَآ اِلَّا الْمُجْرِمُوْنَ ○ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِيْنَ ○ وَلَا صَدِيْقٍ حَمِيْمٍ ○ فَلَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (سورۂ مبارکہ شعراء: آیات ۸۷ تا ۱۰۴)

"اور مجھے اس روز رسوا نہ کرنا جب لوگ دوبارہ اُٹھائے جائیں گے۔ اس روز نہ مال کچھ فائدہ دے گا اور نہ اولاد سوائے اس کے جو اللہ کے حضور قلب سلیم لے کر آئے۔ اس روز جنت پرہیزگاروں کی دسترس میں لائی جائے گی اور جہنم گمراہوں کے سامنے لائی جائے گی۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا: تمہارے وہ معبود کہاں ہیں؟ اللہ کو چھوڑ کر جن کو تم پوجتے تھے کیا وہ تمہاری مدد کر رہے ہیں یا خود کو بچا سکتے ہیں؟ چناں چہ یہ خود اور گمراہ لوگ منہ کے بل جہنم میں گرا دیے جائیں گے اور سارے ابلیسی لشکر سمیت۔ وہ اس میں آپس میں جھگڑتے ہوئے کہیں گے: قسم بخدا ہم تو صریح گمراہی میں تھے کہ ہم تمہیں ربّ العالمین کے برابر درجہ دیتے تھے۔ اور بس تو نے ان مجرموں کو گمراہ کیا ہے آج ہمارے لیے نہ کوئی شفاعت کرنے والا ہے اور نہ کوئی سچا دوست ہے۔ کاش! ہمیں ایک دفعہ پھر کہیں پلٹنے کا موقع مل جاتا تو ہم مومنین میں سے ہوتے۔ یقیناً اس میں ایک نشانی ہے لیکن ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہ تھے یقیناً آپ کا پروردگار ہی غالب آنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

سورۂ مبارکہ میں ارشاد ہو رہا ہے:

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (سورۂ مبارکہ یٰسین: آیت ۶۵)

"آج ہم ان کے منہ پر مہر لگا دیتے ہیں اور ان کے ہاتھ ہم سے بولیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے اس کے بارے میں جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں۔"

سورۂ مبارکہ صافات میں ارشاد ہو رہا ہے:

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ○ مِنْ

دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ○ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ مَّسْئُوْلُوْنَ ○ مَا لَكُمْ لَا تَنَاصَرُوْنَ ○ بَلْ هُمُ الْيَوْمَ مُسْتَسْلِمُوْنَ ○ وَاَقْبَلَ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ يَّتَسَآءَلُوْنَ ○ قَالُوْٓا اِنَّكُمْ كُنْتُمْ تَاْتُوْنَنَا عَنِ الْيَمِيْنِ ○ قَالُوْا بَلْ لَّمْ تَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○ وَمَا كَانَ لَنَا عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ بَلْ كُنْتُمْ قَوْمًا طٰغِيْنَ ○ فَحَقَّ عَلَيْنَا قَوْلُ رَبِّنَآ اِنَّا لَذَآئِقُوْنَ ○ فَاَغْوَيْنٰكُمْ اِنَّا كُنَّا غٰوِيْنَ ○ فَاِنَّهُمْ يَوْمَئِذٍ فِى الْعَذَابِ مُشْتَرِكُوْنَ

(سورۂ مبارکہ صافات: آیات ۲۲ تا ۳۳)

"پھر لاؤ ظلم کا ارتکاب کرنے والوں کو اور ان کے ہم جنسوں کو اور انھیں جن کو یہ پوجا کرتے تھے۔ اللہ کو چھوڑ کر پھر انھیں جہنّم کے راستے کی طرف ہانکو۔ انھیں روکو ان سے پوچھا جائے گا تمھیں ہوا کیا ہے کہ تم دوسرے کی مدد نہیں کرتے بل کہ آج تو وہ گردنیں جھکائے کھڑے ہیں اور وہ ایک دوسرے کی طرف رُخ کر کے باہم سوال کرتے ہیں۔ کہتے ہیں یقیناً تم ہمارے پاس طاقت سے آئے تھے۔ وہ کہیں گے: بل کہ تم خود ایمان لانے والے نہ تھے ورنہ ہمارا تم پر زور نہ تھا بل کہ تم خود سرکش لوگ تھے یقیناً ہمارے بارے میں ہمارے ربّ کی بات ثابت ہو گی۔ اب ہم (عذاب) چکھیں گے۔ پس ہم نے تم کو گم راہ کیا جب کہ ہم خود گم راہ تھے تو اس دن وہ سب کے سب عذاب میں شریک ہوں گے"۔

سورۂ مبارکہ زُمر میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَلَوْ اَنَّ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ مِنْ سُوْٓءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَبَدَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مَا لَمْ يَكُوْنُوْا يَحْتَسِبُوْنَ ○ وَبَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا

كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (سورۂ مبارکہ زمر: آیات ۴۷، ۴۸)

"اگر ظالموں کے پاس وہ سب دولت موجود ہو جو زمین میں ہے اور اتنی مزید بھی ہو تو قیامت کے دن بُرے عذاب سے بچنے کے لیے اسے فدیہ دینے کے لیے آمادہ ہو جائیں گے اور اللہ کی طرف سے وہ امر ان پر ظاہر ہو کر رہے گا جس کا انھوں نے خیال بھی نہیں کیا تھا اور ان کی بُری کمائی بھی ان پر ظاہر ہو جائے گی اور جس بات کی وہ ہنسی اُڑاتے تھے وہ انھیں گھیر لے گی۔"

سورۂ مبارکہ زمر میں ہی ارشاد ہو رہا ہے:

وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَآ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ○ قِيْلَ ادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ (سورۂ مبارکہ زمر: آیات ۷۱، ۷۲)

"اور کفار گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے۔ یہاں تک کہ جب وہ اس کے پاس پہنچ جائیں گے اور جہنم کے کارندے ان سے کہیں گے: کیا تمھارے پاس تم میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تمھارے ربّ کی آیات تمھیں بتاتے اور اس دن کے پیش آنے کے بارے میں تمھیں متنبہ کرتے تھے؟ وہ کہیں گے: کیوں نہیں! لیکن (اب) کفار کے حق میں عذاب لازم ہو چکا ہے۔ کہا جائے گا: جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ جس میں تمھیں ہمیشہ رہنا ہے۔ بس تکبر کرنے والوں کا کتنا بُرا ٹھکانا ہے۔"

سورۂ مبارکہ زُخرف میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ ○

وَاِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَنَا قَالَ يٰلَيْتَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ بُعْدَ الْمَشْرِقَيْنِ فَبِئْسَ الْقَرِيْنُ (سورۂ مبارکہ زخرف: آیات ۳۶ تا ۳۸)

"اور جو بھی رحمان کے ذکر سے پہلوتہی کرتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں تو وہی اس کا ساتھی ہو جاتا ہے اور وہ شیاطین انھیں راہِ حق سے روکتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ وہ راہِ راست پر ہیں۔ جب یہ شخص ہمارے پاس آئے گا تو کہے گا: اے کاش! میرے درمیان اور تیرے درمیان دو مشرقوں (مغرب و مشرق) کا فاصلہ ہوتا ہے تو بہت برا ساتھی ہے۔"

سورۂ مبارکہ حدید میں ارشاد ہو رہا ہے:

يَوْمَ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا انْظُرُوْنَا نَقْتَبِسْ مِنْ نُّوْرِكُمْ قِيْلَ ارْجِعُوْا وَرَآءَكُمْ فَالْتَمِسُوْا نُوْرًا فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ بَاطِنُهٗ فِيْهِ الرَّحْمَةُ وَظَاهِرُهٗ مِنْ قِبَلِهِ الْعَذَابُ (سورۂ مبارکہ حدید: آیت ۱۳)

"اس دن منافق مرد اور عورتیں، مومنین سے کہیں گی: ہماری طرف نظر ڈالیں تاکہ ہم تمھارے نور سے روشنی حاصل کریں۔ مگر ان سے کہا جائے گا: پیچھے لوٹ جاؤ اور نور تلاش کرو۔ پھر ان کے درمیان ایک دیوار بنا دی جائے گی جس کا ایک دروازہ ہوگا جس کے اندرونی حصّے میں رحمت ہوگی اور اس کی بیرونی جانب عذاب ہوگا۔"

سورۂ مبارکہ انعام میں ارشاد ہو رہا ہے:

اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ (سورۂ مبارکہ انعام: آیت ۹۳)

"آج ہی تم کو رسوائی کے عذاب کی سزا دی جائے گی کیوں کہ تم خدا پر

ناحق جھوٹ جوڑا کرتے تھے اور آیتوں کو سن کر اکڑا کرتے تھے۔"

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں: بروزِ قیامت پیاس مراد ہے (اور قیامت کے دن پیاس' ایک دردناک ترین عذاب ہوگا)۔

سورۂ مبارکہ مجادلہ میں ارشاد ہورہا ہے:

يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ

"جس دن اللہ ان سب کو اُٹھائے گا تو وہ اسی طرح اللہ کے سامنے قسمیں اُٹھائیں گے جس طرح تمہارے سامنے قسمیں اُٹھاتے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ صحیح موقف پر ہیں' آگاہ رہو یہ لوگ جھوٹے ہیں" (سورۂ مبارکہ مجادلہ: آیت ۱۸)۔

سورۂ مبارکہ قیامت میں ارشاد ہورہا ہے:

وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ ۝ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ

"اور بہت سے چہرے اس روز بگڑے ہوئے ہوں گے' جو گمان کریں گے کہ ان کے ساتھ کمر توڑ معاملہ ہونے والا ہے" (سورۂ مبارکہ قیامت: آیات ۲۴،۲۵)۔

میدانِ محشر میں گناہ گاروں کی حالت کے بارے میں روایات

پہلا منظر:

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

"بروزِ محشر تمہارا رب تم سب کو ایک مقام پر جمع کر کے بغیر کسی ترجمان کے تمہارے ساتھ گفتگو فرمائے گا (اور جو کفار ہوں گے) وہ اپنے سامنے نگاہ کریں گے اور جو کچھ انھوں نے دنیا میں کسب کیا تھا اسے اپنے سامنے دیکھ پائیں گے اور جب وہ اپنی دائیں طرف نگاہ کریں گے تو صرف اس چیز کو دیکھ پائیں گے جو اُنھوں نے دنیا میں کسب کی تھی۔ اسی طرح اپنے بائیں بھی انھیں وہی کچھ نظر آئے گا جو دنیا میں حاصل کرتے تھے۔

اچانک وہ آگ کو دیکھیں گے (پس اے مومنو!) آگ سے ڈرو۔ اگرچہ وہ آگ ایک دانہ کھجور جتنی ہی کیوں نہ ہو۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو کم از کم اپنے بھائی سے ایک اچھا جملہ ہی کیوں نہ ہو وہ اپنے بھائی سے ضرور کہو" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۱۸۳)۔

دوسرا منظر:

پیغمبرؐ گرامی قدر نے ان افراد کے متعلق ارشاد فرمایا:

"جو فضائل علیؑ میں شک کرتے تھے کہ (ایسے افراد) جب بروزِ قیامت قبروں سے اُٹھیں گے تو ان کی گردنوں میں طوق آویزاں ہوں گے۔ جن میں (سے ہر ایک میں) تین سو سوراخ ہوں گے۔ ہر سوراخ میں ایک شیطان بیٹھا ہوگا جو انھیں ڈرا رہا ہوگا۔ اس طرح وہ انھیں ہانکتے ہوئے لائیں گے" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۱۹۲)۔

تیسرا منظر:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"بروزِ محشر ہر آنکھ محوِ گریہ ہوگی سوائے تین آنکھوں کے۔ ایک وہ آنکھ جو راہِ خدا میں بیدار رہی ہے دوسری وہ آنکھ جو خوفِ خدا سے گریہ کرتی رہی ہے اور تیسری وہ آنکھ جو خدا کی حرام کردہ چیزوں سے اجتناب کرتی رہی ہے" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۱۹۵)۔

چوتھا منظر:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"(بروزِ قیامت خداوند قہار جب لوگوں کو قبروں سے اُٹھائے گا تو ان لوگوں کے ہاتھ ان کی گردنوں پر بندھے ہوں گے۔ وہ ایک اُنگلی کے برابر بھی خود حرکت نہیں کریں گے۔ ان پر چند ملائکہ مسلط ہوں گے جو انھیں

ڈانٹ رہے ہوں گے۔ یہ وہ افراد ہوں گے جو خیر کثیر سے خیر قلیل صادر نہیں ہونے دیتے تھے (یعنی یہ افراد اجازت نہیں دیتے تھے کہ مال دولت کے منابع اور منافع سے خیر وصدقات اور انفاق وتصرف ہو) یہ وہ لوگ تھے جنھیں پروردگار نے عطا کر رکھا تھا مگر وہ حقوق اللہ کی ادائگی میں دریغ کرتے تھے" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۱۹۷)۔

پانچواں منظر:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"متکبر افراد چیونٹی کی صورت میں محشور ہوں گے اور لوگ انھیں پامال کرتے ہوئے اور روندتے ہوئے گزریں گے۔ یہ سلسلہ تب تک جاری رہے گا جب تک خدا باقی مخلوق کے حساب سے فارغ نہیں ہو جاتے۔"

چھٹا منظر:

پیغمبر گرامی قدر نے ارشاد فرمایا:

"وہ تمام افراد جنھوں نے امامِ برحق کے ساتھ غداری کی وہ اس طرح محشور ہوں گے کہ ان کے منہ لٹکے ہوئے ہوں گے اور انھیں جہنم میں ڈال دیا جائے گا اور جن جن لوگوں نے امامِ برحق کی بیعت توڑی وہ کٹی ہوئی انگلیوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہوں گے" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۱۰)۔

ساتواں منظر:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا دے گا: وہ لوگ کہاں ہیں جو میرے دوستوں کے راستے میں رکاوٹ بنتے تھے کہ ایک گروہ ایسا پیش ہوگا جن کے چہروں پر گوشت نہیں ہوگا۔ وہاں ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہ افراد ہیں جو مومنین کو تکلیفیں دیا کرتے تھے اور زحمت واذیت کے اسباب

ان کے لیے فراہم کرتے تھے اور مومنین سے دشمنی رکھتے تھے۔ یہ ہمیشہ مومنین پر سختی کیا کرتے تھے انھیں حکم دیا جائے گا کہ فوراً جہنم میں داخل ہو جاؤ" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۱۰)۔

آٹھواں منظر:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"(ہر مومن کو دوسرے مومن کی چیز میں خیانت نہیں کرنی چاہیے اگرچہ پہلے والا مومن اسے دینے پر قادر ہو سکتا ہے اور دوسرا مومن (خیانت کرنے والا) بھی اگرچہ بہت زیادہ محتاج ہو چوں کہ بروزِ قیامت خدا خائن مومن کی آنکھیں اندھی، چہرہ سیاہ اور اس کے ہاتھ پس گردن باندھ دے گا اور حکم دے گا: یہ وہ شخص ہے جس نے خدا اور رسولؐ کے ساتھ خیانت کی ہے اور ساتھ ہی حکم سنایا جائے گا کہ جہنم کی آگ میں داخل ہو جاؤ" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۱۰)۔

نواں منظر:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کا فرمان ہے:

"جو شخص خدا کی قضا و قدر کو جھٹلائے گا خداوند جبار اسے اس طرح قبر سے باہر نکالے گا کہ اس کا چہرہ بندر اور سؤر کی طرح مسخ ہو چکا ہو گا" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۱۲)۔

دسواں منظر:

پیغمبر اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں:

"اگر کوئی شخص ریاکاری اور شہرت کی نیت سے کوئی بلڈنگ تعمیر کرے تو خدا اسے بروزِ قیامت اس طرح محشور کرے گا کہ وہ بلڈنگ آگ کا طوق بن کر اس کے گلے میں لٹک رہی ہو گی جو اسے مسلسل جلا رہی ہو گی۔ اس حالت میں اسے جہنم میں ڈالا جائے گا۔

اگر کوئی اپنے ہمسایوں کے ساتھ ذرہ برابر (حدیث میں دو انگلیوں کا فاصلہ کے الفاظ ہیں) بھی خیانت کرے تو خداوند کریم اتنی مقدار زمین کو اس کی تہوں سے نکال کر اسے جہنمی آگ کے طوق کی صورت میں اس کی گردن میں آویزاں کر دے گا اور پھر اس کا انجام کے طور پر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اگر کوئی شخص کسی عورت کے ساتھ حرام طریقے سے نکاح کرے پھر اس عورت' مرد یا بچے کے ساتھ قومِ لوط کا سا فعل انجام دے تو خداوند کریم بروزِ قیامت اس طرح محشور کرے گا کہ اس کے جسم سے تعفّن اور بدبو کے بھبکے اُٹھ رہے ہوں گے جن سے سارے اہل محشر بلبلا اُٹھیں گے اور پھر اس کو واصل جہنم کیا جائے گا۔ اس کے اس فعل کے عوض کوئی چیز فدیہ نہیں بن سکے گی اور نہ ہی کوئی قبول ہوگی۔ خدا اس کے سارے اعمال کو حبط کر کے باطل قرار دے گا اور اس کا جسم ایک تابوت میں رکھ کر سپردِ جہنم کیا جائے گا جس میں جہنم کی آگ کی میخیں پیوست ہوں گی۔ اس کے تابوت میں اسے مسلسل ان آتشی میخوں کے ذریعے اور دوسری ضربات کے ذریعے تکلیف دہ عمل جاری رہے گا۔

اس شخص کے گوشت کی ایک رگ اگر چار سو (۴۰۰) قوموں پر ڈالی جائے وہ ساری اقوام اس کے زہریلے اثر کی وجہ سے مر جائیں گے۔

اگر کوئی شخص اپنی زوجہ کے حق مہر میں ظلم کرتا ہے (یعنی حق مہر ادا کرنے میں سستی کرتا ہے) تو وہ خدا کے نزدیک زانی محسوب ہوگا۔ بروزِ قیامت اسے خطاب کیا جائے گا: اے میرے بندے! میں نے اپنی کنیز کے ساتھ تیرا عقد کیا تھا تم نے ایک عہد و پیمان باندھا تھا مگر تم نے وفا نہیں کی۔ اب خدا اس عورت کو جس نے تجھ سے اپنے عہد کی وفا کی تھی' کا حق مہر تم سے

لے کر تمہاری تمام نیکیاں اس عورت کو دے دی جائیں گی اُس وفا کے بدلے اور تمہاری بد عہدی کی وجہ سے چوں کہ تم نے حق مہر ادا نہیں کیا تھا۔

لہٰذا خدا اس شخص کو جہنم میں ڈال دیں گے درحالاں کہ اس کی زبان دراز ہو گی' اگر کسی شخص نے دو بیویاں کر رکھی ہیں اور ان دونوں کے درمیان عدالت برقرار نہیں رکھتا چاہے اپنی (محبت کے) لحاظ سے یا مال و نفقہ کے لحاظ سے وہ بروزِ محشر اس طرح محشور ہو گا کہ اس کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے اور اسی طرح وہ جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اگر کوئی شخص کسی ایسی عورت کو ہنسائے جس کا شوہر نہ ہو تو اس شخص نے جتنے الفاظ بھی ادا کیے ہیں (ہنسانے کے سلسلے میں) اس کے بدلے اس شخص کو کئی ہزار سال کھڑا رکھا جائے گا۔

اگر کوئی عورت کسی شخص کے ماتحت ملازمت وغیرہ کرتی ہو جس کی وجہ سے اس پر اطاعت لازمی ہو جاتی ہے اور وہ مرد اسے فعل حرام کی طرف وادار کرے یا اسے ہنسائے (جو فحشا اور بُرائی کے لیے مقدمہ بن جائے) تو اس عورت پر اپنے گناہ کے بوجھ کے ساتھ ساتھ اس مرد کے گناہ کا بوجھ بھی ہو گا اور اگر یہ عورت گناہ کے لیے راضی نہ ہو اور مرد زبردستی اس کے ساتھ فعل حرام انجام دے تو پھر اس مرد کے گناہ کا بوجھ مرد پر ہو گا اور اس عورت کے گناہ کا بوجھ بھی۔ اور اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے منہ تمانچا مارے تو بروزِ قیامت خدا اس کی ہڈیوں کو علیحدہ علیحدہ کر دے گا اور پھر اس پر آگ مسلط کر دی جائے گی اور وہ بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ جہنم میں داخل ہو گا۔

اور اگر کوئی شخص دو افراد کے درمیان سخن چینی کرے خداوند متعال عالم برزخ میں اس کی قبر میں اس پر آگ مسلط کر دے گا جو قیامت تک اسے

جلاتی رہے گی اور جب وہ قبر سے اُٹھے گا تو اس پر ایک سانپ چھوڑ دیا جائے گا جو اس کے گوشت کو کھانا شروع کر دے گا۔ اس طرح اسے جہنم میں ڈالا جائے گا۔

اگر کوئی شخص کسی پر ظلم کرے اسے غریب اور نادار سمجھ کر اور ظلم کے ساتھ ساتھ اس کی تحقیر بھی کرے تو خداوند متعال اسے بروزِ قیامت انسانی شکل میں مگر چیونٹیوں کی طرح محشور کرے گا اور اسی طرح اسے داخل جہنم کرے گا۔

اور اگر کوئی شخص کسی مرد یا شادی شدہ نیک عورت کی طرف زنا کی تہمت لگائے تو خدا اس کے اعمال کو باطل کر دے گا اور بروزِ قیامت ستر ہزار فرشتے چاروں اطراف سے اسے تازیانے ماریں گے اور پھر حکم ہو گا کہ اسے جہنم میں ڈال دو۔

اور جو شخص دنیا میں شراب پیے گا تو خداوند کریم بروزِ محشر اسے سانپوں اور بچھوؤں کے زہر سے تیار شدہ شربت پلائے گا جس سے اس کے چہرے کا گوشت اس شربت کے ظرف میں گھل مل جائے گا اور پھر وہ اسے پیے گا اور پیتے وقت اس مشروب سے کسی بدبو مردار کی بو اُٹھے گی جس سے سارے اہل محشر سخت تکلیف محسوس کریں گے اور پھر اسے اس طرح جہنم میں ڈالا جائے گا۔

اسی طرح شراب بیچنے والے' بنانے والے' خریدار' شراب لانے والے' ڈال کر دینے والے سب کے سب گناہ گار اور شرابی کے گناہ میں شریک ہیں اور جو شخص کسی یہودی' نصرانی' صابی وغیرہ کو شراب پلائے گا اس شخص کے ذمے اپنے فعل کا بھی گناہ ہو گا اور جو جو پیے گا اس کے فعل کا گناہ بھی اس کے ذمے ہو گا۔

اگر کوئی شخص کسی مسلمان کے خلاف جھوٹی گواہی دے گا یا پھر کافر ذی

(اہل کتاب) یا کسی بھی شخص کے خلاف' تو بروزِ قیامت اسے زبان کے ساتھ لٹکایا جائے گا اور وہ منافقین کے ساتھ جہنم کے نچلے طبقے میں ہوگا۔

اور جو شخص کسی غیر محرم عورت کو دیکھے گا بروزِ محشر خدا اس کی آنکھوں میں جہنم کی میخوں کو گاڑ دے گا اور ساری مخلوق کے حساب سے فارغ ہو کر حکم دے گا کہ اسے جہنم میں ڈال دو۔

اگر کوئی شخص ریاکاری یا شہرت طلبی کے لیے کھانا کھلائے تو خداوند متعال اسے بروزِ قیامت جہنم کی گندگی اور پیپ وغیرہ پلائے گا۔ یہ کثیف غذا اسے اس وقت تک کھلائی جاتی رہے گی جب تک خداوند کریم باقی مخلوق کے حساب سے فارغ نہیں ہو جاتے اور اگر کوئی شخص قرآن پڑھے اور پھر اسے فراموشی کے طاقچے میں رکھ دے تو خداوند کریم ایسے شخص کو اس طرح محشور کریں گے اس کے جسم پر جذام کا مرض لاحق ہوگا اور اس کے ہاتھ بندھے ہوں گے خدا ہر آیت کے بدلے اس پر ایک سانپ چھوڑے گا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل نہ کرے بل کہ اس پر دنیا کی دوستی کو ترجیح دے تو ایسا شخص خدا کے غصے اور غضب کا شکار ہوگا اسے جہنم کے نچلے ترین طبقے میں ڈالا جائے گا' یہ شخص یہودیوں اور نصرانیوں کے ساتھ جہنم میں ہوگا۔

اگر کوئی شخص قرآن پڑھے اور اس کے ذریعے وہ ریاکاری اور شہرت طلبی کا قصد کرے کہ اس طرح وہ عوام الناس میں شہرت پا جائے گا وہ بروزِ قیامت خدا سے اس طرح ملاقات کرے گا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو چکا ہوگا اور چہرے پر ذرہ برابر گوشت نہیں ہوگا۔ قرآن اس کے سر پر ہوگا جو اسے دھکیل کر جہنم تک پہنچا دے اور اگر کوئی شخص قرآن پڑھے اور اس پر عمل نہ کرے تو خدا اسے بروزِ قیامت اندھا محشور کرے گا (وہ قرآن

پڑھنے والا کہے گا): اے پروردگار! مجھے کیوں اندھا کر دیا گیا ہے جب کہ میری تو آنکھیں تھیں؟ تو اسے جواب دیا جائے گا: ہماری چند آیات تجھے یاد کیا ہوئیں کہ تم انھیں فراموش کر بیٹھے تھے (اور ترک کر دیا تھا) آج یہ سب کچھ اس فراموشی کی وجہ سے ہے اور خدا کے حکم پر آگ روشن کر دی گئی ہے۔

اور اگر کوئی شخص قرآن کو پڑھے اور اس کا مقصد شہرت طلب کرنا ہو وہ جہلا اور سفہا کے درمیان جنگ و جدال کرائے گا یا پھر وہ علما پر فخر مباہات کرے گا یا اس کے ذریعے دنیا میں مال و دولت طلب کرے گا تو خداوند کریم ایسے شخص کی ہڈیوں کو جدا جدا کر دیں گے اور اسے آگ کے سخت ترین عذاب میں ڈالا جائے گا۔

اور اگر کوئی شخص اپنی بیوی یا کوئی عورت اپنے شوہر کی بداخلاقی پر صبر کرے تو ہر مصیبت کے بدلے اسے حضرت ایوب علیہ السلام جتنا صبر عطا کیا جائے گا اور اگر وہ مرد اس حالت میں مر جائے کہ عورت اسے راضی کرتی تو خداوند کریم ایسی جھگڑالو عورت کو منافقین کے ہم راہ رکھے گا جو جہنم کے نچلے طبقے میں ہوں گے۔

اگر کوئی شخص قومی معاملات کے اُمور کی باگ ڈور اپنے ذمے لے تو جتنے دن وہ اپنے ذمے داری لے گا ہر دن کے بدلے اسے جہنم کے دھانے پر کھڑا رکھا جائے گا۔ جہنم کا ایک دن ہزاروں سالوں کے برابر ہوتا ہے اور بروز محشر اس طرح محشور ہوگا کہ اس کے ہاتھ گردن پر بندھے ہوں گے اور اگر وہ لوگوں کے درمیان خدا کے لیے قیام کرے تو خدا اسے آزاد کر دے گا اور اگر یہ شخص ظالم ہوا تو اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اور اگر کوئی شخص اپنے دینی بھائی کی عیب جوئی کی طرف قدم بڑھائے گا تو

بروزِ قیامت جو پہلا قدم وہ اُٹھائے گا اسے اُٹھاتے ہی وہ جہنم میں داخل ہو جائے گا خداوند کریم بروزِ قیامت مخلوق کے سامنے اس کے عیوب کو آشکارا کردے گا" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۱۳ تا ۲۱۶)۔

گیارہواں منظر:

امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں:

"اگر کوئی شخص کوئی ایسی چیز بنائے جس کے ذریعے وہ دوسروں پر فخر و مباہات کر سکے تو بروزِ قیامت خدا اس کے چہرے کو سیاہ کر دیں گے" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۱۶)۔

بارہواں منظر:

رسولِ اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں:

"اگر کسی شخص سے کوئی مسئلہ پوچھا جائے وہ اسے جانتا ہو اور صرف حق چھپانے کی غرض سے بیان نہ کرے تو اس کا تقویٰ زائل ہو جائے گا اور بروزِ قیامت اس کے منہ پر لگام چڑھائی جائے گی۔ اس حالت میں اسے اُٹھایا جائے گا" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۱۶)۔

تیرہواں منظر:

امیرالمومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"جب قیامت کا دن ہو گا تو خداوند ایک انتہائی گندی اور کریہہ بدبو پیدا کریں گے جس سے تمام اہلِ محشر تکلیف محسوس کریں گے۔ ایک منادی ندا دے گا (اے اہلِ محشر) کیا جانتے ہو یہ بدبو جس سے تمھیں اذیت ہو رہی ہے یہ کون سی بدبو ہے؟

وہ جواب دیں گے: نہیں، ہم تو بس اتنا جانتے ہیں کہ ہمیں اس سے سخت اذیت محسوس ہو رہی ہے تو انھیں جواب دیا جائے گا کہ یہ زناکاروں کی شرم

گاہ کی بدبو ہے۔

ان لوگوں نے توبہ کیے بغیر اپنے رب سے ملاقات کی ہے لہٰذا تم سب بھی ان پر لعنت کرو اور خدا بھی ان پر لعنت کرے گا۔ اس پڑاؤ پر جو بھی موجود ہوگا وہ ان زناکاروں پر لعنت کرتے رہیں گے" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۱۷)۔

چودھواں منظر:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

"قاتل جس نے (کسی نیک کو قتل کیا ہو یا بدکار کو) تو وہ مقتول بروزِ محشر اس طرح محشور ہوگا کہ قاتل کے دائیں ہاتھ میں مقتول کا ہاتھ ہوگا اور بائیں ہاتھ میں مقتول کا سر ہوگا۔ اس مقتول کی گردن سے خون بہ رہا ہوگا۔ وہ مقتول بارگاہِ خداوندی میں عرض کرے گا: اے پروردگار! اس قاتل سے پوچھیے کہ اس نے کس جرم میں مجھے قتل کیا ہے؟ اگر اس نے اطاعت خدا کرتے ہوئے قتل کیا تھا تو پھر تو قاتل کو جزا ملے گی اور مقتول کو جہنم میں ڈالا جائے گا اور اگر یہ جواب دیا جائے گا کہ اس نے فلاں شخص کی اطاعت کرتے ہوئے قتل کیا ہے تو پھر مقتول کو حکم ہوگا تم اس قاتل کو اس طرح قتل کرو جس طرح اس نے تمہیں قتل کیا تھا۔ خداوند کریم اس کے بعد ان دونوں کے درمیان فیصلہ کریں گے" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۱۷)۔

پندرھواں منظر:

رسولِ اکرم ارشاد فرماتے ہیں:

"مجھے اپنے پروردگار کی قسم! میرا کوئی بندہ دنیا میں کبھی شراب نوشی نہیں کرے گا مگر یہ کہ بروزِ قیامت جتنی اس نے شراب پی تھی کھولتا ہوا پانی اتنی ہی مقدار میں اسے پلایا جائے گا۔ اس کے بعد پھر دیکھا جائے گا کہ اسے عذاب دیا جائے یا معاف کر دیا جائے۔"

آپؐ نے فرمایا:

''شرابی بروز قیامت تیرہ رو چہرے کے ساتھ محشور ہوگا۔ اس کی آنکھیں اندھی اور ہونٹ ٹیڑے مڑے ہوں گے' اس کی زبان سے پانی جاری ہوگا اور اس کے سر کی پشت سے بھی پانی جاری ہوگا'' (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۱۸)۔

سولہواں منظر:

پیغمبرؐ گرامی قدر نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص حق کی گواہی چھپائے گا اور اس کی گواہی چھپانے سے کسی مسلمان کا ناحق خون بہ گیا ہو یا مسلمانوں کو مالی نقصان اُٹھانا پڑا ہو تو خداوند متعال اسے اس طرح محشور کرے گا کہ اس کے چہرے پر تاریکی اور ظلمت ہویدا ہوگی۔ اس کے چہرے پر ایک نشان لگا ہوا ہوگا۔ اہل محشر اس کو اس کے نسب اور نام سے پہچانتے ہوں گے اور جو شخص حق کی گواہی دے گا اور اس کے نتیجے میں مومنین کے جان و مال کو تحفظ ملا ہو تو ایسا شخص بروز قیامت اس طرح اُٹھے گا کہ اس کے چہرے سے ایک نور ساطع ہو رہا ہوگا اس کو بھی لوگ اس کے اسم اور نسب سے پہچانتے ہوں گے۔''

یہاں پیغمبر امام محمد باقرؑ نے اس آیت کریمہ سے استفادہ فرمایا کہ خداوند کریم کا فرمان ہے:

وَاَقِيْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ (سورۂ مبارکہ طلاق: آیت ۲)

''اور اللہ کی خاطر درست گواہی دو'' (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۱۸)۔

سترہواں منظر:

حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے سردار انبیاءؐ سے سنا آپؐ نے فرمایا:

''بروز قیامت' تین صورتیں مخلوق پر آشکار ہوں گی اور وہ شکایت کریں

گے۔ ان میں ایک قرآن' دوسری مسجد اور تیسری اہل بیتؑ رسولؐ۔

کتاب فریاد کرے گی: اے پروردگار! انھوں نے میرے اندر تحریف کی اور مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ مسجد فریاد کرے گی: پروردگار! مجھے فضول اور ناکارہ چیز قرار دیا گیا۔ میرا حق تلف کیا گیا اور اہل بیتؑ رسولؐ فریاد کریں گے: اے پروردگار! ان مسلمانوں نے ہمیں قتل کیا ہے' ہمیں جھٹلایا گیا۔ فرشتے اپنی تمام تر قوت وشدت کے ساتھ دشمنی اور بدلہ لینے کے لیے تیار ہو جائیں گے۔ مگر خداوند متعال حکم دے گا: میں تم سب سے زیادہ بدلہ لینے کا حق رکھتا ہوں'' (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۲۳)۔

اٹھارہواں منظر:

پیغمبرؐ گرامی قدر کا ارشاد ہے:

''تین لوگوں سے خداوند کریم گفتگو نہیں کریں گے اور ان پر اپنی نظر رحمت بھی نہیں ڈالیں گے اور نہ ہی ان کو دردناک عذاب سے نجات دیں گے۔ وہ تین ہیں: وہ بوڑھا جو زناکار ہو' دوسرا ظالم بادشاہ اور تیسرا کم تولنے والا' حیلے بہانے بنانے والا'' (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۲۳)۔

اور اسی طرح فرمایا:

''بروزِ قیامت چار افراد نظر رحمت سے محروم ہوں گے: ایک والدین کا عاق شدہ' دوسرا احسان فراموش' تیسرا خدا کی قضا وقدر کی تکذیب کرنے والا اور چوتھا شرابی (جو پکا شرابی ہو)'' (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۲۳)۔

اسی طرح امام جعفر صادق علیہ السلام نے بھی ارشاد فرمایا:

''دین میں تفقہ (سوجھ بوجھ) کرو اور اعراب بدوؤں کی طرح زندگی مت بسر کرو چوں کہ یہ دین میں غور وفکر نہیں کرتے تھے۔ خداوند کریم بروزِ محشر انھیں اپنی نظر رحمت سے محروم رکھیں گے اور نہ ہی ان کے علم کو پاکیزہ قرار

دیں گے۔" (بحار الانوار: ج ۷، ص ۲۲۳)۔

انیسواں منظر:

پیغمبر اکرم کے اصحاب میں سے کسی ایک نے اس آیت کریمہ:

يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ فَتَأْتُوْنَ أَفْوَاجًا (سورۂ مبارکہ نبا: آیت ۱۸)

"اس دن صورت پھونکا جائے گا تو تم لوگ گروہ در گروہ نکل آؤ گے۔"

کے معانی جاننے کے لیے سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا: تم نے ایک عظیم امر کے بارے میں سوال کیا ہے۔ پھر آپؐ نے گریہ فرمایا اور ارشاد فرمایا:

"میری اُمت میں سے دس ایسے چہرے اُٹھیں گے جو دس کے دس ایک دوسرے سے مختلف ہوں گے۔ خداوند انہیں دوسرے مسلمانوں سے جدا کر دے گا اور ان کی صورتوں کو دگرگوں کر دے گا' ان میں سے بعض بندر کی شکل کے ہوں گے تو بعض سوّر کی اور بعض نگوں سار' بعض اندھے ہوں گے' بعض گونگے بہرے اور بے وقوف ہوں گے' بعض افراد اپنی زبان چبا رہے ہوں گے۔ ان کے منہ سے رال ٹپک رہی ہو گی۔ اہل محشر انہیں دیکھ کر شدید کراہت محسوس کریں گے۔ بعض ایسے افراد ہوں گے جن کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے ہوں گے۔ بعض افراد آتشیں صلیبوں پر لٹکے ہوں گے۔ جن سے مردار سے بھی زیادہ سخت بدبو آ رہی ہو گی' تعفن اُٹھ رہا ہو گا۔ بعض ایسے بھی ہوں گے جنھوں نے قطران کا لباس پہن رکھا ہو گا جو ان کے چمڑے سے چپکا ہوا ہو گا۔ بعض بندروں اور سوّروں کی شکل میں ہوں گے جو سخن چین ہوں گے' حرام خور افراد کے سر جھکے ہوئے ہوں گے۔ سود خور اندھے ہوں گے' ظالم لوگ اندھے اور گونگے ہوں گے' ریاکار اپنی زبانیں چبا رہے ہوں گے' ہمسایوں کو تکلیف دینے والے آگ کی شاخوں پر لٹکے ہوئے ہوں گے۔ بادشاہوں کے دربار میں چغلی کرنے والے مُردار

سے بدترین حالت میں ہوں گے۔ شہوت پرست اور اپنے مال سے خدا کا حق نہ ادا کرنے والے حضرات نے قطران کا لباس پہن رکھا ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو فخر و مباہات کرتے تھے" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۸۹)۔

مواقف (پڑاؤ)

لفظ مواقف جمع ہے لفظ موقف (اس کا واحد ہے) جس کے معنی ہیں ٹھہرنے والی جگہ، استراحت گاہ اس حصے میں ہم "موقف" یعنی ٹھہرنے کی جگہ یا استراحت گاہ مراد ہے۔ قرآن کی خوب صورت تعبیر کے مطابق "معقبات" کے متعلق بحث کریں گے اور ہماری یہ کوشش ہوگی کہ ہم قرآن اور روایات سے ہی رہ نمائی لیں اور حقائق پر مبنی تصویر پیش کریں۔ اگرچہ اس صفت کے ساتھ بیان کرنا بہت ہی ناساز اور نازیبا ہے۔

ہماری گزشتہ دونوں ابحاث کا تعلق محشر سے تھا۔ ہم نے عرض کیا تھا کہ میدانِ محشر ایک وسیع و عریض اور بے کراں قسم کا میدان ہے جس میں پہلی اور آخری ساری مخلوق جمع ہوگی اور سب کے سب اپنے اپنے انجام کے منتظر ہوں گے۔ ہر کسی کو صرف اور صرف اپنی ذات کی فکر دامن گیر ہوگی۔ ان کی اندرونی کیفیت ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ بعض سور کے مانند ہیں، کوئی بندرہ کی طرح ہوگا تو کوئی چوہے کی مثل اور بعض افراد ان سے مختلف ہوں گے۔ وہ انتہائی نورانی اور حسین و جمیل ہوں گے۔ اب ہم ایسی بحث کا آغاز کر رہے ہیں جس کے ذریعے مخلوق کو جنت کا راستا مل سکے اور یہ راستا جنت تک جا کر ختم ہوتا ہو۔

اس بحث کے لیے مقدمہ ہم قرآنی آیات کے ذریعے پیش کرنے کی سعادت حاصل کریں گے:

كَلَّآ إِذَا دُكَّتِ الْاَرْضُ دَكًّا دَكًّا ○ وَّجَآءَ رَبُّكَ وَالْمَلَكُ صَفًّا صَفًّا ○ وَجِايْٓءَ يَوْمَئِذٍۭ بِجَهَنَّمَ يَوْمَئِذٍ يَّتَذَكَّرُ الْاِنْسَانُ وَاَنّٰى لَهُ الذِّكْرٰى ○ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِىْ قَدَّمْتُ لِحَيَاتِىْ ○ فَيَوْمَئِذٍ لَّا يُعَذِّبُ عَذَابَهٗٓ اَحَدٌ ○ وَّلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗٓ اَحَدٌ

"ہرگز نہیں! جب زمین کوٹ کوٹ کر ہموار کی جائے گی اور آپ کے پروردگار کا (حکم) اور فرشتے صف در صف حاضر ہوں گے اور جس دن جہنم حاضر کی جائے گی اس دن انسان متوجہ ہوگا لیکن اب متوجہ ہونے کا کیا فائدہ ہوگا۔ کہے گا: کاش! میں نے اپنی اس زندگی کے لیے آگے کچھ بھیجا ہوتا۔ پس اس دن اللہ کے عذاب کی طرح عذاب دینے والا کوئی نہ ہوگا اور اللہ کی طرح جکڑنے والا کوئی نہیں" (سورۂ مبارکہ فجر: آیات ۲۱ تا ۲۶)۔

قبروں سے اُٹھنے کے بعد جو عوامل انھیں چلا رہے ہوں گے کے سبب انسان فوراً محشر اور مواقف کی طرف بڑھیں گے۔ جہنم جو کفار و منافقین اور مشرکین کے اعمال کا مجسم مرکز ہے یہ عجیب و غریب حالت اور ناقابل بیان صفات کے ساتھ ظہور پذیر ہوگا۔ جس پر دس ہزار فرشتے متعین ہوں گے جو ساری مخلوق کو گھیرے ہوئے ہوں گے۔ جہنم کچھ اس انداز میں برپا ہوگی کہ جو بھی اس کا تصور کرے گا وہ اسے اپنے اندر لینے کی صلاحیت رکھتی ہوگی۔ گویا یہ ساری دنیا میدانِ برہوت میں کھڑی ہوگی جو بھوکی بھی ہوگی اور پیاسی بھی' حیران بھی ہوگی اور پریشان بھی' جو سوچ رہی ہوگی کہ کدھر جائے' کس طرف اس کو جانا چاہیے۔ ابھی یہ کیفیت برقرار ہوگی کہ سارے میدان کے چاروں اطراف سے سیاہ کالے آتشیں بادل شدید گرج چمک کے ساتھ آ جائیں گے' سارے صحرا میں وحشت و خوف کا راج ہوگا۔ ہر کوئی اپنے جل کر خاک ہو جانے کا انتظار کرنے لگے گا۔

اسی مقام کے لیے امام محمد باقرؑ نے ارشاد فرمایا تھا: جس وقت یہ آیت کریمہ:

وَجِایۡٓءَ یَوۡمَئِذٍۭ بِجَہَنَّمَ (سورۂ مبارکہ فجر: آیت ۲۳)

"اور جس دن جہنم حاضر کی جائے گی۔"

نازل ہوئی تو کسی صحابی نے آپؐ سے سوال کیا جس کے جواب میں آپؐ نے ارشاد فرمایا: روح الامین نے مجھے خبر دی کہ ذاتِ خداوند کریم کے علاوہ کوئی ذات اس لائق نہیں جو ساری مخلوق کو چاہے وہ اوّلین میں سے ہو یا آخرین میں سے' ایک میدان میں جمع فرمائے گی۔ جہنم ہزاروں

لگاموں میں جکڑی ہوئی ظہور کرے گی' ایک ایک لگام کو ہزاروں بل کہ لاکھوں فرشتوں نے تھام رکھا ہو گا۔ جہنم کے غیظ وغضب سے بھری آوازیں نکل رہی ہوں گی۔ اس کی وحشت وخوف والی آوازوں کے ساتھ گرمی کی شدت بھی اپنے نقطہ عروج پر پہنچی ہوئی ہو گی کہ اگر خدا نے مخلوق سے حساب لینے کا وقت معین نہ رکھا ہوتا تو سارے اہل محشر گرمی اور قوت کے سبب ہلاک ہو چکے ہوتے (بحار الانوار: ج ۷، ص ۱۲۵)۔

صراط اور اس کا محل وقوع

اسی دوران میں آگ کے اوپر ایک پل بن جائے گا جو انتہائی باریک' بہت تیز اور انتہائی لمبا ہو گا۔ اس کی ابتدا اور انتہا کا اندازہ لگانا مشکل ہو جائے گا۔ روایات کی زبان میں اس پل کو "صراط" کا نام دیا گیا ہے۔ اس پل پر چند اصلی' موقف یعنی قیام گاہیں (اڈے) بنے ہوئے ہوں گے اور چند فرعی مواقف (قیام گاہیں یا اڈے) بھی موجود ہوں گے۔ ان تمام قیام گاہوں (اڈوں) کا نام روایات میں مواقف اور عقبات رکھا گیا ہے۔

یہاں ایک انتہائی جالب نکتہ لائق توجہ ہے کہ یہ پل راستا ہے جو مومنین کو جنت تک پہنچائے گا اور وہ لوگ جو مشرک' کافر (منافقین) ہوں گے اور ایسے افراد جن کا ایمان خدا' رسولؐ اور اہل بیتؑ کی ولایت نورانیہ درجہ کمال تک نہیں پہنچا ہوا ہو گا وہ اس پل پر نہیں ٹھہر سکیں گے۔ وہ لوگ نہ صرف پل کو عبور نہیں کر سکیں گے بل کہ بغیر حساب کے جہنم میں پہنچ جائیں گے اور باقی مومنین اپنے نور ایمان کے تناسب سے پل کو عبور کریں گے۔ ان میں سے بھی بعض بہت تیز رفتار ہوں گے اور بعض آہستہ جب کہ بعض بہت ہی آہستہ ہوں گے اور بعض تو بجلی کی سی تیزی سے پل عبور کریں گے اور اسی رفتار سے جنت میں داخل ہوں گے۔ پل صراط پر مومنین کی رفتار کا تعلق مومنین کے ان اعمال اور تکالیف سے ہو گا جو انھوں نے انجام دیے تھے' جن کو ہم ان شاء اللہ تفصیل سے بیان کریں گے کہ ہر موقف (پڑاؤ) کا تعلق بھی انسان کی عبادت سے ہو گا۔ یہ موقف میں انسانوں کا ٹھہراؤ اور رُکنا درحقیقت دنیا میں انجام دیے جانے والے اعمال کا تکوینی عکس العمل ہے۔ اس کا انسانی قرارداد اور مفاہیم کے ساتھ ذرا بھی تعلق نہیں مثلاً

اگر کوئی شخص اپنی واجب نمازوں کو جان بوجھ کر ترک کر دے گا تو نماز کے موقف میں اسے اتنا عرصہ (کہ جس کا ایک دن کئی ہزار سالوں کو محیط ہوگا) اسے ٹھہرنا پڑے گا اور جس کے اعمال صحیح ہوں گے وہ اسی رفتار سے آگے بڑھتا چلا جائے گا اور جس شخص نے اپنی ساری عمر اطاعت خدا میں بسر کی ہے اور عمر کا کچھ حصہ اگر وہ عبادات کو ترک کرتا ہے تو انہی عبادات اور افعال کا باطن اور ملکوت بروز قیامت بعینہٖ ظاہر ہوگا۔ اس طرح وہ جتنا راستا پل صراط پر عبور کرے گا اور جتنا عرصہ اس نے اپنے ربّ سے رابطہ توڑا ہے اس کا رابطہ بھی پل سے ٹوٹ جائے گا اور وہ جہنم میں گر جائے گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام گزشتہ حدیث کو جاری رکھتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

ثم یوضع علیها صراط......

''پھر اس آگ پر پل تعمیر کر دیا جائے گا۔''

جو شمشیر سے زیادہ تیز ہوگا۔ اس پر تین مواقف (پڑاؤ) ہوں گے۔ ایک موقف (پڑاؤ) ہوگا خاندان اور اقربا سے صلہ رحم اور امانت کی بابت' دوسرا موقف ہوگا' نماز کے بارے میں اور تیسرا موقف ہوگا عدلِ خدا کے بارے میں۔ ہر انسان پل صراط کو عبور کرنے پر مجبور ہوگا کہ انسانوں کا پہلا پڑاؤ ''رحم و امانت'' ہوگا۔ اگر اس سے بھی جان چھوٹ جائے تو نماز کے پڑاؤ (موقف) میں پکڑا جائے گا۔ اگر وہاں سے جان چھوٹ گئی تو عدلِ خدا کے موقف (پڑاؤ) میں اسے روکا جائے گا۔ اس موقف کے بارے میں ارشاد خداوندی ہو رہا ہے:

إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ (سورۂ مبارکہ فجر: آیت ۱۴)

''یقیناً آپ کا ربّ تاک میں ہے۔''

انسان پل صراط پر کھڑے ہوں گے۔ قدم ڈگمگائیں گے اور (وہ نیچے لڑھک جائے گا) جب یہ دوسرے ایسے تعلقات اور معاملات سے رابطہ کرے گا جو اس کے لیے بخشش و معافی کی بابت وسیلہ بن سکتے ہیں چوں کہ ملائکہ بھی اسی وقت ندا دے رہے ہوں گے: (اے حلیم اور بخشنے والے ربّ!) اس کے گناہوں سے درگزر فرما اور اپنے فضل سے اسے جہنم سے محفوظ رکھ۔

انسان پروانوں کے مانند آگ کے گرد چکر کاٹ رہے ہوں گے۔

اگر انسان آگ سے نجات پا جاتے ہیں تو یہ اس رب کریم کے فضل و رحمت کی وجہ سے نجات پائیں گے۔ اس قسم کی نجات کے متعلق ارشاد ہو رہا ہے:

"لائق تعریف ہے وہ رب جس نے یاس و نا اُمیدی کے بعد مجھے نجات دی۔ اس نے مجھ پر اپنا فضل و کرم کیا ہے چوں کہ میرا رب بخشنے والا اور نعمتیں عطا کرنے والا ہے" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۱۲۶)۔

اب جب کہ ہم پل صراط کے متعلق اجمالی علم حاصل کر چکے ہیں۔ اب مناسب یہی ہے کہ فکر کریں کہ ہم اس پل صراط کو کس طرح عبور کر سکتے ہیں۔ چوں کہ یہ (اپنے مقام پر) ایک حقیقت اور واقعیت ہے اور بعض حضرات کی تعبیر کے مطابق اسے "سمبلیک" بھی کہا جا سکتا ہے۔

جیسا کہ ہم گزشتہ ابحاث میں بیان کر چکے ہیں کہ انسان پہلے درجے پر ایک ایسا موجود ہے جس کو ہم "روح" سے تعبیر کرتے ہیں اور درجہ دوّم پر ہم اس موجود کو جسم سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ دونوں کبھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گی۔

ان میں سے ایک اصل ہے تو دوسری اس کی فرع ہے۔ ایک خود ادراک ہے تو دوسری وسیلہ ادراک۔ انسان جسم کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا' نہ ہی عالم مادہ میں اور نہ ہی عالم برزخ اور نہ ہی قیامت کبریٰ میں۔ قیامت کبریٰ وہ عالم ہے جس میں انسان کے وجود کے تمام لوازمات' کردار' رفتار اور ملکات اور وہ تمام حادثات جن کا تعلق انسان سے رہا ہے وہ بغیر کسی کمی بیشی کے ظاہر اور آشکارا ہوں گے:

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ (سورۂ مبارکہ طارق: آیت ۹)

"اس روز تمام راز فاش ہو جائیں گے۔"

اگر ہم محشر کے صحرا پر نظر ڈالیں تو ہم دیکھیں گے کہ ایک آگ کھائے جا رہی ہے۔ یہ آگ یتیموں کے مال کی آگ ہے اور اگر ہم میدانِ محشر میں ایک ایسے انسان کو دیکھیں جو انسان بھی ہے اور سؤر بھی تو ہمیں جان لینا چاہیے کہ اس شخص نے دنیا میں سؤر کے سے انداز

میں زندگی بسر کی ہے اور یہی حقیقت ہمیں دکھلائی جا رہی ہے۔ ہم میدانِ قیامت میں جن جن چیزوں، واقعات اور حادثات کا مشاہدہ کرتے ہیں یہ سب کچھ وہی ہے جو انسان نے دنیا میں انجام دیا تھا۔ اس سے ہٹ کر کچھ بھی نہیں ہے۔ البتہ دنیا اور آخرت میں فرق یہ ہے کہ دنیا میں ان کے کاشت کا وقت تھا اور آخرت میں کاٹنے کا موسم۔ دنیا میں بُرا فعل منٹوں میں انجام پا جاتا تھا جب کہ آخرت میں وہ بُرا فعل اپنی مکمل آب و تاب کے ساتھ باقی رہتا ہے، بلکہ اور بھی پَر پُرزے نکال چکا ہوگا۔

یہاں ایک بڑی خوب صورت مثال (تشبیہ) یہ دی جا سکتی ہے کہ انسان کے اعمال، رفتار، کردار اور اس کی شکل و صورت کی ایک انتہائی طاقت ور کیمرے کے ذریعے، عکس بندی کی گئی ہے اور وہ بھی اس انداز میں کہ انسان کی حقیقی تصویر سامنے آتی ہے اور اس سے انسان کے اعمال و کردار کا بہ خوبی اندازہ لگایا جاتا ہے، عالم قیامت اسی چیز کا نام ہے۔

قیامت کی ابحاث میں بہترین اور عمدہ ترین بحث اعمال مجسم ہو جانے کی بحث ہے۔ جبھی تو تجسم اعمال کی بحث قرآنِ کریم نے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمائی ہے۔ یہاں آپ ایک مثال بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

يَوْمَئِذٍ يَصْدُرُ النَّاسُ أَشْتَاتًا لِّيُرَوْا أَعْمَالَهُمْ (سورہ مبارکہ زلزال: آیت ۶)

"اس دن لوگ گروہ گروہ ہو کر نکل آئیں گے تاکہ انھیں ان کے اعمال دکھائے جائیں۔"

اگر ہم مذکورہ بالا مطالب پر توجہ کریں تو ہم نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ پل صراط یہ اسی صراطِ مستقیم کی باطنی اور ملکوتی تصویر ہے جس پر ایک مومن زندگی بھر عمل کرتا رہا ہے۔ مثلاً ایک مومن اگر اوّل وقت میں نماز ادا نہیں کرتا ہے اور نماز کو تاخیر سے پڑھتا ہے اس تاخیر کے دوران میں ہی وہ مر جائے اور قیامت آ جائے اور اسے پل صراط سے بھی گزرنا پڑ جائے تو یقیناً وہ مومن بڑی سست رفتاری سے پل کو عبور کرے گا۔ اس دوران میں اسے یقیناً جہنم کی گرمی بھی محسوس ہو گی اسی طرح جب کوئی مومن مالِ حرام کھاتا ہے، اسے حقوق الناس والے موقف (پڑاؤ) پر

بہت دیر تک رُکنا پڑے گا۔ ہو سکتا ہے اِسے وہاں ہزاروں سال تک رُکنا پڑے اور وہاں سے قدم تب اُٹھائے گا جب وہ اس کی سزا کو پالے اور پھر اس کا نعم البدل ادا کر دے گا۔ پھر وہاں سے آگے بڑھ سکے گا تو اسے اگلے موقف میں ٹھہرنا پڑے گا۔ پھر وہاں سے حساب برابر کر کے آگے بڑھے گا۔ یوں ایک موقف سے دوسرے اور...... پھر وہ آخری موقف کو عبور کر کے آگے بڑھے گا...... اور جنت تک پہنچ پائے گا۔

پل صراط اور ان مواقف (پڑاؤ) میں انسان کے عقائد، اخلاق، عبادات سے متعلقہ اعمال مجسم ہو کر آئیں گے۔ جو اس نے دنیا میں انجام دیے تھے۔ بغیر کسی شک وشبہ کے انسان کو قبول کر لینا چاہیے کہ جی ہاں! بالکل ویسے ہی ہو گا۔ چوں کہ اگر ہم قبول کریں کہ ایسا نہیں ہو گا تو پھر یہ سوال ہو گا کہ پھر کون سی کیفیت یا وہ کون سے حالات ہوں گے جن کے ذریعے انسان جنت میں جائے گا۔

حساب کتاب سے مراد ہے اس کے نامہ اعمال کو گناہوں سے پاک کرنا۔ اب یہ سوال کہ یہ سب کچھ کس طرح ممکن ہو گا؟! اگر ہم تجسم اعمال کا انکار کر دیں تو پھر ان مسائل سے بالاتر ایک چیز ثابت ہو گی۔ کیا ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس حد تک خداوند کریم کی انسانی اعمال میں مداخلت کافی ہے۔ ان کی باقاعدہ صورت اور تصویر کو قبول کرنا ضروری اور لازمی نہیں ہے۔ جاذبہ رکھنا ضروری ہے اور ہم صرف پل صراط اور مواقف کے وجود پر ایمان لے آئیں اور وہ افراد جو حائل ہیں اور کہتے ہیں کہ اعمال مجسم صورت اختیار نہیں کرتے ہیں بل کہ یہ سب تشبیہات ہیں جن کے ذریعے بعض معقولات کو بیان کیا جا رہا ہے۔ ان افراد سے گزارش ہے کہ آپ اس کے بعد انسان کی جسمانی قیامت کے متعلق ہرگز بحث نہیں کریں گے۔ اب اگر یہی انسان بروزِ قیامت اپنے جسم کے ساتھ محشور ہو گیا اور وہاں محشر، پل صراط، آگ وغیرہ ساری چیزیں موجود ہوں اور سب کے اجسام موجود ہوں اور اجسام بھی ایسے ہوں جو اس جہانِ آخرت کے عین مطابق اور جہان کے موافق ہوں اور پھر وہاں یہ مسائل پیش کیے جائیں۔ یہ قیامت بھی جسم ہے اور جسمانی قیامت ہے اور میدانِ محشر میں سارے انسان

موجود ہیں اور وہ آہستہ آہستہ مواقف کو عبور کر رہے ہیں اور صراطِ مستقیم پر چل رہے ہیں (توجہ رہے کہ پل صراط بال سے باریک ہے)...... پھر تو کچھ بھی ممکن نہیں۔ وہ لوگ جو عالم قیامت پر اِشکال کر رہے ہیں وہ صرف اس کی محدودیت کے مسائل کے قائل ہیں۔ اس کے علاوہ کچھ ان کے اِشکال عائد کرنے کا کوئی دوسرا مقصد نہیں ہے۔ یہ مادہ ہے جس کی خصوصیات یہ ہیں کہ یہ جرم اور ثقیل ہوتا ہے' جگہ گھیرتا ہے' جب کہ عالم آخرت عالم مادہ کی طرح نہیں ہوتا۔ ورنہ تصاویر کا باہم جھگڑا اور تزاحم لازم آتا۔ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ عالم آخرت' دنیاوی عالم کا ملکوت اور باطن ہوتا ہے۔

بحث طول کھینچ جائے گی اور ہم اصل مطلب سے دُور ہو جائیں گے۔ ہم نے عرض کیا کہ مواقف (عقبات' پڑاؤ) پل صراط پر ہوں گے۔ ہمارا مقصد یہ تھا کہ انسان اس حقیقت سے مکمل اور زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر سکیں۔ اس سلسلے میں ہم چند روایات بطور مثال پیش کر رہے ہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: (تمام انسان اپنے اپنے ملکات کے حساب سے) پل صراط کو عبور کریں گے۔ یہ پل بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہو گا۔ بعض لوگ یہ برق رفتاری کے ساتھ عبور کر جائیں گے اور بعض گھوڑے کے مانند' بعض آہستہ' بعض تیز اور بعض حضرات پل پر لٹکنا شروع ہو جائیں گے۔ ان کے جسم کے بعض حصوں کو آگ جلا دے گی اور بعض حصوں کو چھوڑ دے گی (بحارالانوار: ج ۸، ص ۶۴، ۶۵)۔

حضرت مفضلؒ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں سوال کیا: پل صراط کے متعلق تو آپؑ نے جواب دیا: صراط۔ ایک راستہ ہے جو معرفت خدا کی طرف جاتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں: ایک صراط جو دنیا میں ہے' دوسرا وہ صراط جو آخرت میں ہے۔ وہ صراط جو دنیا میں موجود ہے اس سے مراد وہ امامِ معصومؑ ہے جس کی اطاعت فرض کی گئی ہے۔ اگر کوئی دنیا میں اسے پہچان لے اور امامؑ کی ہدایات پر عمل کرے اور امامِ برحقؑ کی پیروی کرے تو وہ اس پل کی جو دوزخ پر بنا ہوا ہے آرام سے عبور کر جائے گا اور جو شخص اس امامِ برحقؑ کو نہ پہچانے' اس کے

قدم صراط پر ڈگمگا جائیں گے اور وہ شخص جہنم میں گر جائے گا (بحارالانوار: ج ۸،ص ۶۶)۔

جناب شیخ مفید رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''عقائد'' میں تحریر کرتے ہیں: پل صراط کے متعلق ہمارا عقیدہ یہ ہے وہ حق ہے (حقیقت میں وہ ایک راستا ہے) اور ایک پل ہے جو جہنم پر بنا ہوا ہے ساری مخلوق اُسے عبور کرے گی۔ اس کے بارے میں خداوند متعال کا ارشاد ہے:

وَ اِنۡ مِّنۡكُمۡ اِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتۡمًا مَّقۡضِيًّا

''اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا جو جہنم پر وارد نہ ہو۔ یہ حتمی فیصلہ آپ کے رب کے ذمے ہے'' (سورۂ مبارکہ مریم: آیت ۷۱)۔

ایک دوسری جہت سے صراط جحتِ خدا کا نام بھی ہے کہ دنیا میں جو شخص بھی اس کی معرفت حاصل کرے گا اور اطاعت کرے گا تو خداوند کریم اسے پل صراط جو جہنم پر بنا ہو کو عبور کرنے کا اجازت نامہ عطا فرمائے گا (بحارالانوار: ج ۸،ص ۷۰)۔

پل صراط اور اس کے محل وقوع کے متعلق بحث مکمل کرنے کے بعد اب باری ہے مواقف (پڑاؤ) کے متعلق۔ ہم بحث کا آغاز کریں قرآن کریم کی آیات میں ''ایام'' کے متعلق بحث کی گئی ہے کہ ان میں سے ہر ایک دن کا دورانیہ کئی ہزار سالوں کو محیط ہوگا۔ آپ ذیل کی آیات پر توجہ کریں:

يُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الۡاَرۡضِ ثُمَّ يَعۡرُجُ اِلَيۡهِ فِىۡ يَوۡمٍ كَانَ مِقۡدَارُهٗۤ اَلۡفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ (سورۂ مبارکہ سجدہ: آیت ۵)

''وہ آسمان سے زمین تک اُمور کی تدبیر کرتا ہے پھر یہ امر ایک ایسے دن میں اللہ کی بارگاہ میں اوپر کی طرف جاتا ہے جس کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال ہے۔''

اور سورۂ حج میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَ يَسۡتَعۡجِلُوۡنَكَ بِالۡعَذَابِ وَ لَنۡ يُّخۡلِفَ اللّٰهُ وَعۡدَهٗ ؕ وَ اِنَّ يَوۡمًا عِنۡدَ رَبِّكَ كَاَلۡفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوۡنَ (سورۂ مبارکہ حج: آیت ۴۷)

"(اے رسولِ خدا!) کفار بطور مذاق تم سے عذاب کی تعجیل کا تقاضا کرتے ہیں، مگر ان میں سے کوئی گروہ اس وعدے (سے جو اللہ نے ان سے وعدہ کر رکھا ہے) بچ نہیں پائے گا۔ وہ ایک دن تمہارے ربّ کے نزدیک (یعنی تمہارے علم کے مطابق) ہزاروں سالوں کے برابر ہوگا، جو تمہارے علم کے مطابق ہیں۔"

اور سورۂ مبارکہ معارج میں ارشاد ہو رہا ہے:

سَاَلَ سَآئِلٌۢ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ ○ لِّلْكٰفِرِينَ لَيْسَ لَهٗ دَافِعٌ ○ مِّنَ اللّٰهِ ذِى الْمَعَارِجِ ○ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ○ فَاصْبِرْ صَبْرًا جَمِيْلًا ○ اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا ○ وَّنَرٰىهُ قَرِيْبًا (سورۂ مبارکہ معارج: آیات ۱ تا ۷)

"ایک سوال کرنے والے نے عذاب کا سوال کیا جو واقع ہونے ہی والا ہے۔ کفار کے لیے اسے کوئی ٹالنے والا نہیں ہے۔ عروج کے مالک اللہ کی طرف سے ہے۔ ملائکہ اور روح اس کی طرف اوپر چڑھتے ہیں ایک ایسے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہے۔ پس آپ صبر کریں، بہترین صبر، یہ لوگ یقیناً اس عذاب کو دور خیال کرتے ہیں اور ہم اسے قریب سے دیکھ رہے ہیں۔"

مفسرین نے ان ایام اور ان کی مدت کے متعلق فرمایا ہے: اس سے مقصود اور نزول سے مراد اس کے ظرفِ زمانی میں ملائکہ کے ذریعے خداوند کریم کی موجودگی ہے اور یہ موجودگی بذریعہ ملائکہ طول میں بھی اسی طرح موجود ہو گی جہاں بندوں کو پانچوں مواقف (پڑاؤ) میں ٹھہرنا ہو گا۔ ہر موقف میں ہزار سال ٹھہرنا ہو گا جو ہمارے یہاں کے پچاس ہزار سال کی مدت بنتی ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے۔ یہ مدت ان مومنین کے لیے ہے جنھوں نے مخالفت اپنے عروج پر کی (یعنی بہت زیادہ مخالفت کی)۔

اب ان کا زور ایمان جتنا زیادہ ہو گا ان کا مواقف میں ٹھہرنا اتنا ہی کم ہو جائے گا۔

جب سورۂ مبارکہ معارج کی آیات "سَاَلَ سَآئِلٌ بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ" پیغمبر اکرم پر نازل ہوئیں تو ایک شخص نے آپؐ سے بڑے تعجب خیز انداز میں سوال کیا (دن کتنا طولانی ہو گا؟)

آپؐ نے فرمایا: اس ربّ کی قسم! جس کے قبضے میں مجھ محمدؐ کی جان ہے یہ دن مومن کے لیے بہت ہی چھوٹا ہو گا۔ اتنا چھوٹا جس میں دنیا کی ایک واجب نماز ادا کی جائے۔ البتہ یہ کم سے کم مدت بھی اُن مومنین کے لیے ہے، جنھوں نے اطاعت بھی عروج پر پہنچ کر کی۔

یہاں ایک سوال اُٹھتا ہے کہ کیا وہ چاند، سورج، دن رات ہوں گے جو وہاں سال گننے کا مسئلہ درپیش ہے؟ اس کا یہ جواب بھی دیا جا سکتا ہے کہ زمانے کا تعلق صرف دن رات سے نہیں ہوتا بل کہ اس کی شدت وصنعت کا تعلق حزن وملال سے ہوتا ہے تب جا کر زمانے کا لمبا یا چھوٹا ہونے کا مسئلہ نہیں ہوتا ہے جیسا کہ عربوں کے ہاں ایک مثل مشہور ہے:

ایام السرور قصار و ایام الھموم طوالٌ

"خوشی کے دن چھوٹے اور غم کے دن لمبے ہوتے ہیں۔"

اس سے قطع نظر ہم نے عرض کیا تھا کہ عالم قیامت ہر چیز کا ملکوت اور باطن ہے، بالفرض اگر وہاں خورشید وقمر نہ بھی ہوں اور ان کی گردش نہ بھی ہو تو وہاں زمانے کا باطن اور ملکوت تو بہر حال موجود ہو گا۔

پل صراط پر مواقف کا ہونا

پل صراط کا مواقف (پڑاؤ) کے موجود ہونے کے بارے میں چند روایات موجود ہیں:

یہ روایت مواقف کے محل وقوع کی نشان دہی کر رہی ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: آگاہ رہو، بیدار ہو جاؤ، اس سے قبل کہ تمھارا حساب کیا جائے، اپنا محاسبہ کر لو چوں کہ قیامت کے دن پچاس مواقف ہیں۔ جس میں تمھارے ہزاروں سال کے برابر وہاں کھڑے ہونا پڑے گا اور اس کے بعد آپؑ نے اس آیت کریمہ کی تلاوت فرمائی:

فِىْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗٓ اَلْفَ سَنَةٍ (سورۂ مبارکہ سجدہ: آیت ۵)

''جس کی مقدار تمھارے شمار کے مطابق ایک ہزار سال ہے۔''

ہم ایک روایت پیش کر رہے ہیں جس میں پل عبور کرنے اور سزا و جزا پانے کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔

رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اپنے نفس پر ظلم کیا اس دن جو پچاس ہزار سال کے برابر ہو گا اُسے وہاں کھڑے رہنا پڑے گا اور وہ کھڑے کھڑے حزن و ملال کی تصویر بن جائے گا پھر اس پر رحم کھایا جائے گا اور اسے جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

رسولؐ اکرم نے ارشاد فرمایا: تمام حمد اس ربّ کے لیے جو ہم سے قیامت کا حزن و ملال دور فرمائے گا۔ وہی ربّ ہمارے دشمنوں پر بروزِ قیامت ایک طویل حزن و ملال نازل فرمائے گا (بحارالانوار: ج ۷، ص ۱۲۸)۔

اسی طرح رسولؐ اکرم نے ارشاد فرمایا: حضرت جبرئیلؑ میرے پاس خبر لائے ہیں اور کہا ہے کہ اے محمدؐ! میں آپؐ کو ایک مژدہ سناؤں کہ کس طرح آپؐ پل صراط سے گزر سکتے ہیں۔

پیغمبرؐ اکرم نے ارشاد فرمایا: ہاں! سناؤ۔

حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا: نورِ خدا (ایمان بر توحید) کے ذریعے پل سے گزر سکتے ہو۔ اور علیؑ آپؐ (رسولؐ خدا کے) نور (آپؐ کے عشق و ایمان) کے ذریعے بھی پل سے گزر سکتے ہیں چوں کہ تمھارا نور بھی تو نورِ خدا ہے اور آپؐ کی اُمت نورِ علیؑ کے ذریعے پل صراط عبور کرے گی کیوں کہ علیؑ کا نور تمھارا نور ہے۔ خداوند نے جس شخص کو دنیا میں نور سے محروم رکھا (اس سے نورِ ایمان کو کسب نہیں کیا تو) بروزِ محشر بھی وہ شخص نور سے محروم ہی رہے گا (بحارالانوار: ج ۸، ص ۶۹)۔

رسولؐ اکرم ارشاد فرماتے ہیں: جب قیامت کا دن ہو گا اور جہنم پر پل صراط بنا دیا جائے گا تو کوئی شخص بھی اس پل سے نہیں گزر سکے گا مگر یہ کہ اس کے پاس علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کی محبت و ولایت کا پروانہ موجود ہو۔ اس سلسلے میں قولِ پروردگار بھی موجود ہے:

وَقِفُوهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُوْلُوْنَ (سورۂ مبارکہ صافات: آیت ۲۴)

"انھیں روکو ان سے پوچھا جائے گا۔"

انھیں ٹھہراؤ ابھی ان سے سوال ہونا ہے یعنی ان سے ابھی ولایتِ علیؑ کے بارے میں سوال ہونا ہے۔

ہم چند روایات پیش کر رہے ہیں جو مواقف کے متعلق ہیں۔ یہ مواقف کی ترتیب کو بیان کر رہی ہیں۔

حضرت ابن مسعودؓ روایت کرتے ہیں: میں امیر المومنین علیہ السلام کے پاس بیٹھا تھا کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن پچاس مواقف (پڑاؤ) ہوں گے۔ ہر موقف پر ہزار سال لگیں گے۔ قبر سے نکلنے کے بعد انسان پہلے موقف پر پہنچیں گے۔ وہاں تک پہنچتے پہنچتے انسان کو کئی ہزار سال گزر جائیں گے (اور وہ بھی) ننگے' بھوکے پیاسے وہاں تک پہنچتے ہیں۔ بعض وہ افراد ایسے ہوں گے جو قبر سے تب نکلیں گے جب جنت' جہنم اور حساب کتاب کا وقت ہوگا۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو قیامت پر یقین رکھتے ہوں گے۔ خدا' جنت' جہنم' قیامت کے دن اُٹھنے اور حساب کتاب پر ایمان رکھنے کے ساتھ ساتھ حضرت محمد مصطفیٰؐ کی رسالت اور جو کچھ ان پر نازل ہوا ہے' کی تصدیق کرتے ہوں گے۔ یہ لوگ قیامت کی بھوک' پیاس۔ انھی کے متعلق خداوند کریم کا قول ہے:

فَتَاْتُوْنَ اَفْوَاجًا (سورۂ مبارکہ نبا: آیت ۱۸)

"وہ (قبروں سے) گروہ دَر گروہ اُٹھیں گے اور (مواقف کی طرف) بڑھیں گے جب کہ ہر اُمت وقوم اپنے امام کے ہم راہ ہوگی" (بحار الانوار: ج ۷، ص ۱۱۱)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں: جہنم پر ایک پل (صراط) بنا ہوگا۔ جو تلوار سے زیادہ تیز ہوگا اس پر تین مواقف ہوں گے: ایک کا نام موقف (پڑاؤ)' امانت و رحم (اپنے قریبیوں کے ساتھ)' دوسرے موقف کا نام نماز ہوگا اور تیسرے کا نام عدلِ ربّ للعالمین ہوگا۔ اس ربّ کے علاوہ کوئی دوسرا خدا نہیں ہے (بحار الانوار: ج ۷، ص ۱۲۵)۔

ہم ان مواقف کی ترتیب کے متعلق کوئی حتمی نظریہ نہیں پیش کر سکتے۔

چوں کہ روایات اور مفسرین کے نظریات میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ البتہ یہ بحث کہ عقبہ سے مراد موقف ہے یا ان کے درمیان عموم وخصوص کی نسبت ہے (یعنی چند موقف مل کر ایک عقبہ بنتے ہیں) اس بارے میں بھی اختلاف نظر ہے۔

مواقف کے نام اور ترتیب

مواقف کی ترتیب جاننا ہمارے لیے ضروری نہیں ہے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ عقبات اور مواقف' فرائض اور اوامر ونواہی کے نام پر موسوم ہیں۔ ان کے ذریعے ہی جنت جانا ممکن ہے۔ جب بھی ایک موقف پر پہنچیں گے تو ایک تکلیف شرعی کا حساب ہوگا کہ ان میں سے کون سا موقف پہلے ہوگا یا پھر کون سے فریضے کے متعلق پہلا سوال ہوگا' اس کا جاننا بہتر اور مفید ہے۔ ہم یہ جاننے کے لیے اپنے دو عظیم الشان محققین' آیت اللہ دستغیب شہید کی کتاب معاد اور مرحوم آیت اللہ محمد شفیع بن محمد صالح کی کتاب مجمع المعارف ومخزن العوارف کا ذکر کریں گے اور ان سے رونمائی لیں گے۔ شہید آیت اللہ دستغیب رحمۃ اللہ علیہ نے عقبہ کو عام اور موقف کو خاص قرار دیا ہے۔ فرماتے ہیں: پہلا عقبہ' تین مواقف پر مشتمل ہوگا: (۱) رحم (۲) امانت (۳) ولایت۔ اس کی مزید وضاحت کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

پہلا موقف رحم ہے۔ اس موقف میں انسان سے بازپرس کی جائے گی جیسا کہ ارشاد ربّ العزت ہے:

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَ الْاَرْحَامَ (سورۂ مبارکہ نساء: آیت ۱)

"اللہ کا خوف کرو جس کا نام لے کر ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔"

مثلاً اگر کوئی رحم (قریبی رشتہ دار) بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو۔ اگر وہ محتاج ہو تو اس کی حاجت وضرورت کو پورا کرو' ضروری حد تک ان کی دیکھ بھال کرو (معاد، آیت اللہ دستغیب، ص ۱۰۵)۔

دوسرے موقف کا نام امانت ہے۔ البتہ امانت صرف مال و دولت کے ساتھ مخصوص نہیں ہے اگر کوئی آپ کے پاس چند الفاظ بھی امانت رکھے تو اس کی بھی حفاظت کرو بالفاظ دیگر کلی طور

پر قول و فعل ہر دو کی امانت کے بارے میں بازپرس کی جائے گی۔

تیسرے موقف کا نام ولایتِ علیؑ ابن ابی طالبؑ ہے جیسے حکم پروردگار ہو رہا ہے:

وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ (سورہ مبارکہ صافات: آیت ۲۴)

مفسرین نے تحریر کیا ہے کہ انھیں ٹھہرا کر ان سے ولایتِ علیؑ کے متعلق سوال کیا جائے گا (معاد، آیت اللہ دستغیبؒ، ص ۱۰۵)۔

دوسرے عقبہ کا نام ہے نماز۔ جیسا کہ پیغمبر اکرم نے ارشاد فرمایا: جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس تک ہماری شفاعت نہیں پہنچ پائے گی۔ نیز حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی آخری وصیت بھی یہی تھی جو شخص نماز کو ہلکا شمار کرتا ہے اس تک ہماری شفاعت نہیں پہنچ پائے گی (معاد، آیت اللہ دستغیبؒ، ص ۱۰۶)۔

تیسرے عقبہ کا نام زکوٰۃ اور خمس ہے۔ جناب اُستادِ محترم فرماتے ہیں: اگر کوئی زکوٰۃ یا خمس کا ایک درہم جو اس کے ذمے واجب الادا تھا ادا نہیں کرتا تو اسے وہیں روک لیا جائے گا۔ اس سلسلے میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

قیامت کے دن لوگوں پر سخت ترین وقت وہ ہوگا جب مستحقین خمس اُٹھ کھڑے ہوں گے اور مطالبہ کریں گے کہ اس شخص نے ہمارا حق ہم تک نہیں پہنچایا ہے (معاد، آیت اللہ دستغیبؒ، ص ۱۵۹)۔

چوتھے عقبہ کا نام روزہ ہے۔ جناب اُستادِ محترم نے اس حدیث کی طرف نسبت دی ہے اور استناد فرمایا ہے:

الصوم جنة من النار

"روزہ آگ سے بچانے کے لیے ایک ڈھال ہے۔"

یعنی اگر کوئی شخص واجب روزہ نہیں رکھتا تو وہ دوزخ میں جائے گا (معاد، آیت اللہ دستغیبؒ، ص ۱۰۸)۔

پانچویں عقبہ کا نام ہے حج بیت اللہ کہ اگر کسی شخص کی عمر میں استطاعت کی شرائط پائی جاتی ہوں اور وہ حج نہ کرے اسے وہاں ٹھہرا لیا جائے گا اور مرتے وقت بھی اسے سنا دیا جائے:

مِتْ یهودیا و نصرانیا

"تم یہودی یا نصرانی کی موت مرے ہو" (معاد، آیت اللہ دستغیب، ص ۱۰۸)۔

چھٹا عقبہ طہارت ہے۔ طہارت سے مراد وضو غسل اور تیمم ہیں۔ اگر کوئی شخص وضو غسل اور تیمم نہیں کرے گا یا صحیح انجام نہ دے اس سے پوچھ گچھ ہوگی اور وہ مستحق عذاب ٹھہرے گا۔

ساتواں عقبہ جس کا نام ہے مظالم۔ اسے عدل اور حقوق الناس کا عقبہ بھی کہا جا سکتا ہے۔ قرآنِ کریم میں اسے مرصاد سے تعبیر کیا گیا ہے۔

جناب اُستاد نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

"اگر کسی کو ناحق تمانچا مارا جائے تو اس کی سزا کے طور پر بروزِ قیامت پانچ سو سال تک ٹھہرنا پڑے گا۔ اس ناحق تمانچے کی وجہ سے اس (ظالم) کی ہڈیاں توڑ دی جائیں" (معاد، آیت اللہ دستغیب، ص ۱۰۹)۔

جب عالم ربانی مرحوم حضرت آیت اللہ محمد شفیع بن محمد صالح نے پہلے دس مواقف کو "سرادقاتِ حساب" کا نام دیا ہے اور فرماتے ہیں: یہاں دس سوال کیے جائیں گے۔

پہلے سوال کے متعلق فرماتے ہیں: پہلے موقف کے سوالات کے بعد محشر کی تاریکیوں اور ظلمتوں کو طے کرنے کے بعد اگلے موقف میں دس سوالوں کے جواب دینے کے لیے کھڑا ہونا پڑے گا۔

پہلے موقف محارمِ الٰہیہ کے بارے میں سوال ہوگا۔ جنھیں پروردگار نے حرام قرار دیا تھا ان سے اجتناب کیا تھا یا نہیں (مجمع المعارف ومخزن العوارف: ص ۹۷)۔

اس عقبہ میں جو پیش کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ محارم کو عموم کے طور پر لیا گیا ہے' جب کہ بعض محارم جیسے شراب نوشی' زنا' جھوٹ' سود وغیرہ...... کہ بڑی خصوصیت کے حامل ہوتے ہیں' یہ علیحدہ علیحدہ اپنے اپنے عقبات میں پیش کیے جائیں گے ان کا بیان اپنے مقام پر آئے گا۔

دوسرا موقف:

خواہشاتِ نفسانیہ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ پھر آیہ طامہ کے ذریعے اشارہ کرتے ہوئے ارشاد ہو رہا ہے:

فَإِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ○ يَوْمَ يَتَذَكَّرُ الْإِنْسَانُ مَا سَعٰى ○ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِمَنْ يَّرٰى ○ فَأَمَّا مَنْ طَغٰى ○ وَاٰثَرَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ○ فَإِنَّ الْجَحِيمَ هِيَ الْمَأْوٰى ○ وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى (سورۂ مبارکہ نازعات: آیات ۳۴ تا ۴۰)

"پس جب بڑی آفت آ جائے گی تو اس دن انسان اپنا عمل یاد کرے گا اور دیکھنے والوں کے لیے جہنم ظاہر کی جائے گی۔ پس جس نے سرکشی کی اور دنیاوی زندگی کو ترجیح دی پس اس کا ٹھکانا یقیناً جہنم ہو گا اور جو شخص اپنے پروردگار کی بارگاہ میں پیش ہونے کا خوف رکھتا ہے اور نفس کو خواہشات سے روکتا ہے۔ پس اس کا ٹھکانا یقیناً جنت ہے۔"

نیز اس حدیث سے بھی استدلال کیا جا رہا ہے جس میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"اپنے نفس کو خواہشات کے رحم و کرم پر مت چھوڑو۔ خواہشات اسے ہلاک کر ڈالیں گی لہٰذا اپنے نفس کو خواہشات کی پیروی کرنے سے روکو یہی نفس کا علاج ہے" (مجمع المعارف و مخزن العوارف، ص ۱۰۲)۔

تیسرے موقف میں حقوقِ والدین کے بارے میں حساب لیا جائے گا۔ حقوقِ والدین کے متعلق خداوند متعال کا یہ فرمان ہی کافی ہے:

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا

"اور تم لوگ اللہ ہی کی بندگی کرو اور کسی چیز کو اس کا شریک قرار نہ دو اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو" (سورۂ مبارکہ نساء: آیت ۳۶)۔

نیز ایک صحیح حدیث میں ارشاد ہو رہا ہے جو اپنے والدین سے آنکھیں پھیر لے گا (یعنی انھیں نہیں دیکھے گا) اور ان پر ظلم کرے گا خدا اس کی کوئی نماز قبول نہیں فرمائے گا۔ نیز یہ بھی ارشاد فرمایا: جب بروزِ قیامت جنت کا ایک پردہ ہٹایا جائے گا تو اس کی خوش بو پانچ سو سال تک

سونگھی جائے گی۔ مگر والدین کے عاق شدہ پر جنت کی خوش بو تک حرام ہو جائے گی (مجمع المعارف ومخزن العوارف، ص ۱۰۴)۔

چوتھا موقف:

ان افراد کے حقوق کا موقف ہے جو اس کے زیر کفالت تھے جیسے اہل و عیال اور اولاد وغیرہ۔ قرآنِ کریم میں ارشاد ہو رہا ہے:

قُوٓا اَنۡفُسَكُمۡ وَاَهۡلِيۡكُمۡ نَارًا وَّقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ

"اپنے نفسوں کو اور اپنے اہل و عیال کو ڈراؤ جہنم سے یہ وہی آگ ہے جو انسانوں کو ان کے اموال اور متعلقات کو جلانے والی ہے" (سورہ مبارکہ تحریم: آیت ۶ ومجمع المعارف ومخزن العوارف: ص ۱۰۵)۔

پانچویں موقف:

کنیز اور غلام کے ساتھ کیے جانے والے حُسنِ سلوک کے متعلق باز پرس ہو گی بل کہ انسان سے اس کے جانوروں اور پرندوں کے متعلق باز پرس ہو گی۔

چھٹا موقف:

ہم سایوں کے متعلق باز پرس ہو گی۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

وہ شخص ملعون ہے (جو خدا کی جنت سے دور ہے) اور یہ وہ شخص ہے جو اپنے ہم سایوں کو اذیت دیتا ہے بے شک وہ پڑوسی کافر ہی کیوں نہ ہوں (مجمع المعارف ومخزن العوارف، ص ۱۰۹)۔

ساتواں موقف:

اعزا و اقارب کے حقوق اور صلہ رحم کے متعلق سوال ہو گا اور قطع رحم کرنے والے کو عذاب دیا جائے گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"پلِ صراط کے کنارے ایک موقف (رحم) کے بارے میں بھی ہے اور

ایک موقف امانت کے متعلق بھی ہے۔ پس جس شخص نے امانتیں لوٹائیں اور صلہ رحم کیا وہ جنت کی طرف رواں دواں ہوگا۔ لیکن اگر کوئی شخص خائن ہوا یا کسی نے قطع رحم کیا تو وہ پل صراط سے گزرتے وقت جہنم میں گر جائے گا۔ ان دو کاموں کے بغیر کوئی عبادت فائدہ نہیں دے گی" (مجمع المعارف و مخزن العوارف، ص۱۰۹)۔

آٹھواں موقف:

حسد و بغض کے رذائل اور اس کے عذاب کے متعلق ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

حسد ایمان کو کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو۔ دین کی آفت حسد ہے۔

نواں موقف:

مکر و فریب، پیمان شکنی اور بے وفائی سے متعلق ہے۔

دسواں موقف:

دھوکا اور فریب کا موقف ہے یعنی اگر کوئی شخص مسلمانوں کے ساتھ دھوکا اور فریب کاری کرے تو چوں کہ خداوندِ متعال کا ارشاد ہے:

وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ (سورۂ مبارکہ فاطر: آیت ۴۳)

"حالاں کہ بُری چال کا وبال اس کے چلنے والے پر ہی پڑتا ہے۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد ہوتے ہیں:

"جو شخص اس دنیا میں بھی دوسرے افراد سے دُوری اختیار کرے گا یا لوگوں کے ساتھ دو زبانوں سے گفتگو کرے گا یہی فرد بروزِ قیامت بھی دو زبانوں کے ساتھ ہوگا اور آتش جہنم میں جا گرے گا" (مجمع المعارف و مخزن العوارف، ص۱۰۹)۔

عالم ربانی ان مذکورہ بالا دس مواقف کو بیان کرنے کے بعد حساب کتاب، امیر المومنین علیہ السلام کے فرمان کی طرف نسبت دیتے ہیں۔ جس میں آپؑ ارشاد فرماتے ہیں: حساب والے عقبات

طے کرنے کے بعد مخلوق محشور کو انھیں ان کا نامہ اعمال دیا جائے گا۔ بعض کو دائیں ہاتھ میں اور بعض کو بائیں ہاتھ میں اور پھر چودہ چیزوں کے متعلق سوالات پوچھے جائیں گے۔

عقبہ اوّل میں صدقات کے متعلق سوالات ہوں گے کہ خدا کے مال میں جو حصّہ واجب قرار دیا جاتا تھا جیسے خمس' زکوٰۃ' کفارات' فقرا کو کھانا کھلانا' انھیں عطا کرنا' صلہ رحم کرنا وغیرہ تم نے اپنے مال سے ادا کیے ہیں یا نہیں۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو شخص خود تو شکم سیر ہو کر سوتا ہے اور اس کے مسلمان بھائی بھوکے رہتے ہیں۔ ایسا شخص اللہ پر ایمان ہی نہیں لایا اور فرمایا: اگر کوئی شخص اپنے مال سے محتاجوں کی ضروریات پوری نہیں کرتا وہ ہرگز جنت کے طعام اور شرابِ مختوم کو نہیں چکھ سکے گا اور جس کے گھر میں محتاج مومن موجود ہو اور وہ اسے عطا نہ کرے خداوند متعال ارشاد فرمائیں گے: اے میرے ملائکہ! میرے اس بندے کے ساتھ بخل اور کنجوسی کرو مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! میری جنت میں ایسا شخص کبھی سکونت نہیں اختیار کر سکتا اور فرمایا: اگر کوئی مومن دوسرے مومن کو ایسی چیز سے روکے جو اس کی شدید ضرورت ہو اور وہ مومن اس محتاج کی ضرورت پورے کرنے پر قادر بھی ہو تو خداوند متعال اسے بروزِ قیامت سیاہ چہرے کے ساتھ محشور کرے گا۔ اس کے ہاتھ پس گردن بندھے ہوں گے اور ایک منادی ندا دے گا: لوگو! یہ خائن ہے اس نے خدا اور رسولؐ کے ساتھ خیانت کی ہے پس یہ شخص جہنم میں مامور ہوگا" (مجمع المعارف ومخزن العوارف: ص ۱۱۲، ۱۱۳)۔

عقبہ دوّم میں فیصلہ جات' احکامات اور اقوال کے متعلق سوال ہوگا وہ فیصلے جو اس انسان نے بزورِ بازو کیے تھے۔ سوال کیا جائے گا: اے میرے بندے! تم نے انصاف کیا ہے یا بے انصافی نیز لوگوں کے ساتھ جو حلم اور انصاف اور بردباری کی گئی' کے متعلق سوال کیا جائے گا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''خدا کی جنت میں تین قسم کے افراد داخل ہوں گے۔ ایک وہ جو حق پر مبنی فیصلے کرتا تھا' دوسرا وہ شخص جو عفو و درگزر سے کام لیتا ہے یعنی مخلوق خدا کو معاف کرتا تھا اور تیسرا وہ شخص جو خصومت' دشمنی اور کینہ کو ترک کرتا تھا۔ یہ ایمان کے اہم اور اتم لوازمات میں سے ہیں۔ یہ تو اہل جنت کے عمومی فضائل ہیں'' (مجمع المعارف ومخزن العوارف، ص ۱۲۰)۔

عقبہ سوم میں امر بالمعروف کے متعلق سوال ہوگا۔

عقبہ چہارم میں نہی از منکرات کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اگر کوئی گناہ کا ارتکاب کرے اور وہ بھی علی الاعلان اور لوگ بھی اس کی سرزنش نہ کریں تو سمجھو کہ اس شخص نے اپنا بہت بڑا نقصان کیا ہے چوں کہ ان کاموں کے ذریعے گویا وہ شخص اپنے کریم رب کو رسوا کر رہا ہے جب کہ خدا کے دشمن بھی اس کے ملکوت سے سوئے استفادہ کر رہے ہوتے ہیں اور وہ اپنے گناہوں کا سلسلہ جاری رکھتا ہے'' (مجمع المعارف ومخزن العوارف، ص ۱۲۳)۔

عقبہ پنجم میں حُسنِ خلق کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ کیا اس شخص نے اپنی اخلاقی صفات اور نفسانی اخلاق کو حکم عقل کے ماتحت اور اس کے مطابق قرار دیا ہے اور اس نے اپنے اخلاق کو شارع مقدس کے فرمان کے مطابق ڈھالا ہے یا نہیں؟

پیغمبرؐ گرامی قدر اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

''خوش اخلاق شخص بالآخر جنت میں چلا جاتا ہے اور بداخلاق جہنم میں۔ میزانِ اعمال میں حُسنِ خلق سے اچھی کوئی چیز نہیں۔ نامہ اعمال کے میزان میں سب سے پہلے جو چیز رکھی جائے گی وہ اَخلاقِ حسنہ ہوگا۔ میری اُمت کی اکثریت اَخلاقِ حسنہ اور تقویٰ کے ذریعے جنت میں جائے گی'' (مجمع

المعارف وخزن العوارف، ص ۱۲۵)۔

عقبہ ششم: صالحین سے محبت و دوستی اور فاسق و فاجر افراد سے نفرت کے متعلق ہوگا۔

پیغمبرؐ گرامی قدر نے ارشاد فرمایا:

"اگر کوئی شخص کسی چیز پر کسی مومن کو ڈانٹے وہ مرنے سے قبل خود اسی مصیبت میں ضرور گرفتار ہوگا۔ ایک دوسری روایت میں ہے: خدا بھی اس کی سرزنش اور ملامت فرمائے گا دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔"

عقبہ ہفتم: مال حرام کے متعلق سوال یہ بھی تو مظالم میں سے ہے۔

رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا:

"چور جب قبر سے باہر آئے گا اس کا چہرہ سیاہ اور آنکھیں سبز ہوں گی۔ اس کا ٹھکانا جہنم ہوگی' یہی انجام رشوت لینے والے' کفر کرنے والے اور خدا کا شریک ٹھہرانے والے کا ہے" (مجمع المعارف وخزن العوارف، ص ۱۳۳)۔

عقبہ ہشتم: اس میں شراب نوشی کے متعلق سوال ہوگا۔

پیغمبرؐ گرامی قدر ارشاد فرماتے ہیں:

"اس رب کی قسم! جس نے مجھے برحق رسولؐ بنا کر مبعوث فرمایا۔ بروز محشر شرابی اس انداز میں داخل ہوگا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہوگا' اس کے منہ سے بدبو نکل رہی ہوگی۔ اہل محشر اس سے تکلیف محسوس کر کے شکوہ کریں گے۔ شرابی جب بھی مرے گا پیاسا مرے گا اور قبر سے پیاسا اُٹھے گا اور پیاسا محشور ہوگا۔ اس مواقف پر ہزار سال تک نالہ و فریاد کرتا رہے گا اور فریاد کرے گا وَا عَطشَا۔ تو پانی لایا جائے گا جو مٹی کے گدلے پانی جیسا ہوگا۔ اسے دور سے ہی تباہ کر دیں گے" (مجمع المعارف وخزن العوارف، ص ۱۳۶)۔

عقبہ نہم میں زنا کے متعلق سوال ہوگا۔

رسولؐ گرامی قدر فرماتے ہیں: زانی کو زنا کرنے سے روکو اس کے لیے چھے عذاب ہیں

تین کا تعلق دنیا سے ہے اور تین کا تعلق آخرت سے ہے۔

وہ تین جن کا تعلق دنیا سے ہے' اس کے چہرے کا نور ختم ہو جائے گا۔ اس کی روزی اور عمر کم ہو جائے گی اور وہ تین عذاب جن کا تعلق آخرت سے ہے:

مشکل حساب: قہر خدا کا شکار ہو گا اور ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔

عقبہ دہم غنا اور گانا بجانا کے متعلق سوال ہو گا۔

پیغمبرؐ گرامی قدر نے ارشاد فرمایا:

''گانے بجانے والا اور غنا کرنے والا اس طرح قبر سے محشور ہو گا کہ وہ اندھا اور گونگا ہو اور زانی کے مانند ہو چوں کہ گانے کی آواز صرف وہی شخص' بلند کرے گا جس کے لیے پروردگار دو شیطان بھیجیں گے جو اس کے کاندھوں پر سوار ہو جائیں گے جو اپنے پاؤں اس گلوکار کے سینے اور پشت پر ماریں گے اور اسی طرح وہ اس سے گلوکاری کرائیں گے۔''

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''غنا ان گناہوں میں سے ہے جس کی آگ کا وعدہ خدا نے فرما رکھا ہے'' (مجمع المعارف ومخزن العوارف، ص ۱۴۲)۔

گیارھواں عقبہ ''جھوٹ'' کے متعلق ہے۔

حدیث قدسی کے الفاظ ہیں کہ خداوند متعال ارشاد فرماتا ہے:

جو شخص جھوٹی قسم کھائے گا اس تک میری رحمت کبھی نہیں پہنچ سکتی۔

نیز روایت میں ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام پر وحی نازل ہوئی:

''قسم مت کھاؤ نہ میرے نام کی نہ سچی نہ جھوٹی چوں کہ اس سے فقر آ جاتا ہے' جھوٹا اندھا بھی محشور ہو گا اور جہنم میں جائے گا'' (مجمع العارف ومخزن العوارف، ص ۱۳۶)۔

بارھواں عقبہ سود کے عذاب کے متعلق ہے ہر قسم کا سود حرام ہے۔

پیغمبر گرامی قدر نے ارشاد فرمایا:

''جو شخص سود (جو حرام ہے) کھائے گا' خدا اس کے شکم کو آتش جہنم سے بھر دے گا اور اس کے پیٹ میں اتنی مقدار آگ کی ڈالے گا جتنا اس نے سود (حرام) کھایا ہوگا۔ اب اگر کوئی شخص اس ذریعے (سود) دولت کماتا ہے تو اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوگا۔ اس پر خدا' ملائکہ کی لعنت ہمیشہ کے لیے ہوگی۔ یہ لعنت اس وقت تک اس کے شامل حال رہے گی جب تک اس کے پاس ایک کوڑی بھی ہے'' (المعارف ومخزن العوارف: ص ۱۳۶)۔

تیرہواں عقبہ بدترین گناہانِ کبیرہ جیسے فحاشی اور بدزبانی کے متعلق ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''بروزِ قیامت مخلوق خدا کے لیے بدترین اور دشمن ترین وہ شخص ہوگا جو لوگوں کو زبان سے اذیت دیتا ہے اور وہ اس سے امان نہیں پاتے۔''

نیز حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اگر کسی صورت میں فحاشی ظاہر ہو جائے تو وہ صورت بدترین ہوگی'' (مجمع المعارف ومخزن العوارف، ص ۱۴۷)۔

رسول اکرم ارشاد فرماتے ہیں:

''جو شخص جھوٹی گواہی دے گا بروزِ قیامت اسے لٹکایا جائے گا' اسے منافقین کے ہمراہ عذاب دیا جائے گا'' (المعارف ومخزن العوارف: ص ۱۴۸)۔

چودھواں عقبہ بہتان کے بارے میں ہے۔

رسول ثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''بہتان لگانے والے کو سزا دینے کے لیے بہترین دن قیامت کا دن ہوگا۔''

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''جو شخص بہتان لگائے گا اور وہ چیز اس مومن اور مومنہ کے اندر نہ ہو تو اللہ

تعالیٰ اسے اس طرح محشور فرمائے گا کہ اس کی زبان سے پیپ بہ رہی ہو
گی اور شرم گاہ سے زنا کاروں والی گندگی اور کثافت نکل رہی ہو گی۔ اس
انداز میں وہ میدانِ محشر میں پہنچے گا۔"

صاحب مجمع المعارف ومخزن العوارف نے ان مواقف کو ذکر کرنے کے بعد مواقفِ میزان کو ذکر فرمایا ہے جو کل ملا کر بارہ مواقف بن جاتے ہیں۔

مکمل تشریح کے ساتھ تین عقبات کا تذکرہ کیا ہے جب کہ باقی عقبات کے تذکرے سے صرفِ نظر کی ہے۔ شکر اللّٰہ و سعیہ و اعلی اللّٰہ مقامہ۔

عقبہ اوّل: لوگوں کو جو تکلیف پہنچائے گا اس بارے میں سوال ہو گا اور اس شخص کے متعلق سوال ہو گا جس کا وظیفہ شرعی تھا کہ وہ ماہِ رمضان یا ظہار کا کفارہ ادا کرے اور اس کفارے کے طور پر انسان کو آزاد کرے۔ کیا اس نے اس فریضے پر عمل کیا ہے یا نہیں؟

عقبہ دوم: قرآنِ مجید کے حق کے متعلق سوال ہو گا۔ روایت میں ہے:

"قرآن کو ہمیشہ اپنا ہادی و رہنما قرار دو یہ تمھیں جنت کی طرف لے جائے
گا اور جو شخص قرآن کو نظر انداز کرے گا قرآن اسے جہنم کی طرف دھکیل
دے گا" (مجمع المعارف ومخزن العوارف، ص ۱۵۳)۔

عقبہ سوم میں جہادِ اکبر کے متعلق سوال ہو گا۔ سوال کیا جائے گا ہر شخص سے کہ تم نے اپنے نفس کے خلاف کس طرح مبارزہ کیا نیز جہادِ اصغر راہِ خدا میں قتال کے متعلق سوال ہو گا۔

اس بحث کے اختتام پر ایک نکتے کا تذکرہ ضروری ہے۔ قرآنِ کریم کی بعض آیات اور بعض روایات میں مواقف میں ٹھہرنے والے انسانوں کے حالات اور اوصاف بیان کیے گئے ہیں۔ بظاہر جن میں اختلاف اور تناقض سمجھ میں آتا ہے مثلاً ایک مورد میں حکم ہو رہا ہے کہ مشرکین باہم دشمنی رکھیں گے فرماتے ہیں کہ انھیں راہ دکھائی جائے گی۔

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہو رہا ہے:

"ہم نے ان کے منہ پر خاموشی کی مہریں لگا دی ہیں اور ان کے ہاتھوں اور

پاؤں کو اذنِ کلام دیا ہے۔ اس قسم کے اِشکالات ائمہ معصومینؑ کے ادوار
میں بھی ہوتے رہے ہیں اور ہم نے بھی یہاں ان کو بطور مثال ذکر کیا ہے
اسی کے ساتھ ہی ہم اس بحث کو ختم کر رہے ہیں۔"

امیر المومنین علیہ السلام نے ایسے شخص کو جواب دیا ہے جس کا دعویٰ تھا کہ قرآن کی آیات میں تناقض پایا جاتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا: اِشکال کرنے والا ان آیات کو موردِ استناد قرار دیتا ہے۔

قرآن ایک مقام پر ارشاد فرمارہا ہے:

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا (سورۂ مبارکہ نبا: آیت ۳۸)

"جس دن روح یعنی ملائکہ صفیں بنا کر قیام کریں گے کوئی بات نہیں کریں گے مگر جتنی پروردگار کی اجازت ہوگی۔"

دوسری آیت میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَ اللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ (سورۂ مبارکہ انعام: آیت ۲۳)

"خدا کی قسم! اے ہمارے ربّ! ہم مشرکین میں سے نہیں ہیں۔"

ایک دوسرے مقام پر ارشاد ہو رہا ہے:

ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ بَعْضُكُمْ بِبَعْضٍ وَّ يَلْعَنُ بَعْضُكُمْ بَعْضًا

"بروزِ قیامت بعض کفار ایک دوسرے کی تکذیب کریں گے اور ایک دوسرے پر لعنت کریں گے" (سورۂ مبارکہ عنکبوت: آیت ۲۵)۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہو رہا ہے:

اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ النَّارِ (سورۂ مبارکہ ص: آیت ۶۴)

"اہل جہنم کا جھگڑا اور گفتگو مبنی برحق ہوگی۔"

نیز ارشاد ہو رہا ہے:

قَالَ لَا تَخْتَصِمُوْا لَدَيَّ وَقَدْ قَدَّمْتُ اِلَيْكُمْ بِالْوَعِيْدِ

"خدا فرمائے گا ہمارے سامنے جھگڑے نہ کرو میں تم لوگوں کو پہلے ہی عذاب سے ڈرا چکا تھا" (سورۂ مبارکہ ق: آیت ۲۸)۔

اور ایک مقام پر ارشاد ہو رہا ہے:

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (سورۂ مبارکہ یٰسین: آیت ۶۵)

"آج ہم ان کے منھ پر مہریں لگائیں گے ان کے ہاتھ ہمارے ساتھ گفتگو کریں گے اور پاؤں نے جو کچھ کسب کیا ہے اس کی گواہی دیں گے۔"

ایک مرتبہ وہ بالکل گفتگو کرتے ہی نہیں ہیں۔ ہاں خدا کی اجازت سے گفتگو کرتے ہیں، جب کہ دوسرے مقام پر خبر دی جارہی ہے کہ مخلوق گفتگو کرے گی۔

ایک مرتبہ کہے گی: ہم مشرک نہیں تھے اور ایک مقام کی خبر دی جارہی ہے کہ وہ باہمی جھگڑا کریں گے (اور ایک دوسرے کو مشرک ہونے کا طعنہ دیں گے)۔

آپؑ نے ان کے جواب میں ارشاد فرمایا:

"یہ واقعات اور حالات مختلف مواقف میں پیش آئیں گے (ایک موقف میں نہیں)۔ ان مواقف میں ٹھہرنے کی مدت پچاس ہزار سال تک ہوگی۔ خداوند کریم اپنی مخلوق کو مختلف مواقف میں جمع کرے گا۔ ایک جگہ بعض حضرات دوسروں سے گفتگو کریں گے اور بعض حضرات دوسروں کے لیے استغفار کریں گے۔ یہ استغفار کرنے والے اللہ کے مطیع و تابع فرمان تھے اس لیے جب کہ گناہ گاروں کی زبان سے عداوت اور بغض آشکار ہوگا۔ انھوں نے دنیا میں کردار و رفتار نبھایا تھا، اس پر لعنت کریں گے۔ متکبر اور مستضعف حضرات ایک دوسرے پر طعنہ زنی کریں گے۔ ایک دوسرے پر بہتان لگائیں گے۔ ایک دوسرے سے برأت کریں گے اور ایک دوسرے پر لعنت کریں گے۔ پھر یہی افراد جب ایک دوسرے (موقف) میں پہنچیں گے کہ

جہاں فریاد و احتجاج کی اجازت ہو گی وہاں رونا دھونا بھی کیا جا سکتا ہو گا۔ یہ آہ وفغاں اور گریہ زاری گوش خراش حد تک بلند ہو گی۔ اگر وہ آوازیں اہل دنیا سن لیں تو وہ حال سے بے حال ہو جائیں۔ خوف کے مارے ان کے دل لرزنے لگیں گے۔ ہاں ذاتِ پروردگار ان افراد کو جو خون کے آنسو رو رہے تھے آزاد کر سکتی ہے۔ پھر یہی افراد ایک دوسرے موقف (پڑاؤ) پر جمع ہو جائیں گے اور وہاں فریاد کر رہے ہوں گے: اے ہمارے خدا! ہم (دنیا) میں مشرک نہیں تھے۔ خداوند متعال ان کے لبوں پر مہریں لگا دیں گے ان کے لبوں کی جگہ ان کے ہاتھ، پاؤں اور گوشت پوست بولے گا اور گواہی دے گا البتہ خدا کے اذن سے یہ کہیں گے: ہمارے خلاف کیوں گواہی دے رہے ہو؟! ہاتھ اور پاؤں جواب دیں گے: ہم اس ربّ کریم کے اذن سے گواہی دے رہے ہیں جو ہر چیز کے اندر بولنے کی طاقت پیدا کر دیتا ہے، اسی نے ہمیں اذنِ تکلم دیا ہے......" (بحار الانوار: ج ۷، ص ۱۱۷ تا ۱۱۸)۔

اعمال کا حساب اور چھان بین کا ذریعہ

ایک سوال جو ہر کسی کے سامنے پیش ہوتا ہے بل کہ ہر کسی کے ذہن میں اُبھرتا ہے، چاہے وہ غیب پر عقیدہ رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو، میدانِ محشر میں جب ساری مخلوق، اوّل سے آخر تک جمع ہو گی تو پھر ان کا حساب کتاب کس طرح انجام پائے گا؟ اور یہ بے چارہ انسان اس قسم کے مسائل کے تجسم کی بابت جس کے پاس چند تصاویر اور مادی زندگی کی چند داستانوں کے سوا کچھ نہیں ہے نہ اس کے اختیار میں کچھ ہے۔ آپ ایک وسیع و عریض میدان کو مجسم کریں جس میں کئی ملین انسان جمع ہیں اور طے یہ ہے کہ انھوں نے دنیا میں جو کچھ بھی انجام دیا ہے حتیٰ کہ اگر کسی درخت سے اس کے مالک کی اجازت کے بغیر ایک سیب بھی توڑا ہے یا کسی کے ذہن میں کسی قسم کا خیال چھو کر گزرا ہے یا تصور آیا ہے اس کی بھی باز پُرس ہو گی۔ اگر ہم فرض کریں کہ انسان کی متوسط عمر ستر برس ہے اور اس کی اچھائیوں اور برائیوں کی اوسط نکالیں اور انھیں کاغذ پر

لکھنا شروع کر دیں یا پھر کیسٹ میں ریکارڈ کرنا شروع کر دیں تو پھر ان کاغذات اور کیسٹوں کو رکھنے کے لیے بہت بڑی وسیع وعریض لائبریری کی ضرورت پڑے گی بل کہ بڑے بڑے شہروں جتنی بڑی لائبریری کی ضرورت پیش آئے گی اور اگر ہم یہ فرض کریں کہ ارے بھائی! یہاں یہ قانون (فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ [سورۂ مبارکہ زلزال: آیت ۷]) جاری ہوگا پھر آپ خود اندازہ لگائیں کہ صورتِ حال کہاں جا پہنچے گی۔ یہاں تو مظالم' وارداتوں' کہانیوں' قصوں نامعلوم کیا سے کیا ہوگا کہ ایک ڈھیر' ایک بہت بڑا سٹور اور ناقابل بیان قسم کا انبار چاہیے۔ ایسی کتنی ذاتی اور اجتماعی باتیں سامنے آسکیں گی۔ اس کام کے لیے پھر کتنے انسانوں کی ضرورت ہے؟ اس قسم کے حساب کتاب کے لیے کتنے وسائل درکار ہوں گے اور کیا کچھ چاہیے ہوگا؟ اگر کسی شہر کے سب سے بڑی عدالتی نظام پر اس شہر کے لوگ چڑھائی کر دیں تو آپ سوچ سکتے ہیں کتنا بڑا طوفان بدتمیزی سامنے آئے گا؟ وہاں آپ کو سینکڑوں ایسے افراد نظر آئیں گے جو دس سال سے اپنی فائلیں لیے مسلسل چکر لگا رہے ہیں جب کہ ان کے کیس کا ابھی تک آغاز ہی نہیں ہوا۔

محاسبہ (حساب کتاب) ایک ایسا مسئلہ ہے جو ہمارے عقائد کے مسائل میں سے اہم ترین مسئلہ ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات نے بڑی صراحت کے ساتھ اس مسئلے کو عنوان قرار دیا ہے۔ اس محاسبے کی کیفیت اور اس پر عمل کے ذریعے مہر تصدیق ثبت کرنے کے لیے ہمیں قیامت' اس کے محل وقوع کا جائزہ لینا ہوگا بل کہ ب سے اہم مسئلہ' ہم اس کائنات کے نظام تخلیق پر بحث کریں۔ پھر ہم خود بہ خود تعبداً قبول کر لیں گے (کہ ہمارے اعمال وہاں پہنچ رہے ہیں اور وہاں بال اور کھال کو علیحدہ علیحدہ کر دیا جاتا ہے)۔ اگرچہ اس کا قابل ذکر اثر ہماری معنوی اور روحانی زندگی پر نہیں ہوتا۔ یہاں دوسرے مسائل جو درپیش ہیں' کے مانند یہ بھی پیش پیش ہے۔ اگر چہ کی اپنے مقام پر ہے مگر ہم جب یہ سوچیں گے کہ یہ سب کچھ خداوند کریم کی نظر خصوصی اسی ربّ قادر کے حول اور ربّ ناصر کی قوت سے انجام پا رہے پر ہمارا دل چاہے گا کہ ہم روزانہ عالم ملکوت کا ایک چھوٹا سا چکر لگائیں (ان شاء اللہ......)۔

جیسا کہ بزرگانِ دین اور اسلامی مفکرین کہتے ہیں کہ انسانی زندگی میں بہ یک وقت دو قسم کے قوانین جاری ہوتے ہیں: ایک تشریعی و قراردادی قوانین ہیں اور دوسرے تکوینی اور ذاتی قسم کے قوانین۔

تشریعی قوانین: ایسے قوانین کا مجموعہ ہے جو خدا، رسولؐ اور چند انسانوں کے ذریعے ایک قرارداد کی صورت میں وضع ہوئے ہیں۔ ان قوانین کے وضع کرنے والوں کا صرف اور صرف ایک مقصد ہے کہ معاشرے میں نظم و نسق پیدا کیا جا سکے تا کہ معاشرے کو ہر قسم کے ہرج مرج سے نجات دلائی جا سکے۔ پس وہ افراد جو ان قوانین کی رعایت کرتے ہیں ان کی نظر میں اجر و جزا بھی ہوتے ہیں اور جو افراد ان قوانین کو پامال کرتے ہیں وہ عذاب کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔ سزا و جزا کا یہ عمل تمام معاشروں میں مساوی نہیں ہے چوں کہ ان دونوں کا تعلق قرارداد سے ہوتا ہے۔ ان خدمات اور خیانت کا تعلق بھی قرارداد سے ہوتا ہے البتہ محاسبہ اور محاکمہ کی دسترس انسان کے وجود سے باہر ہوتی ہے۔ اسی لیے سزا و جزا کا عمل کسی بھی انسان کے لیے ذاتی اور تکوینی نہیں ہے۔ مثلاً ہم فرض کرتے ہیں کہ ایک شخص جدید ترین مشنری کے ذریعے کینسر جیسے موذی مرض کا علاج شروع کر دیتا ہے اور کام یاب علاج کرتا ہے تو پھر ایسا شخص نوبل انعام (ایک لاکھ ڈالر) انعام کا مستحق قرار پاتا ہے۔ یہ انعام جہاں ایک طرف سے اس فرد کی ذات سے خارج ہے وہیں دوسری طرف سے یہ اس کا اجر و جزا نہیں ہے بل کہ یہ کام جزا کے لیے وسیلہ بن رہا ہے اس لیے کہ پیسے بذاتِ خود لذت آفرین نہیں ہوتے۔

جب کہ تکوینی قوانین وہ قوانین ہیں جو قراردادی اور تشریعی نہیں ہیں۔ یہ ذاتی اور حدتی نوعیت کے ہیں مثلاً شہد پر مٹھاس کی حکم رانی ہوتی ہے۔ اب مکھیوں کا مٹھاس پیدا کرنا کسی انسانی جلسے کی قرارداد کے ذریعے نہیں ہوتا۔ یہ وہ قوانین ہیں جو ایک مکھی کے اندر موجود ہیں۔ ان قوانین کا بنانے والا ان مکھیوں کا خالق ہوتا ہے جس نے پہلی مکھی سے آخری مکھی تک سب کو اسی قانون پر خلق کیا ہے اور یہ تخلیق کا عمل جاری رہے گا۔ چوں کہ ارشاد ہو رہا ہے:

لا تبديل لسنة الله......

قرآن کریم نے ان قوانین کا نام سنت رکھا ہے۔ ان قوانین کی سزا و جزا حساب اور محاسبے کے لیے خارجی لوازمات کی چنداں ضرورت نہیں ہوتی۔ چوں کہ ہمارے فیصلے کرنے والا قاضی وہ ہے جسے تھکاوٹ اور سستی نہیں ہوتی۔ چند فائلوں کے مطالعہ کے بعد اس کے سر میں درد نہیں ہوتا کہ وہ مزید کام کرنے پر قدرت نہ رکھتا ہو چوں کہ ہمارا حساب تو ہمارے وجدان اور فرشتوں کے ذریعے ہوتا ہے جو ہماری روح اور وجدان کے ہم سنخ ہوتا ہے۔ یہ ہمارے روزمرہ کے اُمور اور کاموں کو محفوظ کرتے ہیں۔ وہ عوامل جو انسان کے وجود سے خارج ہیں وہ بہ عنوانِ شہود اور حساب کرنے والے کے طور پر ہمارے محاسبے اور محاکمے کی راہ پر موجود ہوتے ہیں۔ یہ سب کے سب انسان کی ذات کے مانند ذاتی اور تکوینی ہوتے ہیں۔ پس جو کچھ بھی اصولاً نظام تخلیق سے ہو کر گزرتا ہے وہ سب کا سب تکوینی ہوتا ہے۔ تکوین کے ذریعے قراردادی اور تشریعی اُمور ختم کر دیے جاتے ہیں۔

انسانی سنتیں (رواج و رسم اور قوانین) وغیرہ اِلٰہی سنتوں میں ڈھل جاتی ہیں۔ ہم جو مثال پیش کر رہے ہیں اس کے ذریعے ہو سکتا ہے کہ آخرت کے محاکمات و محاسبات کا کوئی گوشہ آشکار ہو سکے۔

آپ ایک ایسے شخص پر نظر کریں جس نے کسی بے گناہ کے خون میں ہاتھ رنگین کر رکھے ہوں۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ شخص اس گناہ کے ارتکاب کے بعد شدید وجدانی عذاب کا شکار ہو گا۔ اس کا کھانا پینا اور سونا تک خراب ہو چکا ہو گا۔ وہ جہاں بھی جاتا ہے اسے مقتول کی ہزاروں تصاویر اپنی آنکھوں کے سامنے نظر آنے لگتی ہیں اور وہ مقتول کو جان کنی کی کیفیت میں دیکھنے لگتا ہے۔ اُسے ہر سو ایک ہی آواز سنائی دیتی ہے اور وہ اس مقتول کی چیخوں کی آواز ہوتی ہے۔ یہ سارا منظر ایک فلم کی طرح اس قاتل کی آنکھوں کے سامنے چلنے لگتا ہے اور اس کے خیالوں پر چھایا رہتا ہے۔ آپ بھی اگر فرصت کے چند لمحات حاصل کر لیں اور اپنی زندگی میں رُونما ہونے والے گزشتہ واقعات کے بارے میں غور و فکر کریں تو آپ دیکھیں گے کہ آپ کی اپنی زندگی میں بھی چند مناظر ایسے ہیں جو بہ کثرت دکھائی دیتے ہیں۔ اگر آپ ان تمام واقعات کو سپردِ قلم

کرنا چاہ رہے ہیں تو پھر سوچنا شروع کر دیں اور ہزاروں صفحات منگوا کر سامنے رکھیں اپنی یادداشت کا سہارا لے کر لکھنا شروع کر دیں۔ وہ کتاب جو انسان کے دائیں ہاتھ میں یا بائیں ہاتھ میں تھمائی جائے گی اور انسان اس کا مطالعہ کرے گا وہ انسان کا وجود ہی تو ہے اس میں انسان کے وجود کی تمام اِکائیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو آگ انسان کو جلا رہی ہے یہ اس کے اپنے اعمال اور کارنامے ہی تو ہیں۔ یہ انسان کے غلط عقائد اور بداعمالیوں کی آگ ہے۔ یہ آگ اندر ہی لگی ہوئی ہے اور اندر اندر ہی جلا رہی ہے جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ○ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ

"وہ خدا کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو کوے سے لگی تو دلوں تک چڑھ جائے گی" (سورۂ مبارکہ ہمزہ: آیات ۶، ۷)۔

اب اگر انسان کو بیرونی آگ بھی جلانے لگی ہے تو یہ اس کے خیالات اور جیسا کہ عالم رویا میں ایک سوئے ہوئے شخص پر ایک کتا حملہ کرتا ہے تو یہ کتا اس انسان کے بُرے اعمال کا مجموعہ ہی ہوتا ہے۔

مختصراً اتنا عرض کریں کہ ہم قرآنی آیات اور روایات کی روشنی میں اس مسئلے (محاسبہ اعمال) کے متعلق تحقیق پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہے ہیں۔

اعمال کا محاسبہ قرآن و روایات کی روشنی میں

ذیل میں ہم ایک آیت پیش کر رہے ہیں جو خدا کو سریع الحساب (بہت جلد حساب کرنے والا) ثابت کرتی ہے:

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا وَ اللّٰهُ سَرِیْعُ الْحِسَابِ

"ایسے لوگ اپنی کمائی کا حصہ پائیں گے اور اللہ بلا تاخیر حساب چکا دینے والا ہے" (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۲۰۲)۔

اور ارشاد ہو رہا ہے:

وَ هُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِیْنَ (سورۂ مبارکہ انعام: آیت ۶۲)

"اور نہایت سرعت سے حساب لینے والا ہے۔"

اور ارشاد ہو رہا ہے:

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ (سورۂ مبارکہ نور: آیت ۳۹)

"اور جو لوگ کافر ہوں گے ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے ایک چٹیل میدان میں سراب۔ جسے پیاسا پانی خیال کرتا ہے مگر جب وہاں پہنچتا ہے تو کچھ بھی نہیں پاتا بل کہ اللہ کو اپنے پاس پاتا ہے تو اللہ اس کا حساب پورا کر دیتا ہے اور اللہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے۔"

درج ذیل آیات بیان کر رہی ہیں کہ بغیر کسی کمی و بیشی کے مکمل حساب ہوگا:

وَ اتَّقُوْا يَوْمًا تُرْجَعُوْنَ فِيْهِ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۲۸۱)

"اور اس دن کا خوف کرو جب تم اللہ کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ وہاں ہر شخص کو اس کے کیے کا پورا بدلہ مل جائے گا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔"

اور سورۂ بقرہ میں ہی ارشاد ہو رہا ہے:

وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

"اور تم اپنے دل کی باتیں ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ تم سے حساب لے گا پھر وہ جسے چاہے معاف کرے اور جسے چاہے عذاب دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے" (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۲۸۴)۔

اور سورۂ کہف میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَ يَقُوْلُوْنَ

يَوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّ لَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا وَ وَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَ لَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا

"اور نامہ اعمال سامنے رکھ دیا جائے گا۔ اس وقت آپ دیکھیں گے کہ مجرمین اس کے مندرجات کو دیکھ کر لرز رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں: ہائے ندامت! یہ کیسا نامہ اعمال ہے۔ اس نے کسی چھوٹی اور بڑی بات کو نہیں چھوڑا (بل کہ) سب کو درج کر لیا ہے اور جو کچھ انھوں نے کیا تھا وہ ان سب کو حاضر پائیں گے اور آپ کا ربّ تو کسی پر ظلم نہیں کرتا" (سورۂ مبارکہ کہف: آیت ۴۹)۔

چند روایات جو ہمیں حساب کے عمل اور بروزِ قیامت کیے جانے والے سوالات بتاتی ہیں۔

پیغمبرِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: بروزِ محشر انسان ایک قدم بھی نہیں اُٹھائے گا کہ اس سے چار چیزوں کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ پہلا سوال عمر کے بارے میں کہ تم نے یہ عمر کہاں بسر کی؟ جوانی کے متعلق کہ یہ کس طرح گزاری؟ مال کے متعلق کہ یہ کس طرح کہاں سے کمایا اور کس چیز پر خرچ کیا اور ہم اہلِ بیتؑ کی محبت کے متعلق سوال ہوگا (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۵۸)۔

پیغمبرِ گرامی قدرؐ کا ہی فرمان ہے: کسی انسان سے جو سب سے پہلے سوال کیا جائے گا وہ ہم اہلِ بیتؑ کی محبت کے بارے میں ہوگا (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۶۰)۔

پیغمبرِ گرامی قدرؐ ارشاد فرماتے ہیں: بروزِ قیامت ہر نعمت کے متعلق سوال ہوگا ماسوائے ان نعمتوں کے جن سے راہِ خدا میں استفادہ کیا گیا ہو۔

حضرت ابراہیم بن عباس صولی روایت کرتے ہیں: ایک دن ہم امام علی رضاؑ بن موسیٰ علیہ السلام کے پاس موجود تھے۔ آپؑ نے فرمایا: دنیا میں حقیقی نعمت موجود نہیں ہے۔

ایک فقیہ بھی آپؑ کے پاس موجود تھا' اس نے عرض کیا: پھر خدا کے اس قول (ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ [سورۂ مبارکہ تکاثر: آیت ۸]) کا کیا معنی کیا جائے۔ پھر اس روز تم سے نعمت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ کیا اس سے مراد دنیا کی نعمت نہیں ہے؟ اس سے مراد ٹھنڈا پانی نہیں ہے؟

آپؑ نے فوراً بلند آواز میں ارشاد فرمایا: یہ وہ تفسیر ہے جو تم بیان کرتے ہو اس سے ٹھنڈا پانی' پتے اور شاخیں مراد لیتے ہو۔ بعض کا کہنا ہے کہ اس سے مراد ٹھنڈا پانی ہے' بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد اچھی غذا ہے' بعض کہتے ہیں کہ اچھی نیند' آرام اور سکون مراد ہے۔ جان لیجیے میرے باباؑ نے میرے دادا جان حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

"خداوند کریم عطا کرنے کے بعد باز پرس نہیں کرتا۔ اس قسم کی نعمتیں عطا کرنے کے بعد پھر باز پرس نہیں فرماتا چوں کہ نعمت دے کر احسان جتانا عام لوگوں کے ہاں بھی قبیح ہے۔ (اگر کوئی شریف اور کریم شخص' کسی انسان پر احسان کرے تو عقلاً بھی اسے قبیح شمار کرتے ہیں)۔ پس یہ کس طرح ممکن ہے جو چیز عام مردوں کے عرف میں قبیح ہو اس کی نسبت خدا کی طرف دینا درست نہیں۔ البتہ ایک نعمت ایسی ہے کہ جو خدا نے عطا کی ہے اور اس کا احسان بھی جتلایا ہے۔ وہ ہم اہل بیتؑ کی محبت اور دوستی ہے کہ خداوند متعال توحید اور نبوت کے بعد اس کے متعلق سوال کرے گا" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۷۲، ۲۷۳)۔

ذیل کی روایت ہمیں بتاتی ہے کہ وہ کون سی اہم ترین چیز ہے جس کے متعلق سب سے پہلے سوال کیا جائے گا۔ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپؑ نے فرمایا: بروز قیامت سب سے پہلے جس کا سوال کیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اگر نماز قبول ہوئی تو باقی تمام اعمال بھی قبول ہو جائیں گے۔

اس روایت کی توضیح میں ہم اتنا عرض کریں گے کہ اس روایت اور ان روایات کے درمیان کوئی تعارض نہیں ہے جو بیان کرتی ہیں کہ سب سے پہلے محبت اہل بیتؑ کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ چوں کہ محبت اہل بیتؑ بھی توحید کے مانند عقائد سے مربوط ہے۔ یعنی ابتدا کی جائے گی توحید' نبوت اور محبت اہل بیتؑ سے چوں کہ ان کا تعلق اصول دین (عقائد) سے ہے

اور جب فروعِ دین کے متعلق سوالات کیے جائیں گے تو سب سے پہلے نماز کے متعلق سوالات کیے جائیں گے۔

ذیل کی روایت ہماری رہنمائی کر رہی ہے کہ ہمارا محاسبہ کس بنیاد پر ہوگا۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"خداوند متعال بروزِ محشر لوگوں سے ان کے دنیاوی عقل کے مطابق حساب لے گا" (بحار الانوار: ج ۷، ص ۲۷۳)۔

مذکورہ حدیث سے ہمیں یہ نکتہ حاصل ہوتا ہے کہ امیر المومنین علیہ السلام کی نماز دوسروں کی نمازوں کے چھان بین کا وسیلہ اور ملاک (standard) بنے گی۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ چوں کہ میری اور آپ کی نماز حضرت علی علیہ السلام کی نماز سے اہمیت کے لحاظ سے کم تر ہے لہٰذا ہمیں پل صراط پر موجود نماز کے موقف میں عذاب کیا جائے گا بل کہ ہماری نماز کا صحیح ہونا ہی کافی ہے۔ اگر ہماری نماز صحیح ہوئی تو ہم پر عذاب نازل نہیں ہوگا جب کہ جنت میں امیر المومنین علیہ السلام تو اعلیٰ مراتب پر فائز ہوں گے جب کہ ہم بے چارے بغیر مرتبے کے ہوں گے چوں کہ مرتبہ ملے گا عقل اور معرفت کو دیکھ کر۔ ہمیں اس بارے میں اپنی کوشش جاری رکھنی چاہیے تاکہ ہم بھی اعلیٰ مراتب حاصل کر سکیں۔

درج ذیل والی روایات ہمیں بتاتی ہیں کہ بروز قیامت محاسبہ کے عوامل کیا ہوں گے:

ائمہ معصومین علیہم السلام

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"جب قیامت کا دن ہو گا خداوند متعال ہمیں اپنے شیعوں کے حساب پر مؤکل فرمائے گا" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۶۴)۔

امیرالمومنین علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"بروز قیامت سارے انسان ایک موقف میں جمع ہوں گے اور زبان بندی کے مستحق قرار پائیں گے۔ خداوند کریم کے اذن کے بغیر کسی کو بھی لب کشائی کی اجازت نہیں ہو گی اور وہ جو کچھ بھی بولیں گے سچ بولیں گے (اس مجمعے میں سے) خدا کے رُسل اُٹھیں گے اور لوگوں سے سوال کریں گے اور خاموش ہو جائیں گے۔ یہ خداوند کریم کی گفتگو ہو گی حضرت محمد مصطفیؐ کے بارے میں کہ آپؐ کیسے نبی تھے اس وقت ہر اُمت سے گواہ لائے جائیں گے اس اُمت کے حساب کتاب کے لیے اور اے محمدؐ! آپؐ کو ان سب پر گواہ بنا کر لایا گیا ہے" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۶۴)۔

انسان کے اعضا و جوارح

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت کریمہ:

إِنَّ السَّمْعَ وَ الْبَصَرَ وَ الْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا

"بے تحقیق کان آنکھ اور دل سب کے سب مسئول ہیں" (سورۂ مبارکہ اسرائیل: آیت ۳۶)۔

کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: کانوں سے سوال ہو گا کہ تم نے کیا سنا تھا؟ اور

آنکھوں سے سوال ہوگا کہ تم نے کیا دیکھا تھا۔ دل سے سوال ہوگا تمہارا عقیدہ کس چیز پر تھا (اے دل کس کے ساتھ لگے رہے؟) (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۶۷)

خداوند کریم قرآن حکیم میں ارشاد فرماتے ہیں:

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورۂ مبارکہ نور: آیت ۲۴)

"وہ دن جس دن ان کی زبان، ہاتھ، پاؤں گواہی دیں گے ان کے خلاف جو کچھ انھوں نے انجام دیا تھا، کے بارے میں بتائیں گے۔"

نیز ارشاد ہو رہا ہے:

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰٓى اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ (سورۂ مبارکہ یٰسین: آیت ۶۵)

"آج ہم ان کے منھ پر مہر لگا دیں گے اور وہ خاموش ہو جائیں گے اور ان کے ہاتھ پاؤں جو کچھ انھوں نے کیا ہے، کی گواہی دیں گے۔"

نیز سورۂ مبارکہ سجدہ کی آیت انیس اور بیس کا سیاق سباق بھی یہی ہے۔

انسان کی حقیقت اور ذات (کتابِ نفس)

قرآن کریم میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَ كُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ وَ نُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ۝ اِقْرَاْ كِتٰبَكَ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا (سورۂ مبارکہ بنی اسرائیل: آیات ۱۳، ۱۴)

"اور ہم نے ہر انسان کا نامہ اعمال اس کے گلے میں لٹکا رکھا ہے اور قیامت کے دن ہم اس کے لیے ایک کتاب پیش کریں گے، جسے وہ کھلا ہوا پائے گا۔ پڑھ اپنا اعمال نامہ، آج اپنے حساب کے لیے تو خود ہی کافی ہے۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے "کتابِ نفس" کی تعبیر

ارشاد فرمائی ہے اور فرمایا ہے:

"بندے نے "بروزِ قیامت" جو کچھ اب تک انجام دیا تھا وہ اس کے صفحۂ روح پر تحریر کر دیا جائے گا اور اس انسان کو یاد دلایا جائے گا اور اس طرح یاد کرایا جائے گا گویا اس نے ابھی یہ افعال انجام دیے تھے۔ اسے اس جہت سے یاد دلایا جائے گا کہ وہ کہے گا: وائے ہو اس لکھے ہوئے پر اس میں چھوٹا بڑا کوئی بھی نہیں چھوڑا گیا' سب کچھ اس میں موجود ہے اور اسے حساب کے لیے لایا گیا ہے" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۳۱۵)۔

امام باقر علیہ السلام نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: انسان نے جو اچھا یا بُرا کیا ہوگا اُس کی گردن میں ہار کی طرح ڈالا ہوگا اور اُس سے جدا نہیں ہوگا حتیٰ کہ قیامت میں اُس کے ساتھ پیش ہوگا (بحارالانوار: ج ۷، ص ۳۱۲)۔

مؤکل فرشتے

ایک موقف میں کفار اپنے کیے کا انکار کریں گے اور کہیں گے: ہم نے تو ان میں سے کوئی کام بھی انجام نہیں دیا تھا۔ پس جن فرشتوں نے ان کے اعمال نامے کو مرتب کیا تھا وہ اس کے خلاف گواہی دیں گے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اس بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"کفار بارگاہِ خداوندی میں عرض کریں گے: اے پروردگار! یہ تیرے فرشتے ہیں تبھی تو تیری بارگاہ میں ہمارے خلاف گواہی دے رہے ہیں۔ پھر وہ جھوٹی قسمیں کھانا شروع کر دیں گے۔ ہم نے تو یہ کام کیا ہی نہیں ہے (انھوں نے ایسے کیا گو ان کے دنیا میں انجام دیے جانے والے کاموں کے ملکات ہیں)۔ یہ وہی لوگ ہوں گے جنھوں نے امیرالمومنینؑ کے حق کو غصب کیا تھا۔ اس وقت پروردگار ان کی زبان پر مہریں لگائیں گے' ان کے اعضاء و جوارح بولنے لگ جائیں گے۔ کانوں نے جو کچھ سنا ہوگا ان

تمام حرام مناظر کو بیان کریں گے اور آنکھ جو اس نے دیکھے تھے' اسی طرح دوسرے اعضا بھی گواہی دیں گے......" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۳۱۳،۳۱۴)۔

کیسا محاسبہ؟

دنیا کی فضائے شہود پر انجام پانے والے کاموں کا محاسبہ کرنا' دنیاوی لحاظ سے یا دنیا میں رہ کر محال ہے۔ چوں کہ اگر کوئی قاضی یا جج کسی مجرم یا ملزم کی زبان بندی کا حکم دے تو زبان بندی کے دوران میں وہ اس کے اندر کی بات باہر نہیں اگلوا سکتا۔ اس لیے کہ ملزم شخص کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ کسی طریقے سے اپنی جان چھڑا پائے چوں کہ وہ اپنے ارادے' شیطان کی مدد اور نفس امارہ کے مشوروں سے' قاضی یا جج کے سامنے ساری صورت حال کو مشتبہ بنا دیتا ہے۔ جب کہ دوسرے جہان میں انسان کی روحانی حالت ایسی نہیں ہوتی۔ یہ اس کے ملکات کا کرشمہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے تمام وجود کے ساتھ اور بغیر اپنے مقصد و ارادہ کے سچ اُگلنا شروع کر دیتا ہے۔ آج اپنے سامنے ایک نشئی شخص کی مثال رکھیں۔ جس نے شراب نوشی کر رکھی ہو تو اس کا ارادہ کلی طور پر کام کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ وہ وہی کچھ کہے اور کرے گا جو کچھ مبنی بر حقیقت ہو گا۔ بنا بر ایں محاسبہ کا کام بروز قیامت کوئی مشکل اور پیچیدہ کام نہیں ہے۔ مجرم اپنا محاسبہ خود کرے گا اور مزید تائید کے لیے ان عوامل سے استفادہ کرے گا جن کا ہم تذکرہ کر چکے ہیں۔ ہم اس مطلب کو مزید واضح کرنے کے لیے دو روایات پیش کر رہے ہیں:

امیر المومنین علیہ السلام سے سوال کیا گیا: بروز قیامت خداوند کریم لوگوں کا حساب کس طرح لے گا چوں کہ لوگوں کی تعداد تو بہت زیادہ اور نا قابل شمار ہو گی؟

آپ نے فرمایا: جس طرح وہ پروردگار ان کی کثرت کے باوجود انھیں رزق اور روزی پہنچا رہا ہے۔

پھر سوال کیا گیا: محاسبہ کا عمل کس طرح اور کیوں کر ممکن ہو گا چوں کہ خدا انھیں دیکھ نہیں پائے گا؟

آپ نے فرمایا: جس طرح بغیر دیکھے انھیں روزی دے رہا ہے ویسے ہی بغیر دیکھے ان

کا حساب بھی لے لے گا (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۷۱)۔

بحارالانوار کے اندر اس مضمون سے ملتی جلتی کثیر تعداد میں روایات موجود ہیں یا کم از کم ان کا سیاق و سباق ایک جیسا ہے۔ اس روایت میں راوی کا نام مذکور نہیں ہے۔ اصل مطلب یہ ہے:

جب بروز قیامت خداوند متعال مخلوق کو مبعوث فرمائے گا تو اللہ کی طرف سے ایک منادی ندا دے گا: "اللہ اکبر' اللہ اکبر" تاکہ اس طرح لوگوں کے کفر اور ایمان کو پرکھا جا سکے۔ دوسرا منادی ندا دے گا: اے مخلوق خدا! آگے بڑھ اور اس بات کا جواب دو (لبیک کہو)۔ تو وہ لوگ جو ملحد' دہریئے (اور خدا کے قائل نہیں ہوں گے) اس ندا کا جواب دینے کی بجائے وہ گونگے ہو جائیں گے نیز بولنے کی صلاحیت سے محروم ہو جائیں گے۔ جب کہ وہ لوگ جو خدا پر عقیدہ رکھتے ہوں گے وہ جواب دیں گے اس کے بعد منادی ندا دے گا: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ مشرکین کے علاوہ ساری مخلوق اس کا جواب دے گی' بل کہ ان الفاظ کا تکرار کرے گی۔ مشرکین یعنی مجوسی' نصاریٰ اور بت پرست کوئی جواب نہیں دیں گے بل کہ ان کی زبانوں پر مہریں لگا دی جائیں گی۔ پھر ایک منادی ندا دے گا: اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ اس کا بھی سارے مسلمان جواب دیں گے جب کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین اس کا جواب بھی نہیں دیں گے۔ اس کے بعد ایک اور منادی ندا دے گا: اہل محشر میں سے جن جن لوگوں نے شہادتین کا اقرار کیا ہے انھیں جنت کی طرف لے جاؤ۔ تب خداوند کریم کی طرف سے ایک آواز آئے گی: نہیں۔ انھیں ٹھہراؤ' اس لیے کہ ابھی ان سے سوال پوچھنا باقی ہے۔ سوال کیا جائے گا: اے پروردگار! انھیں اب کیوں روکا جا رہا ہے۔ خداوند متعال اپنے فرشتوں کو جواب دیں گے: ارے! میرے فرشتو! ان سے ابھی ولایت علیؑ اور آل محمدؐ کے متعلق سوال کرنا باقی ہے (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۷۵)۔

میزان

میزان کے بغیر محاسبہ کا کوئی معنی ہی نہیں بنتا چوں کہ محاسبہ کا ایک ہدف اور مقصد ہے وہ ہے سزا اور جزا دینا اور سزا و جزا تبھی مزہ دیتی ہیں جب ایک معیار اور میزان کے مطابق ہوں اور کمالات انسانی کو مدنظر رکھ کر ہوں۔ اب ہم اس مطلب کو واضح اور روشن کرنے کے لیے ایک

مثال پیش کرتے ہیں:

ہم چاولوں کی ایک مقدار لے کر چند افراد میں تقسیم کرتے ہیں تو یہ افراد جن میں چاول تقسیم کیے جا رہے ہیں یہ استحقاق' احتیاج وغیرہ کے لحاظ سے برابر نہیں ہوں گے جو سب سے زیادہ استحقاق اور قابلیت رکھتا ہو گا اسے ایک کلو چاول دیے جائیں گے۔ یہاں ہم تقسیم کی اساس کا میزان ایک کلو کو قرار دیں گے' ہر کوئی اپنی قابلیت اور صلاحیتوں کے مطابق چاول وصول کرتا رہے گا۔

ایک گرام سے ہزار گرام تک' آپ جتنے بھی چاول دیں چاہے ایک گرام' دو گرام...... یا اس لحاظ سے اوپر چلے جائیں۔ ایک ترازو (میزان) کی ضرورت پڑے گی' جس پر آپ وزن کریں گے۔

ہم دوسری مثال پیش کیے دیتے ہیں کہ فرض یہ ہے کہ ہم ایک دیوار تعمیر کرتے ہیں تو ضروری ہے کہ یہ دیوار گھر کی حفاظت بھی کرے مگر اتنی بلند نہ ہو کہ گھر کے اندر دھوپ ہی نہ آ سکے۔ پس دیوار کے دو مقصد ہماری نظر میں ہوں گے: چوروں سے بچاؤ اور دھوپ و روشنی کا داخلہ بھی ممکن ہو۔ اس اندازے کو یا ایک اسٹینڈرڈ کو "میزان" کہتے ہیں۔

جیسا کہ ہم ملاحظہ کرتے ہیں یہ میزان ایک ایسی چیز ہے جس کو ہم کسی چیز کے ذریعے آزماتے ہیں اگر چاول اور چنے ہوں تو پھر ترازو اور پتھروں کے ذریعے وزن کریں گے اور اگر لمبائی چوڑائی کا مسئلہ ہے تو پھر میٹر وغیرہ سے پیمائش کی جائے گی۔ جو چیز بھی ہے' اصل مقصد یہ ہے کہ حق دار کو حق دیا جائے اس سے بھی پہلے ایک چیز ضروری ہے کہ ہم حق کو مشخص اور معین کریں۔ انسان کے اعمال اور کردار اختیاری تھے ان کے اثرات یا اچھے ہوں گے یا بُرے' اگر بُرے ہیں تو سزا اور اگر اچھے ہیں تو پھر جزا دی جائے گی۔ میزان کے ذریعے پرکھا جاتا ہے۔ گویا یہ پرکھنے کا ایک اہم وسیلہ ہے۔ چوں کہ ان اعمال و کردار کا تعلق مادہ سے نہیں ہوتا۔ ان کا میزان بھی مادی نہیں ہونا چاہیے۔ مثلاً اگر ہم رہبر انقلاب سے جو محبت رکھتے ہیں۔ اگر اس کو جاننا چاہیں تو اس کو کس پیمانے سے تولیں گے۔ اسی لیے کہتے ہیں کہ میزان اور موزون کے

درمیان حیثیت ہونی چاہیے۔ جی ہاں! محبت کا اندازہ کرنے کے لیے خود انسان کو ملاک قرار دیں گے۔ پس وہ شخص جو رہبر کے سب سے زیادہ نزدیک ہوگا محبت کے لحاظ سے وہی میزان قرار پائے گا۔

اسی طرح قیامت کے دن ہمارے اعمال کا میزان رسولؐ اکرم، حضرت علیؑ اور ائمہ معصومین علیہم السلام کی محبت قرار پائے گی۔ ہماری نماز، حضرت علی علیہ السلام کی نماز کے ساتھ تولی جائے گی۔ ہمارے اندر جس حد تک حضرت علی علیہ السلام کی نماز پائی گئی، اس حد تک ہم خدا کے نزدیک تر ہوتے چلے جائیں گے۔ اسی طرح ہم خدا کی رحمت و انعامات کے بھی زیادہ مستحق قرار پائیں گے۔ اسی طرح دوسرے اعمال کو بھی تولا جائے گا تاکہ کسی بھی شخص کے حق میں ظلم نہ ہو ہم اس سلسلے میں چند آیات بطور نمونہ پیش کر رہے ہیں:

وَ الْوَزْنُ يَوْمَئِذِ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (سورۂ مبارکہ اعراف: آیت ۸)

"اس دن میزان اور ترازو حق ہوگا جس شخص کے میزان کا پلڑا اس کے اعمال کی وجہ سے جھکا ہوا ہوگا وہی اہل نجات ہوگا۔"

فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ ۝ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَّاضِيَةٍ

"جس شخص کے اعمال کا ترازو اس کے اعمال کی وجہ سے جھکا ہوا ہوگا وہ ایک خوش حال زندگی کو پائے گا" (سورۂ مبارکہ قارعہ: آیات ۶، ۷)۔

یہ آیات اس مطلب کو بیان کر رہی ہیں کہ انسان کے اندر ایک وجودی بعد پایا جاتا ہے جو بھاری بھی ہو سکتا ہے اور ہلکا بھی۔ ہلکا ہونے کا مطلب ہے کہ نورانیت سے خالی ہوتا ہے اس کے اندر وجود کے آثار و کمالات نہیں پائے جاتے اور بھاری ہونے کا مطلب یہ ہے وہ نورانی ہے اور لذت بخش آثار کا منشا ہے۔

سورۂ مبارکہ انبیا میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَ نَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَ

إِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَ كَفَى بِنَا حَاسِبِيْنَ

"اور ہم قیامت کے دن عدل کا ترازو قائم کریں گے پھر کسی شخص پر ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا اور اگر رائی کے دانے برابر بھی (کسی کا عمل) ہوا تو ہم اسے اس کے لیے حاضر کریں گے اور حساب کے لیے ہم کافی ہیں (سورۂ مبارکہ انبیاء: آیت ۴۷)۔

یہ آیت بیان کر رہی ہے کہ میزان بہت دقیق اور باریک ہوگا۔ یہ تو ذہن میں آنے والے خیالات کی باریک ترین لکیر کا بھی حساب کر لیتا ہے اور اگر ہم یہ فرض کریں کہ انسانی اعمال مادی شکل اختیار کر جائیں گے تو پھر یہ تعبیر (مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ) بہت ہی اچھی ہے اور مناسب ترین ہے۔

ہم چند روایات پیش کر رہے ہیں جو میزان کی ماہیت کو بیان کرتی ہیں:

پیغمبرؐ گرامی اکرم ارشاد فرماتے ہیں: میری اور میرے اہل بیتؑ کی محبت ترازو کے وہ وزنی پتھر ہیں جو اعمالِ حسنہ کا پلڑا جھکا دیں گے۔

ایک دوسری روایت میں اخلاقِ حسنہ کو بھی وزنی چیز کہا گیا ہے۔

رسولؐ اکرم ارشاد فرماتے ہیں: اعمال نامے کے میزان (ترازو) میں اخلاقِ حسنہ سے بھاری کوئی چیز نہیں ہوگی۔

ایک دوسری روایت میں اہل بیتؑ کو میزان کے طور پر متعارف کرایا گیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام اس آیت کریمہ (وَوَضَعَ الْمِيْزَانَ) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: ہم بروز قیامت موازین کو برقرار کریں گے۔ اور مزید فرمایا: یہ موازین انبیاءؑ اوصیاؑ (ائمہ معصومینؑ) ہوں گے۔

یہاں دو سوال پیش آتے ہیں:

① کیا مشرکین و کفار کے اعمال بھی تولے جائیں گے؟

اس کا جواب یہ ہے: اہل شرک کا کوئی عمل نہیں ہوتا کہ جس کا وزن کیا جائے چوں کہ جو عمل؛ عمل صالح نہیں ہوتا وہ عمل شمار ہی نہیں ہوتا کہ اسے تولا جائے اور پھر یہ دیکھا

جائے کہ یہ سزا کا مستحق ہے یا اجر و جزا کا لہٰذا مشرکین کے لیے موازین الٰہیہ نہیں ہوں گے (بحار الانوار: ج ۸، ص ۲۵۰)۔

۲ ائمہ اطہار علیہم السلام اور پیغمبرؐ گرامی قدر جب خود میزان ہوں گے تو پھر ان کے اعمال کس میزان پر تولے جائیں گے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جب وہ خود میزان ہوں گے تو پھر ان کے لیے کوئی دوسرا میزان مقرر نہیں کیا جائے گا چوں کہ اگر ہم یہ قبول کر لیں کہ وہ میزان ہیں اور ان کے لیے بھی ایک میزان کی ضرورت ہے تو پھر اُس میزان کے لیے بھی تو ایک میزان چاہیے ہوگا۔ اس طرح تو تسلسل لازم آئے گا جو باطل ہے۔

ایک شخص امیر المومنین علیہ السلام کی خدمت میں فیض یاب ہوا۔ اس نے قرآن کی دو آیات پیش کیں۔ بظاہر جن میں تناقض پایا جا رہا ہے اور اس کا جواب جاننا چاہا۔ وہ دو آیات یہ ہیں:

وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ...... (سورۂ مبارکہ انبیا: آیت ۴۷)

"ہم بروز قیامت موازین عدل کو قائم کریں گے اور کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔"

اور دوسری آیت:

فَلَا نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا (سورۂ مبارکہ کہف: آیت ۱۰۵)

"بروز قیامت ان کے لیے وزن قائم نہیں کیا جائے گا۔"

آپؑ نے فرمایا: بروز قیامت موازین، انبیا اور اوصیا ہوں گے اور خود ان کے اعمال کا وزن نہیں کیا جائے گا ان کے لیے معافی ہے اور آپؑ نے دلیل کے طور پر یہ آیت تلاوت فرمائی:

فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ

"وہی لوگ جنت میں جائیں گے اور وہاں بے حساب رزق پائیں گے۔" (سورۂ مبارکہ مومن: آیت ۴۰)، (بحار الانوار: ج ۷، ص ۲۵۰)۔

حساب کے دوران میں جو اعمال نجات دیں گے

جیسا کہ بیان کیا گیا ہے: موت کے بعد انسان کا محاسبہ مشکل ترین عوالم میں سے ایک

عالم ہے۔ چوں کہ بعض اوقات ایک ناحق تھپڑ کی وجہ سے ہو سکتا ہے پانچ سو سال کھڑے ہو کر حساب دینا پڑ جائے چہ جائے کہ انسان کسی بڑے ظلم کا مرتکب رہا ہو اور اس کا دامن مظالم سے بھرا ہوا ہو۔ لہٰذا ضروری ہے حساب دینے اور سزا برداشت کرنے سے بچنے کے لیے اپنا تزکیہ کرے اور جنت کا مستحق قرار پائے۔ آؤ دیکھتے ہیں وہ کون سی چیز ہے جو اس حساب کتاب کے عمل میں ہمارے لیے آسانیاں پیدا کر سکتی ہے جس کے ذریعے ہم پچاس مواقف سے جلدی سے گزر سکتے ہیں۔

اس عظیم طویل اور پُر خطر سفر پر روانگی سے قبل اس کی تیاری ضروری ہے۔ یہی تیاری ہماری سب سے بڑی مددگار ہوگی لہٰذا کلام کو طول دینے کی بجائے ضروری ہے کہ ہم ان تمام اعمال کی فہرست پیش کردیں کہ یہ وہ چیزیں ہیں جو ہماری نجات کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔ اس سلسلے میں ہم اپنے رب سے خصوصی مدد کی دعا بھی کریں۔

قبر علیؑ ابن موسیٰ الرضاؑ کی زیارت

حضرت امام جوادؑ ارشاد فرماتے ہیں:

''جو شخص میرے بابا (امام علی رضاؑ) کی طوس میں زیارت کرے گا' خداوند متعال اس کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف فرما دے گا۔ بروز قیامت اس کے لیے منبر رسولؐ کے سامنے ایک منبر لگایا جائے گا جب تک خداوند کریم دوسری مخلوق کے حساب سے فارغ نہیں ہو جاتے۔''

تلاوت سورۂ مبارکہ بقرہ و آل عمران

پیغمبر اکرمؐ سے حدیث منقول ہے:

''جو شخص ان دو سورتوں (بقرہ، آل عمران) کی تلاوت کرے گا تو یہ دونوں سورتیں بروز قیامت حسین شکل و صورت میں آ کر اس (قاری) کی شفاعت کریں گی۔ خداوند کریم اس کے سر پر تاج کرامت سجا دیں گے۔ اس تاج کا نور دس سال کی مسافت سے نظر آئے گا'' (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۹۲)۔

تلاوتِ سورۂ مبارکہ اعراف

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

''جو شخص ہر ماہ سورۂ مبارکہ اعراف کی تلاوت کرے گا اسے بروزِ قیامت امن و امان نصیب ہوگا اور ہر قسم کے خوف و حزن سے نجات پائے گا اور اگر اسے ہر جمعہ کو تلاوت کرے گا تو اس کا شمار ان افراد میں ہوگا جن کا مواخذہ اور محاسبہ نہیں ہوگا'' (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۹۳)۔

تلاوتِ سورۂ مبارکہ یونس

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

''جو شخص سورۂ مبارکہ یونس کو ہر دو مہینوں کے یا تین مہینوں کے دوران میں ایک مرتبہ تلاوت کرے گا وہ جہلا میں محشور نہیں ہوگا وہ مقربین میں شمار ہوگا'' (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۹۳)۔

تلاوتِ سورۂ مبارکہ ہود

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا:

''جو شخص بروزِ جمعہ سورۂ مبارکہ ہود کی تلاوت کرے گا وہ بروزِ قیامت انبیا کے ساتھ محشور ہوگا اس کی خطاؤں سے چشم پوشی کی جائے گی'' (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۹۳)۔

تلاوتِ سورۂ مبارکہ یوسف

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جو شخص ہر روز سورۂ مبارکہ یوسف کی تلاوت کرے گا یا رات کو (یہ سورہ پڑھے گا) تو خداوند کریم اسے جمال و حُسن کے ساتھ محشور کرے گا' اتنا حسین و جمیل گویا جمالِ یوسفؑ کا شاہ کار لگے گا۔ یہ ہر قسم کے خوف و ہراس سے محفوظ ہوگا'' (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۹۳)۔

تلاوتِ سورۂ مبارکہ رعد

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''جو شخص سورۂ مبارکہ رعد کی زیادہ تلاوت کرے اس شرط کے ساتھ کہ مومن ہو وہ بغیر حساب جنت میں داخل ہوگا وہ اپنے تمام گھر والوں اور بہن بھائیوں کی شفاعت کر سکے گا'' (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۹۳)۔

تلاوتِ سورۂ مبارکہ کہف

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

''جو شخص ہر شبِ جمعہ سورۂ کہف کی تلاوت کرے گا اسے شہید کی موت نصیب ہوگی۔ خداوند کریم اسے شہدا کے ساتھ محشور کردیں گے۔ وہ میدانِ محشر میں شہدا کے ہم راہ کھڑا ہوگا'' (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۹۳)۔

تلاوت سورۂ مبارکہ مریم

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

''جو شخص سورۂ مبارکہ مریم کی تلاوت کرے گا وہ اصحابِ حضرت عیسیٰؑ کے ہم راہ محشور ہوگا اور بروزِ قیامت اُسے ''مُلکِ سلیمانؑ'' اسے عطا کیا جائے گا''

تلاوت سورۂ مبارکہ طٰہٰ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

''جو شخص سورۂ طٰہٰ کی تلاوت کرے گا' خداوند متعال بروزِ محشر اُسے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال پکڑائیں گے اس شخص نے راہِ اسلام میں جتنے بھی اعمال انجام دے رکھے ہوں گے ان کا محاسبہ نہیں ہوگا۔ آخرت میں اسے اتنا عطا کیا جائے گا جتنے پر وہ بہ خوشی راضی ہوگا'' (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۹۳)۔

تلاوت سورۂ مبارکہ فرقان

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام ' حضرت امام علی رضا علیہ السلام اور حضرت امام علی نقی الہادی علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

''جو شخص سورۂ فرقان کی ہر شب تلاوت کرے گا اسے ہرگز عذاب نہیں دیا جائے گا اور نہ ہی اس کا حساب ہوگا۔ اس شخص کا ٹھکانا جنت فردوس میں ہوگا'' (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۹۴)۔

تلاوت سورۂ مبارکہ سجدہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا:

''اگر کوئی شخص ہر شب جمعہ سورۂ مبارکہ سجدہ کی تلاوت کرے تو خداوند کریم بروز محشر اسے دائیں ہاتھ میں نامہ اعمال تھمائیں گے۔ اس کا حساب کتاب بھی نہیں ہوگا وہ پیغمبرؐ گرامی اور اہل بیت علیہم السلام کے اصحاب و رفقا میں شمار کیا جائے گا'' (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۹۴)۔

تلاوت سورۂ مبارکہ احزاب

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

''جو شخص سورۂ مبارکہ احزاب کی تلاوت کرے گا اسے بروز قیامت رسولؐ اکرم اور ان کی اہل بیتؑ کے پڑوس میں جگہ عطا کی جائے گی۔''

تلاوت سورۂ مبارکہ یٰسین

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

''جو شخص سورۂ مبارکہ یٰسین کی تلاوت کرے گا' اس کی قبر سے آسمان تک مسلسل نور نکل کر بلند ہو رہا ہوگا' جب تک وہ قبر سے اُٹھ نہیں جاتا اور وہ قبر سے اس وقت اُٹھے گا تو خدا کے ملائکہ کے ہم راہ چل پڑے گا اور ان سے ہم کلام ہوگا۔ وہ خوشی سے مسکرا رہا ہوگا اُسے بہشت کا مژدہ سنایا جائے گا' اسی

طرح وہ مواقف اور صراط سے گزرتا چلا جائے گا" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۹۴)۔

تلاوت سورۂ مبارکہ حم سجدہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"جو شخص سورۂ مبارکہ حم سجدہ کی تلاوت کرے گا تو بروزِ قیامت اس کے پاس ایک ایسا نور ہوگا جو سرور و شادمانی کا موجب بنے گا" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۹۵)۔

تلاوت سورۂ مبارکہ حمعسق (شوریٰ)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"جو شخص سورۂ مبارکہ حمعسق (شوریٰ) کی باقاعدگی کے ساتھ (روزانہ) تلاوت کرے گا خداوند کریم اسے اس انداز میں محشور کرے گا اس کا چہرہ برف کے مانند سفید ہوگا اور خورشید کی طرح چمک رہا ہوگا" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۹۵)۔

تلاوت سورۂ مبارکہ دخان

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام یا حضرت امام جواد علیہ السلام سے روایت منقول ہے:

"جو شخص سورۂ مبارکہ حم دخان کو فرائض اور نوافل میں پڑھے گا اسے بروزِ قیامت وحشت و خوف سے امان دی جائے گی اسے عرشِ خدا کے زیر سایہ ٹھہرایا جائے گا۔ اس کا حساب بڑا آسان کر دیا جائے گا اور اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں تھمایا جائے گا" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۲۹۵)۔

تلاوت سورۂ مبارکہ فتح

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"جو شخص باقاعدگی کے ساتھ سورۂ مبارکہ فتح کی تلاوت کرے گا بروزِ قیامت ایک منادی ندا دے گا جسے تمام اہل محشر سنیں گے کہ اے میرے بندے! تم میرے مخلص بندوں میں سے ہو جاؤ اور میرے صالح بندوں کے ساتھ مل جاؤ اور اس کے ساتھ ہی ملائکہ رحمت کو حکم دیا جائے گا کہ اسے

نعمتوں سے مالا مال جنت میں رہائش، اسے وہ مشروب پلاؤ جس میں بہشتی کافور اور رحیق ملا ہوا ہو" (بحار الانوار: ج ۷، ص ۲۲۸)۔

سورۂ مبارکہ ق، الرحمٰن، تغابن، طلاق، تحریم، ملک، معارج، قیامت، نازعات، مطففین، ذات البروج، الطارق، الاعلیٰ، غاشیہ، البلد، الشمس، اللیل، الضحیٰ، الانشراح، العادیات، القارعہ، العصر، الفیل، ایلاف، ماعون، کوثر، کافرون۔ ہر ایک کے اپنے اپنے مقام پر مخصوص آثار ہیں ان سب کی تلاوت ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ طوالت کی وجہ سے تمام کے خواص علیحدہ بیان نہیں کر رہے ہیں۔

وہ اعمال جو روزِ حساب آسانی کا سبب بنتے ہیں

البتہ وہ اعمال جو بروزِ قیامت آسانی کا سبب بنتے ہیں وہ یہ ہیں:

لڑکے اور لڑکی کی شادی

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"جو شخص عزب (بغیر شوہر کے لڑکی اور بغیر بیوی کے لڑکے) کی شادی کرائے گا خداوند کریم کی نظر رحمت بروزِ قیامت اسے تلاش کر رہی ہو گی" (بحار الانوار: ج ۷، ص ۲۹۸)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"بروزِ قیامت چار افراد کو خدا کی نظر رحمت تلاش کر رہی ہو گی: ① وہ شخص جو فریق مخالف کے پشیمان ہونے کے بعد معاملہ ختم کر دیتا ہے یا کسی بے کس کی فریادرسی کرتا ہے ② کسی غلام کو آزاد کر دیتا ہے ③ پھر کسی بن بیاہے کی شادی کرا دیتا ہے ④ جو شخص ماہِ رمضان اور رجب کے روزے رکھتا ہے، نماز قائم کرتا ہے اور زکوٰۃ ادا کرتا ہے" (بحار الانوار: ج ۷، ص ۲۹۹)۔

سفید ریش کا احترام

رسولِ اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں:

"جو شخص کسی سفید ریش کا احترام اسلام کی وجہ سے کرتا ہے خداوند کریم اسے روزِ قیامت فزع و وحشت سے محفوظ رکھے گا" (بحارالانوار: ج۲، ص۳۰۲)۔

حریم مکہ و مدینہ میں دفن ہونا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"جو شخص حرم میں دفن ہوگا وہ فزع اکبر سے امان پائے گا' بے شک وہ فاجر و فاسق ہی کیوں نہ ہو۔"

اپنے مومن بھائی کی قبر پر سورہ مبارکہ انا انزلناہ کی تلاوت کرنا

حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جو شخص اپنے مومن بھائی کی قبر پر آئے' اپنا ہاتھ قبر پر رکھے اور سورۂ قدر سات مرتبہ تلاوت کرے تو خداوند اس مرحوم کو قیامت کی عظیم وحشتوں سے نجات عطا فرمائے گا" (بحارالانوار: ج۷، ص۳۰۲)۔

خود کو دوسروں کے لیے تکلیف میں ڈالنا

رسولؐ اکرم نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص دوسروں کی خاطر خود کو تکلیف میں ڈالے گا خداوند کریم اسے فزعِ قیامت سے محفوظ رکھے گا" (بحارالانوار: ج۷، ص۳۰۲)۔

فحاشی اور شہوت سے اجتناب

رسولؐ اکرم ارشاد فرماتے ہیں:

"اگر کسی شخص کو گھٹیا عمل یا شہوت کی پیش کش کی جائے اور وہ شخص خوفِ خدا کی وجہ سے اجتناب کرے تو خدا اس پر جہنم کی آگ حرام کر دے گا اور قیامت کی عظیم ہولناکیوں سے اس کے دل کو محفوظ رکھے گا" (بحارالانوار: ج۷، ص۳۰۳)۔

مومن بھائی کو سوار کرنا (حیوان یا گاڑی پر)

حضرت امام علیؑ ابن الحسینؑ سید الساجدینؑ ارشاد فرماتے ہیں:

"اگر کوئی اپنے مومن بھائی کو سواری پر سوار کرے خداوند کریم بروزِ قیامت موافقف تک اسے جنتی ناقہ پر سوار کر کے لے جائیں گے اس طرح کہ وہ ملائکہ کے درمیان بھی فخر و مباہات کرے گا" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۳۰۳)۔

حُسنِ خلق

پیغمبر اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں:

"بروزِ قیامت حُسنِ خلق کی برابری کوئی عمل نہیں کرسکتا' ترازو کے پلڑے میں اس کے برابر کوئی عمل نہیں ہوگا" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۳۰۳)۔

نماز کے قنوت کو طول دینا

پیغمبرؐ گرامی قدر ارشاد فرماتے ہیں:

"آپ میں سے جو شخص دعا قنوت کو طول دے گا آخرت میں اس کی راحت وسکون میں بھی طوالت آجائے گی" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۳۰۳)۔

سچ' امین' وفادار' حُسنِ خلق' لوگوں میں ہر دل عزیز ہونا

پیغمبر اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں:

"تم میں سے موافقف میں سب سے زیادہ میرے نزدیک وہ شخص ہوگا جو سچا' امین' وفادار' لوگوں میں خوش اخلاق اور ہر دل عزیز ہوگا" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۳۰۳)۔

تسبیحات اربعہ کا ذکر (دائمی)

رسولؐ خدا ارشاد فرماتے ہیں:

"سبحان اللّٰه و الحمدللّٰه و لا اله الا اللّٰه و اللّٰه اکبر" کا ورد کرتے رہو (ان کی ملکوتی تصویر) بروزِ قیامت دیکھ پاؤ گے۔ یہ حسین صورت ہے جو اگلے پچھلے اعمال میں موجود ہوں گی۔ یہی باقیات الصالحات ہیں" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۳۰۳)۔

اندھیرے میں مسجد جانا (صبح و مغرب کے وقت)

پیغمبرؐ گرامی قدر ارشاد فرماتے ہیں:

"جو شخص منہ اندھیرے مسجد جاتا ہے بروزِ قیامت نور سامنے آ کر اسے بشارت دے گا" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۳۰۳)۔

مقروض کو مہلت دینا اور مومنین کے ساتھ نرم رویہ رکھنا

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"خداوند کریم بروزِ قیامت ایک قوم کو عرش کے زیر سایہ ٹھہرائے گا جن کے لباس اور چہرے نورانی ہوں گے۔ وہ نورانی کرسیوں پر بیٹھے ہوں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو مومنین کے ساتھ نرم برتاؤ کرتے تھے۔ مقروض کو مہلت دیا کرتے تھے تاکہ ان کا ہاتھ ذرا وسعت حاصل کرلے" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۳۰۴)۔

مساجد کا احترام

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"جو شخص مسجد کا احترام کرے گا (یعنی اس کے آداب کے منافی کوئی کام نہ کرے) خدا اسے بروزِ قیامت خوش اور مسکراتے ہوئے انداز میں ملے گا اور خدا اسے نامہ اعمال دائیں ہاتھ میں پکڑائیں گے" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۳۰۴)۔

فرزند کو بوسہ دینا

رسولؐ اکرم ارشاد فرماتے ہیں:

"اپنے فرزند کو چوما کرو اس کے بدلے خدا تمہارے لیے نیکیاں تحریر کرتا ہے اور جو شخص اپنی اولاد کو خوش کرے گا خداوند کریم بروزِ قیامت اسے خوش کردے گا اور جو شخص اپنی اولاد کو قرآن پڑھائے گا خداوند کریم اسے جنتی حلہ عطا کرے گا اس کا نور جنتیوں میں نمایاں چمک رکھتا ہوگا" (بحارالانوار: ج ۷، ص ۳۰۴)۔

شفاعت

شفاعت کا لغوی معنی ہے دو چیزوں کو ایک دوسرے کے نزدیک رکھنا یا طاق کو جفت بنا دینا، تبھی تو کہتے ہیں شفع یعنی جفت اور اصطلاح میں کسی چیز یا ہستی کو واسطہ بنانا تاکہ اس کے ذریعے متوقع عذاب اور معصیت سے نجات حاصل کی جائے۔

بروز قیامت حساب کتاب، صراط اور میزان کے پاس جو اہم واقع ہوگا وہ شفاعت ہوگی یعنی وہ ہستیاں جو بارگاہِ خدا میں محبوب و مقرب ہیں جنھوں نے دنیا میں اپنی بندگی اور اطاعت کی اعلیٰ مثالیں قائم کی ہیں خدا کی طرف سے انھیں اجازت ہوگی کہ وہ شفاعت کریں یعنی ایسے افراد جو ایمان دار تھے مگر اس وقت ان کی صورتِ حال اچھی نہیں ہے۔ اب عذاب کے مستحق قرار پائے ہیں۔ یہ حضرات انھیں اور ان گناہ گاروں کی نجات کا ذریعہ بنتے ہوئے انھیں متوقع معصیت سے نجات عطا فرمائیں۔ شفاعت، مذہب تشیع کے مسلمات میں سے ہے۔ یہ عقیدہ عقلی دلائل پر بھی اُستوار ہے اور قرآنی و روائی دلائل پر بھی۔

افسوس کے ساتھ دشمنانِ اہل بیتؑ سے جو تعلیماتِ اہل بیتؑ عصمت و طہارت سے دور ہیں وہ اس اہم اور اصل حقیقت کی طرف متوجہ نہیں ہیں تبھی تو وہ اس کے معتقد نہیں ہیں۔ انھوں نے خود کو خطرے میں ڈال رکھا ہے بل کہ بعض حضرات نہ صرف شفاعت کے قائل ہی نہیں ہیں بل کہ شفاعت کے قائلین کو برا بھلا بھی کہتے ہیں۔ ان کے اعتراضات کی علت یہ ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ شفاعت ایک طرح کی پارٹی بازی ہے جس سے عدلِ الٰہی اور حساب کتاب کے عمل کو گویا سبوتاژ کیا جاتا ہے کیوں کہ قیامت کی ایک اصل مسلم ہے (فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ [سورۂ مبارکہ زلزال: آیت ۷]) تو پھر ہر شخص اپنے اعمال کا خود جواب دہ ہے۔ اسے شفاعت کی ضرورت نہیں ہے۔ خود اعمال کافی ہیں یہی انسان کے لیے شفیع ہوں گے یہی انسان کو جنت یا جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ ائمہ اطہار علیہم السلام کے مقدس ادوار میں بھی یہی اعتراضات ہوتے رہے ہیں بل کہ آپؑ کے اصحاب بھی ان اعتراضات سے بچ نہیں سکے ہیں۔

حضرت ابوایمنؒ نقل کرتے ہیں: میں نے حضرت امام محمد باقرؑ کی ملکوتی بارگاہ میں عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! آپؑ شفاعت کے ذریعے لوگوں کو مغرور بنا رہے ہیں۔ آپؑ کے چہرے اقدس پر غصے کے آثار نمودار ہوئے آپؑ نے فرمایا: وائے ہو تم پر! بروز قیامت پچھلے اگلے سب حتیٰ کے انبیاؑ بھی میرے نانا محمد مصطفیٰؐ کی شفاعت کے محتاج ہوں گے اور پھر فرمایا: کیا تمہیں مغرور بنا دیا ہے اس نے جو کہتا ہے کہ لقمہ حرام نہ کھاؤ اور جنت میں چلے جاؤ؟ شفاعت کبریٰ (اصل شفاعت) محمدؐ و آلِ محمدؐ کا حق ہے باقی تمام شفاعت کرنے والے اس اصل کے شعبے اور فروعات ہوں گے (معاد، آیۃ اللہ دستغیب، ص۱۱۱)۔

ان اعتراضات کے عقلی دلائل کے ذریعے یہ جواب دیے جاسکتے ہیں کہ

اولاً: شفاعت کا مقصد مجرم کو گناہوں سے بری کرانا نہیں ہے کہ جس سے عدالت کی بنیادیں ہی معدوم ہو کر رہ جائیں بل کہ مقصد یہ ہے کہ ایک توحید پرست مومن پر خدا کے عذاب میں کمی کرائی جائے۔

ثانیاً: خداوند کریم نے اس جہان کو کامل انسان کے لیے خلق فرمایا ہے۔ جیسے حکم ہو رہا ہے: (خلقت کل شیئ لا جلک......) اور (لولاک لما خلقت الافلاک) ان کے اصلی اور حقیقی مصادیق انسان کامل کے اعلیٰ نمونے حضرت محمد مصطفیٰؐ اور اہل بیتؑ عصمت و طہارت ہیں۔ ان کے بعد انبیاؑ اور اوصیاؑ ہیں۔ اب اگر کوئی تکامل کے راستے پر چلنا چاہتا ہے تو اسے ان ہستیوں کی محبت اپنے دل میں رکھنی ہوگی، ان کی سیرت و کردار پر عمل کرے۔ اب اگر کوئی ایسا مومن اولیاے خدا سے محبت کرنے والا کسی پریشانی کا شکار ہو اور وہ شخص جو اولیاے خدا سے محبت نہیں کرتا ہے کیا فرق نہیں ہونا چاہیے اور وہ شخص جو اولیاے خدا سے محبت کیے بغیر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرتا ہے تو کیا آپ اس کے بارے میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس نے اپنی خلقت کا ہدف اور مقصد پورا کر دیا ہے؟

آفرینش و خلقت کا اصلی ہدف کیا ہے؟

خلقت کا ہدف عشق خدا ہے۔ یہی ذات پروردگار اس اصل کی معدن اور مخزن ہے۔

اس کے بعد ذاتِ رسولؐ اور ائمہ اطہارؑ کی ہستیاں ہیں۔ نماز روزہ وغیرہ اگر ان کی محبت کے بغیر انجام دیے جائیں تو وہ نماز روزہ نہیں ہیں ایک بے روح اور بے جان قسم کے خشک اعمال ہیں جو اپنی افادیت کھو چکے ہوتے ہیں۔ خلقت کا مقصد (وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ [سورۂ مبارکہ ذاریات: آیت ۵۶]) پورا نہیں ہوتا۔ اگر کوئی انسان اپنے دل کے اندر عشق الٰہی بسالے اور اپنی زندگی اولیاے خدا کے نقش قدم پر چل کر بسر کرے۔ اگر کبھی کبھار اس سے غفلت اور خطا ہو جائے حتیٰ کہ اگر گناہانِ کبیرہ بھی اس سے سرزد ہو جائیں تو کیا اس کا مستحق شفاعت ٹھہرنا غیر منطقی ہے؟

کیا اس کے علاوہ بھی ان کی کوئی جزا ہے کہ یہ عاشق اولیا ہوں اور اولیاے الٰہی ان کی شفاعت نہ کریں تو پھر اس عشق کا اجر کیا ہوگا؟

یہ گناہ گار لوگ اگر اولیاے خدا کی شفاعت کے مستحق قرار پاتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے چوں کہ ان لوگوں کو اولیاے خدا اور اس کی رحمت و فیض سے عشق ہے مثلاً آپ فرض کریں کہ اگر کوئی بیٹا اپنے باپ کی بات نہیں مانتا ہے تو وہ ڈانٹ ڈپٹ کا مستحق ٹھہرتا ہے اور جب شفاعت کی باری آتی ہے تو یہ فرزند اپنے باپ کی شفاعت کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی لڑکا برا کام کرتا ہے تو کوئی تیسرا شخص آکر کہتا ہے: جناب آپ کا یہ بیٹا میرا بھی دوست ہے اس نے فلاں غلط کام کیا ہے آپ براہِ مہربانی اسے معاف کر دیں۔ تو یقیناً اس لڑکے کا باپ اسے معاف کر دے گا۔ اسی کا نام شفاعت ہے۔

یہ بات طے ہے کہ ہر گناہ گار کی شفاعت نہیں ہوگی۔ بعض گناہ ایسے ہیں جن کی شفاعت نہیں کی جائے گی جیسے اگر کوئی شخص دوسروں پر ظلم کرے تو اس کی شفاعت نہیں ہوگی۔

شفاعت اس شخص کی ہوگی جو سب سے پہلے خدا سے محبت کرتا ہو اس کے رسولؐ اور ائمہ اطہارؑ سے محبت کرتا ہو البتہ یہ محبت خالص ہونی چاہیے۔ ثانیاً حقوق الناس کا خصوصی خیال رکھے بہ ایں معنی کہ وہ سوئی کی نوک کے برابر بھی دوسروں کے حقوق تلف نہ کرے ورنہ مستحق شفاعت قرار نہیں پائے گا چوں کہ اس کی جتنی اولیاے خدا سے محبت بہتر اور خالص ہوگی اس پر

عذاب کا دائرہ خود بہ خود تنگ ہوتا چلا جائے گا۔ وہ مقام بھی اس سلسلے میں آ سکتا ہے کہ ائمہ معصومین علیہم السلام مظلوم سے فرمائیں کہ تم پر ظلم کرنے والا چوں کہ محب اہل بیتؑ تھا لہٰذا تم اسے معاف کر دو۔ ان تمام مقدمات سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے:

اولاً: محبت اہل بیتؑ دنیا میں رہ کر ایک عمل کا نام ہے جو دوسرے اعمال کی قدر و قیمت بڑھاتی ہے۔

ثانیاً: بعض گناہانِ کبیرہ کے اثرات کو مٹا دیتی ہے۔

شفاعت کی بحث میں اہم نکتہ یہ ہے کہ شفاعت صرف ایک موقف میں نہیں بل کہ تمام مواقف میں ہو گی۔ مثلاً صلہ رحم والے موقف میں جہاں صلہ رحم کو قطع کرنے والے شخص کی سزا ہزاروں سال بنتی ہے اگر یہ طے ہو جائے کہ اس کی مکمل سزا جو کئی ہزار سالوں کو محیط ہے یہ پیغمبر اکرمؐ ائمہ اطہارؑ اور دوسرے شافعین کے ذریعے اس سزا میں خاطر خواہ کمی کی جا سکتی ہے۔ اسی طرح دوسرے مواقف میں بھی چوں کہ شفاعت کا دامن ان مواقف سے بھی زیادہ وسیع ہے چوں کہ شفاعت کرنے والے سکراتِ موت، عالم برزخ حتیٰ کہ خود دنیا میں بھی مومنین کی شفاعت کریں گے۔ قیامت کے دن عذابوں سے بچنے کا بہترین ذریعہ شفاعت ہے۔

اس نکتہ کا تذکرہ بھی خالی از لطف نہیں ہے کہ شفاعت کے مستحق صرف اور صرف موالیانِ حیدرِ کرارؑ ہی نہیں ہوں گے بل کہ بڑے بڑے ابرار صلحا حتیٰ کہ اولی العزم انبیاؑ بھی شفاعت کے متمنی ہوں گے۔ پیغمبر اکرمؐ جو شفاعت کے سب سے اعلیٰ درجے پر فائز ہوں گے ان کی شفاعت سے انبیاءؑ، اوصیاؑ، صلحاؑ، ابرارؑ کے درجات بلند ہوں گے۔ بروز محشر کوئی بھی ایسا نہیں ہو گا جسے رسولِ اکرم ﷺ، حضرت علی علیہ السلام، حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور دیگر آلِ محمد علیہم السلام کی شفاعت کی ضرورت نہیں ہو گی۔ اس مقامِ شفاعت کا اعلیٰ ترین درجہ وہی مقامِ محمود ہے جس کا تذکرہ قرآنِ کریم نے بھی فرمایا ہے:

ہم اپنی کتاب کے طریقہ کار کے مطابق سب سے پہلے آیات اور پھر روایات کی طرف رجوع کرتے ہیں تا کہ معارف اسلامی کے خرمن کے خوشہ چینوں میں ہم بھی شامل ہو جائیں۔

ہم ایسی آیات پیش کر رہے ہیں جو بظاہر شفاعت کی نفی کرتی ہیں اسی وجہ سے اہل سنت

بھائی بھی شبہات کا شکار ہوئے ہیں۔

بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں: سورۂ بقرہ میں ارشاد ہو رہا ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَنفِقُوا مِمَّا رَزَقْنَاكُم مِّن قَبْلِ أَن يَأْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيهِ وَلَا خُلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ وَالْكَافِرُونَ هُمُ الظَّالِمُونَ

"اے ایمان والو! جو مال ہم نے تمھیں دیا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس دن کے جس میں نہ تجارت کام آئے گی اور نہ دوستی کا فائدہ ہوگا اور نہ سفارش چلے گی اور ظالم وہی لوگ ہیں جنھوں نے کفر اختیار کیا" (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۲۵۴)۔

سورۂ مبارکہ بقرہ میں ہی ارشاد ہو رہا ہے:

وَاتَّقُوا يَوْمًا لَّا تَجْزِي نَفْسٌ عَن نَّفْسٍ شَيْئًا وَلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَلَا تَنفَعُهَا شَفَاعَةٌ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ

"اور اس روز سے ڈرو جب کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا اور نہ ہی اس سے معاوضہ قبول کیا جائے گا' نہ شفاعت اسے فائدہ پہنچا سکے گی اور نہ ہی کوئی مدد مل سکے گی" (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۱۲۳)۔

وہ آیات جو صراحتہً بیان کر رہی ہیں کہ اذنِ الٰہی سے شفاعت ہوگی۔ جیسے سورۂ بقرہ میں ارشاد ہو رہا ہے:

مَن ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِندَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۲۵۵)

"کون ہے جو اس کی اجازت کے بغیر اس کے حضور سفارش کر سکے؟"

اور سورۂ مبارکہ مریم میں ارشاد ہو رہا ہے:

لَّا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا

"کسی کو شفاعت کا اختیار نہ ہوگا سوائے جس نے رحمان سے عہد لیا ہو" (سورۂ مبارکہ مریم: آیت ۸۷)۔

سورۂ مبارکہ طٰہٰ میں ارشاد ہو رہا ہے:

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا

''اس روز کسی کی شفاعت فائدہ نہ دے گی سوائے اس کے جسے رحمان اجازت دے اور اس بات کو پسند کرے'' (سورۂ مبارکہ طٰہٰ: آیت ۱۰۹)۔

روایات کی روشنی میں پہلا شفیع اور دوسرے شفیعان

پیغمبر اکرمؐ فرماتے ہیں:

''ہر نبیؑ کا اِدعا اور خواہش تھی لیکن میں نے اپنی دعوت اور خواہش کو روزِ قیامت کے لیے چھوڑ دیا ہے تاکہ بروزِ قیامت اپنی اُمت کی شفاعت کر سکوں'' (بحارالانوار: ج۸،ص۳۴)۔

پیغمبرؐ گرامی قدر ارشاد فرماتے ہیں:

''بروزِ قیامت تین گروہ ہوں گے جو شفاعت کریں گے اور ان کی شفاعت قبول بھی کی جائے گی: (۱) انبیاؑ (۲) علما (۳) شہدا'' (بحارالانوار: ج۸،ص۳۴)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

''ہمارے شیعہ خدا کے نور سے خلق ہوئے ہیں اور اسی ربّ کی طرف پلٹ کر جائیں گے۔ خدا کی قسم! ہمارے شیعو! تم بروزِ قیامت ہم سے آملو گے ہم تمھاری شفاعت کریں گے اور ہماری شفاعت قبول کر لی جائے گی۔ خدا کی قسم! پھر تم بھی شفاعت کرو گے اور تمھاری شفاعت بھی قبول کر لی جائے گی۔ تم میں سے ایک بھی نہیں بچے گا مگر یہ آگ اس کے بائیں طرف سے بجھا نہ دی جائے اور اس کی دائیں طرف جنت واضح نظر نہ آنے لگے۔ ہمارے دوست اور مُحبّ دار جنت میں جائیں گے اور ہمارے دشمنوں کے لیے جہنم ہے'' (بحارالانوار: ج۸،ص۳۷)۔

امیر المومنین علیہ السلام کا فرمان ذیشان ہے:

''میں نے نبی ثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: بروزِ قیامت جب

سارے لوگ جمع ہو جائیں گے مجھے ایک منادی ندا دے گا: اے محمد مصطفیٰؐ! خدا نے تمہارے ہاتھ کھلے رکھے ہیں اگر تم چاہو تو اپنے دوستوں اہل بیتؑ کے محبّ داروں کو جزا دے سکتے ہو جس جس کو چاہتے ہو جزا دو (شفاعت کرو) پس میں کہوں گا: اے میرے پروردگار! میں ان کے لیے جنت چاہتا ہوں۔ پس پھر میں جسے چاہوں جنت میں مقام عطا کروں گا۔ یہ وہی مقامِ محمود ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۴۰)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"بروزِ قیامت ایک مومن تم میں سے ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے گا وہ اسے پہچان لے گا وہ مومن دیکھے گا کہ فرشتے اس کو اپنی نگرانی میں جہنم کی آگ کی طرف لے جا رہے ہیں وہ شخص اس مومن سے کہے گا: اے فلاں! ادھر آؤ میری بات سنو میں نے دنیا میں تمہارے لیے فلاں نیک کام کیا تھا تم جو مجھ سے جو چاہتے تھے میں نے تمہیں دے دیا تھا آج میری آرزو ہے کہ وہ نیکی مجھے لوٹا دو؟ وہ مومن موکل فرشتے سے کہے گا کہ اسے چھوڑ دو۔ خداوند کریم بھی اس مومن کی بات سن لے گا اور فرشتے کو حکم دے گا: اے فرشتو! اس مومن کے حکم پر عمل کرو اور اس شخص کو چھوڑ دو" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۴۱)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

"خدا کی قسم! ہم اپنے شیعوں کی شفاعت کریں گے۔ آپؑ نے اس بات کو تین بار دہرایا" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۴۲)۔

پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

"پانچ گروہ شفاعت کرنے والے ہوں گے: ① قرآن ② رحم ③ امانت ④ انبیاؑ ⑤ اہل بیتؑ رسولؐ" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۴۳)۔

ہم ایک روایت پیش کر رہے ہیں جو شفاعت کے مستحقین کی شرائط بیان کر رہی ہے۔

پیغمبرؐ گرامی قدر ارشاد فرماتے ہیں:

''جو شخص میرے حوض کوثر کے وجود پر ایمان نہیں رکھتا ہوگا خدا بھی اسے میرے حوض پر نہیں پہنچنے دے گا اور جو شخص میری شفاعت پر ایمان نہیں رکھتا ہوگا میں بھی اپنے ربّ سے اس کی شفاعت نہیں کروں گا۔ پھر فرمایا: میرے اہل بیتؑ کی شفاعت میری اُمت کے گناہانِ کبیرہ کے مرتکب افراد کے لیے ہوگی جب کہ نیک افراد کو تو ان کا مقام مل جائے گا'' (بحارالانوار: ج۸، ص۳۴)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اس آیت (لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''ان افراد سے مراد استثنا کو دیکھتے ہوئے وہ لوگ ہیں جو ہماری ولایت پر یقین رکھتے ہوں گے'' (بحارالانوار: ج۸، ص۳۶)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مومن اپنے دوست کی شفاعت کر سکے گا البتہ ناصبی (جو دشمن اہل بیتؑ) کی شفاعت نہیں کر سکے گا۔ اگر ایک ناصبی کی شفاعت تمام انبیاءؑ مقرب ملائک بھی مل کر کریں تو وہ قبول نہیں کی جائے گی'' (بحارالانوار: ج۸، ص۳۶)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اصحاب حدود (وہ افراد جو فاسق ہیں اور حدِ شرعی ان پر جاری ہونے والی ہے) جو صرف مسلمان ہیں نہ مومن ہیں نہ کافر اگر ان کے ساتھ کسی مومن نے شفاعت کا وعدہ کیا تھا تو وہ مسلمان ہرگز جہنّم میں داخل نہیں ہوگا اور وہ کافر جس سے جہنّم کا وعدہ کیا گیا ہے وہ ہرگز جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ان کے علاوہ جن کو بخشا جائے گا یہ وہ افراد ہوں گے جو اصحاب حدود (یعنی ان پر شرعی لحاظ سے حد جاری ہونی چاہیے) ہیں، جو نہ مومن ہیں نہ ہی کافر

وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نہیں رہیں گے۔ ایک دن بالآخر انھیں اس حال سے نکلنا ہوگا۔ ان کے حق میں اور مستضعفین کے حق میں ہوگی یعنی جن افراد کے دین پر خدا راضی ہوگا" (بحارالانوار: ج۸، ص۴۰)۔

عبدالحمید ابوالشئی کہتا ہے: میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: میرا ایک پڑوسی ہے جس نے پردۂ محرمات کو چاک کر دیا ہے۔ اس طرح کہ اس نے نماز سمیت تمام واجبات کو ترک کر دیا ہے۔

امامؑ نے فرمایا: سبحان اللہ! کیا عظیم بات ہے تجھے بتاؤں کہ اس سے بدترین کون ہوگا؟!

میں نے عرض کیا: جی! آپؑ نے فرمایا: کیا وہ ہم (اہل بیتؑ) سے دشمنی رکھتا ہے۔ اگر کوئی ایسا فرد ہو جو ہم اہل بیتؑ کا ذکر سنے اور اس کے قلب میں رقت پیدا ہو جائے تو ملائکہؑ اس کی پشت پر دست نوازش پھیریں گے اور خدا اس کے تمام گناہ معاف کر دے گا۔ مگر یہ کہ وہ دوبارہ ان کا ارتکاب نہ کر بیٹھے اس طرح وہ ایمان سے خارج ہو جائے گا۔ ہماری شفاعت (ہمارے حبّ داروں) کے حق میں قبول ہوگی جب کہ ناصبی (جو ہم سے دشمنی رکھتے ہیں) کے حق میں قبول نہیں ہوگی (بحارالانوار: ج۸، ص۵۶)۔

حضرت ابوالحسن (امام موسیٰ کاظمؑ یا امام رضاؑ) ارشاد فرماتے ہیں: ہمارا شیعہ وہ ہے جو نماز پڑھتا ہو زکوٰۃ ادا کرتا ہو بیت اللہ الحرام کی زیارت کو جائے ماہِ رمضان کے روزے رکھے اور ہم اہل بیتؑ سے محبت اور دوستی رکھتا ہو اور ہمارے دشمنوں سے برأت کرتا ہو۔ جس میں یہ شرائط پائی جائیں گی وہ جنتی کثیر تعداد میں موجود لوگوں کی شفاعت کریں گے (اگرچہ ان کی تعداد قبیلہ ربیعہ ومضر سے زیادہ کیوں نہ ہو)۔ ان کے حق میں ہمارے شیعوں کی شفاعت قبول کی جائے گی کیوں کہ یہ حضرات خدا کے نزدیک صاحبانِ کرامت ہیں (بحارالانوار: ج۸، ص۵۹)۔

روایات میں شفاعت کی اہمیت

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"جو شخص تین چیزوں کا انکار کرے وہ ہمارا شیعہ نہیں ہے۔ معراج، قبر کے

سوالات اور شفاعت۔"

حضرت امام علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جو شخص پیغمبرؐ اکرم کی شفاعت پر عقیدہ نہیں رکھتا اس تک آپؐ کی شفاعت پہنچے گی بھی نہیں" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۳۱)۔

بشر بن شرح بصری کہتا ہے میں نے امام محمدؑ بن علیؑ کی خدمت میں عرض کیا: میں کس آیت سے اپنی نجات کی اُمید رکھوں؟

آپؑ نے فرمایا: تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟

کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: یہ آیت:

يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ

"اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا" (سورۂ مبارکہ زُمر: آیت ۵۳)۔

آپؑ نے فرمایا: ہم اہل بیتؑ اس آیت سے استثنا نہیں کرتے ہیں بل کہ آپؑ نے فرمایا یہ آیت:

وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (سورۂ مبارکہ ضحیٰ: آیت ۵)

"عن قریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔"

یعنی خدا کی قسم! شفاعت، خدا کی قسم! شفاعت، خدا کی قسم! شفاعت (بحارالانوار: ج ۸، ص ۵۷)۔

.......❁.......

فصل ششم

جنت

نظام آفرینش میں انقلاب آ جانے کے بعد' دو مرتبہ حضرت اسرافیلؑ کے ذریعے صور پھونکے جانے کے بعد' میدانِ محشر اور اس کی تمام حشر سامانیوں کے ظاہر ہو جانے کے بعد' آفرینش کے باطن وملکوت سے جنت اور جہنم بھی ظاہر ہو جائے گی:

وَاِذَا الْجَحِيْمُ سُعِّرَتْ ○ وَاِذَا الْجَنَّةُ اُزْلِفَتْ

''اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی اور جب جنت قریب لائی جائے گی'' (سورۂ مبارکہ تکویر: آیات ۱۲،۱۳)۔

جیسا کہ بیان ہو چکا ہے جہنم سارے اہل محشر کا احاطہ کرے گی۔ دوزخ کی دل دوز صدا سے اہل محشر لرزہ براندام ہو جائیں گے۔ نیز بیان ہو چکا ہے کہ پل صراط بال سے زیادہ باریک' تلوار سے زیادہ سخت تیز ہوگا اور جہنم پر بنا ہوگا جس پر پچاس مواقف بنے ہوں گے' جو پچاس عبادی اُمور (اوامر ونواہی) کے نام پر بنے ہوں گے۔ بعض جنات اور انسان ہوں گے جو شرک' غلط عقائد اور بداعمالیوں کے سبب پل صراط سے گزرنے کی بجائے بغیر حساب کے جہنم میں جا گریں گے اور ایک گروہ ایسا بھی ہوگا جو پل صراط پر بنے مواقف کو بڑی تیزی سے عبور کرتے ہوئے آخری موقف جس کا نام ''مرصاد' حق الناس'' ہے تک جا پہنچے گا۔ جہاں سے جنت کی پُرشکوہ دیواریں آشکار ہوں گی۔ ہر گروہ اپنے ایمان کے تناسب سے وہاں پر بنے ہوئے حسین دروازوں سے گزرنا شروع ہو جائیں گے۔ جنت میں پہنچ کر ابدی نعمات سے بہرہ مند ہونا شروع ہو جائیں گے۔ یہ جہان بڑے حسین' زیبا اور دل فریب ہوں گے' انسان ہرگز ان کی تبدیلی کی سوچ کو اپنے اندر جگہ نہیں دے گا:

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا (سورۂ مبارکہ کہف: آیت ۱۰۸)

''جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے وہاں سے کہیں اور جانا پسند نہیں کریں گے۔''

وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے جو صورتِ حال انھیں درپیش ہو گی اس میں تبدیلی ہرگز نہیں ہو گی۔ یہ مختصری وہ روداد تھی جو قیامت کے شروع سے لے کر جنت تک کے داخلے تک کے حالات پر مشتمل تھی۔ اس عظیم الشان اور پُرکیف وادی کے متعلق مزید بحث پیش کرنے کے لیے ہم دوبارہ جنت کی طرف پلٹتے ہیں۔

جنت کے درجات' مکانات اور اسما

جنت کہاں ہے؟

شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو جس نے اپنے آپ سے یہ سوال نہ کیا ہو کہ جنت کہاں ہے؟ اگر ہم یہ جواب دیں کہ جنت اس وقت بھی موجود ہے۔ البتہ اس جہانِ مادی کے باطن میں تو پھر ان روایات پر خدشہ وارد ہو جائے گا جن میں سے بعض کہتی ہیں کہ جنت آسمانوں پر اور دوزخ زمین پر واقع ہے۔

اگر ہم کہیں کہ زمین و آسمان اور جنت و جہنم کی تلاش سے ہمیں ان شاء اللہ پتا چل جائے گا۔ کہیں کسی ویرانے میں جنت آباد کر دی گئی ہو گی۔ نظامِ آفرینش بھی انسان کے وجود کے مانند ایک مثالی اور ملکوتی وجود رکھتا ہے۔ ایک مادی و طبیعی بُعد' جنت اور جہنم مثالی صورت میں عالم مادہ کے باطن میں موجود ہے۔ جیسا کہ بہت ساری مثالی اور خیالی تصویریں جسمانی ہیکل کے ماورا میں موجود ہوتی ہیں۔ ہم جب بھی چاہیں خزانے سے ان تصاویر کا دیدار کر سکتے ہیں یعنی اپنے حافظے سے انھیں باہر لے آتے ہیں۔ جب ضرورت محسوس کرتے ہیں تازہ ترین تصاویر بنا لیتے ہیں۔

بنابریں جنت اور جہنم دونوں اس وقت بھی موجود ہیں۔ البتہ ہم لوگ جو عالم مادہ کے اسیر ہو چکے ہیں یہ ہماری نگاہوں سے پنہاں ہیں۔ جنت اور جہنم کی تصویروں کے ظہور کے لیے اس عالم مادہ میں عظیم تبدیلی کی ضرورت ہے۔ جس طرح پھل کی پنہاں تصویر موسمی تبدیلی کے بعد نظر آنا شروع ہو جاتی ہے۔ آسمانی تبدیلی کے بعد جنت کی ملکوتی تصویر اور زمین کی تبدیلی کے بعد جہنم کی ملکوتی تصویر سامنے آ جائے گی بالفاظِ دیگر یہ مثالی تصویریں (جو جنت اور جہنم کی ہیں) اپنے بیرونی اور مادی مصالح کو زمین و آسمان میں تلاش کرتی ہیں۔ جس طرح انسانی ملکات (مثالی تصاویر) قیامت کے خاک و گل میں (قیامت کے خاکی بدن) آپس میں مل

جائیں گے اور ایک شکل کا روپ دھار لیں گے۔ یہ ہے ان پہلی احادیث کا مجموعہ جو بیان کرتی ہیں کہ جنت اور جہنم کا مثالی اور ملکوتی وجود ہے۔

نمونہ اوّل

جناب ہروی (امام رضاؑ کے ایک صحابی ہیں) نے امام رضاؑ کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! ہمیں جنت اور جہنم کے بارے میں مطلع کریں۔ کیا دونوں خلق ہو چکی ہیں؟

امامؑ نے فرمایا: ہاں! جس وقت رسولؐ اکرم معراج پر گئے تو آپؐ جنت کے اندر بھی تشریف لے گئے اور جہنم کو بھی دیکھا۔

میں نے عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! بعض کہتے ہیں کہ جنت اور جہنم دونوں مقدر و پنہاں ہیں جو اب تک خلق نہیں ہوئے ہیں، خلق ہوں گے۔

امامؑ نے فرمایا: وہ (یہ کہنے والے) ہم میں سے نہیں ہیں اور ہم بھی ان میں سے نہیں ہیں جو لوگ اس وقت بالفعل موجود جنت و جہنم کا انکار کرتے ہیں گویا وہ پیغمبرؐ خدا کا انکار کرتے ہیں۔ وہ ہماری تکذیب کرتے ہیں اور ہماری ولایت پر نہیں ہیں اور آپؑ نے قرآن کی اس آیت سے استشنا فرمایا:

هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِیْ یُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ○ یَطُوْفُوْنَ بَیْنَهَا وَبَیْنَ حَمِیْمٍ اٰنٍ (سورۂ مبارکہ رحمٰن: آیات ۴۳،۴۴)

"وہی جہنم ہے جسے مجرمین جھٹلاتے تھے۔ وہ جہنم اور کھولتے ہوئے انتہائی گرم پانی کے درمیان گردش کرتے رہیں گے۔"

پھر آپؑ نے احادیث معراجیہ میں سے ایک کی طرف اشارہ فرمایا کہ رسولؐ اکرم نے اس طرح فرمایا: جب مجھے آسمانوں پر لے جایا گیا حضرت جبرئیلؑ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنت کے اندر لے گیا، جنتی خوش بو عطا کی گئی۔ میں نے اسے کھالیا، اسی جنت کے پھل سے نور فاطمہؑ میرے صلب میں منتقل ہوا۔ اسی وجہ سے میری بیٹی فاطمہؑ حوراء انسیہ (انسانی شکل میں حور) ہے۔

مجھے جب بھی جنت کا شوق ہوتا میں اپنی بیٹی کی خوش بو سونگھتا ہوں (بحارالانوار: ج۸، ص۱۱۹)۔

نمونہ دوم:

پیغمبرؐ گرامی قدر کا ارشاد ہے:

"جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا میں جنت میں داخل ہوا۔ میں نے جنت میں ملائکہؑ دیکھے جو تعمیرات میں مصروف تھے۔ ان کے پاس سونے اور چاندی کی اینٹیں تھیں۔ کبھی وہ کام کرتے اور کبھی چھوڑ دیتے۔ میں نے کہا: یہ تم کیا کر رہے ہو کبھی کام شروع کر دیتے ہو اور کبھی چھوڑ دیتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: ہم مصالح کا انتظار کرنے لگتے ہیں۔ میں نے پوچھا: مصالح سے کیا مراد ہے؟ فرشتوں نے عرض کیا: دنیا میں مومن کا قول (سبحان اللّٰہ و الحمدللّٰہ و لا الہ الا اللّٰہ و اللّٰہ اکبر) جب وہ ورد کرتا ہے ہم کام شروع کر دیتے ہیں اور جب وہ ذکر بند کرتا ہے ہم کام بند کر دیتے ہیں" (بحارالانوار: ج۸، ص۱۲۳)۔

نمونہ سوم:

پیغمبرؐ گرامی قدر نے فرمایا:

"لیلۃ الاسراء میں میری حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ انھوں نے مجھ سے کہا: اپنی اُمت سے کہو کہ جتنے زیادہ ہو سکیں جنت میں درخت لگاؤ۔ چوں کہ جنت کی اراضی بہت وسیع ہے اور اس کی (فضا) بہت ہی پاکیزہ ہے۔ میں نے پوچھا: جنت میں درخت لگانے سے مراد کیا ہے؟ انھوں نے کہا: لا حول ولا قوۃ الا باللّٰہ" (بحارالانوار: ج۸، ص۱۴۹)۔

جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے جنت اور جہنم اعمال کے مجسم ہونے والے مقامات ہیں جو لحہ بہ لحہ انسان کے ساتھ متصل رہتے ہیں۔ ان کا رابطہ ملکوت آفرینش کے ساتھ بھی ہے تبھی تو یہ تعمیر ہوتے رہتے ہیں۔ جوں ہی انسان مرتا ہے یہ مجسم شدہ اعمال اور تصاویر پردے

ہٹ جاتے ہیں جیسے ارشاد ہے:

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ (سورۂ مبارکہ طارق: آیت ۹)

"جس دن دلوں کے بھید جانچیں جائیں گے۔"

ہم ذیل میں چند احادیث پیش کر رہے ہیں جو زمین و آسمان میں موجود جنت اور جہنم کی نشان دہی کر رہی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں:

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ دو یہودی امیرالمومنین علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انھوں نے چند سوالات پیش کیے۔ ان میں یہ دو سوال بھی تھے: جنت کہاں ہے؟ اور جہنم کہاں ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جنت آسمانوں پر ہے جب کہ جہنم زمین میں ہے۔

انھوں نے عرض کیا: سات (جہنموں، دوزخوں) سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: ان سے مراد جہنم کے سات ابواب ہیں جو ہر طبقے (منزل) پر ہیں۔

انھوں نے پھر عرض کیا: سات جنتوں سے کیا مراد ہے؟

آپؑ نے فرمایا: جنت کے دروازے (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۲۸)۔

علی بن ابراہیم قمی نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ جنت آسمانوں پر ہے اس آیت کریمہ:

لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ

"ان کے لیے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے۔ ان کا جنت میں جانا اس طرح محال ہے" (سورۂ مبارکہ اعراف: آیت ۴۰)۔

اور یہ ثابت کرنے کے لیے کہ جہنم زمین میں ہے اس آیت کریمہ:

وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ (سورۂ مبارکہ تکویر: آیت ۶)

"اور جب سمندروں کو جوش میں لایا جائے گا۔"

سے استناد فرمایا۔

سورۂ تکویر کی آیات: جنت و جہنم کی پیدائش کے مقدمہ کو بیان کر رہی ہیں اور بیان کر

رہی ہیں کہ جنت آسمانوں اور جہنم زمینوں میں ہے۔

ارشاد ہو رہا ہے:

إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ○ وَإِذَا النُّجُومُ انكَدَرَتْ ○ وَإِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ ○ وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ○ وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ ○ وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ○ وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ ○ وَإِذَا الْمَوْءُودَةُ سُئِلَتْ ○ بِأَيِّ ذَنبٍ قُتِلَتْ ○ وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ ○ وَإِذَا السَّمَاءُ كُشِطَتْ ○ وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ ○ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ (سورۂ مبارکہ تکویر: آیات ۱ تا ۱۳)

"جب سورج پلٹ دیا جائے گا اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے اور جب پہاڑ چلائے جائیں گے اور جب حاملہ اُونٹیاں (اپنے حال پر) چھوڑ دی جائیں گی۔ جب وحشی جانور اکٹھے کر دیے جائیں گے اور جب سمندروں کو جوش میں لایا جائے گا اور جب جانیں (جسموں سے) جوڑ دی جائیں گی اور جب زندہ درگور لڑکی سے پوچھا جائے گا کہ وہ کس گناہ میں ماردی گئی ہے اور جب اعمال نامے کھول دیے جائیں گے اور جب آسمان اُکھاڑ دیا جائے گا اور جب جہنم بھڑکائی جائے گی اور جب جنت قریب لائی جائے گی۔"

جنت کے درجات اور اسما

بہشت (جنت) لفظ جنت کی جمع قرآن کریم میں "جنات" بھی استعمال ہوئی ہے جیسے:

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

"بنابرایں جنت ایک نہیں ہے بلکہ کئی جنتیں ہیں۔"

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

یہ نہ کہو کہ جنت ایک ہے چوں کہ ارشاد خداوند ہے:

درجت بعضها فوق بعض

"جنت کے درجات ہیں بعض درجات کو بعض پر فوقیت حاصل ہے۔"

جنت کے درجات کے فوق و تحت (اوپر نیچے) ہونے کے لیے طبقاتی صورت نہیں ہے۔ ہاں البتہ جہنم کے طبقات ہیں (جہنم طبقہ در طبقہ) ہے اور طبقے آپس میں باہم ملے ہوئے ہیں۔ اس کا طبقہ اسفل (نچلا) طبقہ اعلیٰ سے زیادہ جلانے والا ہوتا ہے اور زیادہ عذاب دینے والا ہوتا ہے جب کہ جنت میں درجہ بندی ہے۔ معنوی اور مادی لذتوں میں تفاوت ایک اساس کی بنیاد پر ہے مثلاً ایک شخص اگر سیب کے باغات سے بھرا ہوتا ہے تو ہو سکتا ہے دوسرے شخص کو گلابوں کا باغ زیادہ خوش کرتا ہو اسی لیے جنتی حضرات دوسرے افراد کو ملنے والی نعمات کی آرزو نہیں کریں گے۔ چوں کہ جنتی آرزو اور لالچ کرنے لگیں تو پھر آرام اور لذت حاصل نہیں ہو گی۔ اسی لیے قرآن کریم نے جنت والوں کی روحانی تصویر اس انداز میں پیش کی ہے:

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا (سورۂ مبارکہ کہف: آیت ۱۰۸)

"جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے وہاں سے کہیں اور جانا پسند نہیں کریں گے۔"

جنت کے درجات کی خاطر چند معین اور محدود نعمات کا ذکر نہیں کیا جا سکتا چوں کہ ایمان کے سرایت محدود نہیں ہیں اگرچہ درج ذیل کی روایت میں جنت کی سو نعمات کا تذکرہ ہے مگر یہ سو کا عدد شاید کثرت پر دلالت کر رہا ہے۔

رسولؐ اکرم ارشاد فرماتے ہیں:

"جنت کے سو (۱۰۰) درجات ہیں۔ ان درجات کے درمیان اتنا فرق ہوتا ہے جتنا زمین اور آسمان کے درمیان ہوتا ہے۔ جنت کے سب سے اعلیٰ درجے کا نام فردوس ہے۔ اس درجے کے درمیان میں نہریں جاری ہوں گی" (بحار الانوار: ج ۸، ص ۱۹۶)۔

قرآن کریم نے ان بعض درجات کا نام لے کر ذکر فرمایا ہے:

رِضْوَانٌ (سورۂ مبارکہ آل عمران: آیت ۱۵)

جیسے:

جَنّٰتِ النَّعِيمِ (سورۂ مبارکہ مائدہ: آیت ۶۵)

دَارُ السَّلٰمِ (سورۂ مبارکہ انعام: آیت ۱۲۷)

جَنّٰتِ عَدْنٍ (سورۂ مبارکہ توبہ: آیت ۷۲)

جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ (سورۂ مبارکہ کہف: آیت ۱۰۷)

جَنَّةُ الْخُلْدِ (سورۂ مبارکہ فرقان: آیت ۱۵)

جَنّٰتُ الْمَاْوٰى (سورۂ مبارکہ سجدہ: آیت ۱۹)

مَقْعَدِ صِدْقٍ (سورۂ مبارکہ قمر: آیت ۵۵)

درج ذیل کی حدیث میں بھی جنت کے بعض ناموں کا تذکرہ کیا گیا ہے:

عبداللہ بن علی نے بلالؓ حبشی (مؤذن رسولؐ اللہ) سے ملاقات کی اور ان سے اپیل کی کہ براو کرم جنت کی صفات بیان کریں۔ حضرت بلالؓ نے پیغمبرؐ گرامی کا قول نقل کیا جس میں تفصیل سے جنت کا ذکر تھا۔ اس کا ایک حصہ ہمارے ساتھ مخصوص ہے (...... میں نے عرض کیا اس نہر کا نام کیا ہے؟)

فرمایا: جنت الماویٰ۔

میں نے عرض کیا: کیا اس کے درمیان اس کے علاوہ بھی کچھ ہے؟ (یعنی اس سے بلند بھی کوئی مرتبہ ہے؟)

آپؐ نے فرمایا: بہشت عدن ہے۔ یہ جنتوں کے درمیان ہے۔ اس کی دیواریں یاقوت سے بنی ہیں جن پر لولو کے سنگ ریزے لگے ہیں۔

میں نے عرض کیا: اس کے علاوہ بھی جنتیں ہیں۔

آپؐ نے فرمایا: ہاں! جنت فردوس ہے۔

میں نے عرض کیا: اس کی دیواریں کیسی ہیں؟

فرمایا: نور سے بنی ہیں (بحارالانوار: ج۸، ص ۱۱۷)۔

جنت کی تعمیر

جنت کی دیواروں' محلات' کمروں اس کی سرزمین کی خصوصیت یہ ہے کہ سونا' چاندی' لولو' یاقوت اور مرجان اور دوسرے قیمتی پتھروں سے اس کی تعمیر ہوئی ہے۔ تعجب اس بات پر ہے کہ جب اس جہان میں تبدیلی رونما ہوگی اس دنیا میں عظیم تبدیلی اور انقلاب حرکت جوہری کے ذریعے رونما ہوگا۔ کیا پھر بھی یہ پتھر اور مادی مصالح موجود رہیں گے؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ

اولاً: یہ مادی طبیعت جس نے کئی ملین سالوں کا سفر طے کیا ہے اس دوران خاک سے پتھر بن گئے۔ پتھر فلزات میں بدل گئے۔ پھر وہ محکم سے محکم تر ہوتے چلے گئے' پھر سونا' چاندی' پلاٹین اور دوسرے قیمتی پتھر مثلاً فیروزہ' یاقوت' زمرد وغیرہ بن گئے۔

ثانیاً: آخرت کے نظام میں خداوند متعال کے حکم سے یہ خاک' پتھر اور فلزات وغیرہ حسین جمیل پتھروں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ جن کا مقابلہ دنیا کے سونے چاندی یا جواہرات سے نہیں کیا جا سکتا۔ بس ان کے درمیان صرف ایک نام کی حد تک اشتراک ہے۔ جیسا کہ ہم جنت کے کھانوں' خوش بوؤں کا مقابلہ دنیا کے کھانے وغیرہ سے نہیں کر سکتے۔ صرف نام کی حد تک ان میں قدر مشترک ہے۔ اسی طرح جنت کے محلات' کمروں' نہروں' باغوں کی الفاظ کی حد تک صفت بیان کی جا سکتی ہے۔ یہ مقام تعجب نہیں ہے' بل کہ اگر ہم تعجب کریں گے تو یہ ہماری تنگ نظری کی دلیل ہوگی چوں کہ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ اپنے بالفعل مشاہدہ کے ذریعے ہر چیز کا قیاس یا مقابلہ کریں جیسے ایک جنین جو رحم مادر میں ہوتا ہے وہ ہرگز خون وغیرہ سے بنی ہوئی کثیف غذا کھانا پسند نہیں کرتا ہے مگر وہ طبیعت پر خوش گوار اثرات مرتب کرنے والی چیزیں: دودھ' گوشت' پھل وغیرہ بھی نہیں کھا سکتا۔ لہٰذا وہ ان دونوں غذاؤں کے درمیان فرق کا قائل ہو جاتا ہے۔

اس مقدمہ کے بعد ہم جنت کے تعارف اور سیر کا آغاز اس کی در و دیوار اور دروازوں سے کر رہے ہیں۔ سب سے بہتر ہے کہ ہم جنت کا تعارف حدیث کے ذریعے حاصل کریں:

نمونۂ اوّل:

ہم اس سے قبل حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے منقول حدیث اور دوسری احادیث نبویؐ ذکر کر چکے ہیں۔ اس حدیث میں جنت کے در و دیوار کے متعلق یوں بیان ہے۔ یہ بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے منقول ہے' وہ فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم! میں نے رسولؐ خدا سے سنا کہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: جنت کی دیواریں' سونے' چاندی اور یاقوت کی اینٹوں سے بنی ہوں گی اُن پر مشک اذفر کا گارا لگا ہو گا۔

میں نے عرض کیا: اس کے دروازے کیسے ہوں گے؟

فرمایا: مختلف دروازے ہوں گے۔ دَرِ رحمت' سرخ یاقوت سے بنا ہو گا۔

میں نے عرض کیا: اس کا کنڈا؟

فرمایا: مجھے پریشان مت کرو میں صرف تمھیں بتا رہا ہوں کہ میں نے رسولؐ خدا سے سنا...... باب صبر ایک چھوٹا سا دروازہ ہے جس کا ایک پٹ ہے۔ یہ سرخ یاقوت سے بنا ہوا ہے اس پر کنڈا نہیں لگا ہوا۔ باب شکر' سفید یاقوت سے بنا ہوا ہے اس کے دو پٹ ہیں۔ دونوں کا مسیر دنیا کے لحاظ سے پانچ سو ہزار سال کی مسافت کو محیط ہو گا۔ جب یہ دروازہ کھلے گا ایک بلند چیخ جیسی آواز پیدا کرے گا اور کہے گا: اے میرے پروردگار! میرے اہل شاکرین کو میرے اندر لے آ۔

میں نے عرض کیا: کیا دروازے بھی بولتے ہیں؟

فرمایا: اس دن پروردگار اسے گفتگو کی اجازت دے گا۔

باب بلا کے بارے میں' مَیں نے عرض کیا: کیا یہ وہی صبر والا دروازہ نہیں ہے؟

میں نے پوچھا: بلا سے مراد کیا ہے؟

فرمایا: بلا سے مراد بیماریاں مصائب دکھ' پریشانیاں' جذام و برص جیسے امراض یہ لوگ اس دروازے سے آئیں گے۔ یہ دروازہ زرد رنگ کے یاقوت سے بنا ہو گا۔ اس کا بھی ایک پٹ ہو گا اور اس پر کنڈ لگی ہو گی اس میں داخل ہوں گے۔ ایک باب اعظم ہو گا جس سے خدا کے صالح

افراد اندر آئیں گے۔ یہ دروازہ متقی' اہل ورع اور خدا کی طرف رغبت رکھنے والوں کے لیے مخصوص ہے چوں کہ ان افراد سے خدا ہمیشہ مانوس ہو گا اس لیے...... (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۱۶، ۱۱۷)۔

نمونۂ دوم:

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں: جنت کے آٹھ دروازے ہوں گے: ایک دروازہ انبیاؑ و صدیقین کے لیے مخصوص ہو گا اور دوسرا دروازہ شہدا اور صالحین کے لیے مخصوص ہو گا جب کہ باقی پانچ دروازے ہمارے شیعوں اور محبوں کے لیے مخصوص ہیں۔ میں پل صراط پر کھڑے ہو کر مسلسل دعا کروں گا اور عرض کروں گا: اے پروردگار! میرے شیعوں' دوستوں اور محبوں کو جس نے بھی دنیا میں مجھ سے محبت کی' اس کی حفاظت فرما۔ اور ایک دروازہ باقی مسلمانوں کے لیے مخصوص ہو گا جس میں لا الہ الا اللہ پڑھنے والے داخل ہوسکیں گے۔ شرط یہ ہے کہ ان کے دل کے اندر ہم اہل بیتؑ کی دشمنی ذرہ برابر بھی موجود نہ ہو تو (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۲۲)۔

ایک انتہائی جالب اور لطیف نکتہ ہے جسے جاننا چاہیے کہ جنت کے دروازے جیسا کہ قرآن و روایات سے معلوم ہوا ہے جسمانی اور معنوی حسن و زیبائی کی آمیزش کا بہترین نمونہ ہیں۔ یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ قیامت مکافات اور جزا کا گھر ہے۔ یہاں پند و نصائح کا کیا فائدہ ہے؟

اس کا جواب یہ ہے جو کچھ بھی وہاں مشاہدہ کیا جاتا ہے وہ اس جہان کا ملکوت ہے۔ مومن آیات و روایات کے مطابق جنت کے دروازوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

یہ بحث دراصل جنت کے متعلق ہے۔ یہ کتنی اہمیت کی حامل ہے' مگر معذرت کے ساتھ اس دنیا میں یہ ابحاث متروک ہو چکی ہیں۔

جنتی مکتوبات کے مضامین ہم دو احادیث کے ذریعے پہچانیں گے:

رسولؐ اکرم ارشاد فرماتے ہیں:

وہ رات جس میں مجھے آسمانوں کی سیر کے لیے لے جایا گیا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا: میری ڈیوٹی لگی ہے کہ میں آپؐ کو جنت اور جہنم کی سیر کراؤں (نشان دہی کروں)۔

آپؐ نے فرمایا: میں نے جنت کو اس کی نعمتوں سمیت اور جہنم کا اس کے عذاب سمیت مشاہدہ کیا' جنت کے آٹھ دروازے ہیں۔ ہر دروازے پر چار کلمے تحریر ہیں۔ ہر کلمہ دنیا اور جو کچھ اس میں ہے اور اس میں عمل ہوتا ہے' سے بہتر ہوتا ہے اور جہنم کے دروازے سات ہیں۔ ہر دروازے پر تین کلمے درج ہیں۔ ہر کلمہ اور جو کوئی اس پر عمل کرے وہ دنیا و مافیا سے بہتر ہے۔ پس حضرت جبرئیل علیہ السلام نے مجھ سے کہا: اے محمدؐ! پڑھو جو کچھ ان دروازوں پر لکھا ہے۔ پہلے دروازے پر تحریر تھا: لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ۔ ہر چیز کے لیے کوئی نہ کوئی چارہ ہوتا ہے۔ دنیا میں زندگی گزارنے کا ایک چارہ ہے۔ وہ یہ ہے کہ بندے کے اندر چار صفات ہونی چاہیے: ① قناعت ② بذل حق (حق کو حق داروں تک پہنچانا) ③ ترک کینہ ④ اہل خیر کے ساتھ ہم نشینی۔

دوسرے دروازے پر تحریر تھا: لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ۔ ہر چیز کے لیے چارہ ہے۔ آخرت میں راحت و سرور حاصل کرنے کے لیے چار صفات ضروری ہیں: ① یتیموں کے سر پر ہاتھ پھیرے ② بے سہارا اور بیوہ خواتین کے ساتھ نرم رویہ ③ مومنین کی ضروریات ختم کرنے کے لیے ہر ممکن کوشاں رہنا ④ فقرا و مساکین کی ضرورتوں کو پورا کرنا۔

تیسرے دروازے پر تحریر تھا: لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ۔ ہر مشکل کا ایک حل ہے دنیا میں صحت و سلامتی حاصل کرنے کا راستہ چار صفات میں پنہاں ہے:

① کم بولنا ② کم سونا ③ کم کھانا ④ کم بھاگنا

چوتھے دروازے پر تحریر ہے: لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ۔ جو شخص خدا اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ مہمانوں کی مہمان نوازی میں گرم جوشی دکھائی چاہیے۔ جو شخص خدا اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ ہمسائیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے۔ جو شخص خدا اور بروزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرے' جو شخص خدا اور آخرت پر ایمان رکھتا

ہے اسے چاہیے کہ وہ اچھی گفتگو کرے یا پھر سکوت اختیار کرے۔

پانچویں دروازے پر تحریر تھا: لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ۔

جو چاہتا ہے کہ اس پر ظلم نہ ہو تو وہ ظلم نہ کرے۔ جو چاہتا ہے کہ کوئی اس کی سرزنش نہ کرے تو پھر وہ کسی کی سرزنش نہ کرے۔ جو چاہتا ہے کہ وہ رسوا نہ ہو تو وہ دوسروں کو رسوا نہ کرے۔ جو چاہتا ہے کہ خدا کی رسّی کو مضبوطی سے تھام لے وہ کہے: لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ۔

جنت کے چھٹے دروازے پر تحریر تھا: لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ۔ جو چاہتا ہے کہ عالم برزخ میں اس کی قبر وسیع ہو اسے چاہیے کہ مسجد تعمیر کرے (یا مسجد کی تعمیر میں شرکت کرے)' جو چاہتا ہے کہ زیر زمین اس کا بدن حشرات الارض کے کھانے سے محفوظ رہے۔ وہ مسجد میں قیام کرے (یعنی اپنی نمازیں مسجد میں ادا کرے)۔ اور جو شخص جنت میں اپنا گھر دیکھنا چاہتا ہے (عالم خواب میں یا عالم رؤیا) تو اسے چاہیے کہ وہ مسجد کو نہ بیچے (فلیکن المساجد بالبسط)۔

ساتویں دروازے پر تحریر ہے: لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ۔

دل کی سفیدی (روشنی' نور) حاصل کرنے کے لیے چار صفات ضروری ہیں: ① مریض کی عیادت ② تشییع جنازہ ③ قرض کا ادا کرنا ④ دین کا ادا کرنا۔

آٹھویں دروازے پر تحریر ہے: لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ۔

جو چاہتا ہے کہ وہ ان دروازوں سے داخل ہو سکے اس کے اندر چار صفات کا ہونا ضروری ہے: ① سخاوت ② حسن خلق ③ صدقہ دینا ④ خدا کے بندوں کو تکلیف نہ دینا۔

امیر المومنین علیہ السلام' پیغمبر اکرم کا قول نقل کر کے فرماتے ہیں:

"جنت میرے سامنے لائی گئی' میں نے سونے سے لکھے ہوئے یہ الفاظ پڑھے: لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ علی ولی اللّٰہ فاطمہ امۃ اللّٰہ الحسن و الحسین صفوۃ اللّٰہ و علی مبغضھم لعنت

اللہ (بحار الانوار: ج ۸، ص ۱۹۱)۔

جنت کی دیوار اور جو کچھ وہاں تحریر ہے پر اگر توجہ کی جائے تو سمجھ میں آتا ہے کہ دنیا میں کسی چیز سے ان کا مقابلہ کرانا صحیح نہیں ہے۔ آئیں جنت کے اندر جا کر اس کے محلات اور صحن کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اس کا حُسن آنکھوں کو خیرہ کر دینے والا ہے۔ اس کی توصیف ناقابل بیان ہے چوں کہ جس میٹریل سے جنت بنی ہے دنیا میں وہ قابل مقائسہ ہے ہی نہیں۔ نہ ہی دنیا میں اس کی کوئی نظیر ہے۔ جن لوگوں کو حالتِ خواب میں ایسے مقامات دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے' بیدار ہونے کے بعد اس دیدار کے شوق میں ان سے سونا اور کھانا پینا چھوٹ گیا ہے۔ چند دنوں کے اندر ہی وہ اپنے ربّ سے جا ملے ہیں۔ ان محلات کے اندر کمرے موجود ہیں' جن میں حسین وجمیل جنتی خدمت گزار حکم کے منتظر بیٹھے ہیں۔ ہر کمرہ انواع و اقسام کے وسائل زندگی سے مزین و مرصع' قالین غلیچے' پلنگ' بلوریں برتن' ہر چیز اپنی مثال آپ ہے۔

ہم یہیں سے ایک اشتباہ دور کرنے کی کوشش کریں گے کہ ہم جنت کے کمروں کو دنیا کے کمروں والا نام نہیں دے سکتے۔ نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک دو یا تین کمرے انھیں کہا جا سکتا ہے۔ اس لیے کہ جنت کے کمرے بہت ہی وسیع و عریض اور بہت بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ ان کمروں کا ایک حصہ اتنا وسیع ہوتا ہے کہ وہ ایک طرف سے اس جہان اُخروی سے مربوط ہوتا ہے تو دوسری طرف سے وہ انسان کے اعمال و کردار کی وسعتوں سے جڑا ہوتا ہے۔ اگر ہم یہ سن لیں کہ جنت کے محلات میں سے ایک محل اس دنیا جتنا وسیع ہوگا تو یہ بے جا نہیں ہوگا۔ البتہ ہمیں تعجب کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے۔ چوں کہ جب ہم قیاس آرائیاں کریں گے تو یقیناً ہم چھوٹے سے وجود کو اس عظیم وجود پر قیاس کرنا شروع کریں گے۔ اس لیے کہ روح مادہ کے زندان سے خارج ہو چکا ہے۔ اب اشیا کے ادراک کی قوت یا راستہ چلنے کی طاقت کئی میلوں کے برابر ہو جاتی ہے۔ اگر اس جہان میں انسان کا جسم چند افراد کے برابر ہے تو اس جہان میں کئی ہزار کے برابر ہے۔ مثلاً اگر ہم فرض کریں کہ ایک کمرے کی اونچائی چار میٹر ہے اور اس کا طول وعرض تین میٹر ہے تو آخرت میں یہ اونچائی اور طول وعرض کئی برابر ہو جائیں گے اور اگر

ان کمروں کی وسعت کے تناسب سے انسان بھی بڑھ جائے۔ اگر کہا جائے کہ ایک مومن جب حور کو بوسہ دے گا تو ایک بوسہ کئی ہزار سالوں پر مشتمل ہو گا۔ اس طول کا دنیا کے سالوں سے مقائسہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ البتہ نفس' عمل اور اس کی ماہیت آخرت کے ساتھ مقائسہ ایک لمحے کے لیے ہو گا۔ یہ لحظہ بھر کو بھی کس لیے کہیں' زندگی ابدی و دائمی ہے تبھی تو ایک بوسہ کئی ہزار بوسوں سے فرق رکھتا ہے۔ اسی طرح جنت کے کھانے بھی اپنا ایک خاص ذائقہ اور مزہ رکھتے ہیں۔ اس ایک کھانے میں ہر کھانے والا ذائقہ اور لطف ہو گا۔ یہ کس طرح ممکن ہے کہ ہم اس جہان کو جو ہمارے ربّ کی قدرت' رحمت اور عظمت کا مظہر ہوتا ہے۔ اس جہان کے ساتھ جو نقص اور تنگی حیات سے مزین ہے' کو ہم مقائسہ کر کے کس طرح توصیف بیان کریں۔ آہ! جس چیز کو عقل نے نہیں دیکھا وہ اس کی گواہی کس طرح دے سکتی ہے۔ نہ ہونے کے اعتبار سے ہم کس طرح حساب کریں گے اور اس کو بنیاد بنا کر ہم کس طرح انکار کریں گے۔

ہاں! چاند' سورج' درخت' دریا انواع و اقسام کے کھانے اور دنیاوی نعمات وغیرہ کا انکار اور یہ کہہ کر کہ ایک جنین جو رحم مادر کا اسیر ہے وہ اس کا انکار کس طرح کریں گے۔ اس کا انکار حقیقت پر کیا اثرات مرتب کرے گا۔ ماسوائے اس کے کہ منکر انسان کو ہم جہالت اور عناد کے قید خانے میں گرفتار کر دیں:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ جَزَآءً ۢ بِمَا كَانُوْا یَعْمَلُوْنَ (سورۂ مبارکہ سجدہ: آیت ۱۷)

"کوئی نہیں جانتا کہ عالم آخرت میں وہ کون سی روشن آنکھ ہو گی جو خفیہ اعمال کے اجر کو دیکھے گی۔"

چشم دل باز کن کہ جان بینی
آں چہ نادیدنی است آں بینی
دل ہر ذرہ کہ بشکافی
آفتابش درمیان بینی

احادیث کی زبانی جنت کے محلات اور ان کے کمروں کی اوصاف

① رسولِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: جنت میں کمرے بھی ہوں گے جن کا ظاہر باطن سے اور باطن ظاہر سے نمایاں ہوتا ہے (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۹۹)۔

② رسولِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: خدا نے جنت میں سرخ یاقوت کے ستون خلق فرمائے ہیں۔ ان ستونوں پر ستر ہزار محلات تعمیر کیے ہیں اور ہر محل میں ستر ہزار کمرے ہیں (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۳۲)۔

③ پیغمبرِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: خدا نے جنت کو دو طرح کی اینٹوں سے تعمیر فرمایا۔ بعض اینٹیں سونے کی بنی ہیں اور بعض چاندی کی۔ اس کی دیواریں یاقوت کی اور چھت زمرد کی بنی ہوئی ہوگی۔ اس کے سنگ ریزے لولو کے بنے ہوں گے اور خاک زعفران واذفر کی ہوگی (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۳۲)۔

④ رسولِ اکرمؐ نے "ساکن طیبہ" کی تفسیر بیان کرتے فرمایا: جنت میں لولو کے بنے ہوئے محلات ہیں جن میں ستر گھر بنے ہوئے ہیں جو سرخ یاقوت سے بنے ہوئے ہیں اور ہر گھر میں ستر کمرے بنے ہوں گے جو سرخ زمرد سے بنے ہوں گے۔ ہر کمرے میں ستر تخت اور ہر تخت پر ستر غالیچے جو مختلف رنگوں کے بنے ہوں گے۔ ہر غالیچے پر ایک حور بیٹھی ہوگی (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۵۰)۔

جنت کی نعمتیں

طوبیٰ کا درخت:

لفظ طوبیٰ مونث ہے۔ اس کا مذکر اَطیَب ہے۔ جس کے معانی ہیں پاکیزہ ترین اور حلال ترین۔ یہ اس درخت کی صفت ہے جو جنت کے درختوں میں سے ایک ہے۔ جو عظمت اور خصوصیات کے لحاظ سے اپنی مثال آپ ہے۔ یہ خصوصیات جنت کے درختوں میں سے ایک درخت میں پائی جاتی ہیں۔

کثیر تعداد میں روایات موجود ہیں جو اس خت کی کرتی اس

درخت کے بارے میں جو احادیث ہیں ان میں آپ اس درخت کی صفات ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ البتہ وہ شخص جو دنیاوی معیارات سے مانوس ہے اس کے لیے ان کا ادراک مشکل ہے۔ ایک مقدمہ کی وضاحت سے ناقابل ادراک چیزوں کے ادراک میں مدد ملے گی۔

انسان دنیا میں دو طرح کے عمل انجام دیتے ہیں یا تو وہ انفرادی اعمال میں جیسے نماز' روزہ وغیرہ۔ یا وہ اجتماعی نوعیت کے ہوتے ہیں جیسے حج' جہاد اور عمومی خدمات وغیرہ۔

انسان کے انفرادی اعمال کی سزا جزا کی بنیاد پر ہی جنت و جہنم ملے گی' جیسے حور العین یا کمرے وغیرہ...... ہر نعمت کی جزا انحصاری ہے یعنی یہ ایک فرد کو ہی ملے گی اس میں دوسرا کوئی مومن شریک نہیں ہوتا۔ جب کہ وہ اعمال جس میں دوسرے مومنین بھی شریک ہوتے ہیں ان کی سزا و جزا میں بھی سب شریک ہوں گے۔ ہم ان روایات میں ایک بہت بڑے اژدھا کے متعلق پڑھتے ہیں۔ جن میں جہنمیوں کی اوصاف بیان کی گئی ہیں۔ اس کا نام غاشیہ ہے۔ یہ عظیم اژدھا تمام جہنمیوں کو ڈسے گا۔ یہ اژدھا مشرکین و منافقین کے اعمال کی مجسم صورت ہے۔ جنت میں شجرۂ طوبیٰ ہے جس کی عظمت سارے جنتیوں کو گھیرے ہوئے ہوگی۔ کوئی کمرہ' گھر اور محل ایسا نہیں ہوگا جہاں تک اس کی شاخیں نہ پہنچی ہوئی ہوں۔ یہ درخت تمام مومنین کے مشترکہ اعمال کا نتیجہ ہے۔

مومنین کے اعمال کا جوہر ولایت خدا' ولایت رسولؐ اور ولایت ائمہ اطہارؑ ہے۔ قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ اس درخت کا حقیقی مقام خانۂ علیؑ ہے۔ ان کے گھر سے اس کی شاخیں سب شیعوں کے گھروں تک پہنچی ہوئی ہوں گی۔ یہی سے ہمیں علم ہوتا ہے۔ حضرت علی علیہ السلام کی ولایت ایک اجتماعی بُعد رکھتی ہے جس کی دلیل وہ درخت ہے جو اہل بیتؑ کے گھروں کے مانند ان کے محبّ داروں کے گھروں تک پھیلا ہوگا۔ اس درخت کے پھل بھی بڑے عجیب ہیں۔ ان پھلوں کو کھایا بھی جائے گا اور اوڑھا بھی جائے گا اور اس سے تزئین و آرائش بھی کی جا سکے گی۔ اس سے زیادہ ہم اپنے قارئین کو مزید انتظار کی زحمت نہیں دیں گے۔ ہم اس درخت کی مزید اوصاف اور خصوصیات ان ہستیوں کی زبانی جاننے کی کوشش کرتے ہیں' جنھوں نے اسے دیکھ

رکھا ہے وہ مشاہدہ کرنے والا خاندانِ عصمت وطہارتؑ ہے۔

اس درخت کی جنس کے نمونے

پیغمبر اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خدا سے التماس کی کہ مجھے طوبیٰ درخت سے آگاہی عطا فرمائیں۔ خدا نے فرمایا: اے عیسیٰؑ! طوبیٰ ایک درخت ہے جسے جنت میں اپنے دست رحمت سے میں نے لگایا ہے۔ اس درخت کا سایہ سارے جنتیوں کو گھیرے ہوئے ہوگا۔ اس کی جڑیں رضوان (خدا کے اسما میں سے ایک) میں ہیں۔ اس کو چشمہ "تسنیم" سے سیراب کیا جاتا ہے۔ اسے خنکی کافور کی دی جاتی ہے اور اس کا ذائقہ زنجبیل کا ہوتا ہے" (بحار الانوار: ج ۸، ص ۱۵۰)۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اس درخت کے پھلوں اور محصولات کی تفصیل اس طرح بیان فرمائی ہے:

"یہ ایک جنتی درخت ہے۔ اس کی (شاخوں اور پتوں) سے سامانِ تزئین و آرائش اور اس کے تنے سے ایسے گھوڑے نکلیں گے جن پر زینیں رکھی ہوئی ہوں گی اور لگامیں پہنی ہوئی ہوں گی۔ وہ گھوڑے نہ ہی گندے ہوں گے نہ ہی بول و کثافت وغیرہ کرتے ہوں گے۔ ان گھوڑوں پر اولیاے خدا سواری کریں گے۔ ان کے ذریعے وہ جنت میں پرواز کریں گے جو جہاں جانا چاہے گا پہنچ جائے گا" (بحار الانوار: ج ۸، ص ۱۵۰)۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

"جنت میں ایک درخت ہے جس کا نام طوبیٰ ہے۔ جنت میں کوئی گھر ایسا نہیں جس گھر تک اس کی شاخیں نہ پہنچی ہوئی ہوں۔ اس کا پھل شہد سے زیادہ میٹھا، مکھن سے زیادہ نرم اس گھر کی جڑیں میرے گھر میں ہیں جب کہ شاخیں علیؑ کے گھر میں ہیں" (بحار الانوار: ج ۸، ص ۱۵۱)۔

سرکارِ ختمی مرتبت نے ارشاد فرمایا:

"طوبیٰ ایک درخت ہے جنت میں جس کو خداوند کریم نے اپنے دستِ رحمت سے لگایا ہے۔ اس درخت پر حسین جمیل اور لذیذ و شیریں پھل لگتا ہے۔ یہ پھل اہلِ جنت کے منھ کے نزدیک ہوتا ہے (ان کی دسترس میں ہوتا ہے) اس کی شاخیں جنت کی دیواروں کی پشت پر اُگی ہوتی ہیں۔ اس درخت کی جڑیں علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کے گھر میں ہیں۔ ان کے دوست اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں اور دشمن دور رہتے ہیں" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۱۷)۔

اِس درخت کی عظمت و زیبائی کے چند نمونے

پیغمبرؐ گرامی قدر نے اخبارِ معراجیہ میں فرمایا:

"جنت میں ایک درخت ہے جو اتنا بڑا ہے کہ اگر کوئی پرندہ نیچے سے پرواز کر کے اوپر جائے تو اسے اوپر جانے میں سات سو سال لگ سکتے ہیں۔ جنت میں کوئی ایسا گھر نہیں جس میں اس درخت کی شاخیں موجود نہ ہوں۔ میں نے پوچھا: اے جبرئیلؑ! یہ کیا ہے؟ تو حضرت جبرئیلؑ نے جواب دیا: یہ شجرۂ طوبیٰ ہے جس کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے: طُوْبٰى لَهُمْ وَ حُسْنُ مَاٰبٍ" [سورۂ مبارکہ رعد: آیت ۲۹] (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۲۳)۔

رسولؐ اکرم نے "وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ" (سورۂ مبارکہ واقعہ: آیت ۳۰) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"جنت کے وسط میں بہت گھنا سایہ ہے۔ اگر کوئی سوار اس سائے کو عبور کرنا چاہے تو اسے سو سال تک سفر کرنا پڑے گا۔ وہ پھر بھی اس کے آخری سرے تک نہیں پہنچ پائے گا۔ یہ اسی قولِ خدا (وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ) کی تفسیر ہے۔ جو معتقد ہے اس کے پھل جنتیوں کے پاس جاتے ہیں یہ ان کی غذا ہے۔ اس کے پھل کے اندر دنیا کے سو پھلوں کے رنگ اور ذائقے پائے جاتے ہیں، جنھیں نہ کسی نے دیکھا ہے نہ ان کے بارے میں کسی نے سنا ہے۔ جب

بھی کوئی پھل توڑا جاتا ہے اس کی جگہ بغیر کسی تاخیر کے دوسرا پھل لے لیتا ہے چوں کہ اس بارے میں بھی خداوند کریم کا قول ہے: "لَا مَقْطُوعَةٍ وَلَا مَمْنُوعَةٍ" [سورۂ مبارکہ واقعہ: آیت ۳۳] (بحار الانوار: ج ۸، ص ۱۳۷، ۱۳۸)۔

پیغمبرؐ گرامی قدر نے ارشاد فرمایا:

"جب مجھے معراج پر لے جایا گیا اور میں جب چھٹے آسمان پر پہنچا میں نے وہاں ایک درخت دیکھا اس سے خوب صورت بڑا درخت میں نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ میں نے حضرت جبرئیلؑ سے پوچھا: اے میرے دوست! یہ کون سا درخت ہے؟ اس نے جواب دیا: یہ طوبیٰ کا درخت ہے۔ اے میرے دوست! میں نے پوچھا یہ خوب صورت آواز کس کی ہے؟ جواب دیا: یہ اس درخت کی آواز ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کیا کہہ رہا ہے؟ جواب دیا: یہ کہہ رہا ہے کہ اے رسولؐ خدا! مجھے آپؐ کی زیارت کا کتنا شوق تھا" (بحار الانوار: ج ۸، ص ۱۵۰، ۱۵۱)۔

شجرۂ طوبیٰ کا خاندانِ عصمت وطہارتؑ سے تعلق

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اس درخت کی جڑیں پیغمبرؐ گرامی قدر اور حضرت علی علیہ السلام کے گھر میں ہوں گی۔ اس بیان سے اس راز سے پردہ ہٹتا ہے کہ یہ شجرۂ طوبیٰ اور اس کے پھل اہل بیتؑ عصمت وطہارت کے پاکیزہ عقائد اور اعمال کی مجسم صورت ہے۔

اسی سلسلے میں ہم چند روایات بطور نمونہ ذکر کر رہے ہیں:

پیغمبرؐ اکرم نے حضرت جبرئیلؑ سے (معراج کی شب) پوچھا: اے جبرئیلؑ! یہ کون سا درخت ہے؟

حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا: یہ شجرۂ طوبیٰ ہے۔ جس کا وعدہ آپؐ سے اور آپؐ کی اُمت سے کیا گیا ہے۔

میں نے پوچھا: اے جبرئیلؑ! اس کی جڑیں کہاں ہیں؟

حضرت جبرئیلؑ نے جواب دیا: اس کی جڑیں حضرت علیؑ کے گھر میں ہیں (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۵۰، ۱۵۱)۔

ایک دن حضرت اُمّ ایمنؓ پیغمبرؐ اکرم کے حضور تشریف لائیں۔ انھوں نے رومال میں کوئی چیز اُٹھا رکھی تھی۔

پیغمبرؐ اکرم نے فرمایا: اے اُمّ ایمنؓ! اس رومال میں کیا ہے؟

اس نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! فلاں کی بیٹی کی شادی ہوئی ہے اس دُلھن پر فلاں چیز نثار کی گئی، میں نے بھی وہاں سے یہ چیز اُٹھائی ہے اور اسی کے ساتھ اُمّ ایمنؓ نے گریہ شروع کر دیا۔

پیغمبرؐ اکرم نے فرمایا: اے اُمّ ایمنؓ! تم کیوں رو رہی ہو؟

انھوں نے جواب دیا: یا رسولؐ اللہ! رونا اس بات پر آ رہا ہے کہ فاطمہ زہراؑ کی شادی ہوئی ان پر بطور افتخار کسی نے کوئی چیز نثار نہیں کی۔

آپؐ نے فرمایا: اے اُمّ ایمنؓ! گریہ نہ کرو، مجھے اس رب کی قسم! جس نے مجھے بشیر اور نذیر قرار دیا ہے۔ فاطمہ زہراؑ کی جاگیر اور جائیداد کا مشاہدہ حضرت جبرئیلؑ، میکائیلؑ، اسرافیلؑ اور ہزاروں فرشتوں نے کیا ہے۔ خداوند کریم نے شجرۂ طوبیٰ کو حکم دیا: فاطمہؑ پر افتخار کرتے ہوئے نثار کرو، جنتی حُلّے، لباس، سُندس، مروارید، زمرد، یاقوت، خوش بویات، جواہرات وغیرہ نثار کرو۔ شجرۂ طوبیٰ نے ایسے ہی کیا۔

خداوند متعال نے شجرۂ طوبیٰ کو فاطمہ زہراؑ کا حق مہر قرار دیا۔ تبھی تو اس کی جڑیں حضرت علیؑ کے گھر میں ہیں۔

جنتی بیویوں اور حور العین کا تذکرہ

جیسا کہ قرآن کریم کی آیات میں ارشاد ہو رہا ہے:

لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
فِيْهَا وَ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّ رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ

"جو لوگ تقویٰ اختیار کرتے ہیں ان کے لیے ان کے رب کے باغات ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے نیز ان کے لیے پاکیزہ بیویاں اور اللہ کی خوشنودی ہو گی اور بندوں پر خوب نگاہ رکھنے والا ہے" (سورۂ مبارکہ آل عمران: آیت ۱۵)۔

هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَّكِئُونَ (سورۂ مبارکہ یٰسین: آیت ۵۶)

"وہ اور ان کی ازواج سایوں میں مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔"

وَعِنْدَهُمْ قَاصِرَاتُ الطَّرْفِ أَتْرَابٌ (سورۂ مبارکہ ص: آیت ۵۲)

"اور ان کے پاس آنکھیں نیچی رکھنے والی ہم عمر بیویاں ہوں گی۔"

جو لوگ عالم آخرت کے منکر ہیں ان کے من جملہ اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ وہ مومنین پر اعتراض کرتے ہیں کہ آخرت کو عیاشی کا گھر قرار دیا ہے۔ جہاں انسان مختلف قسم کے لوازمات سے عیاشی کرے گا حتیٰ کہ اسے جنتی بیویاں بھی دی جائیں گی۔ وہ اس بات کا مذاق اُڑاتے ہیں کہ اگر وہاں پر بھی یہی دنیا والے کام انجام پائیں گے۔ کھانا پینا' تنہائیاں' شہوت رانیاں' وقت گزاری تو پھر دنیا اور آخرت میں فرق ہی کیا ہے؟

اگر بالفرض ایسا ہو گا تو اس میں کوئی حکیمانہ مقصد نظر نہیں آتا۔ یہ انسان اسی تسلسل کو جاری رکھے ہوئے ہے۔ وہی لذتیں حاصل کر رہا ہے' انسان انہی کے درپے ہے۔ یہ ایسے اعتراضات تب ذہنوں میں اُٹھتے ہیں جب کج فکری اور ذہنی پستی کا دور دورہ ہو۔ ورنہ اگر فکری سطح بہتر ہو پھر دنیا و آخرت کے درمیان مقابلہ درست ہی نہیں ہے۔ انسان دنیا میں جو لذت حاصل کرتا ہے وہ تو لذت ہی نہیں ہے۔ اگر ہم کہیں کہ نہیں بھائی' یہ لذت ہے تو پھر بھی یہ ایک وسیلے سے ہو گی۔ انسان جب اس میں رغبت پیدا کرے گا تو فوراً اس کے ذہن میں ابدی حیات کا مطالبہ بھی ظاہر ہو گا۔ جب انسان دنیا میں زندگی کے حقیقی اہداف کو پالیتا ہے تو معلوم ہونا چاہیے کہ یہی اُخروی حیات ہے۔ اُخروی حیات جہاں جسم کو روح کے لیے ایک مکمل آلہ کار بنا دیا گیا۔ اب جسم تب ہی آلہ کار بن سکتا ہے جب اسے غذا دی جائے۔ خداوند متعال نے غذا کو

انتہائی لذت بخش قرار دیا ہے تا کہ اسے کھا کر انسان اور حیوان اس کے ذریعے اپنی حیات کا سلسلہ جاری رکھ سکیں۔ اسی طرح نسل انسانی کی بقا کے لیے اس کے اندر شہوت کا پہلو رکھا گیا ہے۔ اگر اس سلسلے میں بھی لذت آفرین صلہ نہ ہوتا تو کوئی بھی انسان یا حیوان ولادت کے مشکل مراحل سے گزرنے کا سوچتا بھی نہ۔

بنابرایں اس عالم میں زندگی اور اس کے تمام لوازمات اور مقدمات سب کے سب ایک حقیقی حیات کے لیے مقدمہ ہیں وہ حقیقی حیات دوسرے جہاں میں ہے اس زندگی میں جنتی غذائیں جسم کے رشد و کمال کے لیے ہیں اور جسم کا رشد' روح اور تعقل و تفکر کے لیے نہیں ہے کہ اس طرح شاید آفرینش کا راز پایا جا سکے۔ چوں کہ آخرت میں کوئی پنہاں راز نہیں ہے کہ جہاں روح جسم کی مدد سے اس راز کو پانے کے لیے سعی و جستجو کرے چوں کہ اس جہان میں انسان کا وجود اپنے باطن اور ملکوت کے ذریعے اس ہستی کے حقائق کا مشاہدہ کرتا۔ اس نے اب جمال الٰہی کو بغیر کسی پردے کے مشاہدہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ یہ جمال الٰہی ہی تھا جو لذات کے قالب میں ڈھال دیا گیا تھا۔ جو بھی لذیذ کھانوں' جنتی نغمات اور جنتی بیویوں کی شکل میں محلات' باغات' نہروں' کمروں' انواع و اقسام کے لباسوں اور ہم نشینوں کی صورت میں تھا۔ اگر آخرت کی لذات پست دنیا کی لذات کے ساتھ قابل مقائسہ ہوتیں تو پھر یقیناً حسین و جمیل حوریں بھی بچے پیدا کرتیں جو ایسی غذا کھاتے جن سے بدبودار قسم کے فضلات خارج ہوتے۔ کمروں کے اندر لوگ سردی' گرمی' چوروں اور درندوں سے پناہ لینے کی غرض سے کمروں میں رہائش اختیار کرتے جب کہ ایسا نہیں ہے۔ پاک ہستیوں کو اپنے اوپر قیاس مت کرو (مثنوی معنوی دفتر اول: ص ۲۶۳)۔

وہ مقام جمال الٰہی کی تجلی گاہ ہے جہاں مومنین کے صرف پاک عقائد اور اعمال مجسم ہوتے ہیں اور ابد تک ایسے ہی رہیں گے۔ یہ (حور العین) بھی تو انسان کے عبادی اعمال اور نماز وغیرہ کی مجسم صورتیں ہیں۔

خدا کی تقدیر اور فیصلہ ہے کہ انسان بروز محشر اپنے اعمال کو حسین و جمیل صورت میں ملاحظہ کرے۔ اگر خدا انسان کو اس کے اعمال' حور العین سے بھی زیادہ حسین و جمیل صورت میں

دکھانا چاہتا تو یقیناً ان سے بھی حسین صورت خلق فرماتا۔ چوں کہ رحمتِ الٰہی کے دریا میں کسی قسم کا بخل نہیں ہے۔ مومن حورالعین سے مصاحبت کرے گا' ان سے عشق کرے گا اور ہم بستری کرے گا' ان سے بوس و کنار کرے گا۔ یہ سب کچھ معنوی لذائذ ہی تو ہیں۔ حورالعین مومن کے سامنے تسبیحاتِ اربعہ کو بہترین انداز میں گا کر سنائیں گی۔ مومن کو جمالِ الٰہی میں غرق اور مست کر دیں گی۔ حورالعین مومن کو ایسی شراب پلائیں گی جس کی مستی میں صرف جمالِ الٰہی نظر آئے گا۔

مومن اور حورالعین دونوں کے سامنے صرف اور صرف جمالِ ہستی کی زیبائی اور اس کی آفرینش کے رازوں کو منکشف کرنا ہوگا۔ جی ہاں! یہ حورالعین بھی مومن کے سامنے حضرت حق کے جلوے کی ایک صورت ہے۔

اگر ہم چاہتے ہیں کہ جلوۂ الٰہی کی صفات سے آگاہی حاصل کریں تو بہتر یہ ہے کہ ہم وحیِ الٰہی کے ان سنہرے حروف کو سنیں۔

حضرت ابوبصیرؒ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے تقاضا کیا کہ مولاؑ جنت کے اوصاف بیان کریں۔

آپؑ نے جنت' اس کی نعمات اور حورالعین کے اوصاف بیان کرنے کے بعد فرمایا: ایک مومن آٹھ سو پری چہروں' چار ہزار باکرہ اور ایک حورالعین سے ازدواج کرے گا۔

ابوبصیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: آٹھ سو پری چہرہ؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں! ان میں سے کسی کے ساتھ بھی کوئی ہم بستر نہیں ہوا ہوگا۔ ہم بستری کے بعد وہ ایسی ہو جائے گی جیسی وہ تھیں (ان کے اندر جسمانی کمزوری نہیں ہوگی)۔

میں نے عرض کیا: اے فرزندِ رسولؐ! حورالعین کس چیز سے خلق ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا: جنتی خاک و سرشت سے (اور انتہائی لطیف ہوگی) کہ اس کی پنڈلیاں ابریشم کے سات لباسوں کے اندر سے بھی نظر آ رہی ہوں گی۔

ابوبصیرؒ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: اے مولاؑ! کیا وہ گفتگو کرے گی؟ کیا ان حوروں

سے جنت میں گفتگو ہوگی؟

آپؑ نے فرمایا: وہ اس انداز میں گفتگو کریں گی کہ اس سے پہلے کسی مخلوق نے اس انداز میں گفتگو نہیں کی ہوگی۔

میں نے عرض کیا: مولاؑ! وہ کیا گفتگو کریں گی؟

آپؑ نے فرمایا: وہ مخاطب کر کے کہیں گی: ہم ابدی و سرمدی ہیں' ہمیں موت نہیں آ سکتی۔ ہم مسرت و فرحت کا مجموعہ ہیں' ہمیں دکھ اور پریشانی سے سروکار نہیں ہوگا۔ ہم یہیں مقیم ہیں' ہم نے کبھی کوچ نہیں کرنا۔ ہم وہ راضی برضا ہیں جنہیں کبھی غصہ نہیں آتا۔ ہم اس شخص سے خوش ہیں جس کے لیے تخلیق کی گئی ہیں اور وہ لوگ بھی خوش ہیں جو ہمارے لیے خلق ہوئے ہیں۔ ہم وہ ہیں کہ اگر دنیا کے آسمان کی فضا میں کوئی ہمارے نور کو دیکھ لے تو اس کی آنکھیں چندھیا جائیں (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۲۱)۔

قیامت کے منکر اور مشکوک افراد کا ایک اعتراض جنتی لذات پر ہے جو آپ کو جنتی بیویوں میں غرق کر دیں گی (جیسا کہ حدیث کے متن میں ہم ابوبصیرؓ کے تعجب کو ملاحظہ بھی کرتے ہیں)۔ ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ دنیا اور آخرت دونوں کی حیات کے دامن وسعت میں بہت بڑا فرق ہے۔ خداوند متعال نے متعدد فرمایا کہ دنیا کی حیات بہت ہی محدود ہے اور آخرت کی حیات بہت ہی وسیع ہے۔

إِنَّمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ (سورۂ مبارکہ محمد: آیت ۳۶)

"دنیا کی زندگی صرف لہو ولعب کا نام ہے۔"

وَإِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ (سورۂ مبارکہ عنکبوت: آیت ۶۴)

"اور آخر کا گھر ہمیشہ کی زندگی کا مرکز ہے۔"

ذیل کی حدیث اس وسیع زندگی اور اس کے آثار کے متعلق ہے:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

"جنت میں صحت مند اور طاقت ور جوان ہوں گے جن کی آنکھیں سیاہ

رنگ کی سر پر تاج سجائے کمر بند اور دست بند لگائے ہوں گے' وہ بڑے عالم و دانا ہوں گے اور باوقار شخصیتوں کے مالک ہوں گے۔ یہ سو (۱۰۰) جوانوں کے برابر کھاتے اور پیتے ہوں گے۔ ان کے اندر سو (۱۰۰) جوانوں کے برابر جنسی طاقت ہوگی" (بحار الانوار: ج ۸، ص ۲۲۰)۔

اب ہم حور العین کے اوصاف بھی روایات کے ذریعے بیان کرتے ہیں:

حضرت امام رضاؑ فرماتے ہیں:

"حور العین کی جنس جنتی خاک اور زعفران سے مل کر بنے گی۔ یہ جنس کبھی خراب نہیں ہوگی" (بحار الانوار: ج ۸، ص ۱۲۲)۔

رسول اکرمؐ نے ایک حدیث میں جنتی کمروں کی توصیف بیان کی ہے: حور العین اور ان کے لباس کے متعلق ارشاد فرمایا:

"مومن کی ہم سر یعنی حور العین جب اپنے خیمے سے باہر نکلے گی' اس حال میں کہ اس کے چاروں اطراف خدمت گزاروں کا جھرمٹ ہوگا' وہ اس جھرمٹ درود و سلام کے نغمے گاتی ہوئی مومن کے استقبال کو بڑھے گی۔ اس حور العین نے ریشم کے ستر لباس زیب تن کر رکھے ہوں گے۔ ہر لباس' یاقوت' لولو مرجان اور زمرد سے مزین ہوں گے اور ان پر مشک و عنبر کی خوش بو لگی ہوگی۔ اس نے سونے کے جوتے جن پر لولو و المرجان کے پھول بنے ہوں گے پہن رکھے ہوں گے۔ جب حور العین ولی خدا کے نزدیک ہوگی تو اپنی تمام تر رعنائیوں اور اشتیاق کو اس پر نچھاور کرے گی۔ وہ ولی خدا کو مخاطب کر کے عرض کرے گی: اے ولی خدا! آج سے کوئی رنج والم نہیں ہوگا۔ آج سے تم میرے اور میں تیری ہوں۔ وہ اپنی بانہیں مومن کے گلے میں ڈال دے گی اور پانچ سو ہزار سال کے عرصے تک یوں ہی کھڑی رہے گی۔ نہ حور کوئی ملال محسوس کرے گی' نہ ہی مرد مومن اس

دوران میں مومن کی نظر حورالعین کی گردن میں پڑے ہوئے سرخ یاقوت کے گلوبند پر پڑے گی جس کے درمیان میں ایک لوح لکھی ہوئی لٹک رہی ہوگی۔ اے ولی خدا! تم میرے دوست ہو اور میں حورالعین تمھاری دوست ہوں۔ میرے وجود کا نقطہ منتہٰی تم ہو اور تمھارے وجود کا اختتامی نقطہ میں ہوں" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۲۹)۔

پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

"کوئی شخص جنت میں نہیں جا سکتا مگر یہ کہ اس کے سر اور پاؤں کی طرف دو دو حورالعین بیٹھی رہیں گی۔ وہ اپنے حُسن و جمال کے ساتھ اس مردِ مومن کے لیے نغمہ سرا ہوں گی۔ یہ وہ نغمہ جو شیطانی نہیں ہوگا بل کہ یہ نغمہ خدا کی تقدیس و تمجید پر مشتمل ہوگا" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۹۶)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"اگر جنت کی حوروں میں سے کوئی حور اہلِ دُنیا کے سامنے ظاہر ہو جائے اور اپنے سر کی ایک زلف نمایاں کر دے تو ساری دنیا کے زندہ افراد اس حور کے عشق میں مبتلا ہو کر موت کو گلے لگا لیں" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۹۸)۔

رسولِ خداؐ نے ارشاد فرمایا:

"انبیاؑ کی خوش بو جیسی ہوگی حورانِ جنت کی خوش بو گل یاس جیسی ہوگی اور ملائکہ کی خوش بو سرخ پھول کے مانند ہوگی" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۹۹)۔

غلمان کون ہیں؟

جنت میں ولی خدا کے ہم راہ حورالعین کے علاوہ چند بچے اور جوان ہوں گے جو مومن کی خدمت کے لیے خداوند متعال کی طرف سے متعین ہوں گے۔ جیسا کہ ارشاد ہو رہا ہے:

وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ

"اور ان کے گرد نو عمر خدمت گزار لڑکے ان کے لیے چل پھر رہے ہوں

گے گویا وہ چھپائے ہوئے موتی ہوں" (سورۂ مبارکہ طور: آیت ۲۴)۔ (تفسیر سورۂ طور از آیت اللہ دستغیب)۔

مومن کے اطراف میں ایسے غلمان گھوم رہے ہوں گے جو۔ بچے موتیوں کی مثل ہوں گے کہ جن کو اب تک کسی نے ہاتھ نہیں لگایا ہوگا۔

سوال یہ ہے کہ جنت میں عورتوں کا کیا کام ہوگا چوں کہ جیسا کہ جنت کی نعمتوں کے بارے میں ہم نے سنا ہے کہ مومن حورالعین جیسی حسین وجمیل اور کنواریوں سے شادی کریں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایک مومن مرد کی مومنہ بیوی جو دنیا میں اس کے ساتھ تھی وہ بروزِ محشر بھی اپنے شوہر کے ساتھ محشور ہوگی۔ اگر عورت نیکیوں اور تقویٰ کے اعتبار سے اپنے شوہر سے کم ہوئی تو اس کے شوہر کی شفاعت عورت کو بھی جنت عطا کردی جائے گی۔ اگر کسی خاتون نے دنیا میں شادی نہ کی ہوئی ہوگی تو پھر اسے اختیار دیا جائے گا کہ جس سے تم چاہو شادی کرلو اور پھر وہ اسی کے نکاح میں باقی رہے گی۔

یہاں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے کہ اگر کسی خاتون نے کئی شادیاں کر رکھی ہوں تو وہ جنت میں کس شوہر کو عطا کی جائے گی؟

اس اعتراض کا جواب ہم حدیث کی زبانی پیش کرتے ہیں:

حضرت اُمّ سلمہؓ نے پیغمبرِ اکرمؐ کی خدمت میں سوال کیا: میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں اگر کسی عورت نے دو شادیاں کی ہوں اور دونوں شوہر فوت ہو چکے ہوں تو یہ عورت کس شوہر کو دی جائے گی؟

آپؐ نے فرمایا: اے اُمّ سلمہؓ! ان دونوں میں سے جو بہتر ہوگا اور جس کا اخلاق بہتر ہوگا اور وہ دو میں سے جس کا انتخاب کرے گی۔

آپؐ نے فرمایا: اے اُمّ سلمہؓ! دنیا میں حُسنِ خلق وہ خیر ہے جو آخرت میں بھی اسے اپنے ہم راہ لاتی ہے (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۱۹)۔

بہشتی نغمات

کیا موسیقی حرام ہے؟ یہ وہ موضوع ہے جو صدر اسلامؑ سے لے کر آج تک فقہا کے نزدیک زیر بحث رہا ہے۔ آج بھی یہ فقہ کے اہم اور مہم مسائل میں سے ایک ہے اور اس کا تعلق ہمارے اسلامی نظام سے ہے۔

اس سوال کے مناسب جواب کے لیے ایک مقدمہ پیش کرنا ضروری ہے:

اصولاً: طبیعت کے لحاظ سے انسان (کو لذت بخشنے والی چیزوں) کی دو قسمیں ہیں۔ ایک وہ قسم جو انسان کی حیوانی اور جسمانی طبیعت کو تقویت عطا کرتی ہے اور دوسری وہ قسم ہے جو انسانی کمالات اور روح کو ترقی عطا کرتا ہے مثلاً غیبت سننا' دوسروں کا مذاق اُڑانا انسانی طبیعت کے لیے سازگار ہوتا ہے۔ سننے والے کو لذت محسوس ہوتی ہے۔ اسی طرح حق پر مبنی گفتگو اور حکیمانہ اقوال سے روح کو خوشی ملتی ہے' اسی طرح کھانے اور غذائیں ہیں۔

بعض غذائیں حرام ہیں جیسے سور کا گوشت جو حرام ہوتا ہے مگر لذیذ ہوتا ہے۔ اسی طرح بھیڑ اور بکری کا گوشت لذیذ بھی ہوتا ہے اور حلال بھی۔ اسی طرح نغمات اور گانے وغیرہ اور وہ بھی ایک عورت کی آواز میں حرام ہیں مگر طبیعت انسان اسے پسند کرتی ہے۔ مگر اگر کوئی عورت تلاوت قرآن کر رہی ہو تو یہ روحانی اور معنوی لذت کا سبب بنتی ہے۔ اسی ایران ٹیلی ویژن پر چلنے والے بعض نغمات بھی ایسے ہیں۔

بنابرایں حلال یا حرام کی منشا انسان کا روحانی پہلو نہیں ہے۔ چوں کہ انسان ایک بلند و ملکوتی موجود ہے اس نے خدا کی پیدا کردہ مصلحت کے مطابق اس مادہ سے تعلق رکھا ہے۔ اگر نغمات اور گانے وغیرہ اس کی فطرت کو آلودہ کر کے مادہ سے اس کے تعلقات کو اُستوار نہ کرے تو وہ صحیح ہے۔ معنوی کلمات اور ملکوتی نغمات اسے لذت عطا کرتے ہیں۔ اس کی فطرت کو پاکیزہ تر اور شگوفا تر بنا دیتے ہیں۔ اگر انھیں سن کر انسان کے قلب میں محبت دنیا لوٹ آئے اور ان کلمات کی نسبت' شہوت انگیز آوازیں اور مطرب خیز کلمات جو خواہشات نفسانی کی طرف رغبت دلاتے ہیں۔ موسیقی حقیقت میں خوشی و فرحت کے لمحات کی عکاسی ہوتی ہے۔ جو (عرش

الٰہی) کے متن آفرینش سے اُٹھتی ہے۔ یہ موسیقی جنت کے درختوں، پتوں اور لطیف دوشیزاؤں کے حنجرہ (سینے کے پنجرے) و حلق سے نکلتی ہے۔ نغمہ داؤد ایک بہشتی نغمہ ہے جو صرف اور صرف نیک سرشت انسانوں کے نصیب میں ہوتا ہے بلکہ روایات میں تو یہاں تک ذکر ہے کہ یہ موسیقی پرندوں کو بھی جلب کرے گی۔

قرآن مجید کی تلاوت کے بارے میں بڑی تاکید کی گئی ہے کہ قرآن کو خوب صورت آواز سے پڑھا کرو۔ ہیئت ہندسہ کے لحاظ سے قرآن کے اندر اتنا فطری اور قدرتی قسم کا آہنگ پایا جاتا ہے کہ اگر قرآن کو بغیر لحن کے سادہ انداز میں بھی پڑھیں تو ایک بے مثل قسم کی موسیقی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسلام میں وہ موسیقی حرام ہے جو نفس امارہ اور انسانی شہوات کو اُبھارتی ہے۔ یہ موسیقی حیوانی شہوات کا موجب بنتی ہے۔ اگرچہ روایات میں یہ ملتا ہے آلات موسیقی بھی حرام ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے چوں کہ اس موسیقی کو وجود دینے میں ان آلات کا عمل دخل ہوتا ہے اور ان آلات سے بہت زیادہ فائدہ اُٹھایا جاتا ہے۔ یہ کتنا ہی بہتر ہو کہ ان آلات اور خوب صورت آواز سے اس طرح استفادہ کریں۔ ایک حکیمانہ نغمہ معرض وجود میں آئے۔

ان مقدمات کو ذکر کرنے کے بعد اب یہ مطلب بیان کرنے کی باری آتی ہے کہ بہشتی نعمات اور ان کی لذت اس (موسیقی) کی سماع میں مضمر ہے۔ یہ موسیقی گانے اور سننے والوں کو اور خداوند کریم کے معزز مہمانوں کو لذت فراہم کرتی ہے۔ ذیل کی روایات چند نمونے ہیں جو بہشتی نعمات کو اس انداز میں پیش کر رہی ہیں۔

عاصم بن حمید نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: میں آپؑ پر قربان جاؤں میں آپؑ سے ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں مگر حیا مانع ہے۔

آپؑ نے فرمایا: پوچھو کیا پوچھنا چاہ رہے ہو۔

اس نے عرض کیا: جنت میں غنا موجود ہوگا؟

آپؑ نے فرمایا: بالکل غنا موجود ہوگا اور جنت میں ایک درخت ہے خداوند کریم ہوا کو حکم دیں گے اس درخت کو بجاؤ تو اس درخت سے ایسی آواز بلند ہوگی جو اس سے قبل مخلوق نے

نہیں سنی ہوگی۔ اس کے حُسن سے وہ اس سے قبل آشنا نہیں ہوں گے۔

پھر فرمایا: (یہ نعمت) اس سماع کا نعم البدل ہوگی جو دنیا میں ان افراد نے خدا کے خوف سے ترک کیا تھا۔

رسولِ خدا جنتی نعمات اور جنتی ازواج کے متعلق ارشادات فرما رہے تھے کہ اس دوران میں ایک اعرابی شدت شوق سے زانو کے بل بیٹھ گئے اور عرض کرنے لگے: یا رسولؐ اللہ! کیا جنت میں موسیقی (سماع) بھی ہوگی؟

آپؐ نے فرمایا: ہاں! اے اعرابی! جنت میں ایک نہر ہے جس کے دونوں اطراف میں سفید رنگت والی اور سفید لباس پہننے والی حورانِ جنت موجود ہوں گی جو گانے گانے میں مصروف ہوں گی اور اتنی سریلی اور خوب صورت آواز میں گائیں گی کہ ایسی دل کش آواز مخلوق نے پہلے نہ سنی ہوگی۔ یہ نعمت تمام جنتی نعمات سے بلند ہوگی۔ راوی کہتا ہے: "ابادروا" جس نے پیغمبرؐ اکرم کی زبانی حدیث نقل کی ہے' سے پوچھا کہ یہ دوشیزائیں کس چیز کے ذریعے گانا گائیں گی؟

اس نے جواب دیا کہ آپؐ نے فرمایا: تسبیح (صفاتِ خدا کا ذکر) کے ذریعے نیز روایت میں ہے کہ جنت میں ایسے درخت موجود ہیں' جن پر سونے کی گھنٹیاں لگی ہوئی ہیں۔ جب اہل جنت موسیقی سننے کا ارادہ کریں گے تو خداوند کریم عرش سے ایسی ہوا چلائیں گے جو ان درختوں پر آکر لگے گی وہ حرکت میں آئیں گے تو ان گھنٹیوں سے ایسی آواز پیدا ہوگی جو اہل دنیا نے اس سے قبل نہ سنی ہوں گی بل کہ وہ تو خوشی اور مسرت کی وجہ سے جان دینے لگیں گے (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۹۶)۔

جنت کے تخت' پلنگ اور غالیچے وغیرہ

من جملہ اُن نعمات کے جو خداوند متعال نے جنت میں جنت کے باسیوں کے لیے مہیا کر رکھی ہیں جیسے پلنگ' غالیچے' تخت وغیرہ' ایسے ہوں گے کہ ان کی نظیر اور تشبیہ دنیا میں مل ہی نہیں سکتی۔ ان' کے بارے میں بس اتنا ہی کافی ہے کہ ہم ان کی مدحت و توصیف قرآن و روایات کی زبانی سنتے ہیں۔

جیسے سورۂ مبارکہ طور میں ارشاد ہو رہا ہے:

مُتَّكِـِٔيْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ (سورۂ مبارکہ طور: آیت ۲۰)

"وہ ایک صف میں بچھی ہوئی مسندوں پر تکیہ لگائے ہوئے ہوں گے۔"

فِيْهَا سُرُرٌ مَّرْفُوْعَةٌ (سورۂ مبارکہ غاشیہ: آیت ۱۳)

"اور اس میں اُونچی مسندیں ہوں گی۔"

عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ (سورۂ مبارکہ مطففین: آیت ۲۳)

"مسندوں پر بیٹھے نظارہ کر رہے ہوں گے۔"

تخت کی وجہ تسمیہ کہ یہ سریر ہے (اس کی جمع سُرُر ہے) یہ تخت یا پلنگ اتنے حسین اور خوب صورت ہوں گے کہ انھیں دیکھتے ہی مومن پر خوشی و سرور کی کیفیت طاری ہو جائے گی۔ یہ پلنگ اتنا وسیع، اتنا طویل اور عریض ہو گا جتنا مومن ارادہ کرتا ہے۔ مومن جیسے ارادہ کرے گا ویسے ہی وہ پلنگ ہو جایا کرے گا۔ لمبائی، اُونچائی وغیرہ کم یا زیادہ ہو سکتی ہے بالفاظ دیگر دوسری جنتی نعمتوں کی طرح یہ پلنگ بھی باشعور نعمت ہوں گے۔ یہ خداوند کریم کی طرف سے مقرر کردہ اپنا فریضہ سمجھتے ہیں اور مومن کو بہترین اور احسن انداز میں خوشی و مسرت فراہم کرتے ہیں۔ جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

وَّنَمَارِقُ مَصْفُوْفَةٌ ۝ وَّزَرَابِيُّ مَبْثُوْثَةٌ (سورۂ مبارکہ غاشیہ: آیات ۱۵، ۱۶)

"اور ترتیب سے رکھے ہوئے تکیے ہوں گے اور نفیس فرش بچھے ہوں گے۔"

یہ مصفوفہ کی تعبیر پلنگ اور بالشھا وغیرہ کے بارے میں استعمال ہو گی۔ جنت کے کمرے ہی صرف مومن اور اس کی ہم سر کے لیے نشیمن نہیں ہیں، مومن کے جنت میں رفقا اور دوست بھی ہوں گے جن کی وہ مہمان نوازی اور پذیرائی کرے گا۔

پیغمبرِ اکرم نے جنت کے غالیچوں (زرابی مبثوثہ، فرشِ مرفوعہ) کی تعبیر اور توصیف بیان کرتے ہوئے فرمایا: جنت کے وسیع و عریض کمروں کے درمیان بڑے بڑے غالیچے بچھے ہوئے ہوں گے بل کہ بعض غالیچے دوسروں پر پڑے ہوئے ہوں گے۔ یہ غالیچے ریشم و دیباج سے بنے ہوں گے اور مختلف رنگوں کے ہوں گے۔ ان میں مشک، عنبر اور کافور کی خوش بو کی آمیزش ہو

گی۔ اسی بارے میں ارشاد خداوند ہے:

وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ (سورۂ مبارکہ واقعہ: آیت ۳۴)؎ (بحار الانوار: ج ۸، ص ۱۲۸)

جنتی ملبوسات

یہ درست ہے کہ لباس کا فائدہ بدن چھپانا' اسے گرمی اور سردی سے بچانا اور شرم گاہ کو پوشیدہ رکھنا ہوتا ہے۔ مگر یہ بات تجربے سے ثابت ہے کہ انسان لباس کی خوب صورتی' رنگ' لطافت اور اس کی لذتوں کو بھی اتنی ہی زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ پھر ستر پوشی' سردی' گرمی سے بچنے کے علاوہ بھی چند اہداف سامنے آتے ہیں۔ چوں کہ جنت میں نہ سردی ہوگی' نہ گرمی بل کہ جنت تو انسانی آرزو اور تمناؤں کی تکمیل کی پناہ گاہ ہے۔ یہی ایک مقام لباس جیسی نعمت کے لیے بھی مخصوص ہے۔ پھر اس کے لباس میں تزئین و آرائش اور میچنگ کرتے ہوئے گلوبند' گوشوارے' سینہ بند' انگوٹھیاں' تاج جو جواہرات سے مرصع ہوں گے' وغیرہ۔ یہ سب چیزیں مل کر ماحول کا ایسا منظر بنائیں گی کہ اس جیسا کسی نے دیکھا ہوگا' نہ سنا ہوگا۔

یہ قرآن و روایات کی رہ نمائی میں جنت کی نعمات کے تعارف کا ایک سلسلہ تھا۔ پیغمبرؐ اکرم ارشاد فرماتے ہیں: مومن جب اپنے گھر یعنی جنت میں داخل ہوگا تو اس کے سر پر عزت و کرامت کا تاج رکھا ہوگا۔ اس نے ابریشم کا لباس پہن رکھا ہوگا جس پر سونے' چاندی' یاقوت اور مروارید کا کام کیا ہوا ہوگا۔ اس تاج کے نیچے ایک چھوٹا تاج پہنایا جائے گا۔ اسی طرح اس لباس کے علاوہ اسے ایک باریک ابریشم کا لباس پہنایا جائے گا جو مختلف قسم کے رنگوں کا ہوگا۔ اسے سونے' چاندی' یاقوت' لولو اور مرجان سے مزین کیا گیا ہوگا۔ اسی بارے میں تو پروردگار کا ارشاد ہو رہا ہے:

يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا وَ لِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ

"سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے ان کی آرائش کی جائے گی اور ان جنتوں میں ان کے لباس ریشم کے ہوں گے" (سورۂ مبارکہ حج: آیت ۲۳، سورۂ مبارکہ فاطر: آیت ۳۳)۔

پیغمبر اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

"اگر جنت کے ملبوسات میں سے ایک لباس اہل دنیا کو دکھایا جائے تو کسی شخص میں اسے دیکھنے کا حوصلہ نہیں ہوگا' اس کی روشنی سے اس شخص کی آنکھیں چندھیا جائیں گی اور وہ مر جائے گا" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۹۱)۔

جنت کے مشروبات

کھانا اور پینا زندگی کے دو اہم رکن ہیں۔ انھی دونوں سے سلسلۂ حیات کو جاری رکھا جا سکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کھانے پینے سے انسانی جسم یا حیوانی جسم کو محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔ البتہ اس طرح کہ زندہ شخص اس کھانے اور پینے سے لذت بھی حاصل کرے۔ اگرچہ زندہ رہنے اور جسم کی سلامتی کے دونوں آثار تو جنت میں حاصل ہوں گے ہی اور یہ دونوں آثار جنت میں کھانے پینے سے حاصل نہیں کرنے ہوں گے۔ اس کے باوجود مومن کھائے گا بھی اور پیے گا بھی' مگر اس کے برعکس جنت میں کھانے پینے سے بدبو وغیرہ پیدا نہیں ہو گی بلکہ اس کے برعکس مومن کی غذا اور اس کے جسم سے خارج ہونے والا پسینہ' مشک وعنبر سے زیادہ خوش بو دار ہوگا (جنتی کھانے کے متعلق قریب قریب دوبارہ بحث ہو رہی ہے)۔ ایک جنتی کی زندگی میں جو چیز لازمی اور ضروری ہے وہ جسمانی اور روحانی لذت کو مکمل طریقے سے درک کرنا ہے۔ جنت کے کھانے' پینے وہ بھی گوناگوں ذائقوں میں یہ اتنا اہتمام صرف اس لیے ہے کہ مومن کے اندر لذت حاصل کرنے کا طریقہ ایجاد کیا جائے تاکہ اس طرح وہ اسمائے الٰہی اور دوسرے حقائق کو درک کرنے کے لیے آمادہ ہو سکے۔ یہ مشروبات دنیاوی مشروبات کے مانند' گیس ٹربل' سر درد' مستی اور تہوع وغیرہ پیدا نہیں کرتے ہیں۔ ہم اصل بحث کو قرآن اور وارثان قرآن کے سپرد کرتے ہیں۔

خداوند متعال کا ارشاد ہو رہا ہے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ فِيهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَّاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ (سورۂ مبارکہ محمد: آیت ۱۵)

"جس جنت کا پرہیزگاروں سے وعدہ کیا گیا ہے' اس کی مثال یوں ہے کہ

اس میں ایسے پانی کی نہریں ہیں جو (کبھی) بدبودار نہ ہوگا اور ایسے دودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ نہیں بدلے گا۔"

سورۂ مبارکہ طور میں ارشاد ہو رہا ہے:

يَتَنَازَعُونَ فِيهَا كَأْسًا لَّا لَغْوٌ فِيهَا وَلَا تَأْثِيمٌ ○ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَأَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُونٌ (سورۂ مبارکہ طور: آیات ۲۳،۲۴)

"وہاں آپس میں جام چلاتے ہوں گے جس میں نہ بے ہودگی ہوگی اور نہ گناہ اور ان کے گرد نوعمر خدمت گزار ہوں گے گویا وہ چھپائے ہوئے موتی ہوں۔"

سورۂ مبارکہ واقعہ میں ارشاد ہو رہا ہے:

يَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ ○ بِأَكْوَابٍ وَأَبَارِيقَ وَكَأْسٍ مِّن مَّعِينٍ ○ لَّا يُصَدَّعُونَ عَنْهَا وَلَا يُنزِفُونَ

"ان کے گرد تا ابد رہنے والے لڑکے پھر رہے ہوں گے (ہاتھوں میں) پیالے اور آفتابے اور صاف شراب کے جام لیے جس سے انھیں سر درد ہو گا نہ ان کی عقل میں فتور آئے گا" (سورۂ مبارکہ واقعہ: آیات ۱۷ تا ۱۹)۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ○ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا (سورۂ مبارکہ دہر: آیات ۵،۶)

"نیک لوگ یقیناً ایسا مشروب پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہوگی۔ یہ ایسا چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے اور خود اسے (جیسے چاہیں) جاری کردیں گے۔"

وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا ○ قَوَارِيرَا مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا (سورۂ مبارکہ دہر: آیات ۱۵،۱۶)

"اور ان کے لیے چاندی کے برتنوں اور بلوریں پیالوں کے دور چلیں گے۔ شیشے بھی (کانچ کے نہیں بلکہ) چاندی کے ہوں گے جنھیں ساقی

نے ایک مناسب مقدار میں بھرا ہو گا۔"

وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا (سورۂ مبارکہ دہر: آیت ۲۱)

"اور ان کا پروردگار انھیں پاکیزہ مشروب پلائے گا۔"

يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ○ خِتٰمُهٗ مِسْكٌ وَفِيْ ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ○ وَمِزَاجُهٗ مِنْ تَسْنِيْمٍ

"انھیں سر بمہر خالص مشروب پلائے جائیں گے جس پر مشک کی مہر لگی ہو گی اور سبقت کرنے والوں کو اس امر میں سبقت کرنی چاہیے اس میں تسنیم (کے پانی) کی آمیزش ہو گی" (سورۂ مبارکہ مطففین: آیات ۲۵ تا ۲۷)۔

جب کہ بہت ساری سورتوں میں (جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۲۵) سے استفادہ کیا گیا ہے۔

اب ہم ذیل میں جنت کی نہروں اور مشروبات کے بارے میں چند روایات سے استفادہ کرنا چاہتے ہیں:

رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا:

"اے علیؑ! جب مجھے معراج پر لے جایا گیا میں نے وہاں جنت میں ایک نہر دیکھی جو دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھی تھی جس کے کنارے پر کئی جام دھرے تھے بل کہ آسمان کے ستاروں کی تعداد میں جام اور پیالے دھرے تھے اس نہر کے کنارے مروارید اور سرخ یاقوت کا گنبد بنا ہوا تھا" (بحار الانوار: ج ۸، ص ۱۳۸)۔

رسول اکرم ﷺ سے جنت کی نہر کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

"جنت کی ہر نہر کی چوڑائی پانچ سو سالوں کی مسافت کے برابر ہے۔ یہ نہریں محلات اور پردوں کے نیچے سے چکر کاٹتی ہوئی گزرتی ہیں، ان کی لہروں سے ایسی موسیقی پیدا ہوتی ہے جس سے تسبیح خدا سنائی دیتی ہے۔

یوں معلوم ہوتا ہے جیسے اصلی اور حقیقی موسیقی یہی ہے اسے سن کر لوگوں پر طرب کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۳۶)۔

نیز پیغمبر اکرم نے ارشاد فرمایا:

"جنت کی اکثر نہریں نہر کوثر سے نکل رہی ہیں جن کے کناروں پر سرسبز و شاداب پودوں کی طرح لڑکیاں چل پھر رہی ہوں گی" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۴۷)۔

پیغمبرؐ گرامی قدر نے جنت کے محلات کے مکمل اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"ہر محل کے اندر چار نہریں موجود ہیں۔ ایک نہر شہد کی دوسری نہر شراب کی تیسری نہر دودھ کی اور چوتھی نہر پانی کی' ان درختوں کو مرجان کے درختوں نے ڈھانپ رکھا ہوگا اور ہر نہر کے کنارے سفید مروارید کے خیام نصب ہوں گے" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۷۵)۔

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام یا حضرت امام علی رضا علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ آپؑ نے ارشاد فرمایا:

"رجب ایک نہر کا نام ہے جو دودھ سے زیادہ سفید' شہد سے زیادہ میٹھی ہو گی۔ جو شخص بھی ماہِ رجب میں روزے رکھے گا خداوند کریم اسے اس نہر سے سیراب کرے گا" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۷۵)۔

پیغمبرؐ گرامی قدر نے ارشاد فرمایا:

"وہاں جنت کی نہریں بہہ رہی ہوں گی قبل اس کے کہ ان کو عبور کیا جائے' یہ نہریں دودھ سے زیادہ سفید' شہد سے زیادہ میٹھی اور مکھن سے زیادہ نرم ہوں گی۔ ان نہروں کی خاک اذفر اور یاقوت کے سنگ ریزوں کی بنی ہو گی۔ جب بھی کوئی ولی خدا یہ چاہے گا کہ یہ نہریں اس کے محل میں جاری ہو تو وہی منظر پُرکیف نظارے وہاں جاری ہو جائیں گے۔ اکثر جن اور انسان اس ولی خدا کے مہمان بن کر اس کی غذا سے استفادہ کریں گے مگر

کوئی چیز کم نہیں ہو گی" (بحار الانوار: ج ۸، ص ۲۱۹)۔

پیغمبر اکرم ﷺ نے اس آیت کریمہ (وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيمٍ [سورۂ مبارکہ مطففین: آیت ۲۷]) کی تفسیر اس طرح بیان فرمائی ہے کہ "تسنیم" جنت کی بہترین شراب[1] ہے۔ جسے صرف محمدؐ و آلِ محمدؐ ہی نوش فرمائیں گے اور ان کے اعزہ و اقارب' اس سے مراد رسولِ اکرمؐ حضرت خدیجہؑ' حضرت علیؑ' حضرت فاطمہؑ اور ان کی ذریت جس کا ایمان ان کے تابع ہو گا (بحار الانوار: ج ۸، ص ۱۵۰)۔

من جملہ وہ سوالات جو ایک یہودی عالم نے پیغمبر اکرمؐ سے پوچھے وہ سوالات آسمانی کتب میں موجود تھے۔ اس نے بطور امتحان آں حضرتؐ کے سامنے پیش کیے' ان میں سے ایک سوال یہ ہے کہ وہ پہلی چیز کون سی ہے جو اہل جنت' جنت میں داخل ہوتے وقت کھائیں گے؟

آپؐ نے فرمایا: وہ مچھلی کا جگر ہو گا (یا کوئی ایسی خوراک ہو گی جس کا ذائقہ مچھلی کے جگر جیسا ہو گا)۔ اور اس کے بعد پہلی چیز کیا پئیں گے؟

آپؐ نے فرمایا: (سلسبیل)۔

اس نے عرض کیا: آپؐ نے بالکل سچ فرمایا ہے (بحار الانوار: ج ۸، ص ۱۷۳)۔

رسولِ اکرمؐ نے ارشاد فرمایا: جنت کے درجات میں سے ایک درجہ ایسا ہے کہ وہاں ایک چشمہ موجود ہے جو شہد سے زیادہ شیریں' مکھن سے زیادہ نرم' برف سے زیادہ ٹھنڈا' مشک سے زیادہ خوش بودار' اس چشمے میں ایسی خاک اور سرشت استعمال ہوئی ہے جس سے خداوند متعال نے ہمیں اور ہمارے شیعوں کو خلق فرمایا ہے۔ یہ ایک طرح کا عہد و پیمان ہے جو خداوند عالم نے ولایت علیؑ کی بابت لیا ہے۔

جنتی کھانے

جنت میں پھل اور گوشت بھی ہوں گے۔ ہماری اس بات کی تائید اس آیت شریفہ سے ہو رہی ہے:

---

(۱) جنتی شربت مراد ہے نہ کہ اس سے مراد بالعموم شراب ہے (مصحح)۔

وَاَمۡدَدۡنٰهُمۡ بِفَاكِهَةٍ وَّلَحۡمٍ مِّمَّا يَشۡتَهُوۡنَ (سورۂ مبارکہ طور: آیت ۲۲)

''اور ہم انھیں پھل اور گوشت جو ان کا جی چاہے فراہم کریں گے۔''

جیسا کہ گزشتہ بحث میں گزرا ہے کہ پھل اور گوشت انسانی جسم کی دو اہم ترین غذائیں ہیں' ان سے جسم نشوونما بھی پاتا ہے۔ جنت جو دنیا کا باطن اور ملکوت ہے تو پھر یہاں یہ لذت اپنے اعلیٰ ترین درجے پر ہونی چاہیے۔ جس چیز کا جاننا ضروری ہے وہ یہ ہے جنت میں یہ حالات اور کیفیات ذرا دوسری طرح کی ہوگی۔

جیسا کہ شہید بزرگ وار حضرت آیت اللہ دستغیب نے ارشاد فرمایا ہے:

''ان پھلوں کے جو دنیا میں نام ہوں گے جنت میں بھی انھی ناموں سے ہوں گے۔ لیکن ان کی حقیقت میں بہت فرق ہوگا۔ اولاً جنت کے پھل بہت لطیف ہوں گے جب کہ دنیا کے پھل کثیف ہوتے ہیں۔ دنیا کے پھلوں میں اس سے کم بھی ہوسکتا ہے اور زیادہ بھی یہ خراب بھی ہو سکتے ہیں جب کہ جنت کے پھل رس دار اور خراب ہونے والے نہیں ہوں گے۔ جنت کے پھل دنیا سے بہت ہی بہتر اور اچھے ہوں گے۔ جنتی پھلوں کی مثال دنیا میں نہیں ملتی' ان کا چھلکا وغیرہ بھی نہیں ہوگا'' (قیامت در قرآن: ص ۳۶)۔

یہ چند مثالیں تھیں جن کے ذریعے جنت کی نعمات کا ادراک کیا جاسکتا ہے۔

رسولؐ خدا نے فرمایا:

''جنت کا ہر پھل سو ذائقے رکھتا ہے'' (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۷۳)۔

نیز فرمایا:

''عالم رؤیا میں' میں نے اپنے چچا حمزہ سید الشہداؑ (شہادت کے بعد) کو دیکھا' ان کے سامنے انگوروں کا ایک طبق پڑا تھا۔ وہاں بڑے بڑے انگور' خرما میں تبدیل ہو گئے' یہ مومن کے حالات تھے'' (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۷۳)۔

پیغمبر اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

''جنت میں مومن اپنے تخت پر بیٹھا ہوگا' اچانک اُونٹ کے قد کے برابر مرغ اس کے سامنے آ جائیں گے۔ مومن ان کا گوشت کھانے کا ارادہ کرے گا تو وہ مرغ فوراً زمین پر بیٹھ جائیں گے اور گوشت میں تبدیل ہو کر بھنے ہوئے کباب کی صورت اختیار کر لیں گے۔ مومن انھیں کھانا شروع کر دے گا۔ مومن سیر ہو کر الحمدللہ کہے گا تو وہ مرغ پھر زندہ ہو جائیں گے' اُڑ کر باقی مرغوں اور پرندوں میں جا کر فخر کرنے لگیں گے۔''

ایک شخص نے رسولؐ خدا سے سوال کیا: اے ابا القاسمؐ! آپؐ کیا فرماتے ہیں کہ جنت میں لوگ کھائیں پئیں گے؟

آپؐ نے فرمایا: اس قادر مطلق کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے' جنت میں ایک فرد کے اندر کھانے پینے کی طاقت سو افراد کے برابر ہو جائے گی۔ اس شخص نے سوال کیا کہ لوگ اگر جنت میں کھائیں گے تو کیا انھیں قضائے حاجت کی ضرورت بھی پیش آئے گی جب کہ جنت اس قسم کی نجاستوں سے پاک ہوتی ہے۔

آپؐ نے فرمایا: جب مومن کو جنت میں پسینہ آئے گا تو اس کی خوش بو بھی مشک کے مانند ہے (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۳۹)۔

حضرت عبداللہؓ بن سلام نے پیغمبر اکرمؐ سے سوال کیا: جنت والے سب سے پہلے کون سی غذا تناول کریں گے؟

آپؐ نے فرمایا: کبد (تھنگ) کا جگر جیسا کہ ہم قبل ازیں بیان کر چکے ہیں (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۷۳)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

''مومن جنت میں ایک وقت کے کھانے پر اتنا وقت صرف کرے گا جتنا وقت وہ ساری زندگی کھانا کھانے پر صرف کرتا تھا'' (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۸۲)۔

اسی طرح ارشاد فرمایا:

"اہل جنت نکاح، طعام اور شراب سے زیادہ لذت کسی چیز سے حاصل نہیں کریں گے" (بحارالانوار: ج۸، ص۱۳۹)۔

البتہ یہاں لذات سے مراد جسمانی لذت ہے جب کہ روحانی لذت اپنے مقام پر ہیں ایک ملحد (زندیق) نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے سوال کیا: کس دلیل سے کہا جا سکتا ہے کہ مومن جب جنت میں پھل کھائے گا تو کھائے جانے کے بعد وہ پھل دوبارہ اپنی پہلے والی صورت پر آ جائے گا اور اپنی جگہ پر برقرار رہے گا؟

آپؑ نے فرمایا: ہاں! بالکل ویسے ہی برقرار رہے گا۔ یہ اس چراغ کی مثل ہے جس سے روشنی نکلتی ہے اور پھر اس سے (دیگر) چراغ روشن ہونا شروع ہو جاتے ہیں مگر اس کی روشنی کم نہیں ہوتی ہے (بحارالانوار: ج۸، ص۱۳۶)۔

جنتیوں کی روحانی کیفیت

ایک جنتی کی زندگی کے متعلق جو سب سے اہم سوال پیش آتا ہے وہ یہ ہے کہ اہل جنت کی روحانی کیفیت کیا ہوگی؟

کیا یہ نعمتیں اپنی کثرت و فراوانی کے باوجود اہل بہشت کے لیے خستگی اور ملال کا سبب نہیں بنیں گی؟ کیا اہل بہشت اس زندگی سے اچھی زندگی کی آرزو کریں گے جو عالم بہشت سے بالا ایک عالم میں ہوں؟

اس سوال کا جواب قرآن کریم نے دیا ہے جس کی طرف ہم پہلے بھی اشارہ کر چکے ہیں:

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا (سورۂ مبارکہ کہف: آیت ۱۰۸)

"وہ جنت میں ہمیشہ رہیں گے کہیں اور جانا پسند نہیں کریں گے۔"

اس جواب کے لیے ایک تشریح کی ضرورت ہے۔ اس کی علت کہ انسان اپنی موجودہ حالت پر راضی نہیں ہے، یہ ہے کہ انسان کی موجود وضعیت اپنے کمالات اور خواہشات کے ساتھ موافق اور منطبق نہیں ہے۔

چوں کہ اصولاً جب تک انسان اس کے کمالات اور آرزوؤں کے درمیان اگر فاصلہ ہے

تو پھر وہ ایک خلا اور بے آرامی سی محسوس کرنے لگتا ہے۔ جیسا کہ انسان مادی ثروت حاصل کرنے کے بعد پھر بھی مال و دولت جمع کرنے کے درپے رہتا ہے تو اس کی علت صرف یہ ہے کہ وہ یہ خیال کرتا ہے کہ یہ جو مقدار میں نے حاصل کر رکھی ہے یہ کافی نہیں ہے' لہٰذا وہ مزید دولت حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ وہ اپنے اضطراب کو سکون میں بدلنے کی کوشش کرتا ہے جب کہ اس سلسلے میں اسے خاطر خواہ کامیابی نہیں ملتی۔ اس اضطراب کی علت یہ ہوتی ہے کہ چوں کہ یہ دولت وہ چیز نہیں ہے جس کی اس کی روح کو تلاش تھی دنیا اور بہشت دو علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں۔ بہشت میں انسانی کمالات ظہور کریں گے اور جنت کی نعمات بھی تو ان کمالات کی مجسم صورت ہیں اور انسان اپنے کمالات کے پالینے کے بعد کسی چیز کا خواہش مند نہیں رہے گا۔ اب اگر ان کمالات سے افضل اور اعلیٰ ترین کوئی چیز نعمات جیسی ہے تو وہ انسان کی ضرورت یا استحقاق کی وجہ سے نہیں ہے بل کہ وہ خدا کا فضل اور رحمت ہے۔ کمال کے بعد کمال اور نعمات کے بعد نعمات دی جا رہی ہیں۔

ذیل میں چند روایات ایسی ہیں جو خدا کے بے کراں الطاف اور وسیع ترین نعمات پر دلالت کرتی ہیں:

حضرت امام سجاد علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"تم قرآن پڑھا کرو چوں کہ خداوند کریم نے جنت کو اپنے دست قدرت کے ساتھ اس طرح تعمیر فرمایا ہے کہ ایک اینٹ سونے کی لگائی ہے تو دوسری اینٹ چاندی کی لگائی ہے۔ اس میں لگنے والا مسالا اور گارہ' مشک اور زعفران کی خاک اور لولؤ و المرجان کے سنگ ریزوں سے تیار کردہ ہے اور خدا نے اس کے بلند درجات حاصل کرنے کا طریقہ تلاوت قرآن کی صورت میں رکھا ہے۔ پس جو شخص دنیا میں تلاوت قرآن کرے گا (اور اس پر عمل بھی کرے گا) جنت میں اسے حکم دیا جائے گا کہ تلاوت کرتے جاؤ اور اپنے مدارج و مراتب کو بلند کرتے جاؤ۔ اگر اس جیسے چند افراد

جنت میں داخل ہو گئے تو انھیں ایسے مقامات عطا کیے جائیں گے۔ یہ وہ درجات ہوں گے جن پر ماسوائے انبیا و صدیقین کے کوئی فائز نہیں ہو سکتا" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۳۲)۔

رسولؐ خدا نے ارشاد فرمایا:

"ایک جنتی کو اس دنیا کے سات برابر نعمات عطا کی جائیں گی چوں کہ ایک جنتی کو ستر ہزار رقبہ (مومن کی ملکیت)' ستر ہزار محلات' ستر ہزار حُلّے' ستر ہزار تاج' ستر ہزار ریشمی لباس اور ستر ہزار حوریں عطا کی جائیں گی" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۴۷)۔

حضورؐ اکرم نے ماہِ رجب کی اہمیت و فضیلت اور اس مہینے میں جو شخص روزے رکھے گا' کی فضیلت اور ثواب کے متعلق ایک تفصیلی حدیث ارشاد فرمائی ہے:

"اگر کوئی رجب کے مہینے میں ایک دن روزہ رکھے تو خداوند کریم اس کے جہنم کے کھلے ہوئے دروازوں میں سے ایک کو بند کر دیتے ہیں اور جو تین روزے رکھے گا تو خداوند اس شخص اور جہنم کے درمیان ایک خندق بنا دیں گے جس کی مسافت اور طول ستر سالوں کے برابر ہو گا اور جو شخص سات روزے رکھے گا خدا اس پر جہنم کے سات دروازے بند کر دے گا اور جو شخص اس مہینے میں آٹھ روزے رکھے گا خدا اس پر جنت کے آٹھ دروازے کھول دے گا (ہر روزے کے بدلے ایک دروازہ ہو گا) اور اسے حکم دیا جائے گا کہ جس دروازے سے چاہو داخل ہو جاؤ اور جو شخص اس مہینے میں جو وہ روزے رکھے گا خداوند متعال اسے اس قدر جزا دے گا کہ جس کے متعلق کسی کان سے سنا ہو گا' نہ آنکھ نے دیکھا ہو گا اور نہ کسی دل کے اندر اس جیسی جزا کا خیال آیا ہو گا۔ یہ نعمتیں اور محلات یاقوت اور مروارید سے تیار شدہ ہیں۔"

پھر فرمایا:

"اگر کوئی اس ماہِ مبارک میں سترہ روزے رکھے گا وہ "قبۃ الخلد" میں مروارید اور یاقوت کے تخت پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سامنے بیٹھا ہوگا اور جو اُنیس (۱۹) روزے رکھے گا تو بہشت عدن میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے محلات کے سامنے خداوند کریم اس کو مروارید کا نیا محل بنا کر دے گا۔ وہ مسلسل ان دو بزرگوں کو سلام کرے گا اور وہ دونوں بزرگ بھی حق ادا کرنے کے لیے اسے سلام کا جواب دیں گے اور جو ماہِ رجب کے تیس (۳۰) مکمل روزے رکھے گا ایک منادی آسمان سے ندا دے گا: اے بندۂ خدا! تم نے اب تک جو کچھ انجام دیا ہے وہ معاف ہو چکا ہے۔ خدا نے تجھے اپنی مغفرت پانے والے افراد میں شامل کر لیا ہے۔ تم اب سے اپنے عمل کا آغاز کرو۔ خداوند متعال تجھے جنت کے تمام مرتبے عطا کرے گا۔ ہر جنت میں چالیس ہزار شہر ہوں گے جن کا مسالا سونے سے بنا ہوگا۔ ہر شہر میں چالیس ملین (چار کروڑ) محلات ہوں گے اور ہر محل میں چالیس ملین کمرے ہوں گے اور ہر کمرے میں چالیس ہزار دسترخوان لگے ہوں گے۔ ہر دسترخوان پر سونے کے برتن اور چالیس ملین ڈونگے سجے ہوں گے۔ ہر ڈونگے میں چالیس ملین انواع و اقسام کے کھانے اور پینے ہوں گے۔ ان میں سے ہر کھانا اپنا مخصوص رنگ اور ذائقہ رکھتا ہوگا۔ ہر کمرے میں چالیس ملین سونے کے تخت رکھے ہوں گے۔ ہر تخت کے دو ہزار دروازے اور دو ہزار ہاتھ لمبائی ہوگی۔ ہر تخت پر ایک حورالعین بیٹھی ہوگی۔ جس کے سر پر نور کے تین ہزار گیسو ہوں گے۔ ان گیسوؤں کی گندھی لٹوں کو ایک ملین خدمت گزار (کنیزیں) اٹھائیں گی جب کہ ان گیسوؤں کو مشک و عنبر سے گوندھا جائے گا۔ یہ سارا ثواب ماہِ

رجب کے روزہ دار کے لیے ہے" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۷۱)۔

رسولؐ اکرم ارشاد فرماتے ہیں:

"شہید کا کم ترین درجہ یہ ہے کہ اسے بارہ ہزار حورالعین عطا کی جائیں گی جو سب کی سب دوشیزہ ہوں گی اور ہر ایک حورالعین کے ستر ہزار خدمت گزار ہوں گے" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۹۸)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"جب سے خدا نے جنت خلق فرمائی ہے اسے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا ہے، نہ ہی مخلوق خدا کو اس کی بابت کوئی خبر ہے۔ خداوند متعال ہر روز اس کے دروازے کھلواتے ہیں اور اس جنت کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں: اے جنت! اپنی خوش بو اور تازگی میں اضافہ کرو۔

جنت جواب میں عرض کرتی ہے: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ (سورۂ مبارکہ مومنون: آیت ۱) یہ قولِ پروردگار ہے۔ خداوند کریم نے فرمایا ہے:

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (سورۂ مبارکہ سجدہ: آیت ۱۷)

"کوئی نہیں جانتا خداوند نے کس آنکھ سے یہ مخفی کارنامہ انجام دیا ہے جو ہر کسی سے مخفی ہے" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۹۸)۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

"موت ان کے سراغ میں ہرگز نہیں آئے گی۔ یہ جاگ رہے ہیں کبھی نہیں سوئیں گے۔ یہ غنی ہوں گے کبھی غریب اور محتاج نہیں ہوں گے۔ یہ خوش ہوں گے کبھی سوگ وار نہیں ہوں گے۔ یہ مسکرائیں گے کبھی گریہ نہیں کریں گے۔ صاحبِ عزت و وقار ہوں گے کبھی ان کی بے عزتی اور اہانت نہیں ہو گی۔ یہ عارف و شناسا ہوں گے۔ بے خبر نہیں ہوں گے۔ ہمیشہ

مسرور وخوش حال ہوں گے۔ ہمیشہ شکم سیر ہوں گے کبھی بھوکے نہیں ہوں گے۔ پئیں گے کبھی تشنہ نہیں ہوں گے۔ ہمیشہ کچھ کچھ نہ کچھ زیب تن کیے ہوئے ہوں گے برہنہ نہیں ہوں گے۔ ہمیشہ سوار ہو کر ملاقات کے لیے ادھر ادھر جائیں گے ان کی خدمت کے لیے بچے (غلمان) ہوں گے، جن کے ہاتھوں میں سونے کے برتن ہوں گے وہ انھیں سلام کریں گے۔ یہ تخت پر تکیہ رکھے بیٹھے ہوں گے اور ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے اور خدا کی طرف سے انھیں مسلسل درود و سلام اور تحائف مل رہے ہوں گے۔ ہم بھی خداوند متعال سے جنت کو مانگیں گے چوں کہ وہ رب ہر چیز پر قادر ہے" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۲۲۰)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے خداوند متعال کی اس آیت کریمہ (خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا [سورۂ مبارکہ کہف: آیت ۱۰۸]) کے متعلق سوال کیا گیا کہ "خٰلِدِیْنَ" سے مراد کیا ہے تو آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے اس سے کبھی خارج نہیں ہوں گے اور "لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا" سے مراد یہ ہے کہ اہل جنت کے حالات تبدیل نہیں ہوں گے بل کہ ویسے کے ویسے ہی رہیں گے (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۳۳)۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"جب جنتی حضرات جنت میں جمع ہو جائیں گے تو خداوند قدوس اپنے جلوؤں کے ذریعے ان کے سامنے جلوہ گر ہوگا۔ وہ سب کے سب سجدے کرنے لگیں گے۔ خداوند ارشاد فرمائے گا: اے میرے بندو! اپنے سر اوپر اٹھاؤ، آج سجدے اور عبادت کا دن نہیں ہے۔ چوں کہ تم سے سختیاں اور مصیبتیں ختم کر دی گئی ہیں۔ وہ سب عرض کریں گے: اے پروردگار! جو کچھ آپ نے ہمیں عطا کر رکھا ہے اس سے بلند و بالا کیا ہے؟ آپ نے ہمیں جنت عطا کی۔ خداوند متعال ارشاد فرمائے گا: میں نے جو کچھ تمھیں

عطا کیا ہے یہ سات برابر ہے جس کا تم سے تقاضا کیا گیا تھا۔ ہر مومن اس اجتماع سے واپس پلٹ جائے گا۔ وہ خدا کی طرف سے سات گنا زیادہ دریافت کرے گا۔ اس بارے میں قول پروردگار بھی ہے: ولدنیا مزید ہمارے پاس تمہارے لیے اس سے زیادہ ہے اس کا دس برابر بروز جمعہ دیا جائے گا" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۱۳۸)۔

جنتیوں کی ایک جامع صفت

ہم ذیل میں ایک طویل حدیث پیش کر رہے ہیں جس میں اہل جنت کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ ہم بطور نمونہ پیش کر رہے ہیں:

امیر المومنین علیہ السلام نے پیغمبر اکرمؐ سے اس آیت کریمہ:

يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِينَ إِلَى الرَّحْمٰنِ وَفْدًا (سورۂ مبارکہ مریم: آیت ۸۵)

"جس دن ہم متقی افراد کو خدا کا مہمان بننے کے لیے محشور کریں گے۔"

کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے ارشاد فرمایا: اے علیؑ! یہ تمام مہمان ربّ کریم کے حضور سوار ہو کر پہنچیں گے۔ ان میں خواتین و حضرات سب ہوں گے جنھوں نے دنیا میں تقوائے خدا کو اپنا پیشہ قرار دیا تھا۔ خداوند کریم انھیں اپنی خصوصی محبت و عنایت کا مستحق قرار دے گا۔ ان کے اعمال پر راضی ہو گا اور ان کا نام متقی رکھے گا اور آپؐ نے مزید فرمایا: اے علیؑ! جان لو اس ربّ کی قسم! جس نے دانے کو شگافتہ فرمایا ہے اور ہر زندہ موجود کو خلق فرمایا۔ جب وہ ان متقیوں کو قبروں سے نکالے گا تو فرشتے جنتی ناقائیں اور اُونٹ لے کر ان کے استقبال کے لیے بڑھیں گے۔ ان اُونٹوں پر ایسے کجاوے ہوں گے جن پر ارغوانی رسیاں بندھی ہوں گی۔ متقی ان اُونٹوں پر (جن کے پر بھی ہوں گے) میدانِ محشر میں پرواز کریں گے۔ جب وہ پرواز کریں گے تو ہزاروں فرشتے ان کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے پرواز کرتے ہوئے انھیں بالکل اس طرح لائیں گے جس طرح دلھن یا دُولھا کو لایا جاتا ہے۔ اسی طرح انھیں جنت میں پہنچایا جائے گا۔ جنت میں ایک درخت ہے (جس کا ایک پتا اتنا بڑا ہے کہ) اس کے نیچے ہزاروں انسان

کھڑے ہو سکتے ہیں۔ اس درخت کی دائیں سمت ایک چشمہ ہے جو انتہائی پاک و پاکیزہ ہے۔ متقی حضرات اس چشمے سے پئیں گے۔ اس چشمے کے ذریعے خدا ان کے دلوں کو کینہ، حسد اور بغض سے پاک کر دے گا۔ ان کے جسم سے بال گر جائیں گے۔ اس جانب خدائے متعال نے اپنے اس قول (وَسَقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا) کے ذریعے اشارہ فرمایا ہے۔

حدیث کے بیان کے سلسلے کو رسولؐ اکرم جاری رکھتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں: اس درخت کی بائیں سمت ایک چشمہ ہوگا وہ متقی اس کی طرف متوجہ ہوں گے اور اس سے نہائیں دھوئیں گے یہ چشمہ، چشمہ حیات ہے۔ وہاں غسل جاودانہ کیا جائے گا۔ جس کے بعد موت ہرگز نہیں آئے گی۔ اس کے بعد عرشِ خدا کے باشندے ان کے ہم راہ ہو جائیں گے چوں کہ اس کے بعد وہ ہر قسم کی بیماریوں اور آفتوں نیز سردی، گرمی وغیرہ سے محفوظ رہیں گے۔ ہمیشہ کے لیے تب اللہ ربّ العزت ان کا ساتھ دینے والے فرشتوں کو مخاطب کر کے فرمائے گا: میرے ان دوستوں کو جنت میں لے آؤ۔ انھیں دوسری مخلوق کے پاس مت ٹھہراؤ۔ چوں کہ انھیں پہلے میری رضا نصیب ہوئی اور میری رحمت ان پر واجب ہو گئی۔ مجھے اس بات سے کبھی خوشی نہیں ہو گی کہ ان متقی افراد کو ایسے افراد کے ساتھ ٹھہرایا جائے جن کی نیکیاں اور گناہ آپس میں ملے ہوئے ہوں؟ پس فرشتے انھیں جنت کی طرف لے جائیں گے۔ پس فرشتے انھیں لے کر جنت کی طرف بڑھیں گے۔ جب وہ جنت کے بڑے دروازے پر پہنچیں گے تو فرشتے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کر دیں گے۔ اس سے گھنٹی کی آواز بلند ہو گی۔ اس کی آواز جنت کی ساری حوریں بھی سنیں گی چوں کہ انھیں ان متقی افراد کے لیے پروردگار نے تیار کر رکھا ہو گا۔ جنت کے دروازے کی آواز سن کر حوریں خوشی اور مسرت سے اُٹھیں گی اور ایک دوسرے سے کہیں گی کہ خدا کے دوست ہمارے پاس آنے والے ہیں۔ جنت کا بڑا دروازہ ان کے لیے کھول دیا جائے گا۔ وہ سب جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ جنتی بیویاں ان کے استقبال کے لیے بڑھیں گی۔ انھیں خوش آمدید کہتے ہوئے عرض کریں گی: ہم آپ سے ملنے کا کس قدر شوق رکھتے تھے۔ اولیائے خدا بھی انھیں یہی جواب دیں گے۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! اس قولِ خدا (غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ [سورۂ مبارکہ زمر: آیت ۲۰]) کی وضاحت فرمائیں: ہمیں بتائیں کہ وہ کس چیز سے بنے ہوئے ہوں گے؟

آپؐ نے فرمایا: اے علیؑ! خداوند تبارک نے ان کمروں کو اپنے دوستوں کے لیے تیار کر رکھا ہوگا۔ یہ یاقوت' زمرد اور مروارید سے بنے ہوئے ہوں گے۔ ان کی چھت سونے کی بنی ہو گی اور دیواریں چاندی کی بنی ہوں گی۔ ہر کمرے میں سونے کے سینکڑوں دروازے لگے ہوں گے۔ ہر دروازے پر ایک فرشتہ کھڑا ہوگا۔ ان کمروں میں بڑے بڑے غالیچے بچھے ہوئے ہوں گے جو ریشم وحریر سے بنے ہوں گے اور مختلف رنگوں کے حامل ہوں گے۔ ان پر مشک وعنبر کی خوش بو کا چھڑکاؤ کیا ہوا ہوگا۔ یہ اس قولِ خدا (وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ [سورۂ مبارکہ واقعہ: آیت ۳۴]) کی تفسیر وتشریح ہے۔ جب مومنین جنت میں اپنے اپنے گھروں میں پہنچیں گے تو ان کے سروں پر فرماں روائی اور کرامت کے تاج رکھے ہوں گے۔ انھوں نے ابریشم کے قیمتی لباس پہن رکھے ہوں گے' جن پر یاقوت مروارید اور چاندی کے پھول جڑے ہوئے ہوں گے۔ اس کے نیچے ایک اصلی اور چھوٹا تاج پہنایا جائے گا۔ اس لباس کے علاوہ اُنھیں ستر قسم کے ریشمی قیمتی لباس پہنائے جائیں گے۔ جو مختلف رنگوں کے ہوں گے اور مختلف اجناس سے ہوں گے۔ جن پر سونے' چاندی' سرخ یاقوت' لؤلؤ مرجان اور دوسرے ہیرے جواہرات لگے ہوں گے۔ یہ اس قولِ خدا (يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ......) کی تشریح وتفسیر ہے۔ جنت میں مومنوں کو سونے کی حسین گھڑیاں پہنائی جائیں گی جو سونے' لؤلؤ ومرجان سے بنی ہوں گی اور انھیں ریشم سے مزین ومرصع لباس پہنایا جائے گا۔ اس طرح وہ مومنین' تختوں پر بیٹھے ہوں گے۔ وہ تخت خوشی و مسرت کا اظہار کر رہے ہوں گے۔ اس کے بعد خدا کے دوست مومنین جنت میں اپنے ٹھکانوں پر منتقل ہو جائیں گے۔ فرشتے اور موکل انھیں مبارک باد دینے کی غرض سے ان سے اذنِ دخول مانگیں گے۔ اس مومن کے خدمت گزار چاہے مرد ہو یا عورتیں اس سے کہیں گی: اے فرشتو! یہیں رک جاؤ کیوں کہ ولی خدا ابھی آرام کر رہے ہیں اور ان مومنین کی بیویاں (حوریں) خود کو

تیار کر رہی ہیں اور اس دوران میں حوریں اپنے اپنے خیموں سے نکلیں گی۔ اس حالت میں کہ ان کے اردگرد دوشیزائیں ان کے ساتھ ساتھ چل رہی ہوں گی۔ ان حوروں نے ایسا لباس پہن رکھا ہوگا جو ستر قسم کے ریشمی لباسوں سے تیار کیا گیا ہوگا۔ اس پر لولو' مرجان اور سرخ یاقوت کی کڑھائی کی گئی ہوگی۔ مشک و زعفران کی خوش بوئیں لگی ہوں گی۔ اس حسین وجمیل حور کے سر پر کرامت کا تاج رکھا جائے گا۔ اس کے پاؤں میں جو پاپوش ہوگا اس کے ہر بند پر لولو' مرجان اور سرخ یاقوت لگے ہوں گے۔ جب یہ پری چہرہ مومن کی طرف بڑھے گی تو وہ ولی خدا بھی شدت اشتیاق کے سبب سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہو جائے گا اور وہ حور ولی خدا کو مخاطب کرے گی: اے ولی خدا! آج کوئی رنج والم نہیں ہے۔ اُٹھو! میں تمھارے لیے ہوں اور تم میرے لیے ہو یہ کہ حور اپنی بانہیں مومن کی گردن میں حمائل کرے گی۔ اس معاشقے کا حساب اگر دنیا کے لحاظ سے لگایا جائے تو یہ پانچ سو سال کی مدت کے برابر طول کھینچ جائے گا۔ جب کہ دونوں تھکاوٹ اور علالت محسوس نہیں کریں گے۔

پیغمبرِ اکرم حدیث کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں: جب ولی خدا کو (لمحہ بھر کے لیے) تھکاوٹ قسم کی کوئی شے آ گھیرے گی تو ولی خدا کی نظریں حور کی گردن پر جا پڑیں گی۔ وہ اس میں پڑے گلوبند میں لگے ہوئے سرخ یاقوت کو دیکھے گا' جس کی تختی پر یہ الفاظ کندہ ہوں گے (اے ولی خدا! تم میرے معشوق ہو اور میں تمھاری معشوق ہوں۔ میرے وجود کی انتہا تم پر اور تمھارے وجود کی انتہا مجھ پر ہوگی)۔ تب خداوند متعال ایک ہزار فرشتے کو بھیجے گا کہ جاؤ میرے ولی اور اس کی بیوی کو مبارک باد پیش کرو۔ وہ جنت کے بڑے دروازے کے نزدیک لگے ایک دروازے پر دستک دیں گے۔ وہاں پر تعینات موکل سے اذن دخول مانگیں گے اور کہیں گے کہ جاؤ (فلاں) ولی خدا سے ہمارے لیے اذنِ دخول طلب کرو۔ چوں کہ خداوند متعال نے ہمارا انتخاب فرمایا کہ ہم یہاں آ کر مبارک باد پیش کریں۔

موکل فرشتہ جواب دے گا: ٹھہرو۔ میں حاجب سے عرض کیے دیتا ہوں تب وہ موکل حاجب (پردہ دار) سے جا کر کہے گا: درحالاں کہ دونوں کے درمیان تین بہشتوں کا فاصلہ ہے۔

وہ سب سے پہلے پہلی جنت کے دروازے پر جائے گا اور مومن کو مطلع کرے گا کہ خدا نے ایک ہزار فرشتے کو بھیجا ہے۔ وہ دروازے پر اجازت کے منتظر ہیں اور مبارک باد پیش کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے انھوں نے اجازت طلب کرنے کے لیے بھیجا ہے۔ وہ حاجب اس موکل کو جواب دے گا کہ اس وقت اجازت طلب کرنا انتہائی دشوار ہے چوں کہ ولی خدا اپنی بیویوں (حوروں) کے ساتھ مصروف ہیں۔

رسولؐ اکرم ارشاد فرماتے ہیں: حاجب اور ولی خدا کے درمیان ایک بہشت کا فاصلہ ہو گا وہ حاجب قیم (مخصوص پردہ دار) کے پاس جائے گا اور کہے گا: ولی خدا کے دروازے پر ایک ہزار فرشتے موجود ہیں جو ولی خدا کو مبارک باد دینا چاہتے ہیں۔ وہ قیم وہاں موجود مخصوص خدمت گزاروں اور نوکروں کو مخاطب کر کے کہے گا کہ خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے جنت کے دروازے پر کھڑے ہیں' لہٰذا جاؤ اور ولی خدا کو ان کے متعلق مطلع کرو۔ وہ جا کر ولی خدا کو مطلع کریں گے۔ ولی خدا انھیں اذنِ دخول دے گا۔ تب وہ فرشتے ولی خدا کے پاس پہنچیں گے اور مبارک باد پیش کریں گے۔ جیسا کہ (بیان ہو چکا ہے)۔ اس کمرے کے ہزاروں دروازے ہوں گے اور ہر دروازے پر کئی فرشتے ہوں گے۔ جب ان فرشتوں کو اذنِ دخول مل جائے گا تو ہر موکل فرشتہ اپنے دروازے کو کھولے گا۔ ہر دروازے سے ایک فرشتہ داخل ہو گا اور اس ولی خدا کو اس کے ربّ کا پیغام سنائے گا۔ اس کے متعلق خداوند متعال نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا ہے:

وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ (سورۂ مبارکہ رعد: آیت ۲۳)

"فرشتے ہر دروازے سے داخل ہو کر اس کے پاس پہنچیں گے اور کہیں گے: سلام علیکم!"

نیز یہ بھی قولِ خدا کی طرف اشارہ ہے جس میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَاِذَا رَاَيْتَ ثَمَّ رَاَيْتَ نَعِيْمًا وَّمُلْكًا كَبِيْرًا (سورۂ مبارکہ دہر: آیت ۲۰)

اس سے مراد ولی خدا ہے یہ تمام نعمات' اکرامات اور تعظیمات اس ربّ عظیم کی طرف سے

ہیں۔ یہ خدا کے بھیجے ہوئے فرشتوں کے لیے اجازت ہے۔ یہی ہے وہ ملک عظیم کبیر۔

پیغمبرؐ اکرم نے مزید ارشاد فرمایا ہے: ولی خدا کی جنت میں نہریں ہوں گی جو اس کی اقامت گاہ کے نیچے بہ رہی ہوں گی۔ اسی طرف پروردگار کے اس قول: تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ میں اشارہ موجود ہے۔

اس کے علاوہ وہاں انواع و اقسام کے پھل موجود ہوں گے جو مومن کی دسترس میں ہوں گے۔ اس جانب خدا نے اپنے اس قول:

وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلٰلُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوْفُهَا تَذْلِيْلًا (سورۂ مبارکہ دہر: آیت ۱۴)

"مومن ان پھلوں کے مکمل طور پر نزدیک ہو گا اسے جس کی جتنی بھوک ہو گی وہ تناول فرمائے گا۔ یہ انواع و اقسام کے پھل اور میوہ جات کہیں گے: اے ولی خدا! ہمیں کھاؤ اس سے قبل کہ تم دوسرے پھل کھانے لگو۔"

رسولؐ اکرم نے اس حدیث کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: جنت میں مومن کے لیے بہت زیادہ باغ ہوں گے۔ بعض معروش (جن کی چوٹیاں بہت بلند ہوں گی) اور غیر معروش (جن کی چوٹیاں بہت بلند نہیں ہوں گی) جنت کے اندر درختوں کے پھلوں کے جوس (شراب) کی نہریں جاری ہوں گی۔ جب ولی خدا کو کھانے کی دعوت دی جائے تو اس کو جس قسم کی بھوک ہو گی اس کے مطابق دودھ، شہد اور شراب کی نہروں سے پیے گا۔ وہاں جو بھوک لگے گی وہ دنیاوی بھوک کے مانند نہیں ہو گی۔

اور فرمایا: ولی خدا اپنے دوستوں کے ہم راہ خلوت کے لمحات بسر کرے گا اور دوسروں سے ملاقات کا متمنی بھی رہے گا۔ اُن باغوں میں جن میں بڑے گھنے سایہ دار درخت ہوں گے۔ جن کے سائے طلوع فجر سے طلوع آفتاب تک ناز و نعم کے مانند ہوں گے۔ اس سے بھی جالب ترین نکتہ یہ ہے کہ ہر مومن کی ستر بیویاں حورالعین سے ہوں گی اور چار انسانوں سے۔

مومن ایک گھنٹہ حورالعین کے ساتھ گزارے گا تو دوسرا گھنٹہ انسانی بیوی کے ساتھ اور ایک گھنٹہ وہ خلوت میں بسر کرے گا۔ وہ تخت پر تکیہ رکھ کر بیٹھ جائے گا۔ اس کے گرد نور کا ہالہ بن جائے گا۔ وہ

اپنے تکیہ کے گرد ٹیک لگائے بیٹھے ہوئے اپنے خدمت گزاروں سے کہے گا: یہ نور کی شعاعیں کیسی ہیں؟! شاید خداوند جبار مجھے اپنے ربوبی اور جبروتی جلووں کے ملاحظہ کے قابل سمجھ رہا ہے۔ اس کے خدمت گزار کہیں گے کہ خدا تو منزہ ہے یہ جلوہ تو حوروں کا ہے جو آپ کی بیویاں ہیں اور اب تک آپ ان کا دیدار نہیں کر سکے' وہ خیام میں بیٹھی ہیں اور آپ کے دیدار کا شوق رکھتی ہیں۔ انھوں نے جب آپ کو اس طرح بیٹھے دیکھا تو سب نے تبسم فرمایا ہے۔ جس نور نے آپ کو اپنے گھیرے میں لے رکھا ہے یہ ان حوروں کے سفید دانتوں سے نکلا ہے۔ ولی خدا کہے گا: انھیں جا کر کہوں کہ وہ سب میرے نزدیک آ جائیں۔ یہ سنتے ہی ہزاروں خدمت گزار ان حوروں کو یہ خوش خبری سنانے کے لیے پہنچ جائیں گے۔ وہ حوریں اپنے خیام سے نکلیں گی اور ولی خدا کے پاس پہنچ جائیں گی۔ انھی کپڑوں میں جو انھوں نے پہن رکھے ہوں گے' وہ لباس ابریشم کے ستر (۷۰) کپڑوں سے بنے ہوں گے جن پر سونے' چاندی کی کڑھائی ہو گی' یاقوت مروارید اور زمرد کے ان پر موتی لگے ہوں گے۔ مشک و عنبر کی خوش بوئیں چھڑکی ہوں گی اور مختلف قسم کے رنگوں کے ہوں گے۔ ان ستر حلوں سے بھی ان حوروں کی پنڈلیاں نظر آ رہی ہوں گی۔ جب یہ حوریں مومن کے پاس پہنچیں گی' تمام خدمت گزاروں کے ہاتھوں میں برتن ہوں گے جن میں ہیرے جواہرات رکھے ہوں گے اور ان حوروں کا استقبال کریں گے اور وہ سب کچھ ان حوروں پر نثار کر دیں گے۔ وہ دو حوریں اپنے شوہر (ولی خدا) کو باری باری گود میں بھر لیں گی' یہ اتنی لمبی ملاقات ہو گی کہ طرفین تھکاوٹ سی محسوس کرنے لگیں گے (بحار الانوار: ج ۸، ص ۱۵۷ تا ۱۶۷)۔

قرآن میں اہل بہشت کی چند اوصاف

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ○ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ ذَوَاتَاۤ اَفْنَانٍ ○ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ تَجْرِیٰنِ ○ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ فِیْهِمَا مِنْ كُلِّ فَاكِهَةٍ زَوْجٰنِ ○ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰى فُرُشٍۭ بَطَآىٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ وَ جَنَا الْجَنَّتَیْنِ دَانٍ ○ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ فِیْهِنَّ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَ لَا

جَآنٌّ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ كَاَنَّهُنَّ الْیَاقُوْتُ
وَالْمَرْجَانُ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ
اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ وَمِنْ دُوْنِهِمَا
جَنَّتٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ مُدْهَآمَّتٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ فِیْهِمَا عَیْنٰنِ نَضَّاخَتٰنِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ۝ فِیْهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا
تُكَذِّبٰنِ ۝ فِیْهِنَّ خَیْرٰتٌ حِسَانٌ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ لَمْ
یَطْمِثْهُنَّ اِنْسٌ قَبْلَهُمْ وَلَا جَآنٌّ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝
مُتَّكِئِیْنَ عَلٰی رَفْرَفٍ خُضْرٍ وَّعَبْقَرِیٍّ حِسَانٍ ۝ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ
رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ۝ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِی الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ

"جو اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈرتا رہا اس کے لیے دو باغ ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ (یہ دونوں باغ) رنگا رنگ پھلوں سے بھرپور ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں باغوں میں دو بہتے ہوئے چشمے ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں میں موجود ہر میوے کی دو دو قسمیں ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ وہ ایسے فرشوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہوں گے جن کے استر ریشم کے ہوں گے اور ان دونوں باغوں کے میوے (ان کی دسترس میں) قریب ہوں گے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ان میں نگاہیں (اپنے شوہر تک) محدود رکھنے والی حوریں ہیں جنھیں ان سے پہلے نہ کسی انسان نے چھوا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔ پس تم دونوں اپنے

رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ گویا وہ یاقوت اور موتی ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ احسان کا بدلہ احسان کے سوا کیا ہو سکتا ہے؟ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ اور ان دونوں باغوں کے علاوہ دو باغ اور ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ دونوں باغ گھنے سرسبز ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ان دونوں باغوں میں دو اُبلتے ہوئے چشمے موجود ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ ان دونوں میں میوے اور کھجوریں اور انار ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ ان میں نیک سیرت اور خوب صورت بیویاں ہیں۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ جنھیں ان سے پہلے کہ کسی انسان نے چھوا ہوگا اور نہ کسی جن نے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ وہ سبز قالینوں اور نفیس فرشوں پر تکیے لگائے ہوئے ہوں گے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ بابرکت ہے آپ کے پروردگار کا نام جو صاحب جلالت و اکرام ہے" (سورۂ مبارکہ رحمٰن: آیات ۴۶ تا ۷۸)۔

وَكُنْتُمْ اَزْوَاجًا ثَلٰثَةً ○ فَاَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَيْمَنَةِ ○ وَاَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ مَآ اَصْحٰبُ الْمَشْئَمَةِ ○ وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ ○ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ ○ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ○ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ○ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ ○ عَلٰى سُرُرٍ مَّوْضُوْنَةٍ ○ مُّتَّكِـِٕيْنَ عَلَيْهَا مُتَقٰبِلِيْنَ ○ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ○ بِاَكْوَابٍ وَّاَبَارِيْقَ وَكَاْسٍ مِّنْ مَّعِيْنٍ ○ لَّا يُصَدَّعُوْنَ عَنْهَا وَلَا يُنْزِفُوْنَ ○ وَفَاكِهَةٍ مِّمَّا يَتَخَيَّرُوْنَ ○ وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ ○

وَحُوْرٌ عِيْنٌ ۝ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ ۝ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا وَّلَا تَاْثِيْمًا ۝ اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۝ وَاَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ مَآ اَصْحٰبُ الْيَمِيْنِ ۝ فِيْ سِدْرٍ مَّخْضُوْدٍ ۝ وَّطَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ ۝ وَّظِلٍّ مَّمْدُوْدٍ ۝ وَّمَآءٍ مَّسْكُوْبٍ ۝ وَّفَاكِهَةٍ كَثِيْرَةٍ ۝ لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ ۝ وَّفُرُشٍ مَّرْفُوْعَةٍ ۝ اِنَّآ اَنْشَاْنٰهُنَّ اِنْشَآءً ۝ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۝ عُرُبًا اَتْرَابًا ۝ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَثُلَّةٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ

"اور تم تین گروہوں میں بٹ جاؤ گے۔ رہے (دائیں ہاتھ والے تو) دائیں ہاتھ والوں کا کیا کہنا اور رہے بائیں ہاتھ والے تو بائیں ہاتھ والوں کا کیا پوچھنا اور سبقت لے جانے والے تو آگے بڑھنے والے ہی ہیں۔ یہی مقرب لوگ ہیں نعمتوں سے مالا مال جنتوں میں ہوں گے۔ ایک جماعت اگلوں میں سے اور تھوڑے لوگ پچھلوں میں سے ہوں گے۔ جواہر سے مرصع تختوں پر تکیے لگائے آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ان کے گرد تا ابد رہنے والے لڑکے پھر رہے ہوں گے (ہاتھوں میں) پیالے اور آفتابے اور صاف شراب کے جام لیے۔ جس سے انھیں نہ سر کا درد ہوگا اور نہ ان کی عقل میں فتور آئے گا اور طرح طرح کے میوے لیے جنھیں وہ پسند کریں گے اور پرندوں کا گوشت ہے جس کی وہ خواہش کریں اور خوب صورت آنکھوں والی حوریں ہوں گی جو چھپا کر رکھے گئے موتیوں کی طرح (حسین) ہوں گی۔ یہ ان اعمال کی جزا ہے جو وہ کرتے رہے ہیں وہاں نہ بے ہودہ کلام سنیں گے اور نہ گناہ کی بات۔ ہاں سلام سلام کہنا ہوگا اور داہنے ہاتھ والے تو داہنے والوں کا کیا کہنا۔ وہ بے خار بیریوں میں اور کیلوں کے گچھوں اور لمبے سایوں اور بہتے پانیوں اور فراواں پھلوں میں

ہوں گے جو نہ ختم ہوں گے اور نہ ان پر کوئی روک ٹوک ہو گی اور اونچے فرشوں پر ہوں گے۔ ہم نے ان (حوروں) کو ایک انداز تخلیق سے پیدا کیا پھر ہم نے انھیں باکرہ بنایا۔ ہم سر دوست ہم عمر بنایا (یہ سب) داہنے (ہاتھ) والوں کے لیے۔ ایک جماعت اگلوں میں سے ہو گی اور ایک جماعت پچھلوں میں سے" (سورۂ مبارکہ واقعہ: آیات ۲۷ تا ۴۰)۔

إِنَّ الْأَبْرَارَ يَشْرَبُونَ مِن كَأْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُورًا ○ عَيْنًا يَشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللَّهِ يُفَجِّرُونَهَا تَفْجِيرًا ○ يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا ○ وَيُطْعِمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَيَتِيمًا وَأَسِيرًا ○ إِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللَّهِ لَا نُرِيدُ مِنكُمْ جَزَاءً وَلَا شُكُورًا ○ إِنَّا نَخَافُ مِن رَّبِّنَا يَوْمًا عَبُوسًا قَمْطَرِيرًا ○ فَوَقَاهُمُ اللَّهُ شَرَّ ذَٰلِكَ الْيَوْمِ وَلَقَّاهُمْ نَضْرَةً وَسُرُورًا ○ وَجَزَاهُم بِمَا صَبَرُوا جَنَّةً وَحَرِيرًا ○ مُّتَّكِئِينَ فِيهَا عَلَى الْأَرَائِكِ لَا يَرَوْنَ فِيهَا شَمْسًا وَلَا زَمْهَرِيرًا ○ وَدَانِيَةً عَلَيْهِمْ ظِلَالُهَا وَذُلِّلَتْ قُطُوفُهَا تَذْلِيلًا ○ وَيُطَافُ عَلَيْهِم بِآنِيَةٍ مِّن فِضَّةٍ وَأَكْوَابٍ كَانَتْ قَوَارِيرَا ○ قَوَارِيرَا مِن فِضَّةٍ قَدَّرُوهَا تَقْدِيرًا ○ وَيُسْقَوْنَ فِيهَا كَأْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنجَبِيلًا ○ عَيْنًا فِيهَا تُسَمَّىٰ سَلْسَبِيلًا ○ وَيَطُوفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُونَ إِذَا رَأَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنثُورًا ○ وَإِذَا رَأَيْتَ ثَمَّ رَأَيْتَ نَعِيمًا وَمُلْكًا كَبِيرًا ○ عَالِيَهُمْ ثِيَابُ سُندُسٍ خُضْرٌ وَإِسْتَبْرَقٌ وَحُلُّوا أَسَاوِرَ مِن فِضَّةٍ وَسَقَاهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُورًا ○ إِنَّ هَٰذَا كَانَ لَكُمْ جَزَاءً وَكَانَ سَعْيُكُم مَّشْكُورًا (سورۂ مبارکہ دہر: آیات ۵ تا ۲۲)

"نیک لوگ یقیناً ایسا مشروب پئیں گے جس میں کافور کی آمیزش ہو گی۔ یہ ایسا چشمہ ہے جس سے اللہ کے بندے پئیں گے اور خود اسے (جیسے

چاہیں) جاری کر دیں گے جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی ہر طرف پھیلی ہوگی اور اپنی خواہش کے باوجود مسکین، یتیم اور اسیر کو کھانا کھلاتے ہیں۔ (وہ ان سے کہتے ہیں) ہم تمھیں صرف اللہ (کی رضا) کے لیے کھلا رہے ہیں اور ہم تم سے نہ کوئی معاوضہ چاہتے ہیں اور نہ ہی شکر گزاری، ہمیں تو اپنے رب سے اس دن کا خوف ہے جو شدید مصیبت (کی وجہ) سے بد منظر ہوگا۔ پس اللہ انھیں اس دن کے شر سے محفوظ رکھے گا اور انھیں شادابی اور مسرت عنایت فرمائے گا اور ان کے صبر کے عوض انھیں جنت اور ریشمی لباس عنایت فرمائے گا وہ اس (جنت) میں مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ جس میں نہ دھوپ کی گرمی دیکھنے کا اتفاق ہوگا اور نہ سردی کی شدت اور (پھل دار درخت) ان پر سایہ فگن ہوں گے اور میووں کے گچھے ان کی دسترس میں ہوں گے اور ان کے لیے چاندی کے برتنوں اور بلوریں پیالوں کے دور چلیں گے۔ شیشے بھی (کانچ کے نہیں بل کہ) چاندی کے ہوں گے جنھیں ساقی نے ایک مناسب مقدار میں بھرا ہوگا اور وہاں انھیں ایک ایسا جام پلایا جائے گا جس میں زنجبیل (سونٹھ) کی آمیزش ہوگی۔ جنت میں ایک ایسے چشمے سے جسے سلسبیل کہا جاتا ہے اور (خدمت کے لیے) ان کے گرد ایسے لڑکے پھر رہے ہوں گے جو ہمیشہ رہنے والے ہیں آپ انھیں دیکھیں تو بکھرے ہوئے موتی خیال کریں گے۔ آپ جہاں بھی نگاہ ڈالیں گے بڑی نعمت اور عظیم سلطنت نظر آئے گی، ان کے اوپر سبز دیباج اور اطلس کے کپڑے ہوں گے انھیں چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور ان کا پروردگار انھیں پاکیزہ مشروب پلائے گا۔ یقیناً یہ تمھارے لیے جزا ہے اور تمھاری یہ محنت قابل قدر ہے۔"

فصل ہفتم

جہنّم

جہنم کا منظر اور خدا کا قہر و غضب

خدا کی صفات کی دو قسمیں ہیں: ① صفاتِ رحمانیہ ② صفاتِ قہریہ و غضبیہ۔ صفاتِ رحمانیہ جیسے رزاقیت، غفاریت، رحمانیت وغیرہ اور صفات قہریہ جیسے کبریائی کی جباریت، انتقام، عدالت، مظہر اور ظہور نامہ اور بالفرض ان صفات اور اسما کا تعلق قیامت سے ہے:

لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ (سورۂ مبارکہ مومن: آیت ۱۶)

"(اس روز پوچھا جائے گا) آج کس کی بادشاہت ہے؟ (جواب ملے گا) خدائے واحد قہار کی۔"

جنت خداوند کریم کی رحمانیت کی مظہر ہے بل کہ رحیمیت کی مظہر ہوتی ہے۔ اس مظہر کی عالم آخرت میں کوئی انتہا اور حد نہیں ہو گی۔ اگر خدا دنیا میں رحمانیت کے ملاحظات کو منقطع کر دے مگر آخرت میں صفت رحیمیت جلوہ گر ہو گی۔ اس صفت کی تجلی ابدی ہو گی جس کی کوئی انتہا اور حد نہیں ہو گی۔

ہم نے اب تک بحث میں نعماتِ خداوندی کی تجلی کو (بہشت) کے عنوان سے پیش کیا ہے۔ اب ہماری بحث خدا کی دوسری صفت کے متعلق ہے، جسے ہم جہنم کے عنوان سے پیش کریں گے۔ چوں کہ جہنم خدا کے قہر و غضب کی تجلی گاہ ہے۔ جس طرح جنت میں انسان خدا کی رحمت کو پائے گا، اسی طرح وہ جہنم میں خدا کے غضب کا سامنا کرے گا۔ یہ دن (یوم اللقاء) ہے صرف جنت ہی میں خدا سے ملاقات نہیں ہو گی بل کہ جہنم میں بھی خدا سے ملاقات ہو گی مگر یہ ملاقات بڑی شرم ناک اور معذرت خواہ نامہ انداز میں ہو گی چوں کہ اس انسان کا مسکن جہنم ہے۔ یہ انسان جہنم کے عمیق عذاب میں پڑا ہو گا۔ اس بارے میں ارشاد ہو رہا ہے:

رَبِّ ارْجِعُوْنِ ○ لَعَلِّیْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ

"اے پروردگار! مجھے واپس دنیا میں بھیج دے جس کو چھوڑ آیا ہوں، شاید اس میں عمل صالح بجالاؤں" (سورۂ مبارکہ مومنون: آیات ۹۹، ۱۰۰)۔

جس طرح جنت میں خدا کی مخلوق ہو گی اسی طرح جہنم میں بھی خدا کی مخلوق ہو گی۔ یہ وہی خالص توحید ہے اس کے مقابلے میں شرک ہوتا ہے جو آلودہ ہوتا ہے۔ یہ مشرکین اہرمن کو خالق شر اور اہور کو خیر کا خالق کہتے ہیں۔

جنت اور جہنم کی تخلیق کے سلسلے میں ایک نکتہ بہت ہی اہم ہے کہ جنت کی خلقت اصل اور جہنم کی تخلیق فرع ہے۔ پہلی ذاتی اور دوسری عارضی ہے چوں کہ تخلیق کی اساس وجود مطلق ہے اور وجودِ مطلق سے صرف خیر ہی صادر ہوتی ہے جب کہ خیر سے کبھی شر صادر نہیں ہوتا۔ شر تو وہاں سے صادر ہوتا ہے جہاں خیر نہ ہو بالفاظ دیگر خیر وجودی ہے جب کہ شر عدمی ہوتی ہے۔ شر کے عدمی ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ شر مطلقاً موجود ہی نہیں ہوتا بل کہ موجود تو ہوتا ہے مگر یہ عدم الخیر سے ناشی ہوتا ہے۔ جہاں خیر ہونا چاہیے مگر چند علل کی بنیاد پر وہاں خیر موجود نہیں ہے۔ اس لیے وہاں ایسی حالت اور وضعیت موجود ہوتی ہے جس کو شر کا نام دیا جاتا ہے۔ ہم ایک مثال پیش کیے دیتے ہیں کہ مثلاً علم کمال ہے اور موجود ہے تبھی تو یہ خیر کی منشا ہے جب کہ جہل (علم کا نہ ہونا) ایک نقص ہے اور عدم (عدم العلم) ہے تبھی تو یہ بُری حرکات اور ناہنجار رفتار کا منشا بنتی ہے۔

دوسری مثال یہ کہ انسان کے جسم کی مشینری (یا کسی بھی زندہ موجود کے جسم کی مشینری) کو صحت و سلامتی کی بنیاد پر خلق کیا گیا ہے۔ اب زندگی برقرار رکھنے کا سسٹم اور اس کے لیے ضروری لوازمات جن کے ذریعے زندگی اور حیات کو جاری رکھا جا سکتا ہے۔ جب اس سسٹم میں خلل پیدا ہوا تو پھر بیماری (انفیکشن) شروع ہو گئی خطرناک قسم کے میکروکا مرکز بن جاتی ہے۔ اس کی وجہ سے ناقابل برداشت درد سہنا پڑتا ہے۔

اسی طرح انسان کے جسم کے مانند اس کی روح کو بھی صحیح و سالم خلق کیا گیا ہے۔

جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

كل مولودٍ يولد على الفطرة

روح کی سلامتی اور دوام کے لیے ضروری ہے کہ فطری اور اصیل ضروریات کو پورا کیا

جائے۔ روح کی سب سے بڑی ضرورت خداوند کریم سے عشق و محبت ہے۔ اگر اس فطری ضرورت کو پورا نہ کیا جائے تو پھر انسان کے اندر ایک ایسی انفیکشن پیدا ہو جاتی ہے جس کی تکلیف دس سال یا سو سالوں کو محیط نہیں ہو گی بل کہ ابدی ہو گی۔ ہم اس مقدمے سے یہ نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ پہلے جنت تخلیق کی گئی ہے پھر جہنم؛ جس طرح پہلے بچے کی غذا (اس کے ماں کے سینے میں دودھ) پیدا کی جاتی ہے پھر بچہ پیدا ہوتا ہے۔ بچہ پیدا ہونے کے بعد اپنی اس مخصوص غذا کو پینا شروع کر دیتا ہے۔ اسی طرح یہ تمام نعمتیں انسان کی تخلیق سے پہلے پیدا کی گئی ہیں۔ پھر ان کے بعد انسان خلق ہوا ہے۔ یہ انسان ہی ہے جو اپنے عقائد اور اعمال کے ذریعے جنت میں وسعت پیدا کر رہا ہے اور اس کی تزئین و آرائش کر رہا ہے۔

ہم ذیل میں ایک حدیث پیش کر رہے ہیں جو اس مدعا پر دلالت کر رہی ہے:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں:

''جب ہمارے کسی دشمن کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو موت کا فرشتہ گھٹیا ترین اور ڈراؤنی صورت میں ظاہر ہو گا' سرکش قسم کے شیاطین جن سے وہ فرد آشنا ہو گا اس کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہوں گے۔ موت کا فرشتہ اسے مخاطب کر کے کہے گا: اے پلید و کثیف نفس! تم خدا' رسولؐ کی نبوت اور علیؑ و اولادِ علیؑ کی امامت کے منکر تھے' خدا کی لعنت اور غضب تمہارے شامل حال ہو گا۔ اب اپنا سر اُوپر اُٹھاؤ' عرشِ الٰہی کے سامنے لگے ہوئے تخت پر پیغمبرؐ اکرم اور ان کی آلؑ کو تخت پر بیٹھا ہوا دیکھو۔ جنت کو دیکھو جس کے دروازے کھلے ہوئے ہیں' اس کے مراتب' درجات اور خزانے موجود ہیں' جن کی تم نے بالکل فکر نہیں کی تھی۔ موت کا فرشتہ مزید کہے گا: اگر تم اولیائے خدا سے محبت رکھتے ہوتے تو آج تمہاری روح ان تک پرواز کر کے جاتی اور تمھیں ان کے طفیل جنت عطا کی جاتی' تمہارا مقام اولیائے خدا کے پاس ہوتا اور تمھیں ان کے پڑوسی ہونے کا

شرف حاصل ہوتا" (بحارالانوار: ج ۶، ص ۱۹۰)۔

جہنم کی آفرینش کچھ اس طرح ہوئی ہے کہ جہنم انسان کے بُرے اعمال کی وجہ سے بھڑک اُٹھے گی۔ جس طرح مختلف بیماریاں ہوتی ہیں' جو انسان کی پیدائش کے بعد گندی غذاؤں اور صحت کے اُصولوں کا خیال نہ رکھنے کے سبب پیدا ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح جہنم اور اس کا عذاب' انسان کی روحانی اور معنوی کمزوریوں اور ان کی وجہ سے پیدا ہونے والے خلا کے سبب معرض وجود میں آتی ہے' اس کے دردناک قسم کے شکنجے نہ ختم ہونے والا عذاب انسان کی تلاش میں رہتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہو رہا ہے:

يَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ ○ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ

"اس روز تمام راز فاش ہو جائیں گے' لہٰذا انسان کے پاس نہ کوئی قوت ہو گی اور نہ مددگار ہوگا" (سورۂ مبارکہ طارق: آیات ۹، ۱۰)۔

دوسرا اہم نکتہ یہ ہے کہ جہنم کی ملکوتی تصویر جس کے متعلق ہم گزشتہ فصل میں اشارہ کر چکے ہیں وہ اب بھی موجود ہے جب کہ اس کے تمام مادی مصالح اور آتش گیر مواد اس عظیم جہاں کے اندر موجود ہے جیسا کہ امیر المومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"جنت آسمانوں پر اور جہنم زمینوں پر ہے۔"

ایک اور نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ عذاب کا مرکز ومحور انسان کی روح اور دل ہوں گے۔ اس عذاب کا جلوہ اس مادی جہان میں ہوگا۔ یہ دونوں بُرے اعمال وہ روح جو بیرونی آگ کی صورت میں موجود ہے دونوں مل جائیں گے جس کے نتیجے میں جہنم کا دردناک ترین عذاب وجود میں آئے گا۔ جی وہ آگ ایک گناہ گار ترین انسان کے ساتھ بہترین سنخیت رکھتی ہوئی ہو گی۔ اگر مومن کو ہزاروں سال جہنم میں رکھا جائے تو اس کے جسم پر جہنم کی آگ کا معمولی سا اثر بھی نہیں ہوگا' جس طرح آگ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بالکل نقصان نہیں پہنچایا۔

یہ آیت اسی مطلب کو بیان کر رہی ہے:

وَإِذَا النُّفُوسُ زُوِّجَتْ (سورۂ مبارکہ تکویر: آیت ۷)

"اور جب جانیں جسموں سے جوڑ دی جائیں گی۔"

یہ آیت عذابِ جہنم کے روح پر دلالت کر رہی ہے:

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ۝ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ۝ فِيْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ (سورۂ مبارکہ الھمزہ: آیات ۶ تا ۹)

"وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ جو دلوں تک پہنچ جائے گی۔ یہ لوگ آگ کے لمبے لمبے ستونوں میں ڈال کر بند کر دیے جائیں گے۔"

آخری نکتہ یہ ہے کہ جہنم کا عذاب دو طرح کا ہوگا: ① اشتراکی ② اختصاصی۔ یہ اس لیے کہ بعض گناہ دوسرے گناہ گاروں کے ساتھ مل کر انجام پاتے ہیں۔ بعض گناہ انفرادی ہوتے ہیں۔ اس مقدمے کو بیان کرنے کے بعد ہم جہنم کے چند اہم مسائل کو پیش کیے دیتے ہیں۔

جہنم کے اسما وصفات

① النار:

ایک نام النار ہے جیسا کہ سورۂ مبارکہ بقرہ میں ارشاد ہو رہا ہے:

وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۸۰)

"اور (یہودی) کہتے ہیں ہمیں تو جہنم کی آگ گنتی کے چند دنوں کے علاوہ چھو نہیں سکتی۔"

② دوسرا نام اشد العذاب ہے۔ جیسا کہ ارشاد ہو رہا ہے:

وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰۤى اَشَدِّ الْعَذَابِ وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۸۵)

"اور آخرت میں ایسے لوگ سخت ترین عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے اور اللہ تمھارے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔"

③ ایک نام مُّهِيْنٌ ہے:

وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۹۰)

''اور کافروں کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔''

④ عذابِ الیم:

وَ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۱۰۴)

''اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے۔''

⑤ عذابِ عظیم:

وَّ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۱۱۴)

''اور آخرت میں عذابِ عظیم ہے۔''

⑥ عذابِ النار:

وَ مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۱۲۶)

''جو کفر اختیار کریں گے انھیں بھی دنیا میں کچھ دن لذتوں سے بہرہ مند ہونے کی مہلت دوں گا پھر انھیں عذابِ جہنم کی طرف دھکیل دوں گا اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔''

⑦ عَذَابَ الْحَرِيْقِ

وَّ نَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ (سورۂ مبارکہ آلِ عمران: آیت ۱۸۱)

''اور ہم کہیں گے اب عذاب حریق کا مزہ چکھو۔''

⑧ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَ مَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنْهَا وَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ (سورۂ مبارکہ مائدہ: آیت ۳۷)

''وہ عذاب آتشِ جہنم سے نکلنا چاہیں گے لیکن وہ اس سے نکل نہ سکیں گے اور ان کے لیے ہمیشہ کا عذاب ہے۔''

⑨ عَذَابَ الْخُلْدِ

ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ (سورۂ مبارکہ یونس: آیت ۵۲)

"پھر ظالموں سے کہا جائے گا دائمی عذاب دیکھو۔"

⑩ عَذَابٍ شَدِيدٍ

وَوَيْلٌ لِّلْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيدٍ (سورۂ مبارکہ ابراہیم: آیت ۲)

"کافروں کے لیے عذاب شدید افسوس ناک ہے۔"

⑪ عَذَابٌ غَلِيظٌ

وَمِن وَرَائِهِ عَذَابٌ غَلِيظٌ (سورۂ مبارکہ ابراہیم: آیت ۱۷)

"اور اس کے پیچھے (مزید) سنگین عذاب ہوگا۔"

⑫ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ

وَلَنُذِيقَنَّهُم مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ (سورۂ مبارکہ تنزیل [سجدہ]: آیت ۲۱)

"اور ہم قیامت کے بڑے عذاب سے پہلے دنیا کے معمولی عذاب کا مزہ چکھائیں گے جو عن قریب ہوگا تاکہ یہ لوگ اب بھی میری طرف رجوع کریں۔"

⑬ سُوءَ الْعَذَابِ

أَفَمَن يَتَّقِي بِوَجْهِهِ سُوءَ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ وَقِيلَ لِلظَّالِمِينَ ذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْسِبُونَ (سورۂ مبارکہ زمر: آیت ۲۴)

"کیا وہ شخص جو قیامت کے دن بُرے عذاب سے بچنے کے لیے اپنے منہ کو سپر بناتا ہے ظالموں سے کہا جائے گا چکھو اس کا مزہ جو تم کماتے رہے۔"

⑭ عَذَابِ الْحَمِيمِ

خُذُوهُ فَاعْتِلُوهُ إِلَىٰ سَوَاءِ الْجَحِيمِ ○ ثُمَّ صُبُّوا فَوْقَ رَأْسِهِ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيمِ (سورۂ مبارکہ دخان: آیات ۴۷، ۴۸)

"اسے پکڑ لو اور جہنم کے بیچ تک گھسیٹتے ہوئے لے جاؤ پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب انڈیل دو۔"

⑮ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ

هٰذَا هُدًى وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ (سورۂ مبارکہ جاثیہ: آیت ۱۱)

"یہ قرآن ہدایت ہے اور جو لوگ اپنے پروردگار کی آیات کا انکار کرتے ہیں ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔"

⑯ عَذَابَ الْهُوْنِ

فَالْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ فِي الْاَرْضِ (سورۂ مبارکہ احقاف: آیت ۲۰)

"پس آج تمھیں ذلت کے عذاب کی سزا اس لیے دی جائے گی کہ تم زمین میں ناحق تکبر کرتے رہے اور بدکرداری کرتے رہے۔"

⑰ عَذَابًا صَعَدًا

وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ يَسْلُكْهُ عَذَابًا صَعَدًا

"اور جو شخص اپنے پروردگار کے ذکر سے منھ پھیر لے گا وہ اسے سخت عذاب میں مبتلا کرے گا" (سورۂ مبارکہ جن: آیت ۱۷)۔

⑱ بِئْسَ الْمَصِيْرُ

وَ مَنْ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيْلًا ثُمَّ اَضْطَرُّهٗٓ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَ بِئْسَ الْمَصِيْرُ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۱۲۶)

"جو کفر اختیار کریں گے انھیں بھی کچھ دن (دنیا) کی لذتوں سے بہرہ مند ہونے کی مہلت دوں گا پھر انھیں عذاب جہنم کی طرف دھکیل دوں گا اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔"

⑲ لَبِئْسَ الْمِهَادُ

وَ اِذَا قِيْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۲۰۶)

''اور پھر جب اس سے کہا جائے خوف خدا کرو تو نخوت اسے گناہ پر آمادہ کر دیتی ہے اس کے لیے بس جہنم ہی کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔''

⑳ فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ

فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ

''جہنم میں ہمیشہ رہنے کے لیے ان دروازوں میں داخل ہو جاؤ کہ تکبر کرنے والوں کا ٹھکانا نہایت برا ہے'' (سورۂ مبارکہ نحل: آیت ۲۹)۔

㉑ جَهَنَّمَ

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ (سورۂ مبارکہ آل عمران: آیت ۱۲)

''اے محمدؐ! جنھوں نے انکار کیا ہے ان سے کہہ دیجیے تم عن قریب مغلوب ہو جاؤ گے اور جہنم کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے اور وہ بدترین ٹھکانا ہے۔''

㉒ الْجَحِيْمِ

وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۱۱۹)

''اور آپ سے اہل دوزخ کے بارے میں کوئی پرسش نہیں ہوگی۔''

㉓ سَعِيْرًا

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا (سورۂ مبارکہ نساء: آیت ۱۰)

''جو لوگ ناحق یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بس آگ بھرتے ہیں اور وہ جلد ہی جہنم کی بھڑکتی آگ میں تپائے جائیں گے۔''

۲۴ حَصِیۡرًا

وَ جَعَلۡنَا جَهَنَّمَ لِلۡكٰفِرِيۡنَ حَصِيۡرًا (سورۂ مبارکہ بنی اسرائیل [اسراء]: آیت ۸)

''اور ہم نے جہنم کو کافروں کے لیے قید خانہ بنا رکھا ہے۔''

۲۵ سَقَرَ

يَوۡمَ يُسۡحَبُوۡنَ فِى النَّارِ عَلٰى وُجُوۡهِهِمۡ ذُوۡقُوۡا مَسَّ سَقَرَ

''جس دن وہ منہ کے بل آگ میں گھسیٹے جائیں گے (ان سے کہا جائے گا) چکھو آگ کا ذائقہ'' (سورۂ مبارکہ قمر: آیت ۴۸)۔

۲۶ مِرۡصَادًا

اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتۡ مِرۡصَادًا (سورۂ مبارکہ نبا: آیت ۲۱)

''جہنم یقیناً ایک گھات ہے۔''

۲۷ مَاٰبًا

لِّلطّٰغِيۡنَ مَاٰبًا (سورۂ مبارکہ نبا: آیت ۲۲)

''جو سرکشوں کے لیے ٹھکانا ہے۔''

۲۸ الزَّبَانِيَةَ

كَلَّا لَئِنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ لَنَسۡفَعًاۢ بِالنَّاصِيَةِ○ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ○ فَلۡيَدۡعُ نَادِيَهٗ○ سَنَدۡعُ الزَّبَانِيَةَ (سورۂ مبارکہ علق: آیات ۱۵ تا ۱۸)

''ہرگز نہیں! اگر یہ شخص باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی پکڑ کر گھسیٹیں گے وہ پیشانی جو جھوٹی خطا کار ہے پس وہ اپنے ہم نشینوں کو بلا لے' ہم بھی جلد ہی اپنے دوزخ کے موکلوں کو بلائیں گے۔''

۲۹ الۡحُطَمَةُ

كَلَّا لَيُنۡۢبَذَنَّ فِى الۡحُطَمَةِ○ وَمَاۤ اَدۡرٰٮكَ مَا الۡحُطَمَةُ

''ہرگز نہیں وہ چکنا چور کر دینے والی آگ میں ضرور پھینک دیا جائے گا اور تمہیں

کیا معلوم کہ وہ چکنا چور کر دینے والی کیا ہے" (سورۂ مبارکہ ہمزہ: آیات ۵،۴)۔

۴۰ اَلْفَلَقِ

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (سورۂ مبارکہ فلق: آیت ۱)

"کہہ دیجیے میں پناہ مانگتا ہوں فلق کے رب کی۔"

۴۱ سَآءَتْ مَصِيْرًا

فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا (سورۂ مبارکہ نساء: آیت ۹۷)

"پس ایسے لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بری جگہ ہے۔"

۴۲ سَآءَتْ مُرْتَفَقًا

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَ اِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِى الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَ سَآءَتْ مُرْتَفَقًا (سورۂ مبارکہ کہف: آیت ۲۹)

"ہم نے ظالموں کے لیے یقیناً ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں انھیں گھیرے میں لے رہی ہوں گی اور اگر وہ فریاد کریں تو ایسے پانی سے ان کی دادرسی ہو گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہو گا ان کے چہروں کو بھون ڈالے گا' بدترین مشروب ہے اور جہنم بدترین جگہ ہے۔"

۴۳ سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ○ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا (سورۂ مبارکہ فرقان: آیات ۶۵، ۶۶)

"اور جو یوں التجا کرتے ہیں ہمارے رب ہمیں عذابِ جہنم سے بچا بے شک اس کا عذاب تو جان چھڑانے والا ہی نہیں بے شک جہنم بدترین ٹھکانا اور مقام ہے۔"

۴۴ دَارَ الْبَوَارِ

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّ اَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ (سورۂ مبارکہ ابراہیم: آیت ۲۸)

''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنھوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری سے بدل دیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں اُتار دیا؟''

۴۵ دَارُ الْخُلْدِ

ذٰلِكَ جَزَآءُ اَعْدَآءِ اللّٰهِ النَّارُ لَهُمْ فِيْهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ (سورۂ مبارکہ حم سجدہ: آیت ۲۸)

''یہی آگ دشمنانِ خدا کی سزا ہے اس میں ان کے لیے ہمیشہ کا گھر ہے یہ اس بات کی سزا ہے کہ وہ ہماری آیات کا انکار کرتے تھے۔''

۴۶ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا

اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا (سورۂ مبارکہ فرقان: آیت ۳۴)

''جو لوگ قیامت کے دن اپنے اپنے منہ کے بل جہنم میں ہنکائے جائیں گے وہ ہی لوگ بدتر جگہ میں ہوں گے اور سب سے زیادہ راہ راست سے بھٹکنے والے۔''

۴۷ لَشَرَّ مَاٰبٍ

هٰذَا وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ (سورۂ مبارکہ ص: آیت ۵۵)

''یہ تو (اہل تقویٰ کے لیے) ہے اور سرکشوں کے لیے بدترین ٹھکانا ہے۔''

۴۸ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ (سورۂ مبارکہ توبہ: آیت ۶۳)

"کیا انھیں معلوم نہیں کہ جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کا مقابلہ کرتا ہے اس کے لیے جہنم کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا یہ بہت بڑی رسوائی ہے۔"

۲۹ جزا الیم

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ۝ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ (سورۂ مبارکہ ہمزہ: آیات ۶، ۷)

"وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں تک پہنچ جائے گی۔"

۳۰ نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ

سَيَصْلٰى نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ (سورۂ مبارکہ لہب: آیت ۳)

"وہ عن قریب بھڑکتی آگ میں جھلسے گا۔"

وہ آیات جن کا آغاز لفظ فَوَیْلٌ سے ہو رہا ہے:

فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ یَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَیْدِیْهِمْ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۷۹)

"پس ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جو (توریت کے نام سے) ایک کتاب اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں پھر دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے۔"

فَوَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَیْدِیْهِمْ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۷۹)

"ہلاکت ہو ان پر اس چیز کی وجہ سے جسے ان کے ہاتھوں نے لکھا۔"

وَوَیْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا یَكْسِبُوْنَ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۷۹)

"اور ہلاکت ہو ان پر اس کمائی کی وجہ سے۔"

وَوَیْلٌ لِّلْكٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِیْدٍ (سورۂ مبارکہ ابراہیم: آیت ۲)

"کافروں کے لیے عذابِ شدید کی تباہی ہے۔"

فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (سورۂ مبارکہ مریم: آیت ۳۷)

"مگر (مختلف) فرقوں نے باہم اختلاف کیا پس ان کافروں کے لیے تباہی

ہے جب وہ بڑے دن کا مشاہدہ کریں گے۔"

وَلَكُمُ الْوَيْلُ مِمَّا تَصِفُونَ (سورۂ مبارکہ انبیاء: آیت ۱۸)

"اور تم پر تباہی ہو ان باتوں کی وجہ سے جو تم بناتے ہو۔"

ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ

"یہ تو کفار کا گمان ہے ایسے کافروں کے لیے آتش جہنم کی تباہی ہے" (سورۂ مبارکہ ص: آیت ۲۷)۔

فَوَيْلٌ لِّلْقٰسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (سورۂ مبارکہ زمر: آیت ۲۲)

"پس تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جن کے دل ذکر خدا سے (غافل ہو کر) سخت ہو جاتے ہیں۔"

وَوَيْلٌ لِّلْمُشْرِكِيْنَ (سورۂ مبارکہ حم سجدہ: آیت ۶)

"تباہی (ویل) ہے مشرکین کے لیے۔"

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ عَذَابِ يَوْمٍ اَلِيْمٍ (سورۂ مبارکہ زخرف: آیت ۶۵)

"پس ظالموں کے لیے دردناک دن کے عذاب سے تباہی ہے۔"

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ (سورۂ مبارکہ جاثیہ: آیت ۷)

"تباہی ہے ہر جھوٹے گناہ گار کے لیے۔"

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ يَّوْمِهِمُ الَّذِيْ يُوْعَدُوْنَ

"پس کفار کے لیے تباہی ہے اس روز جس کا ان سے وعدہ کیا جاتا ہے" (سورۂ مبارکہ ذاریات: آیت ۶۰)۔

فَوَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ (سورۂ مبارکہ طور: آیت ۱۱)

"پس اس دن تکذیب کرنے والوں کے لیے تباہی ہے۔"

وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ ○ الَّذِيْنَ اِذَا اكْتَالُوْا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُوْنَ

"ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے ہلاکت ہے جب وہ لوگوں سے لیتے

ہیں تو پورا لیتے ہیں" (سورۂ مبارکہ مطففین: آیات ۱،۲)۔

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ (سورۂ مبارکہ ہمزہ: آیت ۱)

"ہر عیب گو طعنہ دینے والے کے لیے ہلاکت ہے۔"

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۝ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ

"پس ایسے نمازیوں کے لیے ہلاکت ہے جو اپنی نماز سے غافل رہتے ہیں" (سورۂ مبارکہ ماعون: آیات ۴،۵)۔

قرآن کی زبانی جہنم کا عذاب

قرآن کریم نے متعدد آیات میں جہنم کے عذاب کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ہم بطور نمونہ چند آیات پیش کر رہے ہیں:

جیسے:

فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۲۴)

"اگر تم ایسا نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکو گے تو اس آتش سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں۔ یہ آگ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔"

جیسے:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَ لَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۸۶)

"یہی وہ لوگ ہیں جنھوں نے آخرت کے بدلے میں دنیاوی زندگی خرید لی ہے پس ان کے عذاب میں کوئی تخفیف نہ ہوگی اور نہ ہی ان کی کوئی مدد کی جائے گی۔"

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا (سورۂ مبارکہ نساء: آیت ۱۰)

''جو لوگ ناحق یتیموں کا مال کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں بس آگ بھرتے ہیں اور وہ جلد ہی جہنم کی بھڑکتی آگ میں تپائے جائیں گے۔''

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَهَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَ (سورۂ مبارکہ نساء: آیت ۵۶)

''جنھوں نے ہماری آیات کو ماننے سے انکار کیا ہے یقیناً انھیں ہم عن قریب آگ میں جھلسا دیں گے جب ان کی کھالیں گل جائیں گی ان کی جگہ ہم دوسری کھالیں پیدا کریں گے تاکہ یہ لوگ عذاب چکھتے رہیں۔ بے شک اللہ غالب آنے والا اور حکمت والا ہے۔''

أُولَئِكَ مَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ وَلَا يَجِدُونَ عَنْهَا مَحِيصًا (سورۂ مبارکہ نساء: آیت ۱۲۱)

''یہی وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ اس سے بچ نکلنے کی کوئی جگہ نہیں پائیں گے۔''

لَهُمْ شَرَابٌ مِنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ

''ان کے کفر کے بدلے ان کے لیے پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی اور درد ناک عذاب ہے'' (سورۂ مبارکہ انعام: آیت ۷۰)۔

لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَى بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ جَمِيعًا (سورۂ مبارکہ انفال: آیت ۳۷)

''تاکہ اللہ ناپاک کو پاکیزہ سے الگ کر دے اور ناپاکوں کو ایک دوسرے کے ساتھ باہم ملا کر یکجا کر دے پھر اس ڈھیر کو جہنم میں جھونک دے۔''

وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝ يَوْمَ يُحْمَى عَلَيْهَا فِي نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُونَ (سورۂ مبارکہ توبہ: آیات ۳۴، ۳۵)

"جو لوگ سونا اور چاندی ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے راہِ خدا میں خرچ نہیں کرتے، انھیں دردناک عذاب کی خوش خبری سنا دیجیے۔ جس دن وہ سونا چاندی جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا پھر اس سے اُن کی پیشانیاں اور اُن کے پہلو اور اُن کی پشتیں داغی جائیں گی اور اُن سے کہا جائے گا یہ وہ ہے جسے تم نے اپنے لیے دنیا میں جمع کر کے رکھا تھا تو اپنے جمع کیے کا اب مزہ چکھو۔"

وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ (سورۂ مبارکہ توبہ: آیت ۴۹)

"اور جہنم نے ان کافروں کو یقیناً گھیر رکھا ہے۔"

وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّ عَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ (سورۂ مبارکہ یونس: آیت ۴)

"اور جو لوگ کافر ہوئے انھیں اپنے کفر کی پاداش میں کھولتا ہوا پانی پینا ہوگا اور انھیں دردناک عذاب (بھی) بھگتنا ہوگا۔"

وَ اسْتَفْتَحُوْا وَ خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَ يُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ۝ يَّتَجَرَّعُهٗ وَ لَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَ يَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ مَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَ مِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ (سورۂ مبارکہ ابراہیم: آیات ۱۵ تا ۱۷)

"اور انبیا نے فتح و نصرت مانگی تو ہر سرکش دشمن نامراد ہو کر رہ گیا اس کے بعد جہنم ہے۔ اس میں اُنھیں پیپ اور لہو بھرا ہوا پانی پینے کو دیا جائے گا۔ (زبردستی) اُسے گھونٹ گھونٹ کر کے پینا پڑے گا اور اُسے حلق سے با آسانی نہ اُتار سکے گا اور اُسے ہر طرف موت ہی موت آتی ہوئی دکھائی دیتی ہے حالاں کہ وہ مارے نہ مر سکے گا پھر اس کے پیچھے سخت عذاب ہوگا۔"

وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ لَهَا سَبْعَةُ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ

مِنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ (سورۂ مبارکہ حجر: آیات ۴۳،۴۴)

"ان سب کی وعدہ گاہ جہنم ہے جس کے سات دروازے ہیں ہر دروازے کے لیے ان کا ایک حصہ مخصوص کر دیا گیا۔"

وَ اِذَا رَاَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَ لَا هُمْ يُنْظَرُوْنَ ○ وَ اِذَا رَاَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا شُرَكَآءَهُمْ قَالُوْا رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ شُرَكَآؤُنَا الَّذِيْنَ كُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِكَ فَاَلْقَوْا اِلَيْهِمُ الْقَوْلَ اِنَّكُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○ وَ اَلْقَوْا اِلَى اللّٰهِ يَوْمَئِذِ السَّلَمَ وَ ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ○ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوْا يُفْسِدُوْنَ (سورۂ مبارکہ نحل: آیات ۸۵،۸۸)

"اور جب ظالم لوگ عذاب کو دیکھ لیں گے تو ان کے عذاب میں تخفیف ہو گی اور نہ ہی انھیں مہلت دی جائے گی اور جنھوں نے شرک کیا ہے جب وہ اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو دیکھیں گے تو کہیں گے: ہمارے پروردگار! یہ ہمارے وہی شریک ہیں جنھیں ہم تیری بجائے پکارتے تھے وہ (شرکا) اس بات کو مسترد کر دیں گے (اور کہیں گے) بے شک تم جھوٹے ہو اور اس دن وہ اللہ کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیں گے اور ان کی افترا پردازیاں ناپید ہو جائیں گی جنھوں نے کفر کیا اور (لوگوں کو) راہِ خدا سے روکا' ان کے لیے ہم عذاب پر عذاب کا اضافہ کریں گے' اس فساد کے عوض جو یہ پھیلاتے رہے۔"

ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا

"پھر ہم نے اس کے لیے جہنم کو مقرر کیا ہے جس میں وہ مذموم اور راندہ درگاہ ہو کر بھسم ہو جائے گا" (سورۂ مبارکہ بنی اسرائیل: آیت ۱۸)۔

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَ اِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا

يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَ سَآءَتْ مُرْتَفَقًا (سورۂ مبارکہ کہف: آیت ۲۹)

''ہم نے ظالموں کے لیے یقیناً ایسی آگ تیار کر رکھی ہے جس کی قناتیں انھیں گھیرے میں لے رہی ہوں گی اور اگر وہ فریاد کریں تو ایسے پانی سے ان کی دادرسی ہو گی۔ جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا' ان کے چہرے کو بھون ڈالے گا' بدترین مشروب اور بدترین جائے گاہ ہے۔''

فَوَرَبِّكَ لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَ الشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ جِثِيًّا۝ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا۝ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا صِلِيًّا۝ وَ اِنْ مِّنْكُمْ اِلَّا وَارِدُهَا كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا مَّقْضِيًّا۝ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ نَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ فِيْهَا جِثِيًّا۝ وَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ مَّقَامًا وَّ اَحْسَنُ نَدِيًّا (سورۂ مبارکہ مریم: آیات ۶۸ تا ۷۳)

''آپ کے ربّ کی قسم! پھر ہم ان سب کو اور شیاطین کو ضرور جمع کریں گے۔ پھر جہنم کے گرد گھٹنوں کے بل ضرور حاضر کریں گے۔ پھر ہم ہر فرقے میں سے ہر اس شخص کو جدا کر دیں گے جو رحمٰن کے مقابلے میں زیادہ سرکش تھا۔ پھر یہ بات ہم بہتر جانتے ہیں کہ جہنم میں جھلسنے کا زیادہ سزاوار ان میں سے کون ہے اور تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہوگا جو جہنم پر وارد نہ ہو۔ یہ حتمی فیصلہ آپ کے ربّ کے ذمے ہے۔ پھر ہم اہل تقویٰ کو نجات دیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل پڑا چھوڑ دیں گے اور جب انھیں ہماری صریح آیات سنائی جاتی ہیں تو کفار اہل ایمان سے کہتے ہیں دونوں فریقوں میں سے کون بہتر مقام پر (فائز) ہے اور کس کی محفلیں

زیادہ بارونق ہیں۔"

إِنَّهُ مَنْ يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ جَهَنَّمَ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَ لَا يَحْيٰى (سورۂ مبارکہ طٰہٰ: آیت ۷۴)

"بے شک جو مجرم بن کر اپنے ربّ کے پاس آئے گا اس کے لیے یقیناً جہنّم ہے جس میں وہ نہ مرے گا اور نہ جیے گا۔"

إِنَّكُمْ وَ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ أَنْتُمْ لَهَا وَارِدُونَ○ لَوْ كَانَ هٰؤُلَاءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوهَا وَ كُلٌّ فِيهَا خٰلِدُونَ○ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَّ هُمْ فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ○ إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰى أُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ○ لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا وَ هُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنْفُسُهُمْ خٰلِدُونَ

"بہ تحقیق تم اور تمھارے وہ معبود جنھیں تم اللہ کو چھوڑ کر پوجتے تھے، جہنّم کا ایندھن ہیں جہاں تمھیں داخل ہونا ہے اگر یہ معبود ہوتے تو جہنّم میں داخل نہ ہوتے اور اب سب کو اسی میں ہمیشہ رہنا ہے، جہنّم میں ان کا شور ہوگا اور وہ اس میں کچھ سن نہ سکیں گے۔ البتہ جن لوگوں کے لیے ہماری طرف سے پہلے ہی بھلائی لکھی جا چکی ہے وہ لوگ دوزخ سے دور ہی دور رکھے جائیں گے۔ یہاں تک کہ اُس کی بھنک بھی نہ سنیں گے اور یہ لوگ ہمیشہ اپنی من مانگی مرادوں میں رہیں گے" (سورۂ مبارکہ انبیا: آیات ۹۸ تا ۱۰۲)۔

فَالَّذِينَ كَفَرُوا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوسِهِمُ الْحَمِيمُ○ يُصْهَرُ بِهِ مَا فِي بُطُونِهِمْ وَ الْجُلُودُ○ وَ لَهُمْ مَّقَامِعُ مِنْ حَدِيدٍ○ كُلَّمَا أَرَادُوا أَنْ يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا وَ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ (سورۂ مبارکہ حج: آیات ۱۹ تا ۲۲)

"جن لوگوں نے کفر کیا ان کے لیے آتشیں لباس آمادہ ہے، ان کے سروں

کے اوپر کھولتا ہوا پانی ڈالا جائے گا جس سے ان کے پیٹ میں جو کچھ ہے اور کھالیں گل جائیں گی اور ان کو مارنے کے لیے لوہے کے ہتھوڑے ہوں گے جب وہ رنج کی وجہ سے جہنم سے نکلنے کی کوشش کریں گے تو پھر اسی میں پلٹا دیے جائیں گے اور کہا جائے گا جلنے کا مزہ چکھو۔"

تَلْفَحُ وُجُوهَهُمُ النَّارُ وَهُمْ فِيهَا كَالِحُونَ ۝ أَلَمْ تَكُنْ آيَاتِي تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ فَكُنتُم بِهَا تُكَذِّبُونَ ۝ قَالُوا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَالِّينَ ۝ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْهَا فَإِنْ عُدْنَا فَإِنَّا ظَالِمُونَ ۝ قَالَ اخْسَئُوا فِيهَا وَلَا تُكَلِّمُونِ ۝ إِنَّهُ كَانَ فَرِيقٌ مِّنْ عِبَادِي يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنتَ خَيْرُ الرَّاحِمِينَ ۝ فَاتَّخَذْتُمُوهُمْ سِخْرِيًّا حَتَّىٰ أَنسَوْكُمْ ذِكْرِي وَكُنتُم مِّنْهُمْ تَضْحَكُونَ ۝ إِنِّي جَزَيْتُهُمُ الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوا أَنَّهُمْ هُمُ الْفَائِزُونَ ۝ قَالَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِي الْأَرْضِ عَدَدَ سِنِينَ ۝ قَالُوا لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَاسْأَلِ الْعَادِّينَ ۝ قَالَ إِن لَّبِثْتُمْ إِلَّا قَلِيلًا لَّوْ أَنَّكُمْ كُنتُمْ تَعْلَمُونَ (سورۂ مبارکہ مومنون: آیات ۱۰۴ تا ۱۱۴)

"جہنم کی آگ ان کے چہروں کو جھلسا دے گی اور ان کی شکلیں بگڑی ہوئی ہوں گی۔ کیا تم وہی نہیں جو کہ میری آیات تمھیں سنائی جاتیں تو تم انھیں جھٹلاتے تھے؟ وہ کہیں گے ہمارے پروردگار! ہماری بدبختی ہم پر غالب آ گئی تھی اور ہم گم راہ لوگ تھے۔ اے ہمارے پروردگار! ہمیں اس جگہ سے نکال دے۔ اگر ہم نے پھر وہی (جرائم) کیے تو ہم لوگ ظالم ہوں گے۔ اللہ فرمائے گا: خوار ہو کر اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے بات نہ کرو۔ میرے بندوں میں سے کچھ لوگ یقیناً یہ دعا کرتے تھے: اے ہمارے پروردگار! ہم ایمان لائے ہیں پس ہمیں معاف فرما اور ہم رحم فرما اور تو

سب سے بہتر رحم کرنے والا ہے تو تم نے مذاق اُڑایا' یہاں تک کہ انھوں نے تمھیں ہماری یاد سے غافل کر دیا اور تم ان پر ہنستے تھے۔ آج میں نے ان کے صبر کا انھیں بدلہ دیا کہ وہی لوگ کام یاب ہیں۔ اللہ پوچھے گا: تم زمین میں کتنے سال رہے ہو؟ وہ کہیں گے: ایک روز یا روز کا ایک حصّہ (ہم وہاں) ٹھہرے پس شمار کرنے والوں سے پوچھ لیجیے۔ فرمایا: تم وہاں تھوڑا ہی عرصہ ٹھہرے ہو' کاش! تم (اس وقت) جانتے ہوتے۔"

وَاَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا ۝ اِذَا رَاَتْهُمْ مِّنْ مَّكَانٍۢ بَعِيْدٍ سَمِعُوْا لَهَا تَغَيُّظًا وَّزَفِيْرًا ۝ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ۝ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا (سورۂ مبارکہ فرقان: آیات ۱۱ تا ۱۴)

"اور جو قیامت کو جھٹلائے اس کے لیے ہم نے جہنم تیار کر رکھی ہے۔ جب وہ (جہنم) دور سے انھیں دیکھے گی تو یہ لوگ عقب سے اس کا بپھرنا اور دھاڑنا سنیں گے اور جب انھیں جکڑ کر جہنم کی کسی تنگ جگہ میں ڈال دیا جائے گا تو وہاں وہ موت کو پکاریں گے (تو ان سے کہا جائے گا) آج ایک موت کو نہ پکارو بلکہ بہت سی اموات کو پکارو۔"

وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۝ اِنَّهَا سَآءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا

"اور جو یوں التجا کرتے ہیں: ہمارے رب! ہمیں عذابِ جہنم سے بچا' بے شک اس کا عذاب تو جان چھوڑنے والا ہی نہیں ہے' بے شک جہنم تو بدترین ٹھکانا اور مقام ہے" (سورۂ مبارکہ فرقان: آیات ۶۵، ۶۶)۔

يَوْمَ يَغْشٰهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِهِمْ وَيَقُوْلُ ذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (سورۂ مبارکہ عنکبوت: آیت ۵۵)

"یہ لوگ آپ سے عذاب میں عجلت چاہتے ہیں حالاں کہ دوزخ کفار کو گھیرے میں لے چکی ہے۔"

وَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ لَا یُقْضٰى عَلَیْهِمْ فَیَمُوْتُوْا وَ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمْ مِّنْ عَذَابِهَا كَذٰلِكَ نَجْزِیْ كُلَّ كَفُوْرٍ ۝ وَ هُمْ یَصْطَرِخُوْنَ فِیْهَا رَبَّنَاۤ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَیْرَ الَّذِیْ كُنَّا نَعْمَلُ اَوَ لَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا یَتَذَكَّرُ فِیْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ جَآءَكُمُ النَّذِیْرُ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ (سورۂ مبارکہ فاطر: آیات ۳۶،۳۷)

"اور جنھوں نے کفر اختیار کیا ان کے لیے جہنم کی آتش ہے نہ تو ان کی قضا آئے گی کہ مر جائیں اور نہ ہی ان کے عذابِ جہنم میں تخفیف کی جائے گی۔ ہر کفر کرنے والے کو ہم اسی طرح سزا دیا کرتے ہیں اور وہ جہنم میں جا کر کہیں گے: ہمارے پروردگار! ہمیں اس جگہ سے نکال ہم نیک عمل کریں گے۔ برخلاف ان کاموں کے جو ہم (پہلے) کرتے رہے ہیں (جواب ملے گا) کیا ہم نے تمھیں اتنی عمر نہیں دی جس میں نصیحت حاصل کرنے والا نصیحت حاصل کر سکتا تھا؟ جب کہ تمھارے پاس تنبیہ کرنے والا بھی آیا تھا اب ذائقہ چکھو کہ ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔"

اَذٰلِكَ خَیْرٌ نُّزُلًا اَمْ شَجَرَةُ الزَّقُّوْمِ ۝ اِنَّا جَعَلْنٰهَا فِتْنَةً لِّلظّٰلِمِیْنَ ۝ اِنَّهَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِیْۤ اَصْلِ الْجَحِیْمِ ۝ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّیٰطِیْنِ ۝ فَاِنَّهُمْ لَاٰكِلُوْنَ مِنْهَا فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّ لَهُمْ عَلَیْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِیْمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَاۡاِلَى الْجَحِیْمِ

"کیا یہ مہمانی اچھی ہے یا زقوم کا درخت؟ ہم نے ان ظالموں کے لیے ایک آزمائش بنا دیا' یہ ایسا درخت ہے جو جہنم کی تہ سے نکلتا ہے اس کے خوشے شیاطین کے سروں جیسے ہیں۔ پھر وہ اس میں سے کھائیں گے اور اس سے

پیٹ بھریں گے۔ پھر ان کے لیے بہ تحقیق اس پر کھولتا ہوا پانی ملا دیا جائے گا'
پھر ان کا ٹھکانا بہر صورت جہنم ہوگا" (سورۂ مبارکہ صافات: آیات ۶۲ تا ۶۸)۔

هٰذَا وَاِنَّ لِلطّٰغِيْنَ لَشَرَّ مَاٰبٍ ۝ جَهَنَّمَ يَصْلَوْنَهَا فَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝
هٰذَا فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّغَسَّاقٌ ۝ وَّاٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ ۝ هٰذَا
فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَّعَكُمْ لَا مَرْحَبًۢا بِهِمْ اِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ۝ قَالُوْا
بَلْ اَنْتُمْ لَا مَرْحَبًۢا بِكُمْ اَنْتُمْ قَدَّمْتُمُوْهُ لَنَا فَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝
قَالُوْا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هٰذَا فَزِدْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ۝
وَقَالُوْا مَا لَنَا لَا نَرٰى رِجَالًا كُنَّا نَعُدُّهُمْ مِّنَ الْاَشْرَارِ ۝ اَتَّخَذْنٰهُمْ
سِخْرِيًّا اَمْ زَاغَتْ عَنْهُمُ الْاَبْصَارُ ۝ اِنَّ ذٰلِكَ لَحَقٌّ تَخَاصُمُ اَهْلِ
النَّارِ ۝ قُلْ اِنَّمَاۤ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝
رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝ قُلْ هُوَ
نَبَؤٌا عَظِيْمٌ ۝ اَنْتُمْ عَنْهُ مُعْرِضُوْنَ (سورۂ مبارکہ ص: آیات ۵۵ تا ۶۸)

"اہل کفر شرک کے لیے بدترین ٹھکانا ہوگا انھیں جہنم میں جھونکا جائے گا۔ یہ سب سے بدترین آرام گاہ ہے۔ یہ ان کا عذاب ہے یہ وہاں کھولتا ہوا پانی حمیم اور غساق پئیں گے۔ اس کے علاوہ دوسرے عذاب بھی ہوں گے۔ یہ وہ گروہ ہے (جو کافروں اور گم راہوں) کے سرداروں کے ساتھ ہوں گے۔ اس حالت میں وہ سردار کہیں گے ان کے حالات کتنے بدترین ہیں یہ تو دوزخ میں پڑے ہوئے ہیں اہل دوزخ ان سرداروں کو جواب دیں گے: سب سے بُرا حال تو تم لوگوں کا ہونا چاہیے چوں کہ تم آگے ہو سامنے دوزخ ہے جو بدترین آرام گاہ ہے پھر (تابعان) بارگاہِ خدا میں عرض کریں گے: اے وہ ہستی! جس نے ہم پر عذاب نازل کیا ہے' جہنم میں ان سرداروں کا عذاب کئی گنا بڑھا دے۔ اہل دوزخ ایک دوسرے

سے کہیں گے: مومنوں کو کیا ہو گیا ہے (ہم ان کے ایمان کی وجہ) سے انھیں اشرار میں شمار کرتے تھے (جب کہ وہ آج جہنم میں نہیں ہیں) ہم تو دنیا میں ان کا مذاق اُڑاتے تھے (کیا وہ دوزخی نہیں ہیں) یا اگر ہیں تو ہم انھیں نہیں دیکھ پا رہے (اے اہل ایمان! جان لو) اہل دوزخ کا یہ منازعہ حتمی اور محقق ہے۔"

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتٰبِ وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ○ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ يُسْحَبُوْنَ ○ فِي الْحَمِيْمِ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ○ ثُمَّ قِيْلَ لَهُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ○ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قَالُوْا ضَلُّوْا عَنَّا بَلْ لَّمْ نَكُنْ نَّدْعُوْا مِنْ قَبْلُ شَيْـًٔا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ الْكٰفِرِيْنَ

"جنھوں نے اس کتاب کی اور جو کچھ ہم نے پیغمبروں کو دے کر بھیجا ہے اس کی تکذیب کی ہے۔ انھیں عن قریب معلوم ہو جائے گا جب طوق اور زنجیریں ان کی گردنوں میں ہوں گی گھسیٹے جا رہے ہوں گے، کھولتے پانی کی طرف، پھر آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔ پھر ان سے پوچھا جائے گا: کہاں ہیں وہ جنھیں تم شریک ٹھہراتے تھے اللہ کو چھوڑ کر؟ وہ کہیں گے: وہ تو ہم سے ناپید ہوں گے بل کہ ہم تو پہلے کسی چیز کو پکارتے ہی نہیں تھے۔ اس طرح کفار کو اللہ گم راہ کر دیتا ہے" (سورۂ مومن: آیات ۷۰ تا ۷۴)۔

اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ ○ طَعَامُ الْاَثِيْمِ ○ كَالْمُهْلِ يَغْلِيْ فِي الْبُطُوْنِ ○ كَغَلْيِ الْحَمِيْمِ ○ خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ○ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ ○ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ○ اِنَّ هٰذَا مَا كُنْتُمْ بِهٖ تَمْتَرُوْنَ ○ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ مَقَامٍ اَمِيْنٍ ○ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ○ يَّلْبَسُوْنَ مِنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ

مُّتَقٰبِلِيْنَ ○ كَذٰلِكَ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ

''بے شک زقوم کا درخت گناہ گار کا کھانا ہے' پگھلے ہوئے تانبے کی طرح جو شکموں میں کھولتا ہے۔ فرشتوں کو حکم ہوگا اس کو پکڑو اور گھسیٹتے ہوئے دوزخ میں لے جاؤ پھر اس کے سر پر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب ڈالو پھر اُسے طعنہ دے کر کہا جائے گا اب مزہ چکھ تُو تو بڑا عزت والا سردار ہے۔ یہ وہ دوزخ ہے جس میں تم شک کیا کرتے تھے۔ بے شک متقی لوگ امن کی جگہ میں ہوں گے۔ باغوں اور چشموں میں' ریشم کی بھی باریک اور بھی دبیز پوشاک پہنے ہوئے ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے ہوں گے۔ ایسا ہی ہوگا اور ہم بڑی بڑی آنکھوں والی حوروں سے اُن کا بیاہ کریں گے'' (سورۂ مبارکہ دخان: آیات ۴۳ تا ۵۴)۔

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَتَمَتَّعُوْنَ وَيَاْكُلُوْنَ كَمَا تَاْكُلُ الْاَنْعَامُ وَالنَّارُ مَثْوًى لَّهُمْ (سورۂ مبارکہ محمدؐ: آیت ۱۲)

''جو لوگ کافر ہوں گے وہ لطف اُٹھاتے ہیں اور جانوروں کی طرح پیٹ بھرتے ہیں اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔''

كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِى النَّارِ وَسُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ

''جو لوگ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اُن کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا تو وہ آنتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا'' (سورۂ مبارکہ محمدؐ: آیت ۱۵)۔

يُعْرَفُ الْمُجْرِمُوْنَ بِسِيْمٰهُمْ فَيُؤْخَذُ بِالنَّوَاصِىْ وَالْاَقْدَامِ ○ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِىْ يُكَذِّبُ بِهَا الْمُجْرِمُوْنَ ○ يَطُوْفُوْنَ بَيْنَهَا وَبَيْنَ حَمِيْمٍ اٰنٍ ○ فَبِاَىِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ (سورۂ مبارکہ رحمٰن: آیات ۴۱ تا ۴۵)

''مجرم اپنے چہروں سے پہچانے جائیں گے' پھر وہ پیشانیوں اور پیروں سے پکڑے جائیں گے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ

گے؟ یہ وہی جہنم ہے جسے مجرمین جھٹلاتے تھے۔ وہ جہنم اور کھولتے ہوئے انتہائی گرم پانی کے درمیان گردش کرتے رہیں گے۔ پس تم دونوں اپنے رب کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے؟"

وَاَصْحٰبُ الشِّمَالِ مَآ اَصْحٰبُ الشِّمَالِ ۝ فِیْ سَمُوْمٍ وَّحَمِیْمٍ ۝ وَّظِلٍّ مِّنْ یَّحْمُوْمٍ ۝ لَّا بَارِدٍ وَّلَا کَرِیْمٍ ۝ اِنَّهُمْ کَانُوْا قَبْلَ ذٰلِکَ مُتْرَفِیْنَ ۝ وَکَانُوْا یُصِرُّوْنَ عَلَی الْحِنْثِ الْعَظِیْمِ ۝ وَکَانُوْا یَقُوْلُوْنَ اَئِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ۝ اَوَ اٰبَآؤُنَا الْاَوَّلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ ۝ لَمَجْمُوْعُوْنَ اِلٰی مِیْقَاتِ یَوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ثُمَّ اِنَّکُمْ اَیُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُکَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰکِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ فَمَالِئُوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ ۝ فَشٰرِبُوْنَ عَلَیْهِ مِنَ الْحَمِیْمِ ۝ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِیْمِ ۝ هٰذَا نُزُلُهُمْ یَوْمَ الدِّیْنِ

"رہے بائیں والے تو بائیں والوں کا کیا پوچھنا' وہ جلتی ہوا اور کھولتے پانی میں اور سیاہ دھوئیں کے سائے میں ہوں گے جس میں نہ خنکی ہے اور نہ ہی راحت۔ یہ لوگ اس سے پہلے ناز پروردہ تھے اور گناہِ عظیم پر اصرار کیا کرتے تھے اور کہا کرتے تھے: کیا جب ہم مر جائیں گے اور خاک اور ہڈیاں بن جائیں گے تو کیا ہم دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور کیا ہمارے اگلے باپ دادا بھی؟ کہہ دیجیے اگلے اور پچھلے یقیناً سب ایک مقررہ دن مقررہ وقت پر جمع کیے جائیں گے' پھر یقیناً تم اے گمراہو! تکذیب کرنے والو! زقوم کے درخت میں سے کھانے والے ہو' پھر اس سے پیٹ بھرنے والے ہو' پھر وہ بھی اس طرح پینے والے ہو جیسے پیاسے اُونٹ پیتے ہیں' جزا کے دن یہ ان کی ضیافت ہوگی" (سورۂ مبارکہ واقعہ: آیات ۴۱ تا ۵۶)۔

وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ ۝ وَلِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ عَذَابُ

جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ○ اِذَآ اُلْقُوْا فِيْهَا سَمِعُوْا لَهَا شَهِيْقًا وَّهِيَ تَفُوْرُ (سورۂ مبارکہ ملک: آیات ۵ تا ۷)

''اور ہم نے ان کے لیے دہکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے اور جنھوں نے اپنے پروردگار کا انکار کیا ہے ان کے لیے جہنم کا عذاب ہے اور وہ بدترین ٹھکانا ہے جب وہ اس میں ڈالے جائیں گے تو اس کے بھڑکنے کی ہول ناک آوازیں سنیں گے اور وہ جوش مار رہی ہوگی۔''

وَاَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (سورۂ مبارکہ جن: آیت ۱۵)

''اور وہ جو منحرف ہوگئے وہ جہنم کا ایندھن بنیں گے۔''

اِنَّ لَدَيْنَآ اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا○ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا

''یقیناً ہمارے پاس (ان کے لیے) بیڑیاں ہیں اور ایک سلگتی آگ ہے اور حلق میں پھنسنے والا کھانا ہے اور دردناک عذاب ہے'' (سورۂ مبارکہ مزمل: آیات ۱۲، ۱۳)۔

سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ○ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ○ لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ○ لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ○ عَلَيْهَا تِسْعَةَ عَشَرَ○ وَمَا جَعَلْنَآ اَصْحٰبَ النَّارِ اِلَّا مَلٰٓئِكَةً وَّمَا جَعَلْنَا عِدَّتَهُمْ اِلَّا فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِيَسْتَيْقِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَيَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَلِيَقُوْلَ الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْكٰفِرُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ وَمَا هِيَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْبَشَرِ (سورۂ مبارکہ مدثر: آیات ۲۶ تا ۳۱)

''عن قریب میں اسے آگ (سقر) میں جھلسا دوں گا اور آپ کیا سمجھیں سقر کیا ہے وہ نہ باقی رکھتی ہے اور نہ چھوڑتی ہے آدمی کی کھال جھلسا دینے والی ہے اس پر انیس (فرشتے) موکل ہیں اور ہم نے جہنم کا عملہ صرف

فرشتوں کو قرار دیا اور ان کی تعداد کو کفار کے لیے آزمائش بنایا تا کہ اہل کتاب یقین کر لیں اور مومنوں کا ایمان اور زیادہ ہو اور اہل کتاب اور مومنین کسی طرح کا شک نہ کریں اور جن لوگوں کے دلوں میں نفاق کا مرض ہے اور کافر لوگ کہہ بیٹھیں کہ اس مثل کے بیان کرنے سے خدا کا کیا مطلب ہے یوں خدا جسے چاہتا ہے گم راہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور تمھارے ربّ کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا اور یہ تو آدمیوں کے لیے بس نصیحت ہے۔"

إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلْكَٰفِرِينَ سَلَٰسِلَا وَأَغْلَٰلًا وَسَعِيرًا

"ہم نے کفار کے لیے زنجیریں اور طوق اور بھڑکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے" (سورۂ مبارکہ دہر: آیت ۴)۔

ٱنطَلِقُوٓا۟ إِلَىٰ مَا كُنتُم بِهِۦ تُكَذِّبُونَ ۝ ٱنطَلِقُوٓا۟ إِلَىٰ ظِلٍّ ذِى ثَلَٰثِ شُعَبٍ ۝ لَّا ظَلِيلٍ وَلَا يُغْنِى مِنَ ٱللَّهَبِ ۝ إِنَّهَا تَرْمِى بِشَرَرٍ كَٱلْقَصْرِ ۝ كَأَنَّهُۥ جِمَٰلَتٌ صُفْرٌ ۝ وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِينَ

"اب تم جاؤ اس چیز کی طرف جسے تم جھٹلاتے تھے۔ چلو اس دھوئیں کی طرف جو تین شاخوں والا ہے نہ وہ سایہ دار ہے اور نہ ہی آگ کے شعلوں سے بچانے والا ہے۔ یقیناً اس جہنم سے ایسی چنگاریاں اُڑتی ہیں جو محل کے برابر ہیں گویا کہ وہ زرد رنگ کے اُونٹ ہیں اس دن جھٹلانے والوں کے لیے ہلاکت ہے" (سورۂ مبارکہ مرسلات: آیات ۲۹ تا ۳۴)۔

إِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا ۝ لِّلطَّٰغِينَ مَـَٔابًا ۝ لَّٰبِثِينَ فِيهَآ أَحْقَابًا ۝ لَّا يَذُوقُونَ فِيهَا بَرْدًا وَلَا شَرَابًا ۝ إِلَّا حَمِيمًا وَغَسَّاقًا ۝ جَزَآءً وِفَاقًا (سورۂ مبارکہ نبا: آیات ۲۱ تا ۲۶)

"جہنم یقیناً ایک گھات ہے جو سرکشوں کے لیے ٹھکانا ہے جس میں مدتوں

پڑے رہیں گے وہاں وہ کسی ٹھنڈک اور مشروب کا ذائقہ نہیں چکھیں گے سوائے کھولتے ہوئے پانی اور بہتی پیپ کے۔ یہ (ان کے جرائم کا) ایک موزوں بدلہ ہے۔"

كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ○ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ○ فَلْيَدْعُ نَادِيَهُ ○ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ○ كَلَّا لَا تُطِعْهُ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (سورۂ مبارکہ علق: آیات ۱۵ تا ۱۹)

"ہرگز نہیں، اگر وہ شخص باز نہ آیا تو ہم اس کی پیشانی پکڑ کر گھسیٹیں گے، وہ پیشانی جو جھوٹی خطا کار ہے۔ پس وہ اپنے ہم نشینوں کو بلالے، ہم بھی جلد ہی اپنے دوزخ کے موکلوں کو بلائیں گے۔ (اے رسولؐ!) دیکھو ہرگز اس کا کہنا نہ ماننا اور سجدے کرتے رہو اور قرب حاصل کرو۔"

كَلَّا لَيُنْبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ ○ وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْحُطَمَةُ ○ نَارُ اللَّهِ الْمُوقَدَةُ ○ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ ○ إِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُؤْصَدَةٌ ○ فِي عَمَدٍ مُمَدَّدَةٍ (سورۂ مبارکہ ہمزہ: آیات ۴ تا ۹)

"ہرگز نہیں وہ چکنا چور کر دینے والی آگ میں ضرور پھینک دیا جائے گا اور آپ کیا جانیں وہ چکنا چور کر دینے والی آگ کیا ہے وہ اللہ کی بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں تک پہنچ جائے گی بلاشبہ وہ ان پر محیط ہوگی، لمبے لمبے ستونوں میں۔"

.......✲.......

روایات کی روشنی میں جہنم اور جہنم کی صفات

جہنم کی اوصاف

نمونۂ اوّل:

حضرت ابوبصیرؒ روایت کرتے ہیں: میں نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: اے فرزند رسولؐ! مجھے (خدا کے آگ والے عذاب) سے ڈرائیے۔ چوں کہ میرا دل سخت ہو چکا ہے۔

امامؑ نے ارشاد فرمایا: یا ابا محمد! اپنے آپ کو طویل زندگی کے لیے تیار کرو۔

ایک دن حضرت جبرئیل علیہ السلام بڑے ناخوش گوار چہرے کے ساتھ پیغمبر اکرمؐ کے پاس حاضر ہوئے (جب کہ اس سے قبل ہمیشہ مسکراتے ہوئے آتے تھے) آپؐ نے فرمایا: اے جبرئیلؑ! کیا ہوا ہے؟ آج بڑی پریشان صورت لے کر آئے ہو؟

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! جب میں پرواز کرنے لگا تو جہنم کی آگ جلائی گئی (اس لیے میں سخت پریشان ہوں)۔

آپؐ نے فرمایا: جب تم پرواز کرنے لگے تھے تب کیوں آگ جلائی گئی؟

حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا: خداوند متعال نے آگ کی طرف توجہ فرمائی اور وہ آگ جل اٹھی۔ دنیا کے سالوں کے کئی سالوں کے برابر وہ آگ روشن رہی' اس کی شدت کے سبب اس کے شعلے سفید ہو گئے' پھر مزید ہزار سال جلتے جلتے وہ شعلہ سرخ ہو گیا پھر مزید ہزار سال جلتے جلتے وہ شعلہ سیاہ ہو گیا اور اس وقت جہنم کی ظلمت ہر سو چھائی ہوئی ہے اگر جہنم کے شعلوں میں سے ایک قطرہ دنیا کے تمام پینے والے مشروبات' پانی وغیرہ پر ڈالا جائے تو سب اس کی بدبو کے سبب ہلاک ہو جائیں گے۔ اگر دوزخ کی زنجیروں کی ایک کڑی کہ جس کی لمبائی ستر ہاتھوں کے برابر ہے' دنیا میں لایا جائے تو ساری دنیا اس کی حرارت کی وجہ سے پگھل کر رہ

جائے گی اگر جہنمیوں کے کرتوں میں سے کوئی قمیص زمین و آسمان کے درمیان لٹکائی جائے تو سارے دنیا والے اس کی بدبو سے ہلاک ہو جائیں تب رحمت للعالمینؐ کی مقدس آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ ان کے ساتھ حضرت جبرئیل علیہ السلام بھی گریہ کرنے لگے۔ خدا نے فوراً دو فرشتوں کو آپؐ کی خدمت میں روانہ فرمایا۔ وہ دونوں فرشتے (رسولؐ اکرم اور حضرت جبرئیلؑ) کے پاس پہنچے اور عرض کرنے لگے: تم دونوں پر تمھارے ربّ نے سلام بھیجا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ اگر تم میں سے کسی نے گناہ کیا اور اس گناہ کی وجہ سے مستحق عذاب ٹھہرتا ہے تو میں اسے معاف کر دوں گا۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے سلسلۂ حدیث کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: اس ملاقات کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام کو پیغمبرؐ نے کبھی تبسم فرماتے نہیں دیکھا۔ پھر فرمایا: اہل جہنمؑ جہنم کی آگ کو وسعت دے رہے ہیں اور اہل بہشت جنت کی نعمات میں مسلسل اضافہ کر رہے ہیں فرمایا کہ جہنم اتنی گہری ہے کہ اگر کسی شقی انسان کو اس میں پھینکا جائے تو ستر سال کی مسافت طے کرنے کے بعد وہ اس کی گہرائی تک پہنچے گا اور اگر وہ دوزخ کے اُوپر آنا چاہتا ہے تو اس پر آہنی گرزوں سے وار کیے جائیں گے اور دوبارہ اسے جہنم کی گہرائیوں کی طرف واپس بھیج دیا جائے گا۔ یہ کیفیت ان کی ہمیشہ رہے گی اس بارے میں خداوند کریم نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے:

"جب دوزخی ارادہ کریں گے کہ وہ دوزخ کے عذاب سے چھٹکارا حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تو دوبارہ انھیں جہنم کی گہرائیوں کی طرف دوبارہ دھکیل دیے جائیں گے اور انھیں حکم ہو گا کہ اب جلانے والے عذاب سے چمٹے رہو۔"

پھر ان کے جسم پر نئی جلد پھوٹ پڑے گی اور وہ جل جائے گی۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے آخر میں فرمایا: اے ابو بصیرؓ! جو کچھ میں نے سنایا ہے کیا یہ کافی ہے؟

ابو بصیرؓ نے عرض کیا: جی فرزند رسولؐ! کافی ہے (بحار الانوار: ج ۸، ص ۲۸۰)۔

نمونۂ دوّم:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے پدر بزرگ وار ؑ سے اور انھوں نے اپنے جد بزرگ وار ؑ سے نقل فرمایا ہے:

''جہنم کے ستر دروازے ہیں ایک وہ دروازہ ہے جس میں سے فرعون' ہامان' قارون (ان جیسے طاقت ور لوگ) داخل ہوں گے۔ ایک دروازے سے مشرکین و کفار داخل ہوں گے یعنی ایسے افراد جو لحہ بھر کے لیے بھی خدا پر ایمان نہیں لائے۔ ایک دروازہ بنی اُمیہ کے لیے مخصوص ہے اس سے بنی اُمیہ داخل ہوں گے یہ دروازہ ان کے لیے مخصوص ہے اس دروازے سے ان کے علاوہ کوئی دوسرا داخل نہیں ہوگا۔ ان دروازوں کے نام اور القاب یہ ہیں: ''لظی''، ''سقر''، ''حاویہ''۔ اس کو حاویہ اس لیے کہتے ہیں چوں کہ شقی القلب انسانوں کو اس کے اُوپر سے ڈالا جائے گا اور جہنم کی تہ تک پہنچنے اُنھیں ستر موسم بیت جائیں گے۔ جب وہ دوزخ کی تہ تک پہنچ جائیں گے تو آگ انھیں جلانا شروع کر دے گی اور انھیں اُوپر پھینک دے گی اُوپر آتے آتے بھی ستر موسم گزریں گے یہ اُوپر نیچے آمد و رفت کا سفر جاری رہے گا اور ایک دروازہ ہم اہل بیت ؑ کے دشمنوں کے لیے مخصوص ہے یہ وہ افراد ہیں جنھوں نے ہم سے جنگ کی اور ہمیں رسوا کیا ہے یہ دروازہ جہنم کے بڑے بڑے دروازوں میں سے ہے اس کا درجہ حرارت جہنم کے دوسرے مراتب سے زیادہ ہوگا۔''

اس بارے میں نمونہ ششم کی طرف رجوع کیا جا سکتا ہے۔

نمونۂ سوم:

حضرت علی علیہ السلام نے اہل بصرہ کو ایک خط میں جہنم کی آگ کی اوصاف اس طرح بیان فرمائی ہیں:

"دوزخ کی گہرائی بہت عمیق اور اس کی حرارت بہت زیادہ ہے۔ وہاں پینے کے لیے (خون، پیپ) ملا پانی ہوگا۔ اس کے شکنجے اور عذاب بڑے متنوع اور جدید قسم کے ہوں گے، جہنم کے گرز آہنی ہوں گے۔ جہنم کے عذاب میں کمی اور رعایت ہرگز نہیں ہوگی، دوزخیوں کی آواز کوئی نہیں سنے گا" (بحارالانوار: ج۸، ص۲۵۸)۔

نمونہ چہارم:

حضرت معاویہ بن وہبؓ (جو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کے ایک صحابی تھے) نے روایت نقل کی ہے کہ ہم حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک شخص نے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ [سورۂ مبارکہ فلق: آیت ۱] کی تلاوت کی اور عرض کیا: فلق سے مراد کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد جہنم کی آگ میں شگاف ہے۔ اس شگاف اور گڑھے میں ستر ہزار آگ کے گھر موجود ہوں گے۔ ہر گھر میں ستر ہزار کمرے ہوں گے۔ ہر کمرے میں ستر ہزار سیاہ (سانپ) ہوں گے۔ ہر سانپ کے جوف میں ستر ہزار زہر کی تھیلیاں ہوں گی۔ ہر دوزخی کے لیے اس شگاف سے گزرنا ضروری ہے (بحارالانوار: ج۸، ص۲۸۷)۔

نمونہ پنجم:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"یہ تمھاری آگ (دنیا کی)، جہنم کی آگ کا سترھواں حصہ ہے اور یہ آگ ایک دن میں ستر مرتبہ (رحمتِ الٰہی) کے ذریعے ٹھنڈی کی جاتی ہے، دوبارہ بھڑک اٹھتی ہے اگر یہ بجھنے کا عمل نہ ہو تو پھر دنیا کا کوئی شخص اس آگ کو برداشت نہ کر سکے (دنیا میں بھی اس کے جلنے کا اثر ہو) یہ آگ بروزِ قیامت جلائی جائے گی اور (وجئی بھم جھنم) وہ یوں فریاد کریں گے نہ کوئی مقرب فرشتہ باقی بچے گا نہ کوئی نبی و مرسل۔ صرف وہ لوگ جو

شدت خوف کی وجہ سے فریاد کرتے ہوئے دو زانو ہو کر اُٹھ بیٹھیں گے۔" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۲۸۸)۔

نمونہ ششم:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت (وَ اِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ) کی تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے:

"مجھ تک یہ خبر پہنچی ہے کہ خدا عالم و دانا تر ہے۔ اسی پروردگار نے جہنم کے سات دروازے بنائے ہیں جن کے مراتب مختلف ہیں۔ ان میں سب سے اُوپر درجہ (جحیم) کا ہے۔ اس دروازے سے داخل ہونے والے پتھروں کی تختی پر کھڑے ہوں گے' ان کا دماغ اُبل رہا ہو گا' جس طرح دیگ میں پانی یا کوئی دوسری مائع چیز کھولتی ہے۔

دوسرے دروازے کا نام "لظیٰ" ہے۔ اس کی حرارت سے جلد جھلس جائے گی۔ یہ وہ افراد ہوں گے جو خدا کے احکامات کی مخالفت کرتے تھے۔ وہ ان سب کو اپنے اندر اکٹھا کرے گا۔

تیسرے دروازے کا نام "سقر" ہے۔ یہ دروازے اتنے جلانے والے ہوں گے اور اتنا زیادہ عذاب نازل ہو گا' کوئی شخص زندہ باقی نہیں بچے گا۔ یہ آگ انسانوں پر ڈالی جائے گی۔ اس پر فرشتے موکل ہوں گے۔

چوتھے دروازے کا نام "حطمہ" ہے۔ اس کے شعلے پورے محل کو لپیٹ میں لے لیں گے۔ اس طرح لگے گا جیسے زرد رنگ کے اُونٹ ہیں۔ وہاں رہنے والے خود کو پیٹیں گے اور جلائیں گے حتیٰ کہ سرمہ بن جائیں گے۔ ان کی روح نہیں مرے گی' سرمہ بن جانے کے بعد یہ پھر اپنی پہلی والی حالت پر واپس آ جائیں گے اور پھر نئے سرے سے عذاب سہنے لگیں گے۔

پانچویں دروازے کا نام "ھاویہ" ہے۔ اس جگہ پر یہاں سے داخل ہونے

والے فریاد کریں گے: اے (دوزخ کے) مالک! ہماری مدد کو پہنچو۔ اس کے اس استغاثہ کے نتیجے میں جہنم کا مالک زرد رنگ کے ایک برتن میں جو آگ، پیپ اور خون سے بھرا ہوگا، سے انھیں ایک ایک گھونٹ پلائے گا جس سے ان کے جسم کی جلد جھلس کر راکھ ہو جائے گی۔ جب وہ اُٹھیں گے تو جتنی جگہ سے جنھوں نے پیا ہوگا، ان کے چہرے سے گوشت جھڑ جائے گا۔ اس بارے میں خداوند کریم کا ارشاد ہے: (وَ اِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا......) اگر (دوزخیوں) کی فریاد کا سلسلہ جاری رہے گا۔ جس کے جواب میں انھیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا جس سے ان کے چہرے سے جلد وغیرہ جھلس جائے گی (یہ سچ ہے کہ)۔ ان کے ساتھ بُرے سلوک کا سلسلہ جاری رہے گا جو بندہ اس کنویں میں گرے گا تو اسے زمین تک پہنچتے پہنچتے ستر سال کی مسافت طے کرنا پڑے گی۔ جب بھی اس کی جلد جھلسے گی اس کی جگہ نئی جلد نکل آئے گی۔

چھٹے دروازے کا نام "سعیر" ہے۔ جہاں آگ کے تین سو خیام ہوں گے۔ ہر خیمے میں آگ کے تین سو محلات ہوں گے۔ ہر محل میں تین سو آگ سے بنے ہوئے گھر ہوں گے، ہر گھر کے اندر تین سو قسم کا عذاب ہوگا۔ ان گھروں کے اندر آگ کے بڑے بڑے سانپ، بچھو، خود آگ، شکنجے، زنجیر وغیرہ موجود ہوں گے۔ اس بارے میں خداوند متعال کا قول بھی ہے:

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ سَلٰسِلَا۟ وَ اَغْلٰلًا وَّسَعِيْرًا (سورۂ مبارکہ دہر: آیت ۴)

"ہم نے کافروں کے لیے زنجیریں، طوق اور دہکتی ہوئی آگ تیار کر رکھی ہے۔"

طبقہ ہفتم کا نام جہنم ہے۔ اس کے اندر فلق ہے جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ (سورۂ مبارکہ فلق: آیت ۱)

یہ ایک کنویں کا نام ہے جب اسے کھولا جائے گا تو اس سے آگ کے شعلے

لپکنے لگیں گے۔ عذاب کے لحاظ سے یہ سخت ترین عذاب ہو گا۔ اس مرتبے کے کنویں میں زرد رنگ کی آگ موجود ہو گی۔ یہ مرتبہ جہنم کے وسط میں ہو گا۔ اس کنویں کے گرد جتنے لوگوں کو بھی عذاب کیا جائے گا یہ پہاڑوں کے گرد واقع ہو گا جہنم کے عذابوں میں سے یہ شدید ترین عذاب ہو گا" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۲۶۰ تا ۲۸۹)۔

نمونہ ہفتم:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"جہنم کے اندر آگ موجود ہو گی (ایک دردناک عذاب کی صورت میں) اہل آتش بھی اسے دیکھ کر حیران ہوں گے اور واویلا کریں گے (اور مالک سے پناہ طلب کریں گے)۔ یہ آگ متکبروں، طاقت وروں، دشمنی رکھنے والوں اور سرکش قسم کے شیطان صفت انسانوں کے لیے خلق ہوئی ہے۔ متکبر سے مراد وہ متکبر ہے جو قیامت کے دن پر یقین نہیں رکھتا اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کے ساتھ دشمنی رکھتا ہے۔"

آپؑ نے حدیث کے بیان کو جاری رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"بروزِ قیامت عذاب کے لحاظ سے پست ترین لوگ وہ ہوں گے جو آگ کے بنے ہوئے کنویں میں موجود ہوں گے۔ ان لوگوں کو ایسے جوتے پہنائے جائیں گے جن کے بند آگ کے بنے ہوئے ہوں گے۔ جس کی وجہ سے ان کے دماغ کھول رہے ہوں گے۔ جس طرح دیگ کے اندر موجود کوئی مائع چیز کھولتی ہے۔ عذاب کی شدت کے لحاظ سے کوئی بھی اس تک نہیں پہنچ سکتا اور جہنم کے عذابوں میں سے اس سے زیادہ سخت عذاب بھی نہیں ہو گا" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۲۹۵)۔

نمونہ ہشتم:

حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"اے اسحٰق! جہنم کی آگ میں ایسا صحرا ہوگا جس کا نام "سقر" ہوگا۔ جب سے خدا نے اسے خلق فرمایا ہے، تب تک اس نے باریک سے باریک سوراخ سے تنفس نہیں لیا تھا۔ اگر خداوند کریم سوئی کے سرے کے برابر سوراخ سے اسے باہر آنے کی اجازت فرما دیں تو زمین پر جو کچھ موجود ہے سب جل کر راکھ ہو جائے گا۔ اس کی بدبو اور کثافت سے اہل جہنم بھی (دوزخ کے مالک سے) پناہ مانگنے لگیں گے۔ اس وادی میں ایک پہاڑ بھی ہوگا اس وادی کے بسنے والے حرارت، بدبو، کثافت سے پناہ مانگیں گے۔ اس پہاڑ میں غاریں بھی ہوں گی جن کے رہنے والے وہاں موجود کثافت، بدبو اور گرمی سے بلبلا اُٹھیں گے اور اپنے مالک سے پناہ مانگنے کے لیے شور و غوغا بلند کریں گے۔ اس غار کے اندر ایک کنواں بھی بنا ہوگا اس کنویں میں رہنے والے بھی اس کی گرمی، بدبو اور گندگی سے بلبلا اُٹھیں گے اور اپنے مالک سے پناہ مانگیں گے، اس کنویں میں بڑے بڑے سانپ موجود ہوں گے جن کے اندر سے اُٹھنے والی بدبو، کثافت، گند جو ان سانپوں کے جسموں اور ان کے دانتوں کے اندر موجود زہر سے نکل رہی ہو گی جس سے وہاں کے رہنے والے پناہ طلب کریں گے۔ ان سانپوں کے شکموں کے اندر بڑے بڑے صندوق ہوں گے۔ ہر صندوق کے اندر ہر گزشتہ اُمت کے پانچ پانچ فرد اور اُمت محمد مصطفیٰ سے دو دو آدمی قید ہوں گے۔"

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: میری جان آپ پر فدا ہو وہ پانچ اور دو آدمی کون ہوں گے؟

آپؐ نے فرمایا: وہ قابیل ہو گا جو ہابیل کا قاتل تھا' وہ نمرود ہو گا جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ان کے پروردگار کے متعلق سخت گفتگو کی۔ فرعون نے کہا کہ (میں تمہارا ربّ ہوں) اور وہ یہود جس نے ساری اُمت کو یہودی بنا دیا' پولس جس نے ساری نصاریٰ قوم کو نصرانی بنا دیا اور وہ دو اعرابی وہ ہیں جو اُمتِ محمدؐ میں سے ہیں۔

نمونۂ نہم:

رسولِؐ اکرم نے حضرت زکریا علیہ السلام نبی کے قول کو نقل کرتے ہوئے فرمایا:

"جہنم میں ایک پہاڑ ہے جس کا نام سکران ہے۔ یہ ایک ایسی وادی میں ہے جس کا نام غضبان ہے۔ یہ لفظ خدا کے غضب سے ماخوذ ہے۔ اس وادی میں ایک کنواں ہے جس کی بلندی ہزار سال کی مسافت کے برابر ہے۔ اس کے اُوپر سے نیچے تک پہنچنے کے لیے کئی ہزار سالوں کی مسافت طے کرنی پڑتی ہے۔ اس کنویں کے اندر تابوت ہیں آگ کے بنے ہوئے ان تابوتوں کے اندر بڑے بڑے صندوق ہیں جو آگ کے بنے ہوئے ہیں ان صندوقوں کے اندر آگ کے بنے ہوئے لباس ہوں گے۔ ان کے اندر آگ کے زنجیر اور شکنجے موجود ہوں گے" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۳۱۲)۔

نمونۂ دہم:

پیغمبرِؐ اکرم نے ارشاد فرمایا: یاعلیؑ! مجھے جبرئیلؑ نے خبر دی ہے کہ میری اُمت میرے بعد تمہارے ساتھ خیانت کرے گی' ان کے لیے "ویل" کے دروازے کھولے جائیں گے۔ ان افراد کے لیے ویل ہے (اس جملے کا تین بار تکرار فرمایا)۔

حضرت علی علیہ السلام نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! یہ ویل کیا ہے؟

آپؐ نے فرمایا: ویل ایک وادی ہے جہنم کی' جس میں تمہاری ذریت کے دشمن اور قاتل ہوں گے اور تمہاری بیعت توڑنے والے ہوں گے (بحارالانوار: ج ۸، ص ۳۱۲)۔

دوزخیوں کی اوصاف اور اقسام

نمونہ اوّل:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبا و اجداد سے انھوں نے حضرت علی علیہ السلام سے اور انھوں نے رسولؐ اکرم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا:

"جہنم کے چار ایسے گروہ ہوں گے جن کی تکلیف و اذیت سے اہل جہنم اپنے مالک سے پناہ طلب کریں گے۔ یہ لوگ جحیم (اُبلے ہوئے پانی جحیم) سے بچیں گے۔ وہ شدت عذاب کی وجہ سے فریاد کریں گے: یا ویل! (اے وادی!) "یا ثبور" ہمیں موت دے دے۔ بعض اہل جہنم دوسروں سے کہیں گے: یہ چار گروہ جن کے عذاب کی وجہ سے ہمیں اذیت سہنی پڑ رہی ہے' یہ کون ہیں؟ ایک گروہ پتھر کے تابوت میں معلق ہو گا اور دوسرا گروہ اپنے محتویات کو اندر باہر کھینچ رہے ہوں گے۔ تیسرے گروہ کے منھ سے زخموں کے سبب سے خون بہ رہا ہو گا۔ جب کہ چوتھا گروہ اپنا ہی گوشت کھا رہا ہو گا وہ اس تابوت کے تنگ۔ بان فرشتوں سے سوال کریں گے۔ ان محروم لوگوں کا کیا قصہ ہے؟ یہ رحمت الٰہی سے کیوں دور ہیں؟ ہمیں کیوں اذیت دی جا رہی ہے؟ فرشتے جواب دیں گے: یہ خائن جب فوت ہوئے تھے تو لوگوں کا مال ان کے ذمے تھا۔ انھوں نے مالک کو مال لوٹایا تھا اور نہ ہی ان سے کیا گیا وعدہ پورا کیا تھا پھر وہ لوگ اپنے شکموں کے اندر جو کچھ موجود ہے' کو باہر نکال رہے ہوں گے۔ وہ سوال کریں گے؟ فرشتے جواب دیں گے: یہ وہ خائن ہیں جو اپنے جسموں پر لگے بول بزار کو صاف نہیں کرتے تھے (یعنی وہ طہارت نہیں کرتے تھے) اور جن افراد کے منھ سے خون اور پیپ بہ رہی ہو گی' کے متعلق سوال ہو گا تو یہ جواب دیں گے: یہ وہ افراد ہیں جو دوسروں کی تقلید کرتے تھے۔ پھر ان

لوگوں سے سوال ہوگا: جو اپنا گوشت کھا رہے ہوں گے۔ تو فرشتے جواب دیں گے: یہ وہ افراد ہیں جو غیبت کے ذریعے اور سخن چینی کے ذریعے اپنے مومن بھائیوں کا گوشت کھایا کرتے تھے" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۲۸۰)۔

نمونۂ دوّم:

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے آبا و اجداد سے انھوں نے امیرالمومنین علیہ السلام سے اور انھوں نے رسولؐ اکرم سے روایت نقل فرمائی ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"بروزِ قیامت جہنم کی آگ تین قسم کے لوگوں سے ہم کلام ہوگی: امیر (سربراہ)، قاریٔ قرآن اور دولت مند سے۔ آگ، امیر (سربراہ) سے کہے گی: اے وہ شخص! جس کو خدا نے طاقت اور تسلط عطا کیا تھا، مگر تم نے عدل و انصاف سے کام نہ لیا۔ پس آج اس طرح آگ کو کھاؤ جس طرح پرندے دانہ کھاتے ہیں۔ ہر قاریٔ قرآن کو مخاطب کرے گی: اے قاری! تم اپنی آواز کے ذریعے لوگوں میں زینت اور حُسن و خوب صورتی کا قصد کیے بیٹھے تھے۔ تم درحقیقت خدا کی معصیت کر رہے تھے آج آگ کو کھا ڈالو پھر وہ آگ دولت مند کو مخاطب کرے گی۔ خدا نے تجھے دنیا میں بہت زیادہ مال و ثروت عطا کر رکھا تھا مگر تم نے ایک حقیر، فقیر کو (بصورت قرض) مانگنے کے باوجود تم نے بخل اور کنجوسی سے کام لیا، لہٰذا آگ کو پاؤ (بحارالانوار: ج ۸، ص ۲۸۵)۔

اہلِ جہنم کے حالات

نمونۂ اوّل:

جناب عمرو بن ثابت نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت نقل کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا:

"اہلِ جہنم آگ کے اندر عو عو کریں گے جس طرح کتے بھیڑیے

آوازیں نکالتے ہیں۔ یہ ایسا' وہ دردناک عذاب کی وجہ سے کرتے ہیں جو ان پر نازل ہوگا۔ اے عمرو! تم اس قوم کے بارے میں کیا سوچتے ہو؟ جنھوں نے اپنی دنیا کی ساری عمر اس طرح بسر کی ہے کہ مرنے کے بعد عذاب کے مستحق ٹھہرے ہیں اور عذاب بھی ایسا ہے جس میں کسی قسم کی تخفیف اور رعایت نہیں ہوگی۔ وہ آگ میں بھوکے' پیاسے اور ان کی آنکھیں رت جگے کا شکار ہوں گی۔ وہ گونگے اور بہرے ہوں گے' ان کے چہرے سیاہ ہوں گے' وہ آگ میں دھکیلے جائیں گے' خدا کے غیظ و غضب کا شکار ہوں گے۔ ان پر نہ ہی رحم کھایا جائے گا اور نہ ہی عذاب میں کوئی رعایت کی جائے گی' وہ رسیوں اور زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہوں گے۔ انھیں پینے کے لیے جہنم کا کھولتا ہوا پانی اور پیپ دی جائے گی۔ ان کا سامنا زقوم (جہنم کے بدترین عذاب) سے ہوگا' انھیں لوہے کی آتشی گرزوں سے مارا جائے گا اور پھر انھی آتشی گرزوں سے ان کو پیسا جائے گا۔ غصے اور غضب والے ملائکہ ان پر بالکل رحم نہیں کھائیں گے' انھیں پھر آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ وہاں وہ شیاطین اور ان جیسے لوگوں کے ساتھ ہوں گے۔ وہاں انھیں رسیوں اور زنجیروں میں جکڑ دیا جائے گا۔ اگر وہ کوئی چیز مانگنا بھی چاہیں گے تو ان کو جواب دینے والا کوئی نہیں ہوگا۔ یہ ان لوگوں کی حالت ہے جو جہنم میں ہوں گے" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۲۸۱، ۲۸۲)۔

نمونہ دوم:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت (سَرَابِيلُهُمْ مِنْ قَطِرَانٍ "اُن کے بدن کے کپڑے قطران کے ہوں گے" [سورۂ مبارکہ ابراہیم: آیت ۵۰]) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"ان کے پیراہن قطران کے بنے ہوں گے۔ وہ پیراہن زرد رنگ کے ہوں گے جو انتہائی گرم اور حرارت والے ہوں گے اور اس آیت (وَ

تَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ "اور اُن کے چہروں کو آگ ڈھانپے ہو گی" [سورۂ مبارکہ ابراہیم: آیت ۵۰] دوزخیوں کو زرد رنگ کے لباس پہنائے جائیں گے اوران کے چہروں پر آگ ہو گی" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۲۸۸)۔

نمونۂ سوم:

حضرت مرحوم علی ابن ابراہیم قمی نے اس آیت (مِنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ وَ يُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ "اس کے پیچھے ہی پیچھے جہنم ہے اور اُسے پیپ لہو بھرا ہوا پانی پینے کو ملے گا" [سورۂ مبارکہ ابراہیم: آیت ۱۶])۔ (علی القاعدہ قولِ معصومؑ کے مطابق) یوں کہیں گے:

"مَّآءٍ صَدِيْدٍ" سے مراد کثیف اور گندہ پانی ہے جو بدکار اور زناکار عورتوں کی شرم گاہ سے نکلتا ہے: اس آیت (يَّتَجَرَّعُهٗ وَ لَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَ يَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ مَا هُوَ بِمَيِّتٍ [سورۂ مبارکہ ابراہیم: آیت ۱۷]) کی تفسیر میں ارشاد فرمایا: اس گندے پانی کو ان کے نزدیک کریں گے مگر وہ اسے پینے میں شدید کراہت محسوس کریں گے۔ مگر جب زبردستی وہ پانی (کثیف) ان کے پاس لے جایا جائے گا تو ان کا چہرہ جھلس جائے گا اور ان کی جلد نیچے گر جائے گی۔ جب وہ پئیں گے ان کے اندر جو کچھ بھی ہو گا وہ پارہ پارہ ہو کر پاؤں میں جا گرے گا۔ ان کے اندر سے خون اور پیپ کی گویا ایک وادی باہر نکلے گی۔ پھر مزید اضافہ کرتے ہیں کہ (پھر یہ بدبخت گریہ کرنے لگیں گے) اس طرح کہ ان کے چہروں سے آنسوؤں کی جھڑی برسنے لگے گی۔ پھر آنسو ختم جائیں گے اور وہ خون رونا شروع کر دیں گے۔ اتنا زیادہ خون نکلے گا کہ اگر کوئی اس پر کشتی چلانا چاہے تو وہ بھی چل سکے گی۔ اسی بارے میں قولِ خدا ہے:

"ان کو بدبو والا گندا اور کھولتا ہوا پانی دیا جائے گا جس سے ان کے سینے کا اندرونی حصہ جل کر پارہ پارہ ہو جائے گا" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۲۸۹)۔

نمونۂ چہارم:

امیر المومنین علیہ السلام دوزخیوں کے حالات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:

"خداوند ان مصیبت زدہ لوگوں کو آگ میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رسوا

کرے گا' ان کے پاؤں پر میخیں گاڑھی جائیں گی اور ان کے ہاتھ پس گردن باندھ دیے جائیں گے۔ ان کے اجسام پر قطران کے کرتے اور آگ کے مختصر لنگوٹ پہنائیں جائیں گے۔ بل کہ یہ بد بخت عذاب میں غرق ہوں گے۔ اس آگ کی حرارت بہت سخت ہو گی۔ یہ آگ اپنے اندر موجود افراد کا احاطہ کیے ہوئے ہو گی' انھیں ہرگز رعایت نصیب ہو گا نہ ہی انھیں ٹھنڈی ہوا نصیب ہو گی اور نہ ہی ان کی عمر کم ہو گی۔ ان پر ابدی عذاب نازل ہوتا رہے گا۔ نت نئی اقسام کے بچھو انھیں ڈستے رہیں گے چوں کہ یہ گھر فنا ہونے والا اور عارضی نہیں ہے۔ پھر آپؑ نے اہل جہنم کی آواز کی حکایت کرتے ہوئے فرمایا:

وَنَادَوْا يٰمٰلِكُ لِيَقْضِ عَلَيْنَا رَبُّكَ (سورۂ مبارکہ زخرف: آیت ۷۷)

"اے دوزخ کے مالک! اپنے ربّ سے التماس کرو کہ وہ بس کریں (اور ہمیں موت دے دیں)۔"

جب کہ مالک آواز دے گا:

اِنَّكُمْ مّٰكِثُوْنَ (سورۂ مبارکہ زخرف: آیت ۷۷)

"تم ہمیشہ باقی رہنے والے ہو" (بحار الانوار، ج ۸، ص ۲۹۲)۔

نمونہ پنجم:

حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام نے اس آیت کریمہ: اَللّٰهُ يَسْتَهْزِئُ بِهِمْ (خداوند ان کا مذاق اُڑائیں گے) کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"جب دشمن علیؑ کو جہنم کے لعنت اور ذلیل خوار طبقے میں پہنچایا جائے گا اور مختلف عذابوں سے اسے معذب کیا جائے گا' جب علیؑ کے محب داروں کو جن کا منافقین دنیا میں مذاق اُڑایا کرتے تھے۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ کے پاس جنت میں لے جایا جائے گا تو خدا ان کا قرض اُتارے گا۔ اس طرح کہ

مذاق اُڑانے والے جن عجیب وغریب عذابوں کا شکار ہیں ان سے مومنین کو آگاہ کیا جائے گا۔ اس آگاہی سے مومنین خوش ہوں گے۔ اس سے ان کو ایک بے نظیر قسم کی لذت نصیب ہو گی۔ اس طرح کی لذت صرف اہل جنت ہی کو حاصل ہو سکتی ہے۔ پھر مومنین ان مذاق اُڑانے والوں کو ان کے نام اور صفات سے جان جائیں گے۔ ان کے نام اور صفات یہ ہیں: ان میں سے افعی کے دانتوں میں پھنسے ہوں گے۔ وہ افعی انھیں ڈس رہے ہوں گے۔ ان میں سے بعض درندوں کے چنگل میں پھنسے ہوئے ہوں گے۔ وہ درندے ان کے ساتھ کھیل رہے ہوں گے۔ پھر وہ انھیں درندگی کا شکار بنائیں گے اور بعض افراد کو جہنم کے مالک اپنے تازیانوں کا شکار بنائیں گے۔ وہ ان کے ہاتھوں ذلت وخواری اور عذاب کا شکار ہوں گے۔ بعض افراد کو گندے، گرم اور بدبودار قسم کے پانی کے دریا میں ڈال دیا جائے گا۔ بعض افراد کو غسلین (گندے خون اور پیپ) اور غساق (گندے بدبودار پانی) میں پھینک دیا جائے گا۔ جب کہ جہنم کے نگہ بان انھیں اِدھر اُدھر گھسیٹے لیے پھر رہے ہوں گے۔ ان میں سے بعض افراد دوسرے عذابوں کا شکار ہوں گے۔" (بحارالانوار: ج۸، ص۲۹۸)۔

نمونہ ششم:

امیرالمومنین علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"جب اہل دوزخ زقوم (جہنم کا تلخ ترین پھل) اور ضریع (جہنم کے کانٹے) کھانے کے بعد ان کے پیٹوں کے اندر حرارت کے سبب سے جوش آئے گا (وہ کھولتے ہوئے پانی کے مانند) ہو گا۔ وہ افراد مزید پیاس بجھانے کے لیے پینے کے لیے مشروبات طلب کریں گے۔ انھیں غساق کا شربت دیا جائے گا اور انھیں صدید (پیپ اور خون) دیا جائے گا۔ وہ اتنے

مجبور ہوں گے کہ ایک ایک گھونٹ پینا شروع کریں گے مگر وہ سیراب نہیں ہوں گے۔ ان پر موت کی سوگ واری طاری رہتی ہے مگر وہ مریں گے نہیں جب کہ اس کے بعد اس سے بھی سخت عذاب ان کا منتظر ہوگا۔ اس کے بعد کھولتا ہوا جہنم کا پانی ان کا منتظر ہوگا جو ابتدائے آفرینش ہی سے کھول رہا ہے۔ جس کے استعمال سے ان کے چہرے کی جلد جھلس کر رہ جائے گی۔ یہ سچ ہے کہ انھیں بُری شراب اور بُری صحبت کا سامنا کرنا پڑے گا" (بحارالانوار: ج۸، ص۳۰۲)۔

نمونہ ہفتم: اہل جہنم کی غذا

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: فرزندانِ آدمؑ اجوف (تہوں کے درمیان) سے پیدا کیے ہیں اس لیے ان کے لیے کھانا پینا ضروری ہے چوں کہ اس کا استفادہ اس آیت سے بھی ہو رہا ہے:

وَاِنۡ يَّسۡتَغِيۡثُوۡا يُغَاثُوۡا بِمَآءٍ كَالۡمُهۡلِ يَشۡوِى الۡوُجُوۡهَ (سورۂ مبارکہ کہف: آیت۲۹)

"اور اگر وہ لوگ دہائی دیں گے تو اُن کی فریادرسی کھولتے ہوئے پانی سے کی جائے گی جو شل پگھلے ہوئے تانبے کے ہوگا اور منھ کو بھون ڈالے گا۔"

نیز اس آیت: يَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَيۡرَ الۡاَرۡضِ "جس دن یہ زمین بدل کر دوسری زمین کر دی جائے گی" [سورۂ مبارکہ ابراہیم: آیت۴۸] کی تفسیر سے بھی استفادہ ہوتا ہے۔ خدائے متعال زمین کو ایک سفید روٹی میں تبدیل کر دے گا۔ لوگ بروزِ محشر اسے کھانا شروع کر دیں گے۔ جب تک وہ حساب سے فارغ نہیں ہو جاتے ہیں۔ ایک شخص نے آپؑ سے سوال کیا کہ اس وقت تو ہر شخص اپنی فکر میں کھویا ہوگا اور اسے اپنے انجام کی فکر ستا رہی ہوگی۔ یہ کھانے پینے کے متعلق کس طرح سوچیں گے؟

آپؑ نے فرمایا:

"بنی آدمؑ کو غذا کی ضرورت ہر حال میں رہتی ہے تبھی تو وہ کھانے پینے

سے ہرگز باز نہیں آسکتے۔ کیا وہ میدانِ محشر میں سرگرداں نہیں ہوں گے اور اہل جہنم کھانے پینے کے لیے شور بلند نہیں کریں گے اور اس کے جواب میں بدبودار اور گرم پانی پلایا جائے گا" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۳۰۲)۔

رسول اکرمؐ نے ارشاد فرمایا:

"(اس ہستی کی قسم! جس کے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے) اگر زقوم کا ایک قطرہ دنیا کے تمام پہاڑوں پر ڈالا جائے تو وہ زمین کے ساتھ چپک کر لگ جائیں، وہ زمین کے ساتویں طبقے سے اُٹھ کھڑے ہوں۔ یہ بتاؤں زقوم بنے گا اس کا کیا حال ہوگا؟ اس ذات کی قسم جس کی دسترس میں میری جان ہے کہ ان گرزوں کے ساتھ جن کا ذکر خدا نے قرآن میں فرمایا ہے اگر ایک گرز زمین کے تمام پہاڑوں پر مارا جائے تو وہ پہاڑ زمین کی آخری تہ تک دھنس کر رہ جائیں گے۔ پس ان لوگوں کا کیا بنے گا بروزِ قیامت جو دوزخ میں داخل ہوں گے اور انھیں آتشین گرز کی ضربیں سہنا پڑیں گے" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۳۰۲)۔

نمونہ ہشتم:

سید بن طاؤس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حدیث میں ہے کہ جب اہل جہنم آگ میں داخل ہوں گے اور وہ دردناک اور وحشت ناک عذاب سے دوچار ہوں گے ان پر عذاب نازل کر دیا جائے گا اور انھیں وہاں ٹھہرایا جائے گا۔ یہ اہل جہنم جب دیکھیں گے کہ اہل جنت عظیم ثواب اور ابدی نعمات سے مستفید ہوں گے تو اہل دوزخ کہیں گے کہ اہل جنت اپنے جنتی کھانوں میں سے ہمیں بھی کچھ دو اور پینے کے لیے بھی دو شاید اس طرح ہمیں عذاب سے کچھ رعایت مل سکے۔

خداوند کریم نے اس حالت کے متعلق اس طرح ارشاد فرمایا: جہنم والے اہل جنت کو مخاطب کر کے کہیں گے اور کہیں گے: ہمیں بھی وہ پانی دو جو خدا نے تمھیں عطا کر رکھا ہے؟

معصومؑ نے حدیث کو جاری رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا: ہمارے چالیس سالوں کے برابر

تک انھیں کوئی جواب نہیں دیا جائے گا' پھر وہ بڑے حقارت بھرے لہجے میں جواب سنیں گے (خداوند نے جنتی کھانا اور پینا کفار پر حرام کر رکھا ہے)۔ پھر فرمایا کہ اہل دوزخ جہنم کے محافظوں کو اپنے نزدیک پائیں گے۔ یہ محافظین حقیقت میں ان کی مصیبت کے عینی شاہدین ہیں۔ اہل دوزخ آرزو کریں گے بل کہ اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کریں گے کہ کسی طرح وہ جہنم کے محافظوں کو خوش کر سکیں تا کہ ان کی گلوخلاصی ہو سکے۔ خدا نے بھی اس مقام کی توصیف اس طرح بیان کی ہے: وہ لوگ جو آگ میں پڑے ہوئے ہوں گے وہ جہنم کے محافظوں سے کہیں گے کہ آج اپنے ربّ سے ہماری سفارش کرو کہ وہ ہم پر عذاب آج کے دن کے لیے ختم کر دیں۔

معصومؑ نے ارشاد فرمایا: دنیا کے چالیس سال کے برابر انھیں انتظار کرایا جائے گا' پھر انھیں ناامید کرنے کے لیے جواب دیا جائے گا کہ تم تو چاہتے ہو مگر اس کا کوئی فائدہ نہیں' تمھاری آرزو پوری ہونے والی نہیں ہے اور فرمایا کہ جب کفار جہنم کے محافظین سے بھی ناامید ہو جائیں گے۔ وہ مالک جو جہنم کے رئیس ہیں' کی طرف رجوع کریں گے کہ شاید وہ انھیں اس ذلت و رسوائی سے نجات دلا سکیں۔ جیسا کہ پروردگار نے ان کی حالت بیان فرمائی (وہ ناامید ہو کر فریاد کریں گے کہ اپنے ربّ سے کہو ہمیں مار دیں) فرمایا: ان کو پھر جواب کے لیے دنیا کے چالیس سال کے برابر عرصہ گزارنا ہے جب کہ اس دوران وہ مسلسل عذابِ خدا میں پڑے رہیں گے۔ خداوند پھر بھی یہی جواب دیں گے کہ تمھیں یہیں رہنا ہے۔

معصومؑ ارشاد فرماتے ہیں: جب وہ گناہ گار جہنم کے مالک سے بھی مایوس ہو جائیں گے تو پھر وہ اس دنیا کے ربّ سے جو دنیا میں ان کے لیے بے اہمیت تھا' سے اپنی اُمید باندھیں گے۔ اس ربّ سے اُمید باندھیں گے جس ربّ پر انھوں نے دنیا میں اپنی خواہشات نفسانیہ کو ترجیح دی تھی۔ یہ وہی ربّ ہے جس نے ان دوزخیوں کو عقل اور آسمانی کتب جیسی نعمات عطا کر رکھی تھیں۔ اپنے رسولوں کے ذریعے اس پریشانی سے نجات دینے والے راستے کی نشان دہی کی تھی۔ وہ پروردگار جس نے زبانِ حال سے انھیں سمجھایا کہ ارے! تم لوگوں نے اپنے ہاتھوں یہ

عذاب خریدا ہے اور اپنی مرضی سے تم نے جہنم کا انتخاب کیا ہے۔ اب ہم سے یہ تقاضا کیوں کر رہے ہو؟ جب کہ تم نے میرے انبیاؑ کی تکذیب کی' میرے انبیاؑ کی تکذیب کی تھی جو میری شہادت دیتے اور تصدیق کرتے تھے۔ خداوند کریم جہنم میں پڑے ہوئے کفار کو یاد دلائے گا کہ دنیا میں تم نے میری نعمتوں سے استفادہ کیا تھا مگر میری محبت سے تم لوگوں نے منھ موڑ لیا تھا۔

پھر ارشاد ہوگا: کیا تمھارے سامنے میری آیات کی تلاوت نہیں کی گئی تھی (تو پھر) تم نے ان کی تکذیب نہیں کی تھی؟ وہ سب جواب دیں گے (اے پروردگار! شقاوت نے ہم پر غلبہ پالیا تھا ہم گم راہوں سے ہو گئے تھے۔ اے پروردگار! ہمیں اس آگ سے نجات دے۔ اب اگر ہم اس پہلے والے جہان میں پلٹ جائیں' پھر بھی اگر اسی حالت میں دوبارہ آئیں تو پھر ہم ظالم ہی ہوں گے۔

پس وہ چالیس سال تک اسی ذلت و رسوائی کا شکار رہیں گے اور انھیں کوئی جواب نہیں ملے گا۔ فرمایا: تب وہ لوگ ہر قسم کی کام یابی اور نجات سے نا اُمید ہو جائیں گے۔ ان پر جہنم کے دروازے بند کر دیے جائیں گے۔ وہ اسی ہلاک کر دینے والے مقام پر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔ ان کی فریادیں اور چیخیں بلند ہوتی رہیں گی (بحارالانوار: ج ۸، ص ۳۰۴، ۳۰۵)۔

نمونہ نہم:

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

"جہنم میں ایسے بیابان ہوں گے جن کا نام "غساق" ہوگا۔ اس کے اندر تین سو تیس (۳۳۰) محلات ہوں گے۔ ہر محل میں تین سو تیس گھر ہوں گے اور ہر گھر میں تین سو تیس عقرب (بچھو) ہوں گے اور ہر بچھو کے اندر تین سو تیس زہر کی تھیلیاں ہوں گی۔ اگر ان بچھوؤں میں سے ایک بچھو اپنی زہر سارے اہل جہنم پر اُنڈیلے تو سارے کے سارے مسموم ہو جائیں" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۲۹۴)۔

نمونہ دہم:

رسولِ اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں:

"جب بروزِ قیامت زنا کاروں کو بلایا جائے گا اور اہل دوزخ کے سر پر بٹھایا جائے گا تو ان کی شرم گاہ سے ایک قطرہ گندے پانی کا نکلے گا جس کی بدبو اتنی زیادہ ہوگی کہ تمام اہل جہنم اس بدبو سے سخت تکلیف محسوس کرنے لگیں گے۔ جہنمی دوزخ کے محافظوں سے کہیں گے: یہ کس گندگی کی بدبو ہے جس نے ہمیں پریشان کر ڈالا ہے؟

انھیں جواب دیا جائے گا کہ یہ زنا کاروں کی بدبو ہے۔ یہ انھیں لایا گیا ہے جس کی بدبو سے تم لوگ پریشان ہو وہ ان کے جسم سے ایک قطرہ گندے پانی کا خارج ہوا ہے جس سے تم لوگوں کو اذیت ہوئی ہے" (بحار الانوار: ج۸، ص۳۶۷)۔

جہنم میں کافر کی زندگی کی ایک جھلک

اس فصل کے اختتام پر بہتر ہی ہے کہ ہم جہنم کے اندر کافر کی زندگی کی مکمل تصویر آپ کے سامنے پیش کریں کہ عالم برزخ میں داخل ہونے سے لے کر جہنم میں پہنچنے تک اس پر کیا گزری ہے کہ شاید ہماری اس کوشش سے کوئی گناہوں سے توبہ کر لے اور بندگی پروردگار بجا لے آئے۔

جناب جابر جعفری نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے یوں نقل کیا ہے: جب خداوند کافر کی روح کا ارادہ کریں گے تو ملک الموت کو حکم دیں گے: اے ملک اللہ! تم اور تمھارے معاونین فوراً میرے اس دشمن تک پہنچ جاؤ۔ چوں کہ میں اس کا امتحان لے چکا ہوں (اب اس کے پاس کوئی عذر اور بہانہ نہیں ہے)۔ میں نے اسے دارالسلام (جنت) کی طرف دعوت دی تھی مگر اس نے قبول نہیں کی' بلکہ اس نے مجھے برا بھلا کہا اور میری نعمتوں پر کفر اختیار کیا ہے۔ جاؤ اس کی روح قبض کر کے اسے جہنم میں ڈال دو۔

آپؑ نے حدیث جاری رکھتے ہوئے ارشاد فرمایا: ملک الموت انتہائی ڈراؤنے اور خوف ناک چہرے کے ساتھ کافر کے سامنے آئیں گے۔ اس کی آنکھیں بجلی کے مانند روشن ہوں گی اور آواز میں بجلی کی گرج ہوگی اور اس کا رنگ شبِ ظلمت کے مانند سیاہ ہوگا۔ ایک قدم مشرق میں ہوگا تو دوسرا ہوا میں اور تیسرا مغرب میں اور اس کے پاس ایک سفودی (وہ لوہا جو جسم

کے گوشت کو جلا دیتا ہے) ہوگا' اس کی کئی شاخیں ہیں۔ پانچ سو فرشتے اس کے ہم راہ ہوں گے اور ہر فرشتے کے ہاتھ میں ایک تازیانہ ہوگا جس سے شعلہ نکل رہا ہوگا۔ یہ شعلہ جہنم کے شعلوں میں سے ہوگا نیز ان کے پاس کالے رنگ کا تیل اور جہنم کے پتھروں میں سے چند پتھر بھی ہوں گے۔ اچانک جہنم کے نگہ بان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ جس کا نام "سقطائیل" ہے' وہ داخل ہوگا اور اسے جہنمی مشروبات میں سے ایک مشروب پلائے گا جب یہ کافر ملک الموت کی طرف دیکھے گا تو اس کی آنکھیں خیرہ ہو جائیں گی اور اس کی عقل جواب دے جائے گی۔ وہ ملک الموت سے کہے گا: اے ملک الموت! مجھے واپس لوٹا دو۔ ملک الموت جواب دے گا: ہرگز نہیں' جو کچھ تم کہہ رہے ہو یہ بے اثر ہے۔ اے ملک الموت! مجھے یہ بتاؤ! میں اپنی مال و دولت' بیوی' بچے وغیرہ کس کے سپرد کروں؟ ملک الموت جواب دے گا: دوسروں کے حوالے کر کے جہنم کی آگ میں داخل ہو جاؤ۔

امامؒ مزید فرماتے ہیں: ملک الموت سفودی سے ایک ضرب لگائے گا جس سے اس کی تمام رگوں اور جوڑوں میں درد شروع ہو جائے گا' پھر ایک مخصوص جذبہ و کشش کے ساتھ اس کی روح کو پاؤں کے انگوٹھے سے باہر کھینچ لے گا۔ جب اس کے زانوؤں پر پہنچے گا تو ملک الموت اپنے معاونین کو حکم دیں گے کہ اس پر تازیانے برساؤ۔ پھر سکرات اور غمرات موت تلخ ذائقہ اسے چکھاؤ۔ یہ سکرات اور غمرات اتنے سخت ہوں گے کہ گویا اسے تلوار کی ہزاروں ضربیں ماری گئی ہیں۔ اگر اس کافر کے اندر تمام جن وانس کی ساری طاقت بھی آ جائے پھر بھی اس کی ہر رگ و پے سے آہ وفغاں بلند ہونے لگے گی (یہ قبض روح کی مثال ایسے ہے) جیسے ایک پشم کے کپڑے کو کسی کانٹے دار جھاڑی پر ڈال کر کھینچا جائے' جس کے بعد وہ تار تار ہو جائے گی۔ یہ ہے کافر کی موت (لاحول ولاقوۃ الا باللہ)۔ اس طرح کافر کی جان نکالی جائے گی۔ اس کی ہر ہر رگ' جوڑ اور بالوں سے جب اس کی جان حلق تک پہنچے گی تو فرشتے اس کی پیٹھ اور چہرے پر ضربیں لگائیں گے اور کہیں گے: لو آج اس کی جان ہی نکال دو تاکہ حق کی مخالفت کے سبب اس پر جو غضب ناک عذاب نازل ہوا ہے۔ یہ اس کا سامنا کر سکے چوں کہ اس نے آیات الہیہ

کی پرواہ نہیں کی تھی اور تکبر کیا تھا۔

اسی بارے میں خداوند کریم کا قول ہے۔ آپ نے فرمایا: جس دن فرشتوں کو دیکھو گے اور فرشتے اس سے کہیں گے: آج گناہ گاروں کے لیے کوئی خوش خبری نہیں ہے بل کہ آج وہ محروم اور خالی ہاتھ ہوں گے نعمات الٰہیہ سے اور وہ کہیں گے کہ آج جنت تم پر حرام کر دی گئی۔

امامؑ مزید ارشاد فرماتے ہیں: ملک الموت جب کافر کی روح باہر نکالے گا تو اسے پتک وسندرن میں رکھے گا اور اس کے ناخنوں کو کھینچ ڈالے گا۔ اس کے آخری عضو تک توڑ دیا جائے گا۔ وہ اس بدبخت کی آنکھیں ہوں گی، پھر اس کے بدن سے اتنی گندی بدبو نکلے گی جس سے سارے اہل آسمان اذیت محسوس کریں گے اور سب کہیں گے: خدا اس پر لعنت کرے، اس کافر کی روح پر لعنت ہو جو دنیا سے خارج ہوا ہے اس کے بعد خداوند اور تمام لعنت کرنے والے اس پر لعنت بھیجیں گے اور جب اس کی روح دنیا کے آسمان پر پہنچے گی اس پر آسمان کے دروازے بند کر دیے جائیں گے۔ اس بارے میں خداوند کریم کا حکم ہے:

> ”آسمان کے دروازے نہیں کھلیں گے اور وہ جنت میں داخل نہیں ہو پائے گا۔ اگر اُونٹ سوئی کے سوراخ سے گزر سکتا ہوتا تو پھر یہ کافر بھی جنت میں داخل ہو سکتا تھا۔ اس طرح ہم گناہ گاروں کو سزائیں دیتے ہیں۔ خداوند متعال ان بدبختوں کو مخاطب کر کے فرمائیں گے: انھیں دوبارہ زمین پر ہی پلٹا دو۔ چوں کہ انھیں زمین سے ہی خلق کیا تھا اب انھیں زمین کی طرف لوٹا دو۔ پھر انھیں زمین سے ہی اُٹھائیں گے۔ جب اس کے جسم کو تابوت میں رکھ کر اُٹھانے لگیں گے، درحقیقت یہ شیاطین ہوں گے جو اس کے مثالی جسم کو اُٹھائیں گے اور تابوت لا کر اس کی قبر کے پاس رکھ دیں گے تو وہاں موجود ہر مٹی کا ذرہ اسے مخاطب کر کے کہے گا: اے پروردگار! اس کو میرے اندر مت دفن کرنا۔ پھر اس کے لیے جو خدا نے گڑھا تیار کر رکھا ہو گا وہاں دفن ہو گا جب اسے دفن کیا جائے تو زمین اسے مخاطب کر کے کہے گی: اے

دشمن خدا! ذرا بھی خوشی نہیں ہوئی ہے چوں کہ مجھے تم پر بہت غصہ ہے تب بھی جب تم میرے سینے پر چلتے تھے اور آج بھی جب تم میرے اندر موجود ہے، میرے غصے میں ہرگز کمی واقع نہیں ہوئی ہے۔ مجھے اپنے ربّ کی قسم! میں تمھارے لیے بہت بُرا ہم سایہ ثابت ہوں گی۔ میں تیرے لیے جگہ تنگ اور تمھارے بستر کو وحشت ناک اور غذا کو خراب کر دوں گی چوں کہ میرے اُوپر جنت کے باغوں میں سے چند باغات ہیں اور میرے اُوپر ہی جہنم کے گڑھوں میں سے چند گڑھے ہیں اور اس وقت منکر ونکیر اس پر نازل ہوں گے۔ یہ دو فرشتے ہیں جن کی آنکھیں سیاہ اور اندر دھنسی ہوئی۔ وہ قبر کو ہلا کر رکھ دیں گے ان کے لہجے میں بجلی کی کڑک اور آنکھوں میں بھی بجلی کی سی چمک ہو گی وہ دونوں فرشتے اسے گھسیٹیں گے اور اس پر تازیانے برسائیں گے اور پوچھیں گے: یہ بتاؤ تمھارا ربّ کون ہے؟ دین کیا ہے؟ نبی کون ہے؟ اور امام کون ہے؟ وہ جواب دے گا: مجھے نہیں معلوم۔ تو فرشتے کہیں گے: تمھیں دنیا میں بھی شک تھا اور آج بھی تم متشکک ہو نہ تم نے علم حاصل کرنے کی کوشش کی اور نہ ہی ہدایت پائی۔"

آپؑ مزید فرماتے ہیں: وہ دونوں فرشتے اسے ایسی ضرب لگائیں گے کہ مشرق و مغرب میں موجود ساری مخلوق اس ضرب کی آواز سنیں گے سوائے جنات اور انسانوں کے، اس کی شدت سے دریاؤں کی مچھلیاں، باغوں اور بیابانوں میں موجود وحشی بھی پناہ مانگیں گے مگر تم انسان نہیں جان پاؤ گے۔

آپؑ نے مزید فرمایا: پھر خداوند اس پر دو بہت بڑے کالے رنگ کے سانپ چھوڑیں گے جو اسے مسلسل عذاب پہنچائیں گے۔ پانچ گھنٹے دن میں اور چھ گھنٹے ہر رات کو چوں کہ وہ بھی تو گھٹیا کام لوگوں کی نظروں سے چھپا کر انجام دیتا تھا۔ (وہ انفاق کرتا تھا) مگر خدا کے لیے نہیں۔ اس لیے اب خدا کی رحمت سے بھی دور چلے جاؤ۔ اس قوم میں شامل ہو جاؤ جو خدا پر

ایمان نہیں لائی تھی۔

پھر خداوند دو فرشتوں کو جن کے نام "کر"، "کور" ہوں گے ان کے ہم راہ لوہے کی سلاخیں ہوں گی وہ اسے ان سلاخوں سے ماریں گے۔ وہ کافر فریاد کرے گا اور چیخیں مارے گا مگر اس کی آوازوں، چیخوں کو قیامت تک کوئی نہیں سنے گا۔ جب اس کی قبر سے چیخوں کی آوازیں نکلیں گی تو قبر سے آگ کے شعلے بھی نکلیں گے اور وہ کہے گا: وائے ہو مجھ پر جب میری قبر سے آگ کے شعلے بلند ہوں۔ اس کے بعد ایک منادی ندا دے گا: تیار ہو جاؤ تمھارے ذلیل اور رسوا ہونے کا وقت آ پہنچا ہے۔ اب اس آگ کی قبر سے اُٹھو اور آگ کی طرف چل پڑو۔ اس لیے کہ یہ آگ بجھنے والی نہیں ہے۔ اس کے بعد وہ قبر سے نکلے گا اس طرح کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو گا۔ خوف و وحشت سے اس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی ہوں گی۔ اس کا دماغ خوف کے مارے ماؤف ہو چکا ہو گا۔ اس کے حالات اور سر پر ظلمت کے بادل چھائے ہوئے ہوں گے۔ اس دوران میں اس کے اعمال اور کردار اس کے سامنے آ کھڑے ہوں گے اور وہ اسے مخاطب کر کے کہیں گے: ہم نے تجھے ہمیشہ اطاعتِ خدا میں سست اور معصیت و گناہ کی طرف تیزی سے بڑھتے ہوئے دیکھا ہے۔ تم دنیا میں ہمارے اُوپر سوار تھے (تمھارا جو دل چاہتا تھا تم کرتے تھے) مگر آج ہم چاہتے ہیں کہ ہم تمھارے مدِمقابل کھڑے ہو جائیں اور تمھیں جہنم تک پہنچائیں۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے سلسلۂ حدیث کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا: اس وقت اس شقی القلب انسان کے کردار اور اعمال اس کے کندھوں پر سوار ہو جائیں گے اور اسے جہنم تک لے جائیں گے اور جب وہ شخص دیکھے گا کہ جہنم کے فرشتے اس کے لیے زنجیر اور ہتھکڑیاں وغیرہ لا رہے ہیں اور انتہائی غصے کی حالت میں اپنے لب سی لے گا اور کہے گا کہ "لعنت ہو مجھ پر کاش میں نے اپنا نامہ اعمال نہ پایا ہوتا"۔ تو اس وقت خداوند کریم کی طرف سے ایک منادی ندا دے گا: اسے جہنم کی طرف لے جاؤ۔ جس زمین پر اس کے قدم ہوں گے وہ آگ میں تبدیل ہو جائے گی اور اس کے سر پر جو سورج ہو گا وہ بھی آگ میں تبدیل ہو جائے گا۔ آگ اس کی

گردن کا طوق بن جائے گی۔ وہ بے بس اور مجبور انسان فریاد کرے گا اور اس کا گریہ طولانی ہو جائے گا اور وہ کہے گا: وائے ہو مجھ پر عذاب میرے لیے ہے۔ اس کے بعد آگ اسے مخاطب کرے گی کہ خدا نے تمہارے قدم رحمت سے دور کر دیے ہیں جس طرح دنیا میں تمہارے قدم اطاعت خدا سے دور تھے۔

امامؑ مزید فرماتے ہیں: پھر اس کا اعمال نامہ پشت کی طرف سے اس کے بائیں ہاتھ میں تھما دیا جائے گا۔ تب ایک فرشتہ آ کر اس کے سینے کو اس کی پشت کی طرف گھما دے گا (اس کی پشت کو منہ کی طرف کر دے گا)۔ اس کے بائیں ہاتھ کو پشت پر لا کر رکھ دیا جائے گا اور حکم دیا جائے گا کہ اب اپنا نامہ اعمال پڑھو۔ وہ عرض کرے گا: اے فرشتو! میں کس طرح اعمال نامہ پڑھوں جب کہ مجھے تو اپنے سامنے جہنم نظر آ رہی ہے؟ تب حکم خدا ہو گا کہ اس کی گردن ماردی جائے' اس کی کمر توڑ دی جائے' اس کے بالوں سے اس کے پاؤں مضبوطی سے باندھ دو۔ پھر حکم ہو گا:

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ (سورۂ مبارکہ حاقہ: آیت ۳۰)

''اسے پکڑو اور زنجیروں میں جکڑ دو۔''

حکم خدا کی عظمت کے سبب سے ستر ہزار فرشتے حرکت میں آ جائیں گے۔ بعض اس کے بالوں کو جکڑ کر باندھنا شروع کر دیں گے اور بعض اس کی ہڈیاں توڑنے کا کام کریں گے۔ وہ شقی القلب انسان کہے گا: کیا مجھ پر رحم نہیں کرو گے؟ تو فرشتے اسے جواب دیں گے: اے بدبخت انسان! ہم تمہارے اُوپر کس طرح رحم کر سکتے ہیں جب کہ وہ ارحم الراحمین رب تم پر رحم نہیں کر رہا ہے۔ کیا ان شکنجوں سے تم اذیت محسوس کر رہے ہو؟ وہ عرض کرے گا: جی بہت شدید تکلیف محسوس کر رہا ہوں تو فرشتے اس سے پوچھیں گے: اے بدبخت انسان! تمہاری کیا حالت ہونی چاہیے؟ (اور اگر ہم تمھیں جہنم میں ڈال دیں)۔

امامؑ نے فرمایا: اس کے ساتھ ہی فرشتے اس کے سینے کو کوٹنا شروع کر دیں گے۔ اس کے بعد اسے جہنم کے کنوئیں میں ڈال دیں گے جس کی تہ تک پہنچنے کے لیے ستر سال کی مسافت

طے کرنا پڑے گی۔

امامؑ نے جہنم اور اہل جہنم کی اوصاف بیان کرتے ہوئے فرمایا: جب اہل جہنم (جہنم کے خوف ناک مناظر دیکھیں گے) تو کہیں گے: وائے ہو ہم پر کاش ہم خدا اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے۔ ان جہنمیوں کے ہم نشین دو چیزیں ہوں گی: دائیں طرف پتھر ہوں گے اور بائیں طرف شیطان ہوگا۔ یہ پتھر (کبریت) گندھک کی جنس سے ہوں گے۔ یہ آتشی پتھر ہوں گے۔ یہ جہنمی کے چہرے کو جھلسا کر رکھ دیں گے۔ خدا نے اس کی سزا کے لیے ستر قسم کے تازیانے خلق کر رکھے ہوں گے۔ جن کی لمبائی فرشتوں کے ہاتھوں کی لمبائی کے مطابق چالیس ہاتھ ہوگی اور ان کے درمیان باہمی فاصلہ چالیس ہاتھ ہوگا' جس میں آتشی سانپ' بچھو وغیرہ ہوں گے۔ ان جانوروں کے سر ایک عظیم پہاڑ جتنے ہوں گے۔ ان جانوروں کی ٹانگوں یا بازوؤں کی موٹائی' مدینہ منورہ میں موجود ورقا نامی پہاڑ جتنی ہوگی اور ان جانوروں کے ہونٹوں کی لمبائی ہاتھی کے ہونٹوں سے بھی لمبی ہوگی۔ یہ عجیب وغریب قسم کے جانور ہوں گے۔ ان جانوروں کے دونوں کان بھی بڑے بڑے ہوں گے۔ ان دونوں کانوں سے آگ کے دو شعلے بلند ہو رہے ہوں گے اور اس جانور کے مقعد سے بھی آگ نکل رہی ہوگی جو اس شقی القلب انسان کے چہرے کو جھلسا کر رکھ دے گی۔ اس جہنمی درکہ (جو جہنم کے عذاب کے مراتب میں سے ایک ہے) تک پہنچتے پہنچتے اس کی ستر زنجیریں تبدیل کر دی جائیں گی۔ پھر اسے ایک ایسے زنجیر میں جکڑ جائے گا جس کا طول ستر ہاتھ لمبا ہوگا۔ ہر ہاتھ کی لمبائی ہر ایک کڑا بنا ہوگا جہاں سے بحر اوقیانوس کے برابر قطرے ٹپک رہے ہوں گے۔ جس سے ایک ایسی بارش کا گمان ہو رہا ہوگا کہ اگر اس ایک قطرے کو زمین اور اس کے پہاڑوں پر ڈالا جائے تو وہاں سیلابی کیفیت پیدا کی جائے۔

امامؑ حدیث کو جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں: اس جہنمی کو قطران (آگ) کے بنے ہوئے ستر لباس پہنائے جائیں گے اور اس کے چہرے کو بھی آگ سے ڈھانپ دیا جائے گا (اس کے بعد اسے ایک اور چیز پہنائی جائے گی)۔ یہ آگ کی بنی ہوئی ٹوپی ہوگی۔ اس کے جسم

کا کوئی حصہ ایسا نہیں بچے گا جسے آگ سے نہ ڈھانپا گیا ہو اس کے پاؤں پر آگ کے کڑے پہنائے جائیں گے اور سر پر آگ کا بنا ہوا تاج نما ٹوپی پہنائی جائے گی۔ اس جہنمی کے سر پر تین سو ساٹھ سوراخ کیے جائیں گے جن میں سے دُھواں نکل رہا ہوگا۔ اس کا دماغ کھول رہا ہو گا جو باہر نکل کر اس کے کاندھوں پر ٹپک رہا ہوگا اس سے تین سو ساٹھ نہریں' خون اور پیپ کی جاری ہوں گی۔ یہ جس جگہ زندگی بسر کر رہا ہو گا وہ اتنی تنگ اور تاریک ہو گی کہ اس جگہ ایک نیزے کی اَنی داخل کرنے کی گنجائش بھی نہیں ہو گی۔ یہ جگہ انتہائی بدبودار' کثیف اور تاریک ہو گی۔ جہنمیوں کی آوازیں زفیر (سانس روک کر چھوڑی جائے تو یہ آواز نکلتی ہے) اور شہیق (گدھے کے ہینگنے کی آواز) جیسے بلند ہوں گی۔ اس جگہ عقرب اور دوسرے حیوانات شکار کریں گے۔ ان جانوروں کی غذا ہی جہنمی انسان ہوں گے۔

اس دوران میں جہنم کے نگران فرشتے کے ذریعے اس جہنمی کے سینے پر شدید ضرب لگائی جائے گی۔ سر کے بل اسے جہنم کے (حطمہ اور نچلے طبقے) میں ڈالا جائے گا۔ یہ گرنا ستر ہزار سالوں کو محیط ہوگا۔ جب وہ دوزخ کے طبقہ قعر تک پہنچے گا اس دوران میں اس کے جسم پر مسلسل ضربیں لگائی جاتی رہیں گی۔ وہ شیطان جو اس کا ہم نشین ہوگا وہ اس کی زنجیر کو کھینچے ہوئے ہوگا۔ جوں ہی یہ جہنمی اپنا چہرہ اُوپر کرے گا اسے شیطان کا مکروہ چہرہ نظر آئے گا۔

امامؑ مزید فرماتے ہیں: وہ جہنمی شخص کہے گا: اے کاش! میرے اور تمھارے درمیان مشرق اور مغرب جتنا فاصلہ ہوتا' اس لیے کہ تم میرے سب سے بُرے ہم نشین ہوۓ ہو تم پر اے شیطان! تم نے مجھے گم راہ کیا تھا۔ تھوڑا سا عذاب تم بھی تو برداشت کرو۔ شیطان اسے جواب دے گا: تمھارے حصّے کا عذاب میں کیسے برداشت کروں جب کہ آج ہم دونوں پر برابر عذاب نازل ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس کے سر پر ضرب لگائی جائے گی کہ ایک ضرب ستر ہزار سال کے برابر ہو گی۔ وہ آنیہ نامی چشمے میں جا گرے گا۔ اس بارے میں خداوند متعال ارشاد فرماتا ہے:

تُسْقٰى مِنْ عَيْنٍ اٰنِيَةٍ (سورۂ مبارکہ غاشیہ: آیت ۵)

"انھیں ایک کھولتے ہوئے چشمہ کا پانی پلایا جائے گا۔"

آنیہ وہ چشمہ ہے جس کی حرارت اور کھولنا کی کوئی حد معین نہیں ہو گی۔ جب خداوند متعال نے جہنم کو خلق فرمایا تو جہنم کی ساری وادیاں محو خواب تھیں (اور اب تک بھی خاموش ہیں) جب کہ یہ چشمہ اپنی حرارت اور جوش کے سبب سے نہیں سویا تھا۔ یہ جاری رہا ملائکہ کہیں گے: اے شقی لوگو! اس کے نزدیک ہو جاؤ اور اس سے پیو" جب وہ جہنمی پس پیش کریں گے تو جہنم کے فرشتے ان پر گرز برسائیں گے اور انھیں کہیں گے:

ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ (سورۂ مبارکہ آل عمران: آیت ۱۸۱)

"اب عذاب حریق کا مزہ چکھو۔"

یہ عذاب ان اعمال کے بدلے ہیں جو تم نے اپنے آگے بھیجے تھے ورنہ جان لو کہ خداوند تو کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے۔

امامؑ حدیث کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں: وہاں لوہے کے گلاس ہوں گے جن میں آنیہ چشمے کا پانی ہوگا وہ انھیں دیا جائے گا جب وہ طامہ (لوہے کا گلاس) کو اپنے قریب کریں گے تو اس گلاس کی حرارت کی وجہ سے ان کے ہونٹ جل جائیں گے اور اس کی حرارت کی وجہ سے ان کے چہرے کا گوشت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑے گا اور جب وہ پانی پئیں گے تو ان کے شکم کے اندر جو کچھ ہے اور اس کا گوشت تک جل جائے گا۔ اس کے بعد ان کے سروں پر ایک عجیب ضرب لگائی جائے گی' جس کے سبب یہ شقی انسان جہنم میں موجود مقام "سعیر" پر پہنچ جائے گا۔ اس کا چہرہ جل جائے گا اور اس حرارت کے سبب سے اس کی آنکھیں بند ہو جائیں گی۔ اس کے بعد اس کے سر پر ضرب لگائی جائے گی' جس کا دورانیہ ستر ہزار سالوں کو محیط ہو گا۔ پھر اسے "زقوم" نامی درخت کے نیچے ڈال دیا جائے گا۔ یہ وہ درخت ہو گا جو جہنم کے درمیان ہو گا۔ اس درخت کے شگوفے شیاطین کے سروں کے مانند ہوں گے۔ اس درخت پر آگ کی ہزاروں ٹہنیاں ہوں گی۔ ہر ٹہنی پر ستر ہزار آگ کے پھل لگے ہوں گے۔ ہر پھل اپنے گھٹیا پن اور کثافت کے لحاظ سے شیطان کے سر کے مانند ہو گا اور وہ شیشے کے مانند چمک دار ہوں گے۔

اس درخت میں ہزاروں سال کا فاصلہ ہوگا۔ اس درخت ''زقوم'' کی شاخوں کی آب یاری آگ سے کی جائے گی۔ اس کے پھل بھی آگ ہوگی۔ اس کی ٹہنیاں اور شاخیں سب آگ ہوں گے۔ اس کے بعد اس سے کہا جائے گا: اے بدبخت اُوپر آؤ۔ جب وہ اُوپر آئے گا تو اسے پھر نیچے پھینک دیا جائے گا' جب نیچے پہنچے گا تو پھر اُوپر جائے گا۔ اس عذاب میں اسے مسلسل ستر سال تک رکھا جائے گا۔ جب وہ اس درخت کے پھل کھائے گا تو اس کا ذائقہ ''صبر'' (ایک کڑوا پھل ہے) سے بھی زیادہ تلخ ہوگا۔ اس کی بدبو مردار سے زیادہ ہوگی۔ یہ پھل لوہے سے زیادہ سخت ہوگا۔ جب یہ پھل پیٹ میں پہنچے گا۔ پیٹ میں اُبھار سا آ جائے گا جس طرح کھولتے ہوئے پانی میں پاک اور صاف غذا ڈال دی جائے۔ یہ فرشتے اسے اپنی طرف اس طرح کھینچیں گے کہ وہ عمیق تاریکیوں میں جا ڈوبے گا۔ یہ شخص جب آگ میں گرے گا تو اس طرح آواز آئے گی جس طرح کڑاھے کے اندر مچھلی ڈالی جائے تو وہ سرخ ہو چکا ہوتا ہے۔ اس کے تلنے سے جو آواز پیدا ہوگی اس شخص کی آواز بھی ایسی ہی آئے گی۔ پھر زقوم نامی درخت سے عذاب نامی درے میں زرد رنگ کی آگ موجود ہوگی جو جلانے سے بھی سخت ہوگی۔ اس درے میں ساحل بھی ہوں گے جس طرح دریا کے ساحل ہوتے ہیں۔ اس ساحل پر موجود آگ کے بنے حشرات بڑے بڑے سانپ بچھو ہوں گے۔ ایک ایک شخص پر ستر ہزار سانپ اور ستر ہزار بچھو چھوڑے جائیں گے۔ اس دوران میں اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ اس کے گرنے کا دورانیہ ستر ہزار سال ہوگا۔ اس دوران آگ سے نہیں جلے گا بلکہ بچھوؤں اور سانپوں کے زہر پر اکتفا کیا جائے گا۔

اس زقوم نامی جہنمی درخت کی ہر شاخ پر ستر ستر ہزار دوزخی لٹک رہے ہوں گے۔ ان کی پشت کی جانب سے آگ داخل ہو رہی ہوگی جو ان کے دلوں تک کو جلا ڈالے گی' جس کی تکلیف اور شدت کی وجہ سے لب آپس میں مل کر بند ہو جائیں گے۔ اس کی وجہ سے جنتی پرندے پرواز شروع کر دیں گے۔ اس سے جلد سخت اور چربی پگھل جائے گی۔ خداوند حی و قیوم غصے میں آ جائیں گے۔ وہ سب مل کر کہیں گے: اے دوزخ کے مالک! ان سے کہو کہ ڈٹے رہو تمہارے

لیے میرے پاس عذاب اور شکنجوں کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ اے جہنم کے مالک! اس کے دروازے کھول دو جس شخص نے مجھے عرش پر بیٹھے ہوئے کو دشنام دی اور میرے مقام کا انکار کر کے میری اہانت کی اس کے لیے میرا عذاب ہے چوں کہ میں ربّ قہار اور جبار ہوں۔ پس جہنم کا مالک ندا دے گا: اے گم راہ لوگو! اے دنیا کے دولت مند لوگو! یہ بتاؤ کہ جہنم کا تجربہ کیسا رہا؟!

امامؑ فرماتے ہیں: وہ دوزخی جواب دیں گے: ہمارے دل جل کر کباب بن گئے ہیں۔ ہمارے کان جل اُٹھے ہیں جب کہ ہماری ہڈیاں پیس دی گئی ہیں۔ اب ہماری دادرسی کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ مالک کہے گا: مجھے اپنے پروردگار کی قسم! میں تمھارے عذاب میں اضافہ کروں گا۔ پس وہ کہیں گے: اے پروردگار! ہم پر عذاب نازل کر رہے ہو کوئی ظلم نہیں (چوں کہ ان مصیبتوں کے ذمہ دار ہم ہیں) وہ مالک کہے گا: اے پروردگار! انھوں نے اپنے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا ہے۔ ان عذاب پانے والوں سے اپنی رحمت کو دور کر لو۔ تب خداوند جبار اپنا غضب دکھلائیں گے اور فرمائیں گے: اے مالک! جہنم کا عذاب بڑھا دو۔ اس دوران میں ہی سیاہ بادل اُمڈ آئیں گے جو سارے اہل جہنم کو اپنے گھیرے میں لے لیں گے۔ ان میں سے جو دائیں' بائیں اور اُوپر نیچے ہوں گے وہ سب سن لیں گے۔ وہ چیخ کر کہیں گے: کیا چاہتے ہو؟ کیا ان بادلوں کو ہمارے اُوپر برسانا چاہتے ہو اور سب عرض کریں گے: اگر ہو سکے تو ٹھنڈا پانی' ہائے پیاس! ہم نے کتنی تشنگی دیکھی ہے۔ خداوند کریم ان بادلوں کے ذریعے ان پر بچھوؤں' کیڑوں' مکوڑوں' خون' پیپ' اینٹیں' روڑے ان پر برسائے جائیں گے جس سے ان کے چہرے' پہلو گرمی اور حدت وشدت سے زخمی ہو جائیں اور جل اُٹھیں گے۔ ان کی آنکھیں نابینا ہو جائیں گی' ہڈیاں پیس کر رہ جائیں گی۔ اس حالت میں وہ فریاد کریں گے: اے کاش! ہمیں موت آ جائے (اور ہم مر جائیں) پھر ان کی ہڈیاں گوشت سے خالی ہو جائیں گی۔ خدا ان پر غضب نازل فرمائے گا۔ اے دوزخ کے مالک! انھیں اس طرح دوزخ میں ڈالوں جس طرح آگ میں ایندھن ڈالا جاتا ہے۔ پھر جہنم کی یہ آگ ستر موسموں تک ان کی اُرواح کو جلائے رکھے گی۔ اس کے بعد جہنم کے دروازے یکے بعد دیگرے بند ہونا شروع ہو جائیں گے۔ ایک

دروازے اور دوسرے دروازے کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہوگا۔اس کے بعد ہر جہنمی کو آگ اور لوہے کے بنے ہوئے تابوت میں ڈال دیا جائے گا۔اس کے بعد کوئی ان کی گفتگو نہیں سنے گا وہ لوگ صرف شہیق' قاطران اور نہیق کی آوازیں سن پائیں گے' انھیں صرف کتوں کے غرانے کی آوازیں سنائی دیں گی۔ یہ گونگے بہرے ہو جائیں گے سوائے نالہ وفریاد کے کچھ نہیں کر پائیں گے۔ان کے تابوتوں کے ڈھکن بند کر دیے جائیں گے اور ان پر سخت میخیں لگا دی جائیں گی' نہ اندر کوئی خوشی جا پائے گی اور نہ اندر کے غم واندوہ باہر نکل سکیں گے۔ان تابوتوں کو پنہاں کر دیا جائے گا۔اسے فرشتہ رحمت کی آنکھوں سے اوجھل کر دیا جائے گا نہ ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے انھیں کوئی یاد کرے گا (بحارالانوار: ج۸،ص۳۱۳ تا ۳۱۷)۔

اے پروردگار! یہ تیرا کرم' لطف اور عنایت تھی جس کے سبب ہم یہاں تک پہنچے ہیں۔ہم محمدؐ وآلِ محمدؐ کے پاکیزہ حق کی قسم دیتے ہیں کہ ہمیں اپنی رحمت واسعہ کے مستحقین میں شمار فرما۔

فصل ہشتم

اعراف

اعراف کا مفہوم اور معانی

اعراف ان اسما میں سے ہے جو بظاہر جمع کے طور پر استعمال ہوتے ہیں جب کہ درحقیقت یہ مفرد ہوتا ہے اور اس کے چند معانی ہیں:

① یہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک مقام (جگہ) ہے۔

② یہ خرما (کھجور) کے درختوں کی ایک قسم ہے۔

③ ہر چیز کی بلندی کو اعرف کہا جاتا ہے جیسے اعراف الرماح "نیزوں کی بلندی"۔

ہماری بحث کا مفہوم وہی پہلے معنی ہیں جسے واضح کرنے کے لیے ہم قرآن کی ان آیات کی طرف رجوع کریں گے:

وَ نَادٰٓی اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ وَجَدْتُّمْ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوْا نَعَمْ فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ○ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ يَبْغُوْنَهَا عِوَجًا وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ كٰفِرُوْنَ ○ وَ بَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَ عَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّاۢ بِسِيْمٰهُمْ وَ نَادَوْا اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوْهَا وَ هُمْ يَطْمَعُوْنَ○ وَ اِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ○ وَ نَادٰٓی اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَ مَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ○ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَ لَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ○ وَ نَادٰٓی اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ○ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّ لَعِبًا وَّ غَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

فَالْيَوْمَ نَنْسٰهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ هٰذَا وَ مَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ (سورۂ مبارکہ اعراف: آیات ۴۴ تا ۵۱)

''اور جنتی لوگ جہنم والوں سے پکار کر کہیں گے: ہم نے تو بے شک جو ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا تھا ٹھیک ٹھیک پالیا تو کیا تم نے بھی جو تم سے تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا ٹھیک پایا (یا نہیں)؟ اہل جہنم کہیں گے: ہاں پایا۔ تب ایک منادی ان کے درمیان ندا کرے گا کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہے جو خدا کی راہ سے لوگوں کو روکتے تھے اور اس میں خواہ مخواہ کجی پیدا کرنا چاہتے تھے اور روزِ آخرت کا انکار کرتے تھے اور بہشت و دوزخ کے درمیان ایک حد فاصل ہے اور کچھ لوگ اعراف پر ہوں گے جو ہر شخص کو جنتی ہو یا جہنمی ان کی پیشانی سے پہچان لیں گے اور جنت والوں کو آواز دیں گے کہ تم پر سلام ہو۔ یہ اعراف والے لوگ ابھی داخل جنت نہیں ہوئے ہیں مگر وہ تمنا ضرور رکھتے ہیں اور جب اُن کی نظر پلٹ کر جہنمی لوگوں کی طرف پڑے گی تو اُن کی خراب حالت دیکھ کر خدا سے عرض کریں گے: اے ہمارے ربّ! ہم کو ظالموں کا ساتھی نہ بنانا اور اعراف والے کچھ جہنمی لوگوں کو چہرے سے پہچان کر آواز دیں گے اور کہیں گے: اب نہ تو تمہارا جتھا ہی کام آیا اور نہ تمہاری شیخی بازی سودمند ہوئی جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھایا کرتے تھے کہ ان پر خدا اپنی رحمت نہ کرے گا۔ دیکھو آج وہ لوگ ہیں جن سے کہا گیا ہے کہ بے تکلف جنت میں داخل ہو جاؤ۔ نہ تم پر کوئی خوف ہے اور نہ ہی تم غمگین ہو گے اور دوزخ والے اہل جنت کو بہ لجاجت آواز دیں گے کہ ہم پر تھوڑا پانی ہی ڈال دو یا جو رزق اللہ نے دیا ہے اس میں سے کچھ دے دو۔ اہل جنت جواب دیں گے کہ خدا نے جنت کا کھانا پینا کافروں پر قطعی

حرام کر دیا ہے۔ جن لوگوں نے اپنے دین کو کھیل تماشا بنا لیا تھا اور دنیا کی چند روزہ زندگی نے اُن کو فریب دیا تھا۔ تو ہم بھی آج قیامت میں اُنھیں قصداً بھول جائیں گے جس طرح یہ لوگ ہماری آج کی حضوری کو بھولے بیٹھے تھے اور ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔"

ان آیات میں چند مسائل موجود ہیں جنھیں واضح اور نمایاں کرنے کی کوشش کریں گے:

مسئلہ نمبر ۱:

کیا جنتی جہنمیوں کو دیکھ پائیں گے؟

اس مسئلے کے حل کے لیے ہم قرآن سے رہنمائی لیں گے۔ قرآن فرما رہا ہے کہ بغیر شک وشبہ کے جنتی ہمیشہ جہنمی افراد کو دیکھ سکتے ہیں۔ یہ حضرات ایک دوسرے کے حالات اور مکافاتِ عمل سے آگاہ ہوں گے۔ جنتی حضرات اپنی خوش حالی اور نعمتوں کے سبب جو خدا نے انھیں دی ہیں وہ ہمیشہ اہل جہنم کی طرف منھ کر کے کھڑے رہیں گے۔

یہاں صرف اس مقام پر یہ ابہام پایا جائے گا کہ اہل جنت جن کے اطراف میں صرف جنت کی نعمات ہیں جب کہ اہل جہنم چاروں اطراف عذابِ الٰہی کا مشاہدہ کریں گے؟

ان دونوں کے حالات میں دیکھا جائے تو بظاہر تناقض پایا جائے گا اور عوالم میں سے کوئی بھی دوسرے کو درک نہیں کر سکے گا؟

اس کا جواب (خدا سب سے زیادہ جاننے والا ہے) یہ ہے کہ جنت اور جہنم کے درمیان ایک دیوار بنا دی جائے گی اور طرفین ایک دوسرے کو دیوار کی پشت سے دیکھیں گے (جس طرح شیشے کی دیوار ہوتی ہے) اہل جہنم، جنت کی خوش بوئیں سونگھ پائیں گے یا نہیں۔ لیکن جنتی جہنم کی بدبو اور کثافت کو ضرور محسوس کریں گے۔ یہ لفظ اہل جہنم جو اہل بہشت سے تقاضا کریں گے، سے ہم سمجھ سکتے ہیں۔ جیسے ارشاد ہو رہا ہے:

"اصحابِ آتش، اصحابِ بہشت سے تقاضا کریں گے کہ خدا نے تمھیں جو رزق روزی عطا کر رکھی ہے ہمیں بھی عطا کرو۔"

البتہ یہ مشاہدات اور نظارے دائمی نہیں ہوں گے۔ یہ دیدار تب ممکن ہوگا جب دونوں گروہ اپنے اپنے ٹھکانوں میں داخل ہوں گے۔ ان مشاہدات کی بنیاد اس فطری اساس کی اصل پر ہے اور وہ یہ ہے چوں کہ ہر مظلوم انسان یہ چاہتا ہے کہ جب اس پر ظلم وستم ڈھایا جا رہا ہو تو کوئی دیکھنے والا اور شاہد ضرور ہو۔ یہ گواہی اور مشاہدہ جہاں ایک مظلوم کی تشفی کا موجب بنتی ہے اور اس سے مظلوم کو سکون نصیب ہوتا ہے اپنے مقام پر ایک لذت بخش کام بھی ہے' جو جنتی لذات سے بہر حال کسی بھی طریقے سے کم نہیں ہے۔ پس نظام تکوین کی عدالت کا تقاضا ہے کہ مظلوم کی سرنوشت کی نشان وہی ظالم کرے تا کہ ظالم کو پتا چل سکے کہ اس نے اپنے آپ کے ساتھ اور اس مظلوم کے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ یہ مشاہدہ ایک طرح کا عذاب ہی تو ہے جس کا درد جہنم کے عذاب سے کسی بھی طرح کم نہیں ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے: اہل جنت اور اہل جہنم کے درمیان جو منادی اور مؤذن ہیں جو فریاد کرتے ہیں: لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ۔ یہ کون ہیں؟

اس مسئلے کے بارے میں روایات سے یہ استفادہ ہوتا ہے کہ یہ آواز (کہ ظالموں پر خدا کی لعنت ہو......) دینے والی ہستی' مولی الموحدین' یعسوب الدین امام علیؑ ابن ابی طالبؑ کی ہے۔ اعراف کی چوٹیوں پر امیر المومنین علیہ السلام مؤذن ہونے کی بابت چند نکات ہمارے پاس آئے ہیں جو ہم اپنے عزیز قارئین تک پہنچانا چاہتے ہیں:

1. امیر المومنین علیہ السلام دنیا میں بھی اسلام ناب (حقیقی) کے مؤذن تھے۔ آپؑ ہی نے پیغمبر اکرم کی رسالت کو اپنی امامت کے ذریعے جہان بھر تک پہنچایا۔ پس مناسب بھی ہے کہ جب جنتی اپنی جنت میں اور جہنمی جہنم میں پہنچ جائیں تب بھی اعلان کرنے والی ہستی حضرت علی علیہ السلام ہی کی ہونی چاہیے۔
2. دوسری وجہ یہ ہے کہ مسلمان جہنمیوں کی اکثریت حضرت علی علیہ السلام کی شخصیت سے آشنا تھی۔ وہ جانتے ہیں کہ حضرت علی علیہ السلام عصمت' علم' تقویٰ' آگاہی وادراک کے ارفع و اعلیٰ مراتب پر فائز ہیں اور یہ جہنمی حضرات انھی فضائل کی وجہ سے آپؑ کی ذات سے

بغض رکھتے تھے تبھی تو انھوں نے ان کی بلا فصل خلافت کا انکار کیا اور وہ پیغمبرؐ اکرم کے بعد آپؑ کی فضیلت کے قائل نہ رہے تھے۔ وہ حضرت علی علیہ السلام کے سیاسی حریفوں کی فضیلت کے قائل ہوئے تھے۔ اسی طرح خداوند متعال نے حضرت علی علیہ السلام کو موذن اور "قسیم النار و الجنة" قرار دیا تاکہ آپ کا بلند و ارفع مقام ساری دنیا کے انسانوں پر واضح ہو سکے۔ بالخصوص ان دشمنانِ اہل بیتؑ پر عیاں ہو سکے۔ آپؑ سے بغض رکھنے کی وجہ سے ان کے عذاب میں اضافہ کیا جائے گا۔ مذکورہ روایت اس مطلب پر ناظر ہے: حضرت امام رضا علیہ السلام نے اس آیتِ کریمہ: فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌ ۢ بَيْنَهُمْ اَنْ لَّعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا: یہ موذن امیر المومنینؑ ہیں (بحار الانوار: ج ۸، ص ۳۳۶)۔

امیر المومنین علیہ السلام نے خود ارشاد فرمایا:

> "میں قائد ہوں، دین کا امیر ہوں، میں اوّلین و سابقین میں سے خلیفہ رسولؐ ہوں۔ میں ہی جنت اور جہنم کا تقسیم کرنے والا ہوں، میں ہی جنتیوں کو جنت اور جہنمیوں کو جہنم بھیجنے والا ہوں۔ میں ہی صاحب اعراف ہوں [جو مقامِ اعراف سے اہل جنت اور دوزخیوں دونوں کو مخاطب کرے گا]" (بحار الانوار: ج ۸، ص ۳۳۶)۔

سوال نمبر ۳:

یہاں یہ سوال اُٹھتا ہے کہ جس پردے کا حکم دیا گیا ہے وہ کیا ہے؟ اور اعراف سے مراد کیا ہے؟

اعراف کے معنی کی پہچان یہ ہے۔ کیا اعراف سے مراد وہی پردہ اور (حد) حائل ہے جو جنت اور جہنم کے درمیان ہے یا اس سے مراد ایک ایسی جگہ ہے جہاں چند انسان سکونت پذیر ہوں گے؟

کیا اعراف، جنت اور جہنم کے درمیان بلند و بالا کوئی مقام ہے؟ یہ تمام امکانات روایات میں موجود ہیں۔

ایک حدیث اعراف کو "حظائر بین الجنۃ و النار" کہا گیا ہے۔ جیسا کہ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے جنات سے تعلق رکھنے والے مومنین کے متعلق سوال کیا گیا کہ کیا جن مومنین بھی جنت میں جائیں گے؟ آپؑ نے فرمایا: نہیں خداوند کریم انھیں جنت اور جہنم کے درمیان ایک وسیع و عریض (حظائر) میں رکھے گا۔ اس جگہ جنات مومنین اقامت پذیر ہوں گے اور یہاں گناہ گار شیعہ بھی اقامت پذیر ہوں گے (البتہ عذاب وغیرہ برداشت کرنے کے بعد) (بحارالانوار: ج ۸، ص ۳۳۵)۔

ایک دوسری روایت میں "کثبان بین الجنۃ و النار" کو اعراف کہا گیا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اعراف 'کثبان (بلند جگہ) ہے' جنت اور جہنم کے درمیان۔

ایک دوسری حدیث میں: "صراط بین الجنۃ و النار" کو اعراف قرار دیا گیا ہے۔

جناب برید عجلی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے چند سوالات پوچھے جن کے ضمن میں یہ سوال بھی تھا کہ اعراف کیا ہے؟

آپؑ نے فرمایا: اعراف ایک صراط (پل' راستا) ہے جنت اور جہنم کے درمیان (بحارالانوار: ج ۸، ص ۳۳۵)۔

جب کہ ایک مقام پر "باب من یاقوت احمر علی سور الجنۃ" کو اعراف کہا گیا ہے۔

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس آیت کریمہ: "وَ عَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ" [سورۂ مبارکہ اعراف: آیت ۴۶] کی تفسیر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"وہ ہم ائمہ اہل بیتؑ ہیں جو جنت سرخ یاقوت کے بنے ہوئے گھر میں مقیم ہوں گے" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۳۳۶)۔

مذکورہ بالا روایات میں سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ اعراف ایک مخصوص مکان یا جگہ کا نام ہے جس میں جنت کی خصوصیات ہوں گی نہ جہنم کی۔

یہ ایک ایسی جگہ ہے جو جنت اور جہنم پر بلند ہے۔ وہاں ایسے افراد رہیں گے جو نہ جنت

کی نعمتوں کے مستحق ہوں گے اور نہ ہی وہ جہنم کے عذاب کے مستحق ہوں گے۔ وہ اس جگہ رہیں گے۔ اسی مقام پر بیٹھ کر ائمہ اطہارؑ جنتیوں اور جہنمیوں کے درمیان قضاوت کریں گے۔

سوال نمبر۴:

آیت شریفہ میں جن رجال اعراف کا ذکر کیا گیا وہ کون ہیں؟

جیسا کہ تفاسیر اور روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رجال اعراف سے مراد ائمہ معصومین علیہم السلام ہیں وہاں جنت کی پر فضا تب تک رہے گا جب تک وہاں یہ ہستیاں موجود رہیں گی۔

اس نکتے کو ایک حدیث سے جس کا ذکر ہو چکا ہے سے استنباط کیا جا سکتا ہے:

الائمه منا اهل البيت فى باب من ياقوت احمر على سور الجنة

"ہم اہل بیتؑ کے ائمہ ہوں گے جو جنت کی دیوار [جو سرخ یاقوت سے بنی ہو گی] کے درمیان موجود دروازے پر ہوں گے۔"

مقامِ اعراف پر ائمہ اطہار علیہم السلام کی موجودگی کی علت یہ ہے چوں کہ یہ ہستیاں جنت اور جہنم کو تقسیم کرنے والی ہوں گی جو شخص بھی جنت میں داخل ہو گا وہ انھیں ہستیوں کی اجازت سے داخل ہو سکے گا۔ اسی طرح جہنم میں بھی داخلے کے لیے ان سے اجازت لینا ضروری ہے جو شخص بھی ان کی معرفت رکھے گا ان کے مقام اور فضیلت کا قائل ہو گا۔ وہ جنت میں داخل ہو گا اور جو شخص ان کے مقام اور فضیلت کی معرفت نہیں رکھے گا وہ جہنم میں جائے گا۔ یہ معرفت اور انکار، یہ حب اور بغض ایسی چیز نہیں ہے جو دفعتہً حاصل ہو جائے۔ اس معرفت اور منکر ہونے کو محبت اور بغض کا مقام دینا ہے۔

ذیل کی حدیث اس حقیقت سے پردہ ہٹا رہی ہے:

جناب سعد اسکاف رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا: آپؑ اس آیت کریمہ: "وَ عَلَى الْاَعْرَافِ رِجَالٌ يَّعْرِفُوْنَ كُلًّا ۢ بِسِيْمٰىهُمْ" [سورۂ مبارکہ اعراف: آیت ۴۶] کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟

آپؑ نے فرمایا: اے سعد! رجالِ اعراف وہ ہیں کہ جن کی معرفت کے بعد ہی اہل

جنت' جنت میں داخل ہوں گے اور ائمہ اطہار علیہم السلام بھی ان سے شناسائی رکھتے ہوں گے۔

رجالِ اعراف: وہ ہیں جن کی اجازت سے اہلِ جہنم' دوزخ میں ہوں گے مگر وہ ان کی معرفت نہیں رکھتے ہوں گے نہ وہ ان جہنمیوں سے شناسا ہوں گے اور وہ افراد جو اعراف میں سکونت پذیر ہیں (وہ اس صورت میں نجات پائیں گے) جب ان کی معرفت توحید کی اساس' ائمہ معصومین علیہم السلام کی معرفت کی اساس پر ہو۔ چوں کہ جو بندہ ائمہ معصومین علیہم السلام پر ایمان لا کر ان ذواتِ مقدسہ سے اپنا پکا رابطہ اُستوار رکھے' کی برابری وہ لوگ نہیں کر سکتے جو توحید پر ایمان کے لیے کوئی دوسرا راستا اختیار کرتے ہیں۔ اس لیے یہ حضرات کسی آلودہ چشمے کے مسافر ہیں یہاں سے جو لوگ پیش ہوں گے۔ انھوں نے گویا آلودہ پانی پیا ہے اور جو شخص آلِ محمدؐ کے چشمے سے سیراب ہوگا اسے جاننا چاہیے کہ یہ چشمہ علم خداوند سے جاری ہوا ہے جس کی کوئی حد معین نہیں ہے۔ اگر خداوند متعال چاہتا ہے کہ کسی کو اپنے علم کے نزدیک کرے تو اسے اس چشمے سے سیراب کرے گا مگر مشیتِ خدا کا فیصلہ یہ ہے کہ اس نے محمدؐ و آلِ محمدؐ کو دروازہ قرار دیا ہے کہ لوگ اس دروازے کو عبور کر کے خدا کی طرف آئیں۔ اسی بابت خداوند کریم کا ارشاد بھی ہے:

وَ لَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا (سورۂ مبارکہ بقرہ: آیت ۱۸۹)

"خوبی اور اچھائی یہ نہیں ہے کہ دیوار پھلانگ کر گھر میں داخل ہو جاؤ بل کہ خوبی اور اچھائی یہ ہے کہ انسان متقی ہو اور دروازے سے گزر کر گھر کے اندر داخل ہو" (بحار الانوار: ج ۸، ص ۳۳۶)۔

حضرت سلمانؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے پیغمبر اکرمؐ سے سنا ہے آپؐ نے دس بار سے زیادہ حضرت علی علیہ السلام کو مخاطب کر کے فرمایا:

"اے علیؑ! تم اور تمھارے بعد تمھارے اوصیا [رجالِ اعراف] اعراف [جو جنت اور جہنم کے درمیان ایک مقام ہے] پر ہوں گے۔ وہ شخص جنت میں

داخل ہو سکے گا جو تمھاری معرفت رکھتا ہوگا اور تم بھی اس سے شناسا ہو گے اور جہنم میں وہ شخص جائے گا جو تمھارا منکر اور تمھاری معرفت سے تہی دامن ہوگا" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۳۳۷)۔

امیرالمومنین علیہ السلام سے روایت منقول ہے آپؑ نے اس آیت "وَ عَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ" [سورۂ مبارکہ اعراف: آیت ۴۶] کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"ہم وہ رجالِ اعراف ہیں جو اپنے حُب داروں کو ان کے نام سے پہچانتے ہوں گے، ہم وہ اعراف ہیں جن کے ذریعے خدا کی معرفت حاصل کی جا سکتی ہے۔ ہم جنت اور جہنم کے درمیان وہ اعراف ہیں جو بروزِ قیامت کھڑے ہوئے ہوں گے۔ جو ہماری معرفت رکھتا ہوگا وہ جنت میں داخل ہو سکے گا۔ ہم بھی اس کی معرفت رکھتے ہوں گے اور جہنم میں وہ داخل ہوگا جو ہمارا منکر ہوگا اور ہم بھی اس کا انکار کریں گے" (بحارالانوار: ج ۸، ص ۳۳۸)۔

اب یہ کہنا کہ بروزِ قیامت ائمہ اطہار علیہم السلام اس مقام پر کیوں ہوں گے تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ ہستیاں آفرینش کی علتِ غائی ہیں خدا نے جنت اور جہنم کو ان کی وجہ سے خلق فرمایا ہے چوں کہ یہ ذواتِ مقدسہ ہی خلافتِ الٰہیہ کا اعلیٰ ترین مصداق ہیں ان ہستیوں پر خدا کا درود ہو۔

موت کے بعد کے عالم کی یہ مختصر ترین روداد اور توصیف تھی جسے ہم نے آیات و روایات کی روشنی میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ اس اُمید کے ساتھ کہ ہمیں ہدایت نصیب ہوگی اور وہ ذات کریم ان ذواتِ مقدسہ کے طفیل ہمیں ہدایت اور بہترین ثمر عطا فرمائے گا نیز اس کوشش کو "باقیات الصالحات" میں شمار فرمائے گا۔ یہ سب کچھ خدا کی خصوصی عنایت، لطف، فیض، کرم اور محمدؐ و آلِ محمدؐ کی خصوصی توجہ اور نظرِ عنایت کے بغیر ممکن نہیں ہوتا۔ آؤ ان ذواتِ مقدسہ کے وسیلے سے ہم بارگاہِ خداوندی میں دعا کریں۔

خدا ہم سب کا حامی و ناصر ہو اور ہمیں شفاعت آلِ محمدؐ نصیب فرمائے (الحمدللہ رب العالمین)۔

